شیعیت

آغاز، مراحل، ارتقاء

www.KitaboSunnat.com

تالیف

علامہ ڈاکٹر احمد بن سعد حمدان الغامدی حفظہ اللہ

پروفیسر جامعہ ام القری ہائر ایجوکیشن، قسم عقیدہ

ترجمہ وحواشی وتعلیقات

پیرزادہ سید شفیق الرحمٰن شاہ الدراوی حفظہ اللہ

مترجم ادارہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر مسجد الحرام مکہ مکرمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

شیعیت

آغاز، مراحل، ارتقاء

تالیف

علامہ ڈاکٹر احمد بن سعد حمدان الغامدی رحمۃ اللہ علیہ
پروفیسر جامعہ ام القری
ہائر ایجوکیشن، قسم عقیدہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ و تعلیقات وحواشی

پیرزادہ شفیق الرحمٰن شاہ الدراوی

مترجم ادارہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر مسجد الحرام مکہ مکرمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب	:	شیعیت......آغاز، مراحل، ارتقاء
تالیف	:	علامہ ڈاکٹر احمد بن سعد حمدان الغامدی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ	:	پیرزادہ شفیق الرحمٰن الدراوی
طابع	:	شفیق الرحمٰن الدراوی

28200

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض مترجم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ وَ نَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. ﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[آلعمران ۱۰۲]

﴿يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ ﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ☆ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾

أما بعد فإن أصدق الحديث كتاب الله؛ وخير الهدي هدي محمد ﷺ وشر الأمور محدثاتها و كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار"۔

محترم قارئین کرام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خدمت میں ایک اور کاوش پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ جو کہ ایک شہرہ آفاق مؤلف جناب ڈاکٹر احمد حمدان الغامدی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تالیف "التشيع تاريخه و مراحل تكوينه" کا اردو ترجمہ ہے؛ جسے" شیعیت؛ تاریخ و مراحل ارتقاء" کا نام دیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب اپنے باب میں ایک شاندار اضافہ ہے۔اور اس کو پڑھنے کے بعد بصیرت اور علم میں انتہائی مثبت اضافہ ہوتا ہے۔میری نظر میں یہ کتاب ہر طالب علم کے پاس موجود ہونی چاہیے۔اس کتاب میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاندار اور دل لبھاتے اسلوب میں شیعہ کی تاریخ اور ان کے ارتقائی مراحل پر بحث کی ہے۔اور حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اردو میں بھی یہ ترجمہ علماء کے ہاں وہی مقام پائے گا جو اہل عرب کے ہاں اصل عربی کتاب کا مقام ہے۔اور ساتھ ہی میں اہل علم و دانش سے امید کرتا ہوں کہ جہاں کہیں کوئی غلطی ہو خواہ ترجمہ کی ہو یا کوئی دیگر؛ اس سے آگاہ کرنے میں بخل سے کام نہ لیں۔

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو؛ آمین۔

مترجم/مکہ حرم شریف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾[الانعام ۱۵۹]

''بے شک جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے''۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ☆ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ☆ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾[الروم ۳۰-۳۲]

''پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیعہ ائمہ کے اقوال

ائمہ شیعہ نے امام ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

''مغیرہ بن سعید میرے والد پر جھوٹ گھڑا کرتا تھا۔ اور ان کے شاگردوں کی کتابوں سے استفادہ کیا کرتا تھا ۔حالانکہ مغیرہ کے شاگرد میرے والد کے شاگردوں سے چھپتے رہتے تھے۔

......وہ اس میں کفر اور زندیقیت کی باتیں ملا کر انہیں میرے والد کی طرف منسوب کیا کرتا تھا۔ اور پھر انہیں اپنے شاگردوں میں پھیلاتا اور انہیں حکم دیتا کہ ان باتوں کو شیعہ میں پھیلا دو۔ پس میرے والد محترم کے بارے میں جو کچھ غلو اور اس طرح کی دیگر باتیں پائی جاتی ہیں؛ وہ وہ باتیں ہیں جو مغیرہ بن سعید اور اس کے ساتھیوں نے ان کی کتابون میں ملاوٹ کر کے پھیلائی ہیں''۔

[البحار ٢/ ٢٥٠؛ عبد الله بن سبأ ٢/ ٢٠٥؛ موسوعة أحاديث أهل البيت ٨/ ١٦٣۔ أختيار معرفة الحديث ٢/ ٤٩١۔ معجم رجال الحديث ١٩/ ٣٠٠۔ قاموس الرجال ١٠/ ١٨٩۔ كليات في علم الرجال ٤١٦۔]

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وہ ہمارے نام پر ایسی روایات بیان کرتے اور ایسی حدیثیں نقل کرتے جو ہم پر عداوت اور سرکشی ہوتی؛ اور ان کی طرف سے ہم پر جھوٹ اور بہتان گھڑا جاتا۔ وہ جھوٹ بول کر اور دروغ گوئی کر کے اپنے بڑوں کی قربت اور رضامندی حاصل کرنا چاہتے تھے''۔

[البحار ٢/ ٢١٨۔ و اصله في كتاب سليم بن قيس ص ١٨٨۔ تحقيق محمد باقر الانصاري۔]

علمائے شیعہ کے اقوال:

معاصر شیعہ عالم غریفی نے کہا ہے:

''بہت سی احادیث جو کہ ائمہ کی طرف منسوب ہیں؛ وہ دروغ گو جھوٹے کذابوں نے گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ یا تو انہیں ملاوٹ کر کے ان کے شاگردوں کی کتابوں میں شامل کر دیا گیا ہے؛ یا پھر دوسری کتابوں میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور یہ بات طبعی طور پر معلوم ہے کہ ان میں سے بہت ساری یا اکثر روایات کے لیے انہوں نے صحیح اسناد کا سہارا لیا تھا تا کہ انہیں عوام میں مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہو سکے۔ یہ سب کچھ تدلیس اور ملاوٹ کے اعتبار سے ہوتا تھا''۔ [قواعد الحدیث ص ١٣٥]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اورایک دوسرے شیعہ اثنی عشری عالم یوسف البحرانی (متوفی ۱۱۸۶ھ) نے شیعہ روایات پر تنقید ونقد کے منہج کی تطبیق سے خبردار کرتے ہوئے کہا ہے:

''واجب یہ ہے کہ: یا تو ان تمام روایات کو قبول کرلیا جائے۔ جیسا کہ ہمارے متقدمین علمائے ابرار کا طریقہ کار رہا ہے۔ یا پھراس دین کے علاوہ کوئی دوسرا دین حاصل کیا جائے اوراس شریعت کے علاوہ کوئی دوسری شریعت اختیار کی جائے۔ کیونکہ یہ شریعت مکمل اور پوری نہیں؛ اس میں کمی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے تمام احکام پر دلائل نہیں پائے جاتے۔ اور میرا خیال نہیں ہے کہ وہ ان دو میں سے کسی ایک بھی امر کا التزام کریں گے۔ حالانکہ اس کے علاوہ کوئی تیسری چیز ان کے لیے سامنے نظر نہیں آرہی ۔ اور الحمد للہ یہ بات ہر ایک منصف مزاج کے لیے ظاہر ہے جو کہ متکبر اور معاند نہ ہو''۔

[لؤلؤة البحرين ص ٤٧۔ طرائف المقال ٢/ ٣٩٦.]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على رسوله الامين و على آله و صحبه أجمعين و بعد :

جب سے اعتقادی اعتبار سے شیعیت کا ظہور ہوا ہے؛ اور ان کی بنیادی مضبوط ہوئی ہیں۔ اور اس کے متبعین پیدا ہوئے ہیں اس وقت سے شیعیت اور باقی امت اسلامیہ میں ایک محاذ آرائی کی صورتحال پائی جاتی ہے؛ جس کی وجہ سے کتنی ہی خونریزی ہوئی اور کتنی ہی عصمتیں پامال ہوئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا بنیادی سبب شیعہ کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف وہی لوگ حق پر ہیں۔ اور وہ اپنے علاوہ باقی تمام لوگوں کو باطل پر سمجھتے تھے۔ ایسے ہی ان کے مخالفین بھی ان کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ شیعہ عقیدہ کے مطابق دین کا ایک اور نیا مصدر بھی پایا جاتا ہے جو کہ ان کے ائمہ معصومین کی شکل میں ہے۔ جن کے متعلق ان کا گمان ہے کہ یہ ائمہ اللہ تعالیٰ طرف سے مقرر شدہ ہیں۔ اور یہ ائمہ خطا و نسیان اور غفلت یا بھول چوک سے معصوم ہیں۔ اور ان کا کلام بھی شریعت ہے اور عمل بھی شریعت ہے۔ اور جو کوئی ان کی مخالفت کرے وہ گمراہ تو ہے؛ اب ان میں سے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ائمہ کا مخالف کافر ہے۔ اور ان کا ایک دوسرا چھوٹا گروہ کہتا ہے: یہ لوگ ظاہر میں تو مسلمان ہیں؛ مگر باطن میں کافر ہیں۔ ان کے ساتھ ان منافقین جیسا برتاؤ کیا جائے گا جو اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن آخرت میں یہ لوگ پکے اور دائمی جہنمی ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ وہ شیعہ عقیدہ جسے اہل بیت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے؛ حالانکہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین اس عقیدہ سے بالکل ایسے ہی بری ہیں جیسے بھیڑیا حضرت یوسف علیہ السلام کے خون سے بری تھا۔ اب یہ بھی ضروری ہے کہ اس عقیدہ کے حقائق کو واضح طور پر سامنے لایا جائے؛ اور روشن دلائل کے ساتھ تاریخی مصادر سے حقائق کی روشنی میں اس کی اصلیت سے آگاہ کیا جائے۔ اہل بیت اطہار کے عقائد اور ان کے اقوال امت اسلامیہ کے سامنے واضح اور مشہور و معروف ہیں۔ اور ان کا زندگی گزارنے کا کوئی بھی طریقہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین اہل سنت والجماعت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ نماز وروزہ اور حج اور اسلام کے باقی ارکان ادا کرتے ہیں۔ ان کی علمی مجالس میں سیکھنے اور سکھانے کے لیے بیٹھتے ہیں۔ اور ان کی دین داری اور حسب ونسب کی وجہ سے اہل سنت والجماعت دل و جان سے ان کے احترام وتکریم میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ اہل سنت والجماعت نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیوں کو [بہت قریب سے] دیکھا ہے۔ اور ان کے اقوال وفرمودات جمع کر کے محفوظ کیے ہیں۔ ان سے کسی بھی طرح کی عقیدہ یا شریعت میں مخالفت کی کوئی خبر نہیں ملتی۔

میں نے تتبع واستقراء کے ساتھ ان چیزوں کا مطالعہ کیا جنہیں علمائے کرام رحمہم اللہ نے اُن اہل بیت سے جمع کیا تھا جن کی طرف شیعہ حضرات امامت کو منسوب کرتے ہیں۔ اور میں نے ممکن حد تک ان علماء کے اقوال کو جمع کیا ہے؛ اور اس کے ساتھ ہی ان ائمہ کے بارے میں شیعہ علماء کا موقف بھی واضح کیا ہے۔ اور شیعہ کے بارے میں ان ائمہ کرام رحمہم اللہ کا موقف بھی واضح کر دیا ہے۔ تا کہ حق کے متلاشی کے لیے ان کی حقیقت واضح ہو جائے۔ میں نے اس کتاب کا نام رکھا ہے: ((التشیع : نشأته و مراحل تکوینه))

"شیعیت کی ابتداء اور اس کے تکوینی مراحل"۔

میں اس کے بخیر وعافیت پورا ہو جانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہی مدد اور توفیق کا طلبگار رہوں۔

تالیفی طریقہء کار:

اس کتاب کے لکھنے میں میں نے بذیل طریقہ کار اختیار کیا ہے:

۱۔ اہل بیت سے انہی روایات کو نقل کیا ہے جو سند کے ساتھ مروی ہیں۔ اور جو مرویات سند کے ساتھ مروی نہیں؛ ان کو ذکر نہیں کیا۔ سوائے ان مرویات کے جو نہج البلاغہ نامی شیعہ کی کتاب میں وارد ہوئی ہیں۔ کیونکہ اس کتاب کے مؤلف نے سند بیان نہیں کی۔ لیکن اس کے باوجود یہ کتاب شیعہ کے ہاں بہت معتمد ہے۔ اور اس میں موجود روایات کو ان کے ہاں حجت مانا جاتا ہے۔

۲۔ اس کتاب میں موجود علمی سرمایہ احادیث کی ان کتب سے نقل کیا گیا ہے جو امت کے نزدیک معتمد ہیں اور انہیں اعلانیہ طور پر روایت کیا گیا ہے اور ان میں سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں رکھی گئی۔ بلکہ علماء نے برسرِ اعلان روایت کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم ہرگز یہ دعوی نہیں کرتے کہ ان کتب کی تمام تر روایات صحیح ہی ہیں۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ ان میں موجود روایات دوسری ان کتابوں کی بہت ساری روایات کی نسبت صحیح ترین ہیں جنہیں مخفی رکھ کر اندھیرے میں روایت کیا گیا ہے؛ اور یہ حقیقت آگے چل کر واضح ہو جائے گی۔ ان شاءاللہ

۳۔ میں نے اس کتاب کا علمی سرمایہ جمع کرنے میں ان کتابوں پر اعتماد کیا ہے؛ جو احادیث کے روایت کرنے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنیادی مصادر کا درجہ رکھتی ہیں۔ جیسے احادیث کی وہ کتابیں؛ جن کی تالیف تیسری صدی ہجری میں مکمل ہوگئی تھی۔ اور تاریخ طبری جو کہ تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں لکھی گئی۔ اور تاریخ بغداد جو کہ پانچویں صدی ہجری میں لکھی گئی۔ اور تاریخ دمشق/ از ابن عساکر؛ جو کہ چھٹی صدی ہجری میں لکھی گئی۔ یہ ایسی کتابیں ہیں جو باسند ہیں؛ اوران میں موجود مرویات کی اسناد موجود ہیں۔

۴۔ اس کتاب میں اہل بیت اطہار رحمۃ اللہ علیہم میں سے صرف ان حضرات کی روایات جمع کی گئی ہیں جن کی طرف امامت منسوب کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ جن اہل بیت کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے؛ ان کی روایات بہت کم ہیں۔

۵۔ میں نے یہ روایات اجمالی طور پر ذکر کی ہیں؛ اور اگر کہیں ضرورت کے تحت مناسب سمجھا ہے تو اس کی تفصیل بھی بیان کردی ہے۔

۶۔ اس کتاب میں میں نے ان عقلی دلائل کو اجاگر کیا ہے جن کی بنیاد پر اہل بیت کرام رحمۃ اللہ علیہم اپنی طرف منسوب ظلم و زیادتی پر مبنی جھوٹی روایات سے اپنا دفاع کیا کرتے تھے۔

۷۔ اس کتاب کو زمانے کے مختلف ادوار؛ موضوعات اور قضایا کے اعتبار سے سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم اور مہربان ہستی اس کتاب کو نفع بخش بنا دے۔ آمین

مؤلف

مترجم

ابوشراحیل الدراوی

حال وارد/حرم شریف مکہ مکرمہ

سال 2017ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریر تحریر سے پہلے

شیعہ عقائد کا دارو مدار ان روایات پر ہے جو کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اور یہ روایات ان کی مصنفات میں جمع کردی گئی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں وہ روایات ہیں جو کہ اہل سنت والجماعت کے مصادر میں وارد ہوئی ہیں۔ پس ہمارے ہاں روایات کی دو اقسام ہیں؛ جن میں سے ہر ایک قسم دوسری قسم کو باطل ٹھہراتی ہے۔

یا تو یہ دونوں قسم کی روایات صحیح ہوں ؛ تو یہ بات سرے سے محال ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک روایت دوسری روایت کے الٹ ہے۔ اور دو الٹ [متضاد] چیزوں کا جمع ہونا محال ہے۔

یا پھر ان دونوں قسم کی روایات کو باطل مانا جائے ؛ تو ایسا کرنا بھی باطل ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں تو اس دین کو ختم کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے؛ اور اسے باقی تمام ادیان پر غالب کرنے کا اور اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔

یا پھر ان میں سے ایک روایت صحیح ہو اور دوسری باطل ؛ تو یہی بات حق ہے۔

جب ایک روایت صحیح ہے اور دوسری باطل ؛ تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہم صحیح اور باطل کی پہچان کرسکیں یا نہیں؟۔

اب اگر ہم یہ بات کہیں کہ حق اور باطل کی پہچان ممکن نہیں ہے؛ تو اس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق و مالک کی ہستی پر طعن لازم آتا ہے؛ اس لیے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت نہ کی تا کہ لوگوں پر حجت قائم ہوسکے۔ اب لوگ اس حق کی معرفت حاصل کرنے سے قاصر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نازل کیا تھا؛ اور جھوٹے لوگوں نے اس کے ساتھ جھوٹ وافتراء کا اضافہ کردیا۔ پس لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دفات حسرت آیات سے لیکر اب تک گمراہی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ بھی ایک ایسی بری بات ہے کہ جس کا کوئی عقل مند انسان اظہار و اقرار نہیں کرسکتا۔

اور اگر یہ کہیں کہ: ہاں ! حق اور باطل کی پہچان بالکل ممکن ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ: حق اور باطل کی پہچان کیسے ممکن ہے؛ جب کہ تم ایک چیز کا دعوی کرتے ہو؛ اور ہم اسے باطل کہتے ہیں؟۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ: بلاشک وشبہ اس فرقہ کے علاوہ ساری کی ساری امت اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دین اس لیے نازل کیا ہے تا کہ یہ قیامت کی گھڑی تک باقی رہے۔ اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر طرح سے اس دین کی حفاظت فرمائی ہے۔ اور قرآن کریم کو بھی محفوظ رکھا ہے۔ اور اس قرآن کی تبلیغ کرنے والے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی حفاظت فرمائی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تک پہنچایا اور ان کے سامنے اس کی تفسیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کی ؛اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن اور اس کی تفسیر جو کہ سنت نبویہ ہے؛ اسے تابعین تک پہنچایا۔[اور یہ سلسلہ چلتا رہا]۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے قرآن کریم کو ایک مصحف کی شکل میں جمع کر دیا تھا۔ اور پھر اس کے بہت سارے نسخے تحریر کروا کے مسلمانوں کے تمام شہروں میں روانہ کر دیے تھے۔ اور پھر ہر جگہ پر اس کی تعلیم وتفسیر کا اہتمام کیا جانے لگا۔

اور سنت نبوی کو صحابہ کرام نے تابعین تک پہنچایا۔ تابعین نے اپنے بعد والوں تک پہنچایا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا حتی کہ تدوین کا دور شروع ہوا۔ اور سنت نبویہ کو اس سے متعلق مخصوص کتابوں میں جمع کر دیا گیا۔ تیسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے پہلے سنت نبویہ کی تدوین مکمل ہوگئی ؛ اور اسناد کے ساتھ اسے اس فن کی مخصوص کتابوں میں محفوظ کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد اہل علم مسلسل ان کتابوں کی تعلیم اور شرح اور ان روایات کی تصحیح وتضعیف کے سلسلہ سے منسلک رہے۔

بعض دشمنان دین اور باطل پرست خواہشات کے پجاریوں نے کوشش کی تھی کہ سنت نبویہ میں ایسی چیزیں شامل کر دیں جو کہ اس میں سے نہیں ہیں۔ تو ہر طرف سے علماء کرام کے گروہ کھڑے ہوگئے جنھوں نے اس ملاوٹ کی نشاندہی کی ؛ اور اسے طشت از بام کیا۔ اور سلسلہ میں مستقل کتابیں لکھیں۔ اور پھر ان لوگوں کے ناموں اور احوال پر بھی کتابیں تحریر کیں جن کا کام ملاوٹ کرنا تھا۔ اور ان احادیث وروایات کی بھی نشاندہی کی جن کے ذریعہ یہ لوگ دین میں بگاڑ پیدا کرنا چاہتے تھے۔

پھر تألیف کا سلسلہ چلتا رہا۔ اور ان لوگوں پر بھی کتابیں لکھی گئیں جو خود تو اچھے مسلمان تھے؛ مگر احادیث روایت کرنے میں کمزور تھے۔ کیونکہ ان کا حافظہ کمزور تھا۔ تو ان سے حدیث کی روایت کرنے میں وہم یا غلطی ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو کوئی ایک راوی بھی ایسا نہیں ملے گا جس سے مروی کوئی حدیث حدیث کی کتابوں میں موجود ہو؛ مگر علماء کرام نے اس راوی کے حالات زندگی تحریر نہ کیے ہوں۔ ان حالات زندگی میں اس راوی کے اساتذہ ؛ اس کے شاگردوں اور اس کے زمانہ ؛ اور دیگر امور کا بیان آجاتا ہے۔ اور پھر اس کا درجہ بھی بیان کیا ہے؛ کیا یہ راوی ثقہ ہے یا غیر ثقہ؟۔ اور جس کے بارے میں انہیں پتہ نہیں چل سکا اس کے بارے میں کہہ دیا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے۔ پس اس کی روایت رد کر دی جاتی ہے؛ قبول نہیں کی جاتی۔

پھر علماء کرام نے وہ قواعد وضع کیے جن کی بنیاد پر صحیح اور ضعیف اور موضوع حدیث کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔

ان تمام تر کوششوں کی ابتداء خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مسعود سے ہوتی ہے؛ حتی کہ یہ علم پختہ ہو کر ثمر بار ہوا۔ اور اس علم کے متعلق کتابیں پہلی تین صدیوں میں احاطہ تحریر میں لائی گئی تھیں۔

اسی لیے اب اگر کوئی انسان چاہتا ہو کہ وہ حدیث پڑھ کر اس کے صحیح یا ضعیف ہونے کا پتہ چلا سکے؛ تو وہ اپنی مراد پوری کرنے کے لیے اس علم کا محتاج ہے۔

پس سنت نبویہ شریفہ میں روایات کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا بہت آسان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیعہ گروہ کا نظریہ حدیث:

یہ لوگ اس بات کا اقرار تو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جس بات کی تبلیغ کا حکم دیا تھا؛ آپ نے وہ فریضہ انجام دیدیا۔ اس میں سے کچھ چیزیں ایسی باقی رہ گئی تھیں جو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس امانت رکھ دی تھیں۔ چونکہ آپ امام معصوم اور نبی کریم ﷺ کے نائب ہیں؛ اس لیے آپ ﷺ کی موت کے بعد دین صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ یا ان کی بعض اولاد سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

پھر شیعہ حضرات اس بات کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو تحریر کر کے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا تھا۔ ان دونوں نے اس کو رد کر دیا اور آپ پر بہت زیادہ غصہ ہوئے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ قرآن اس وقت چھپا دیا جو آج تک امت سے مخفی ہے۔ اور ان کے عقیدہ کے مطابق اس قرآن کو امام مہدی سامنے لیکر آئے گا جو کہ (۲۵۶ ھجری) میں پیدا ہوا ہے [اور آج کل غار میں روپوش ہے]۔

یہ امام صاحب لوگوں سے ڈر کر روپوش ہو گئے تھے؛ اور آخری زمانے میں ان کا دوبارہ ظہور ہوگا۔ شیعہ روایات ایسے ہی بیان کرتی ہیں۔ جیسا کہ اس کا کچھ ذکر آگے چل کر آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں سے گیارہ افراد کو دین کی حفاظت اور لوگوں میں اس کی تبلیغ کا مکلّف بنایا گیا تھا۔ اور یہ کہ جو بھی دین ان کی سند سے نہ آئے وہ کبھی دین نہیں ہوسکتا۔

پھر ان کی روایات یہ بھی کہتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے سے پہلے خلفائے ثلاثہ کی ساری زندگی میں جو کہ تقریباً پچیس سال کا عرصہ بنتا ہے؛ دین کی تبلیغ اور امامت پر متمکن نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ خود خلیفہ بننے کے بعد بھی دعوت و تبلیغ کا یہ فریضہ انجام نہ دے سکے۔ کیونکہ آپ لوگوں کی ان حضرات سے محبت کی مدارت و رعایت کرتے تھے جن کے دل حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف مائل تھے۔

پھر یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد گنتی کے چند افراد کے علاوہ سبھی لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد دین کی دعوت و تبلیغ کا کام نہیں ہوسکا۔ اور دین ایک غیر معروف چیز ہو کر رہ گیا تھا۔ کیونکہ آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم لوگوں تک صحیح اور مکمل دین نہیں پہنچا سکے تھے۔ ان کی زندگیاں خوف و ہراس کے زیر سایہ ہی گزر گئیں۔ حکام وقت کے ڈر کی وجہ سے ان کی حالت یہ تھی کہ ان کی اولاد میں سے کوئی بھی انسان کوئی بھی غلط یا الٹ/متناقض فتویٰ دے دیا کرتا تھا۔ ائمہ کی بھی یہی حالت رہی یہاں تک [ان کے عقیدہ کے مطابق] ۲۶۰ھ ہجری میں آخری امام ظہور کے بعد غائب ہو گیا۔

پھر شیعہ مذہب کا اعتقاد تقیہ پر رہا۔ اور زندگی یونہی گزرتی رہی۔ ۳۲۲ ھجری میں ایک شیعہ حکومت قائم ہوئی۔ تو ہزاروں روایات سامنے آئیں اور کتابیں تصنیف کی جانے لگیں۔ جب کہ اسے پہلے کی تین صدیوں میں شیعہ کے اعتقاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران کا دین (ان کے عقیدہ کے مطابق) حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے لوگوں مخفی رہا۔

تو کیا اب حق کی معرفت ممکن ہے؟ جب کہ اس مذہب کے ائمہ اوران کے ماننے والے (اتباع کاروں) کا یہ حال ہے (کہ وہ نہ ہی دین کا اظہار کرسکتے ہیں اور نہ ہی اس پر عمل کر سکتے ہیں)؟۔

تین سو سال کا اتنا لمبا عرصہ ؛مخفی طور پر ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب روایات کو یوں نقل کرنا خود اس عمل کو مشکوک اور غیر مامون بنا دیتا ہے۔

شیعہ روایات کے مطابق خود ائمہ اہل بیت رحمہم اللہ کو اپنے ماننے والوں سے سخت شکایات رہی ہیں۔اور وہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کے متعلق ہمیشہ شکوہ کناں رہے ہیں کہ وہ ان پر جھوٹ بولتے ہیں۔اوران کی روایات میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کران کے شاگردوں کی کتابوں میں شامل کردیتے ہیں۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ ائمہ نے اس جھوٹ کی کوئی حد متعین نہیں کی جوان پر بولا گیا ہے؛ یا ان کے شاگردوں کی کتابوں میں شامل کیا گیا ہے۔

بعد میں آنے والے ائمہ بسیار کوشش کے باوجود اس جھوٹ اور ملاوٹ کی صحیح مقدار کا انکشاف نہ کر سکے جوان سے پہلے ائمہ کی کتابوں میں/ یا ان کے اقوال میں داخل کردیا گیا تھا۔جس کی وجہ سے ان روایات کے اعتبار سے حق کی معرفت بالکل ناممکن ہوکر رہ گئی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام کہہ رہا ہے کہ اس کے اتباع کاروں نے اس پر جھوٹ بولا ہے؛ مگر[اس جھوٹ کی مقدار بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے] یہ تعین کر کے نہیں بتا سکا کہ کونسی بات جھوٹ ہے(اور کونسی بات سچ)؟تو پھر اس امام کے بعد آنے والے اس جھوٹ کو کیسے پکڑ سکتے ہیں؟۔کیونکہ ائمہ نے تو انہیں اس کا واضح لفظوں میں بتایا ہی نہیں۔

پھر یہ کہ اس دور سے پہلے شیعہ کے ہاں علوم مدون ہی نہیں ہوئے تھے۔یہی وجہ ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کی مجالس کا قصد کرتے؛ وہاں سے علم حاصل کرتے (اور پھر اس میں حسب منشاء ملاوٹ اور تبدیلی کردیتے)۔علم تفسیر؛علم فقہ؛ علم حدیث؛ اور علم اصول فقہ میں سے جو کچھ حقائق یا صحیح علم ان کے پاس ہے؛ وہ اس کے لیے اہل سنت والجماعت کے رہین منت ہیں۔اس پر خود آج کے شیعہ گواہی دے رہے ہیں۔آگے چل کر ہم ان کا کلام بطور نمونہ ذکر کریں گے۔

جہاں تک علم روایت حدیث کا تعلق ہے؛ تو ان کے ہاں اس علم کی تدوین ساتویں صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں صدی کے ابتداء میں ان کے شیخ حلی (ابن مطہر) کے ہاتھوں ہوئی۔اس سے پہلے اتنی صدیاں ان کے ہاں علم روایت کا سلسلہ بغیر کسی ضابطہ کے چلتا رہا۔کیونکہ جس علم کی روشنی میں علم روایت کا نظم وضبط عمل میں آتا ہے؛ وہ ان کے ہاں اتنی صدیوں تک مفقود تھا۔جب ان کے ہاں روایات کا یہ حال ہے تو پھر صحیح اور ضعیف/ یا موضوع روایت کی پہچان کیسے ممکن ہے؟۔

شیعیت کو جن برے حالات سے واسطہ رہا ہے؛ اس پر مستزاد کہ ان ائمہ کے شاگرد اوران کے اتباع کار انتہائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فسادی اور بگڑے ہوئے لوگ تھے؛ اوراس کے ساتھ ہی شیعہ مصادر کی کوئی حفاظت ہی نہیں ہو سکی۔ نیز ان مصادر کے مصنفین خود بھی بگڑے ہوئے لوگ تھے۔لیکن اس کے باوجود یہ سب کچھ بغیر کسی تحقیق اور چھان بین کے شیعہ اثنا عشریہ کے مصادر میں منتقل کیا جاتا رہا۔[میں نے اپنی کتاب ''حوارات عقلیہ مع طائفہ اثنی عشریہ فی المصادر'' میں ان حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔]

شیعہ دینی مصادر کی عدم صلاحیت کے اسباب:

آنے والی سطور میں ان اسباب کی طرف اشارہ کیا جائے گا جن کی بنا پر ہم قطعی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ شیعہ مصادر میں کارگر دینی مصادر ہونے کی صلاحیت ہرگز نہیں۔

اول: تقیہ کا عقیدہ:

شیعہ مصادر میں بیسویں روایات ایسی وارد ہوئی ہیں جن کا حاصل کلام یہ ہے کہ ائمہ شیعہ نے خوف وہراس کے عالم میں زندگی گزاری ہے۔ یہی وجہ تھے کہ یہ لوگ حق کا اظہار کرنے سے بالکل عاجز رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں لوگوں کی ناراضگی کا خوف تھا۔ اب شیعہ عقیدہ کے مطابق کسی ایسے عذر کا ہونا ضروری تھا جس کی بنیاد پر وہ اس طعن وملامت سے بچ سکیں۔ تو انہوں نے ایک نیا عقیدہ ایجاد کیا؛ جسے ان کی اصطلاح میں ''تقیہ'' کہا جاتا ہے[1]۔

تقیہ کی روشنی میں ان کے لیے یہ آسان ہو گیا کہ وہ اپنی جانوں کی حفاظت کی خاطر اپنے دین کو ضائع کر دیں۔ ذیل میں اس کے کچھ نمونے پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرمایا:

''تقیہ ہمارا اور ہمارے آباء واجداد کا دین ہے۔''......اور فرمایا:

''جو تقیہ نہ کرے اس کا دین ہی نہیں۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: اس کا کوئی ایمان ہی نہیں[2]۔''

۲۔ ابو عبداللہ [جعفر الصادق] علیہ السلام نے فرمایا: ''تقیہ کرنا واجب ہے۔ اسے ترک کرنا جائز نہیں۔ حتی کہ امام قائم کا ظہور ہو جائے۔ جس نے تقیہ ترک کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ کی ممنوعات میں داخل ہوا''[3]۔

---

[1] ۔تقیہ کیا ہے؟ شیعہ علماء کے نزدیک اس کی فضیلت کیا ہے؟ شیعہ کے عالم مفید کا کہنا ہے کہ تقیہ، حق چھپانے کو کہتے ہیں۔ اور اپنے عقیدے کو پوشیدہ رکھنا تقیہ ہے۔ مخالفین سے اپنا عقیدہ چھپانا اور ان کی مخالفت کو ترک کرنا جو کہ کسی دینی یا دنیوی نقصان کا باعث ہو، تقیہ کہلاتا ہے۔[تصحیح إعتقادات الإمامية ص ١٣٧ ۔ شرح عقائد الصدق: ٢١٦ ۔ ملحق بأوائل المقالات۔]

[2] ۔اس تقیہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ شیعہ مذہب کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے۔ اور ایک حصہ میں شیعہ مذہب کے باقی سارے عقائد واحکام ہیں۔[الكافي ٢/ ٢١٩ ۔ من لا يحضره الفقيه ٢/ ١٢٨ ۔ البحار ١٣/ ١٥٨ ۔ الوسائل ١٦/ ٢٠٤ ۔ المستدرك ١٢/ ٢٥٥ ۔ جامع الاخبار ٩٥]

[3] ۔[البحار ٧٢/ ٤٢١ ۔ مستدرك الوسائل ١٢/ ٢٥٤ ۔ جامع أحاديث الشيعة ١٤/ ٥١٤ ۔]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدیم وجدید ہر دور کے علماء اس کی تائید وتاکید کرتے چلے آئے ہیں ❶۔

۳۔ خمینی کہتا ہے: ''بیشک تقیہ کا ترک کرنا ہلاک وہ کردینے والا گناہ ہے جس کا مرتکب جہنم کے گڑھے میں ہوگا؛ اور یہ گناہ نبوت کے؛ اور اللہ تعالیٰ کے انکار کے برابر ہے''۔[المکاسب المحرمۃ : ۲/ ۱۶۳۔]

دوم: شدتِ تقیہ بیان حق میں رکاوٹ:

شیعہ کے ہاں پایا جانے والا انتہائی سخت تقیہ حق بیان کرنے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

۱۔ مارزندانی نے جعفر بن محمد کی طرف منسوب؛ ان کے اسرار فاش کرنے کی ممانعت کی روایت کی شرح کرتے ہوئے اس میں لکھا ہے: ''ہمارے راز فاش کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے ان کا انکار کرنے والا''۔[الکافی ۲/۳۷۰]

[چنانچہ وہ کہتا ہے] ''جان لیجیے کہ آپ اپنے نفس مقدس اور اپنے شیعہ کی بابت دشمنان دین سے لرزاں وترساں اور خائف رہتے تھے۔ اور وہ ان سے بہت زیادہ تقیہ کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کسی بھی ایسی خبر کے عام کرنے سے منع کرتے تھے جو آپ کی امامت پر یا آپ کے آباء واجداد کی امامت پر دلالت کرتی ہو''۔[شرح أصول الکافی ۱۰/۳۳]

۲۔ مارزندانی نے ابوجعفر بن محمد کی طرف منسوب؛ ان کے اسرار فاش کرنے کی ممانعت کی روایت کی شرح کرتے ہوئے اس میں لکھا ہے: ''جب ان کے عہد میں بہت سخت تقیہ پایا جاتا تھا؛ تو انہوں نے اپنے شیعہ کو اپنے اسرار؛ اور اپنی امامت؛ احادیث؛ ان کے مذہب کے ساتھ مختص احکام کے اسرار چھپانے کا حکم دیا تھا'' ❷۔

۳۔ خوئی شیعہ روایات کے متواتر ہونے کے دعوی پر نقد کرتے ہوئے کہتا ہے: ''بیشک اگرچہ ائمہ کے شاگردوں نے

---

❶ ۔آخر میں یہ روایت ملاحظہ فرمائیں؛ کہتے ہیں: ''تقیہ کا تارک کافر ہے، اللہ کے دین اور امامیہ کے دین سے خارج ہے۔''[فقه الرضا؛ ص ۳۳۸ (باب حق النفوس) الاعتقادات: ص ۱۰۸ باب الاعتقادات فی التقیة۔ بحار الأنوار: ۷۸/ ۳٤۷۔ باب مواعظ موسی بن جعفرو حکمه "]۔

لیکن جب عام اور لاعلم اہل سنت دیکھتے ہیں کہ کچھ شیعہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ائمہ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں؛ تو سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہم جیسے ہی مسلمان ہیں؟ تو واضح رہے کہ: اس سلسلے میں شیعہ علماء نے یہ روایت بنا کر پیش کی ہے کہ: ''جس شخص نے [تقیہ کرتے ہوئے] ان کے ساتھ پہلی صف میں نماز ادا کی تو گویا اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہلی صف میں نماز ادا کی۔''[الکافی ۳/ ۲۵۰ ح ٦ (باب الرجل یصلی وحده ثم یعید۔۔) بحار الأنوار: ۷۲/ ٤۲۱۔ح: ۷۹۔ باب التقیه والمداراة]۔

خمینی نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے کہ: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز صحیح ہے اور بے شمار فضائل کی حامل ہے۔ اسی طرح ان ائمہ کیساتھ نماز بھی تقیہ کی حالت میں صحیح ہے۔''[رسالة فی التقیه ضمن رسائل الخمینی: ۱۰۸۔]

خمینی کا مزید کہنا ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو تمام مخلوق پر فضیلت ان کے دینی دشمنوں کے ساتھ نرم رویہ اور بہترین تقیہ کی وجہ سے دی''۔[المکاسب المحرمة : ۲/ ۱٦۳۔]

❷ ۔[شرح أصول الکافی ۹/ ۱۲۷؛] یہ روایت اور شرح اس روایت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی جس میں ہے کہ جعفر الصادق سے حدیث روایت کرنے والے چار ہزار راوی تھے۔ اگر ایسے ہی ہوتا؛ تو آپ اعلانیہ اور ظاہر ہوتے؛ پھر کسی تقیہ کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے چار ہزار شاگرد کیسے ہوسکتے ہیں جبکہ مارزندانی کہتا ہے کہ: ''وہ بہت سخت تقیہ کی حالت میں تھے''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث اور اس کی حفاظت کے معاملہ میں اپنی انتہائی کوششیں صرف کی تھیں؛ اور خوب اہتمام کیا تھا تا کہ حدیث ضائع نہ ہو؛ اور یہ علم ختم نہ ہو جائے؛ جیسا کہ حضرات ائمہ نے ان کو حکم دیا تھا؛ مگر یہ بات ضرور ہے ان لوگوں کا زمانہ سخت تقیہ کا زمانہ تھا۔ جس کی وجہ سے اعلانیہ طور پر حدیث کی نشر واشاعت کا کام نہ ہو سکا۔ تو پھر کیسے یہ احادیث حد تواتر کو یا اس کے قریب بھی پہنچ سکتی ہیں؟ [1]۔

سوم: شدت تقیہ روایات میں تناقض اور معرفت حق کی عدم قدرت کا سبب:

۱۔ طوسی نے اپنی کتاب ''تہذیب الاحکام'' کے مقدمہ میں کہا ہے: ''مجھے بعض ساتھیوں نے یاد دلایا- اللہ تعالیٰ ان کی تائید کرے- یہ ایسے لوگوں میں سے ہیں؛ جن کا حق ہم پر اپنے اصحاب کی احادیث کی وجہ سے واجب ہے- اللہ تعالیٰ ان کے اسلاف پر رحم کرے-'' ان احادیث میں جو اختلاف؛ فرق اور تباین اور تضاد پایا جاتا ہے؛ حتی کہ عالم یہ ہے کہ کوئی ایک بھی روایت ایسی نہیں پائی جاتی جس کے مقابلہ میں اس کے الٹ دوسری روایت موجود نہ ہو۔ اور کوئی بھی ایسی محفوظ اور سالم حدیث نہیں ہے جس کے مقابلہ میں اس کے منافی دوسری روایت موجود نہ ہو [2]۔

۲۔ ایک معاصر شیعہ اثنا عشری عالم شیخ جعفر شاخوری نے کہا ہے: ''بیشک ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے شیعہ علماء کا ان روایات کی تحدید میں اختلاف واقع ہوا ہے جو تقیہ کرتے ہوئے وارد ہوئی ہیں؛ اور جو روایت صحیح اور حقیقی حکم کے بیان میں وارد ہوئی ہیں'' [3]۔

چہارم: فتاوی میں تناقض کا سبب روایات میں تناقض

۱۔ شاخوری نے کہا ہے: ''اگر ہم اپنے معاصر علماء کے فتاوی کو دیکھیں؛ تو پتہ چلے گا کہ یہ تمام لوگ شیعہ مذہب کے دائرہ کار سے خارج ہو چکے ہیں'' [4]۔

۲۔ جعفر سبحانی نے کہا ہے: ''جب ہم دو کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں؛ مثلاً المستدرک اور الوسائل؛ تو ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ کے ابواب میں سے کوئی ایک باب بھی ایسا نہیں ہے جس کی روایات میں اختلاف واقع نہ ہوا ہو۔ یہی وہ سبب تھا جس کی وجہ سے بعض اہل بصیرت نے امامیہ مذہب سے رجوع کر لیا تھا'' [5]۔

پنجم: ائمہ کا اپنے شاگردوں سے ڈرانا:

۱۔ حضرت ابوعبداللہ [امام جعفر الصادق رحمہ اللہ] نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں جتنی بھی آیات

---

[1] - [معجم رجال الحديث ۱/ ۲۲-]   [2] - [تهذيب الاحكام ۱/ ۳-]

[3] - [حركية العقل الاجتهادي لدى فقهاء الشيعة الامامية ص ۷۲- ۷۵]

[4] - [مرجعية المرحلة و غبار التغيير ص ۱۳۵ - ۱۳۸ .]

[5] - [جعفر السبحاني ؛ القول المفيد في الاجتهاد و التقليد ص ۲۱۰ .]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل کی ہیں؛ وہ ساری کی ساری ان لوگوں پر صادق آتی ہیں جو شیعہ مذہب پر گامزن ہیں"❶۔

۲۔ جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے؛ فرمایا:

"بیشک جو لوگ اس مذہب پر چلتے ہیں؛ وہ یہود و نصاریٰ: مجوس اور مشرکین سے بھی زیادہ برے ہیں"❷۔

ششم: روایات میں ملاوٹ پر ائمہ کی گواہی اور اعتماد کا فقدان

ان ائمہ نے اپنے متبعین کے بارے میں بہت سارا کلام کیا ہے۔ اس میں سے چند باتیں بطور مثال اور نمونہ؛ ہم یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔:

۱۔ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے:"مغیرہ بن سعید جان بوجھ کر میرے والد صاحب پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور اپنے ساتھیوں کی کتابیں لیتا ہے۔ اس کے ساتھی میرے والد صاحب کے ساتھیوں سے چھپتے پھرتے تھے۔ وہ چھپ چھپ کر ابا جی کے ساتھیوں سے کتابیں لیتے؛ اور انہیں مغیرہ بن سعید تک پہنچا دیتے۔ وہ ان میں کفر اور زندیقیت کی ملاوٹ کرتا؛ اور انہیں ابا جی کی طرف منسوب کر کے اپنے ساتھیوں کو دیدیتا۔ اور ساتھ ہی انہیں یہ حکم بھی دیتا کہ ان کتابوں کو شیعہ میں پھیلائیں۔ میرے والد صاحب کی کتابوں میں غلو کی جتنی بھی باتیں پائی جاتی ہیں؛ وہی ہیں جو کہ مغیرہ بن سعید نے اپنی کتابوں میں شامل کی ہیں"❸۔

۲۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے:"بلا شک وشبہ مغیرہ بن سعید۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ نے میرے والد محترم یعنی محمد الباقر علیہ السلام کی کتابوں میں ایسی روایات ٹھونس دی ہیں جو کہ والد محترم نے روایت ہی نہیں کیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو۔ اور ہمارے بارے میں کوئی روایت اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک وہ ہمارے رب کے قول اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت کے موافق نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ہم حدیث بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں:"اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا ہے❹۔

❶۔[اختيار معرفة الرجال ۲/ ۵۸۹ . البحار ۶۵/ ۱۶۶ . مستدركات علم رجال الحديث ص ۳۷۵ . معجم رجال الحديث ۱۵/ ۳۲۵ . الانتصار للعاملي ۹/ ۲۳۴ .

❷۔[اختيار معرفة الرجال ۲/ ۵۸۷ . دراسات في علم الدراية ص ۱۵٤ . البحار ۶۵/ ۱۶۶ . معجم رجال الحديث ۱۵/ ۲۶٤۔]

❸۔[تحف العقول لابن شعبة الحراني ۳۱۰؛ بحار الأنوار ۲/ ۲۵۰۔ رسائل في دراية الحديث از بابلی ۱٤۳؛ أصول الحديث از عبدالهادي الفضلي ۱٤۳؛ اختيار معرفة الرجال ۲/ ٤۹۱۔ معجم رجال الحديث للخوئي ۱۹/ ۳۰۰۔موسوعة أحاديث أهل البيت ۸/ ۱۶۳ . قاموس رجال الحديث ۱۹/ ۳۰۰ . كليات في علم الرجال ٤۱۶۔]

❹۔[مستدرك الوسائل للميرزا النوری ۱۰/ ٤۸؛ بحار الأنوار ۲/ ۲۵۰؛ جامع أحاديث الشيعة ۱/ ۲۶۲ ۔رسائل في دراية الحديث للبابلي ۲/ ۲۳۷۔أصول الحديث عبد الهادي الفضلي ۱٤۷۔اختيار معرفة الرجال للطوسي ۲/ ۸۹۔ معجم رجال الحديث للخوئی ۱۹/ ۳۰۰۔ قاموس الرجال للتستری ۱۰/ ۱۸۸ . رجال الخاقاني ص ۲۰۹ . رجال ابن داؤد ص ۲۷۹ . توضيح المقال في علم الرجال ص ۳۸ .]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مامقانی نے مغیرہ بن سعید سے روایت کیا ہے؛ اس نے کہا ہے: ''بیشک میں نے تمہاری ان احادیث میں تقریباً ایک لاکھ احادیث کی ملاوٹ کی ہے''❶۔

ہفتم: معاصر علماء کی اس ملاوٹ کی موجودگی پر گواہی [ثقاہت اور اعتماد کا فقدان]

معاصر شیعہ علماء کی ایک جماعت نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ بہت ساری روایات ایسی ہیں جنہیں اپنی طرف سے ائمہ کے شاگردوں کی کتابوں میں شامل کر کے ائمہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ یہ روایات اصلی نہیں ہیں؛ بلکہ یہ خود ساختہ اور من گھڑت روایات ہیں۔

ایک معاصر اثنا عشری محدث ہاشم معروف حسنی نے مغیرہ بن سعید کے متعلق کہا ہے:

''یہ ان خطرناک لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اہل بیت کے ساتھ اپنی ولایت و محبت کا اظہار کیا؛ اور ان کی روایات میں کذب بیانی کی۔ اور ایک لمبی مدت تک ائمہ اور ان کے شاگردوں کے مابین ایسے ہی کرتا رہا۔ ایسے یہ لوگ دو ائمہ کی قربت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان میں سے ایک امام باقر؛ اور دوسرے امام صادق۔ ان پر تمام راویوں کو اطمینان ہو گیا تھا۔ پس ان لوگوں نے احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ گھڑ کر اسے ائمہ کی روایات میں؛ اور اصول حدیث کی کتابوں میں شامل کر دیا جیسا کہ بعض روایات میں اس کا واضح اشارہ ملتا ہے''❷۔

۲۔ اس نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ: احادیث و آثار کے ذخیرہ؛ جیسے الکافی اور الوافی اور دیگر کتب میں تلاش بسیار کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ ہدایت سے حسد و بغض رکھنے والوں نے کوئی ایک باب بھی ایسا نہیں چھوڑا جس میں انہوں نے خرابی اور فساد کو داخل نہ کیا ہو۔ اور ائمہ کی احادیث میں ملاوٹ نہ کی ہو؛ تاکہ ان کو بدنام کیا جا سکے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں نے قرآن کریم کی طرف بھی رخ کیا؛ اور اپنی مرضی کے مطابق اس کی سینکڑوں آیات کی ایسی تفسیر کی جس کا کوئی احتمال تک نہیں تھا؛ اور پھر اسے اپنی طرف سے جھوٹ بولتے ہوئے؛ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ان ائمہ کی طرف منسوب کر دیا''۔[المرجع السابق ۲۵۳ .]

۳۔ ایک اور معاصر شیعی اثنا عشری محدث الغریفی نے کہا ہے: ''بہت سی احادیث ایسی ہیں جو کہ ائمہ سے مروی نہیں ہیں؛ لیکن حدیث گھڑنے والوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ائمہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ایسا یا تو انہوں نے ائمہ کے شاگردوں کی کتابوں میں ملاوٹ کر کے کیا؛ یا پھر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ یہ بات تو طبعی طور پر معلوم ہے کہ اس مقصد کے لیے انہوں نے صحیح اسناد کا انتخاب و استعمال کیا تھا کہ عوام میں ان کی روایات کو پذیرائی حاصل ہو سکے۔ یہ سب کچھ اس تدلیس اور ملاوٹ کی مصلحتوں کے مطابق ہوتا رہا''۔[قواعد الحديث ۱۳۵ .]

---

❶۔ [مقدمة كتاب " تنقيح المقال ۱/ ۱۷٤ .]

❷۔ [الموضوعات في الآثار و الأخبار ص ۱٤۸ .]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہشتم: عقائد اور تاریخ کے مجہول شیعہ راوی؛ روایات کیسے قبول کریں؟

ا۔ ایک بڑے معاصر شیعہ اثنا عشری عالم محمد الصدر نے ایک کتاب ''تاریخ الغیبۃ الکبری'' پر اپنی تحقیق کے مقدمہ میں ''امامیہ کی تاریخ میں بالخصوص کمزوری کے نقاط'' کے عنوان کے تحت کمزوری کے بہت سارے نقاط تحریر کیے ہیں؛ اور پھر اس میں لکھا ہے:

''پانچواں نقطہ: روایات کی اسناد کا ہے۔ امامیہ فرقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ان تمام روایات کو جمع کر دیا ہے جو ان تک ان کے ائمہ کے حوالے سے پہنچی ہیں؛ قطع نظر اس بات کے کہ وہ روایات صحیح ہیں یا پھر ضعیف''۔

اور امامیہ شیعہ علماء نے جن رجال کے احوال زندگی تحریر کیے ہیں؛ انہوں نے ان کتابوں میں صرف ان راویوں کے حالات زندگی بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے جنہوں نے فقہی اور شرعی احادیث کو روایت کیا ہے۔ اور ان ہی راویوں پر خاص توجہ دی ہے جن کی روایات کی ضرورت عام لوگوں کی زندگیوں میں پیش آتی ہے۔ لیکن یہ کتابیں ان راویوں کے حالات زندگی کے بیان سے خالی ہیں جن کی روایات معارف اسلامیہ کی دوسری اقسام؛ جیسے: عقائد؛ تاریخ اور سیرت/غزوات اور فقہ کے بیان سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا جن کا تذکرہ فقہ کی کتابوں کے احوال میں مل جاتا ہے۔

اگر خوش قسمتی سے کوئی ایسا راوی مل جائے جو فقہ بھی روایت کرتا ہو؛ اور تاریخ بھی؛ تو ہمیں اس کا ذکر کتابوں میں مل جاتا ہے۔ اور اگر اس نے فقہ میں کچھ بھی روایت نہ کیا ہو تو پھر اس کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے [1]۔

نہم: شیعہ علماء کا اعتراف:

شیعہ علماء کی ایک جماعت نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اگر ان کی تمام مرویات کو قواعد حدیث کے منہج کے مطابق چلانے کی کوشش کی جائے تو شیعہ مذہب کا وجود ہی سرے سے ختم ہو جائے۔

ا۔ شیعہ اثنا عشری عالم یوسف البحرانی (ت ۱۱۸۶ھ) نے کہا ہے:

''یہ ضروری اور واجب ہے کہ یا تو ان تمام روایات کو قبول کر لیا جائے؛ جس پر ہمارے متقدمین علمائے ابرار چل رہے تھے۔ یا پھر اس دین کے علاوہ دوسرا دین؛ اور اس شریعت کے علاوہ دوسری شریعت کو اختیار کیا جائے۔ کیونکہ یہ شریعت ناقص ہے؛ مکمل نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں جملہ احکام کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ لیکن میرا خیال نہیں ہے کہ یہ ان دو میں سے کسی ایک بات کا التزام کریں گے؛ حالانکہ ان کے علاوہ کوئی تیسری چیز نہیں ہے۔ الحمد للہ یہ بات ان تمام لوگوں کے لیے صاف ظاہر ہے جو کہ بغیر تکبر اور تعصب کے اس معاملہ

[1]۔[مقدمة تاريخ الغيبة الصغرى ص ٤٤ .]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں گہری نظر سے غور کرنے والے ہوں''❶۔

۲۔ ایک اور معاصر شیعہ عالم مرتضیٰ عاملی نے کہا ہے: ''یہ جو لوگوں سے ایسا مطالبہ کر رہا ہے؛ اسے چاہیے کہ اپنے ہی کلام تک محدود رہے؛ خصوصاً ان معاملات میں جن میں ائمہ معصومین سے صحیح سند کے ساتھ روایات وارد ہوئی ہیں۔ تو یہ اپنے آپ کو خاموش ہو جانے اور گھر میں بیٹھ رہنے پر مجبور و مضطر پائے گا۔ کیونکہ اسے ایسی چیزیں بہت ہی کم ملیں گی؛ جن کا حل چند ایام یا اس سے بھی کم وقت میں تلاش کیا جا سکتا ہے''❷۔

یہ نو ابواب ہیں؛ جنہیں ہم نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ ابواب شیعہ کتابوں کو غیر معتبر نا قابل قبول بناتے ہیں: کیونکہ ان کی روشنی میں صحیح اور ضعیف روایات کی پہچان ممکن نہیں رہتی۔ بلکہ جرح اور نقد میں علوم حدیث کا تطبیقی منہج ان میں سے اکثر روایات پر نہ صرف پردہ ڈال دیتا ہے؛ بلکہ اس سے پورے کا پورا شیعہ دین ہی باطل ٹھہرتا ہے جیسا کہ خود ان کے علماء نے اس بات کی گواہی دی ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا۔

پس در ایں صورت شیعہ روایات کی روشنی میں حق کی معرفت حاصل ہونا بالکل ناممکن ہے۔ اور ایسا ہرگز نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضائع ہونے دیتے اور بشریت کو یونہی گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾[الحجر ۹]

''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿ وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾[النحل ۶۴]

''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل نہیں کی، مگر اس لیے کہ آپ ان کے لیے وہ بات واضح کر دیں جس میں انھوں نے اختلاف کیا ہے اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں''۔

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب نازل فرمائی ہے؛ اور اس کی حفاظت بھی کی ہے؛ اور اسے لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت بھی بنایا ہے۔ جب اللہ پاک نے اس کتاب کی حفاظت فرمائی ہے تو اس کے بیان اور معانی کی بھی حفاظت فرمائی ہے۔ اور اگر قرآن مجید کی نبوی تفسیر کی حفاظت نہ فرمائی ہوتی تو صرف اس کتاب کے نازل کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوتا۔ اور پھر یہ کتاب کتابِ ہدایت ورحمت بھی نہ رہتی۔ معاذ اللہ کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کی حفاظت پر اس کی مدح وتوصیف کریں جس کی حفاظت کا کوئی خاص فائدہ نہ ہو۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حق وہی ہے جس کو کتب سنت شامل ہیں۔ اور شیعہ مذہب کی کتابیں گزشتہ نو خرافات/ نکات کی وجہ سے اس خیر وبرکت سے خالی ہیں۔

❶۔[لؤلؤة البحرين ص ٤٧ . طرائف المقال ٢/ ٣٩٦.]
❷۔[مرجعية المرحلة و غبار التغيير للشاخوري ص ١١٥ . مأساة الزهراء للمرتضى العاملي ١/ ٢٧.]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تمہید:

شیعیت کی ابتداء اور ظہور

اول: شیعیت کا معنی (لغت میں)

لغت میں: شیعیت کا معنی ہے: اتباع اور نصرت۔

خلیل بن احمد نے کہا ہے: ''شیعیت: وہ قوم جو دوسری قوم کی اُہواء کے پیچھے چلتے ہیں؛ اور ان کی اتباع کرتے ہیں ۔کسی انسان کے شیعہ: اس کے اتباع کا وں اور شاگردوں کو کہا جاتا ہے۔ وہ تمام لوگ جو کسی ایک معاملہ پر جمع ہو جائیں انہیں شیعہ کہا جاتا ہے''۔[العین ۱/ ۲٤،]

علامہ جوہری نے کہاہے: کسی انسان کے شیعہ: اس کے اتباع کاروں اور مددگاروں کو کہا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے: شایعہ: اس کی مدد کی؛ جیسا کہ کہا جاتا ہے: والاہ؛ اس سے دوستی کی۔ جو کہ ولی اور ولایت سے ہے''۔[الصحاح ۱/ ۳۷٦.]

جو افراد کسی بھی انسان کی پیروی کرتے ہیں؛ اور ہر بات میں اس کی تائید کرتے ہیں ؛ اور اس کی حمایت میں جماعت بندی کرتے ہیں انہیں اس آدمی کے شیعہ کہا جاتا ہے۔

دوم: شیعیت کا ظہور:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام پر دو قسم کے شیعہ کا ظہور ہوا۔ ایک قسم وہ: جن کی شیعیت صرف سیاسی شیعیت تھی۔ اور دوسرے وہ لوگ: جن کی شیعیت عقیدہ میں تھی۔

سیاسی شیعیت وہ لوگ تھے جو حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے ارد گرد ان کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔ یہ تحریک ان اصحاب کے ساتھ ہی ختم ہوگئی جو اہل بیت میں سے منصب امامت کے اہل سمجھے جاتے تھے؛ اور وہ اس دنیا سے چلے گئے۔

اب رہ گیا عقیدہ کے اعتبار سے شیعہ کا گروہ؛ تو ان کا سلسلہ چلتا رہا ہے۔ اور اس گروہ سے کئی ایک دیگر فرقے اور گروہ پیدا ہوئے۔ جن کا ذکر آنے والی سطور میں ہوگا:

اُ۔ شیعیت کا سیاسی ظہور

شیعیت کے سیاسی گروہ کا ظہور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہو چکا تھا۔ اس دور میں جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حمایتیوں کی ایک بڑی تعداد تھی؛ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حمایتیوں کا ایک گروہ بھی موجود تھا۔ اس وقت کچھ صحابہ ایسے بھی تھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت اور ترجیح دیتے تھے۔ اور ان کا خیال تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ لیکن یہ لوگ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کا اقرار اور اعتراف کرتے تھے۔ ان کے مقابلہ میں ایک گروہ تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت اور افضلیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتا تھا۔

اس عہد کے ایک محدود وقت میں شیعان علی اور شیعان عثمان رضی اللہ عنہما سے یہی دو سیاسی گروہ شمار ہوتے تھے۔ اور اس مفہوم میں شیعہ کا اطلاق اس پر ہوتا تھا جو کسی شخص یا گروہ کی حمایت کرے۔ ذیل میں کچھ تاریخی روایات کا ذکر کیا جاتا ہے؛ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شروع میں شیعہ کی اصطلاح سے مراد یہی مفہوم ہوتا تھا۔ تو اس لحاظ سے شیعہ کا لفظ صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے حامیوں کے ساتھ خاص نہیں تھا؛ بلکہ اس سے مراد دوسرے گروہ بھی ہوا کرتے تھے۔

۱۔ ابن شبہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے؛ اس میں وہ اس خط کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والوں نے پالیا تھا؛ اس میں ان لوگوں میں سے ایک جماعت کو قتل کرنے کا حکم تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں [شیعہ] نے کہا: یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کام ہے۔ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامیوں نے کہا: یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کام ہے''[1]۔

۲۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام ایک خط بھیجا۔ کہتے ہیں:- اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آل شیعان حضرت علی اور شیعان حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان امن سے رہ رہے تھے- میں یہ خط لیکر چلا حتی کہ تبوک پہنچ گیا''[2]۔

۳۔ جب عمرو بن زبیر مدینہ کا گورنر بنا تو اس نے قریش اور انصار میں سے بہت سارے لوگوں کی کوڑے سے بہت سخت پٹائی لگائی؛ اور کہنے لگا: ''یہ لوگ شیعان عبداللہ بن زبیر'' ہیں''[3]۔

۴۔ ام بکر بنت المسور نے روایت کیا ہے؛ کہتی ہیں: ''مختار بن ابو عبید پہلے محاصرہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ تھا؛ اور خود کو آپ کے بہت سخت حامیوں میں سے ظاہر کرتا تھا۔ ابن زبیر کو اس پر بہت سخت تعجب ہوتا تھا۔ آپ تک اس کے خلاف شکایات پہنچتیں مگر آپ ایک لفظ بھی سننا گوارہ نہ کرتے''[4]۔

۵۔ محمد بن جبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک سال کے حج کے موقع پر جب آپ کے اور ابن زبیر اور بنو امیہ کے مابین اختلاف پیدا ہوگیا تو؛ نجدہ حروری سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ یہ دونوں حضرات تم سے قتال نہیں کرنا چاہتے۔ پھر میں شیعان بنو امیہ کے پاس آیا۔ اور ان سے بھی ویسے ہی بات کی؛ جو دوسری قوم سے کی تھی[5]۔

الغرض؛ شیعہ کا لفظ دو متنازعہ افراد میں سے کسی ایک اتباع کاروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے

[1]۔ [تاریخ المدینۃ ٤/ ١١٤٩.]
[2]۔ [تاریخ المدینۃ ٣/ ١٠٦٨.]
[3]۔ [طبقات ابن سعد ٥/ ١٨٥.]
[4]۔ [طبقات ابن سعد ٥/ ٩٨.]
[5]۔ [المرجع السابق ٥/ ١٠٤.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سابقہ روایات میں دیکھا۔ پس اس بات پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامیوں کو آپ کے شیعہ اور حضرت ابن زبیر کے حامیوں کو ان کے شیعہ کہا جاتا تھا۔ مذکورہ بالا تمام روایات پرانے تاریخی مصادر میں موجود ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عصر اول میں تشیع (یا شیعہ) کی اصطلاح سے مراد صرف اور صرف سیاسی گروہ بندی/ دھڑے بازی ہوا کرتی تھی۔ اور مزید یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس اصطلاح کا ظہور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں ہو گیا تھا۔

جبکہ شیعہ مصنف ابن ندیم کے مطابق شیعان علی رضی اللہ عنہ کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا۔ چنانچہ ابن ندیم (۲۹۷ھ تا ۳۸۵ھ) نے کہا ہے:

www.kitabosunnat.com

"جب حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا؛ اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبہ سے تنازل اختیار کرنے سے انکار کر دیا؛ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں سے جنگ کے ارادہ نکلے تا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔ پس جن لوگوں نے اس مہم جوئی میں آپ کی اتباع کی؛ انہیں شیعہ کہا جانے لگا"۔ [الفهرست لابن نديم ص ۲٤۹.]

اس مسئلہ میں ان مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ بھی دلائل ہیں؛ مگر یہاں پر اتنا ہی ذکر کر لینا کافی ہے۔

ب: شیعیت کا عقدی ظہور ابن سباء [1] کے ہاتھوں:

[1] ۔عبداللہ بن سبا علما یہود میں سے ایک سربرآوردہ عالم تھا اور جب سے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 2 یہودی قبیلوں کو مدینہ منورہ سے نکال کر فلسطین کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اس وقت سے اس کے دل میں مسلمانوں سے انتقام لینے کی آگ سلگ رہی تھی اور وہ اندر ہی اندر ایسی تراکیب سوچتا رہتا تھا جس کے ذریعے مسلمانوں سے بغض وعداوت کی وجہ سے کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی کر سکے۔ انہی تراکیب میں سے ایک ترکیب اسے یہ سوجھی کہ مسلمان ہو کر پھر ان کے راز و نیاز سے واقفیت حاصل کی جائے اور کچھ ساتھی ڈھونڈے جائیں تاکہ مستقل گروہ بن جانے پر اسلام کے خلاف آواز بلند کی جائے۔ چنانچہ وہ یمن سے مدینہ آیا اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نرم دلی اور خوش خلقی سے اس نے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا کہ مختلف حیلوں بہانوں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اعتماد حاصل کر لیا اور اس اعتماد سے اب وہ اپنی مخفی دشمنی کے لئے راستہ ہموار کرنے کے درپے رہنے لگا اور اپنے ہم خیال لوگوں کی تلاش میں مصروف ہوا۔ جوئندہ یابندہ کے مطابق اسے ایسے ہمنوا مل گئے جو بظاہر مسلمان تھے لیکن دل سے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے۔ ان سے میل جول صلاح و مشورہ شروع ہوا اور خفیہ خفیہ ایک منظم گروہ تیار کر لیا۔ اسی منظم گروہ کے ذریعے اس نے اولین کامیابی یہ حاصل کی کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرا دیا۔ اس یہودی عالم (عبداللہ ابن سبا) کی ان خفیہ سرگرمیوں اور اسلام و مسلمانوں کے ساتھ بغض وعداوت کی تفصیلات شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کے مورخین کے ہاں صراحتاً ملتی ہیں۔ چنانچہ الکامل میں ہے کہ:

"بات یہ تھی کہ عبداللہ بن سبا اصل یہودی تھا اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام قبول کر کے حجاز آ گیا۔ پھر بصرہ پھر کوفہ اور اس کے بعد شام گیا اور ہر مقام پر اس نے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی اور شامیوں نے اسے شام سے باہر نکال دیا۔ وہاں سے یہ مصر پہنچا اور وہاں آ کر قیام پذیر ہوا۔ وہاں اس نے مصریوں کو کہا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسی دوبارہ آئیں گے تو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد واپسی کا کہا جائے تو اسے جھٹلاتے ہیں، اس طرح رجعت کا عقیدہ اس نے گھڑا۔ کچھ لوگوں نے اس کی یہ بات قبول کر لی۔ اس کے بعد دوسرے عقیدہ کو پھیلایا اور کہا کہ ہر پیغمبر کا کوئی نہ کوئی وصی ہوا ہے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو جاری نہیں کرتا، اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناحق خلافت پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کی ان باتوں کو سن کر لوگ اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے حاکموں پر لعن طعن کا آغاز کر دیا"۔

[الكامل فى التاريخ لابن الاثير جلد سوم ص 154، دخلت سن خمس وثلاثين مطبوعه بيروت طبع جديد]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقائد کے اعتبار سے شیعیت جو کہ بعد میں کئی غالی گروہوں کی بنیاد بن گئی ؛ اس کا ظہور امت میں اختلاف پیدا ہونے سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوگیا تھا۔

اہل سنت والجماعت اور اہل شیعہ کے ہاں تاریخی مصادر یہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک یہودی شخص کا ظہور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا؛ جس نے اسلام قبول کرنے کا دعوی کیا تھا۔اس نے ایسے عقائد گھڑ کر لوگوں میں پیش کیے جو بعد میں شیعہ مذہب میں قواعد اور اصول کا درجہ اختیار کر گئے ؛ بطور خاص اثنا عشری مذہب کے لیے۔ یہ شخصیت عبداللہ بن سباء کی تھی۔جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام کا اظہار کیا ؛ اور پھر فتنہ اور گمراہی کا علمبردار بن کر کئی اسلامی شہروں میں سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کے درپے ہوگیا [1]۔

اور اس نے اپنے ماننے والوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف لا کھڑا کیا۔ان لوگوں نے مصر؛ عراق اور شام سے خروج کر کے مدینہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا گھیراؤ کیا؛ اس گھر کو منہدم کر دیا؛ اور خلیفہ برحق کو شہید کر دیا۔پھر اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی۔[تاریخ الطبری ۳/ ۴۱۱۔]

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ یا تو وہ خود قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لیں ۔یا پھر وہ انہیں اجازت دیں کہ وہ بصرہ اور کوفہ جا کر وہاں سے ان قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے اپنے مددگار لا سکیں۔ [تاریخ الطبری ۳/ ٤٥٠]

لیکن قاتلین عثمان کی بہت بڑی تعداد تھی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھیرے ہوئے تھے؛ اور آپ کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے تھے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں میں خط لکھے اور وہاں پر اپنے گورنر نامزد کیے؛ اور ان گورنروں کو تبدیل کر دیا جو

[1] ۔سیف بن عمر نے کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر کشی کا سبب یہ تھا کہ ایک شخص عبداللہ بن سبا نامی یہودی تھا۔اس نے اسلام لانا ظاہر کیا اور مصر جا کر لوگوں کو ایک من گھڑت وحی سنائی جس کا مضمون یہ تھا کہ ایک آدمی کو وہ کہتا ہے کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے؟ وہ آدمی جوابا کہتا ہے یہ درست ہے پھر اسی شخص کو وہ کہتا ہے کہ اگر یہی بات کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوبارہ تشریف لائیں گے) تو تم اس بات کا انکار کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام سے افضل ہیں (لہذا انہیں ضرور دوبارہ آنا ہے)۔پھر وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر فرمایا ہے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء ہوئے۔پھر وہ کہتا ہے کہ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ امر خلافت کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ حقدار ہیں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امر خلافت میں زیادتی کی اور خود امیر بن بیٹھے۔ یہ سن کر لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بہت سے اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور اپنے مذموم عزائم کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے رنگ میں پھیلانا شروع کیا۔اس سے اہل مصر کی ایک کثیر تعداد فتنہ کی زد میں آ گئی۔انہوں نے کوفہ اور بصرہ کے عوام کو رقعہ جات لکھے جس کے بعد کوفی اور بصری لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انکار پر سب متفق ہوگئے۔انہوں نے کئی ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مناظرہ کے لئے بھیجے اور کچھ ایسے پیغامات بھیجے کہ ہم آپ کے اس رویہ پر احتجاج کرتے ہیں آپ نے اپنے عزیز واقارب اور رشتہ داروں کو مختلف عہدے پر کیوں فائز کیا؟ اور بڑے بڑے صحابہ کرام کو کوئی اہمیت نہ دی تو یہ باتیں بہت سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئیں۔[البدایہ والنہایہ جلد ہفتم ص 167 تا 168 فی تذکرہ سن اربع وثلاثین مطبوعہ بیروت طبع جدید]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھے۔ ان ہی میں سے ایک گورنر حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جو کہ شام کے علاقہ پر والی تھے۔ انہوں نے اس وقت تک بیعت کرنے سے انکار کر دیا جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے بدلہ نہ لے لیا جائے۔ [الطبری ۳/ ۴۵۰]

حضرت طلحہ؛ حضرت زبیر بن عوام اور ان کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین عراق کی طرف نکلے تھے؛ تا کہ اہل عراق سے جلیل القدر صحابی اور خلیفہ حضرت عثمان کے قاتلوں کے خلاف مدد حاصل کر سکیں۔ [الطبری ۳/ ۴۷۰]

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے ماننے والوں کے ساتھ ان کے پیچھے چل پڑے تا کہ عراق میں کسی دوسرے کی بیعت نہ ہو؛ اور نہ ہی وہاں پر کوئی گروہ بندی/ دھڑے بازی ہو سکے۔

جب یہ لوگ ایک جگہ پر اکٹھے ہو گئے تو ان کے درمیان مراسلت کا سلسلہ شروع ہوا تا کہ فتنہ کو ختم کیا جا سکے۔ اور تمام لوگوں کا کسی ایک بات پر اتفاق ہو جائے۔ حتی کہ یہ لوگ صلح کرنے پر راضی ہو گئے۔ اور وعدہ ہوا کہ اگلے دن اس صلح کو حتمی شکل میں نافذ کر دیا جائے گا۔ لیکن قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ یہ بھانپ گئے کہ اگر حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان صلح ہو گئی تو ان کی خیر نہیں ہوگی۔ پس انہوں نے آپس میں سازش کر کے فتنہ بھڑکانے کی ٹھان لی۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے؛ وہ کہتے ہیں:

"شام کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا۔ اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے محمد بن طلحہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھیوں کو آگاہ کرے۔ تو انہوں نے کہا: ٹھیک ہے؛ ایسا ہی ہوگا۔

جب شام ہوئی؛ یہ جمادی الآخرہ کی بات ہے؛ تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے اپنے لشکریوں کے سرداروں کو پیغام بھیجا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو پیغام بھیجا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ ان لوگوں صلح کی امید پر انتہائی خیر و عافیت کے ساتھ یہ رات گزاری۔ مگر جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا؛ ان کے لیے یہ رات سب سے بری رات تھی۔ انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تھا۔ اور ان تمام لوگوں نے ساری رات اس مشورہ میں گزار دی کہ لڑائی کو کیسے خفیہ طور پر شروع کیا جائے اور آگے بڑھایا جائے۔ چنانچہ یہ سب کے سب صبح کے اندھیرے میں چل پڑے اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔ حتی کہ ان کے اڑوس پڑوس تک والوں کو ان کے جانے کا احساس تک نہیں ہوا۔ ان کی کوشش یہی تھی کہ ان کے اس فتنہ اور فساد سے متعلق کسی کو آگاہی نہ ہو۔ یہ بہت ہی اندھیر رات تھی۔ پس ان میں سے قبیلہ مضر کے لوگ مضر کی طرف؛ ربیع کے لوگ ربیع کی طرف؛ اور یمانی کے لوگ یمانی کی طرف چل پڑے۔ اور انہوں نے ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا۔ پس اہل بصرہ بھڑک اٹھے۔ اور ہر ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے اپنے گروہ کی حمایت میں لڑنا شروع کردیا''۔[الطبری ۳/ ۵۱۷-۵۱۸.]

فریقین میں سے ہر ایک نے یہ گمان کیا کہ فریق ثانی نے ان کے ساتھ وعدہ خلافی اور غداری کی ہے۔اس معرکہ کا نام ''معرکہ جمل'' پڑا۔ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فتح کے ساتھ اختتام کو پہنچا''۔[الطبری ۳/ ۵۱۷.]

درحقیقت یہ ایک سبائی فتنہ تھا جس نے امت کو آپس میں لڑا دیا؛ اور ان میں تفریق ڈال دی۔ اور یہ فتنہ پرور لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ہی باقی رہے؛ ان کا کام ہمیشہ سے فتنہ کو ہوا دینا رہا۔ یہ لوگ کسی کا حکم بہت کم مانتے تھے۔ان کا کام فاسد عقائد کو رواج دینا اور پروان چڑھانا ہوا کرتا تھا۔

خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو ان سے بہت شکوہ رہا ہے۔ کیونکہ ان کی وجہ سے انہوں نے ساری زندگی تکلیفیں ہی اٹھائیں۔صرف آپ ہی نہیں بلکہ آپ کے اہل بیت بھی ساری زندگی ان لوگوں کی وجہ سے تکالیف سے دوچار رہے۔

ذیل میں اس کی کچھ تفصیل بیان کی جارہی ہے:

ج: عبداللہ بن سباء کے ایجاد کردہ عقائد:

۱۔ وصیت کا عقیدہ-یعنی امامت کا عقیدہ-۔

۲۔ رجعت کا عقیدہ۔

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر اور ان سے برأت

ان امور کو تاکید و تائید کے ساتھ اہل سنت اور اہل تشیع کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔

☆:اہل سنت کتابوں کی گواہی

۱۔ ابن جریر الطبری نے ابن سباء کے فتنہ کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے:

''عبداللہ بن سبأ شہر صنعاء کا یہودی تھا۔ اس کی ماں ایک کالی عورت تھی۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام کا اظہار کیا۔ پھر اسلامی شہروں میں گھوم پھر کر وہاں کے باشندوں کو گمراہ کرتا رہا۔ اس نے اپنے اس سفر کا آغاز حجاز سے کیا۔ پھر وہاں سے بصرہ گیا۔ پھر کوفہ اور پھر شام گیا۔ اہل شام میں اس کو اپنی مرضی کا ایک آدمی بھی نہیں ملا؛ تو اسے وہاں سے نکال دیا گیا۔ حتی کہ وہاں سے مصر چلا گیا۔ ان لوگوں کی زیارت کی۔ اور ان کے سامنے نئے نئے عقائد پیش کیے۔ ان جملہ عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی تھا کہ:

''ان لوگوں پر تعجب ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام تو زندہ ہیں؛ واپس آئیں گے؛ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس آنے کا انکار کرتا ہے؛ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ [القصص ۸۵]

''بیشک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''پس محمد ﷺ حضرت عیسی علیہ السلام سے بڑھ کر رجوع کے حق دار ہیں۔ لوگوں نے اس کی یہ بات مان لی؛ اور اس نے ان کے لیے رجعت کا ایک عقیدہ گھڑ لیا۔ لوگ اس میں بات چیت اور گفتگو کرنے لگ گئے۔ پھر اس کے بعد ان سے کہنے لگا: بیشک اس سے پہلے ہزار نبی گزرے ہیں؛ جن میں سے ہر ایک کا ایک وصی ہوا کرتا تھا؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کے وصی ہیں۔

پھر کہنے لگا: محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں؛ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء ہیں۔

پھر اس کے بعد کہنے لگا: ان سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جنہوں نے محمد ﷺ کی وصیت کو پورا نہ کیا ہو۔ اور محمد ﷺ کے وصی پر ظلم کرتے ہوئے امورامت کی زمام کار ان کے ہاتھ سے چھین لی ہو۔

پھر اس کے بعد کہنے لگا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناحق خلافت پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے وصی ہیں؛ ان کی مدد کے لیے حرکت میں آؤ۔ اور اپنے اپنے حکمرانوں پر طعنہ زنی شروع کر دو۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اظہار کرو؛ تاکہ لوگ تمہاری طرف مائل ہوں۔ اور لوگوں کو اس چیز کی دعوت دو۔

اس نے ہر طرف اپنے داعی پھیلا دیے اور ان سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا؛ اور مختلف شہروں میں فساد پھیلانے کی ہدایات دیتا رہا۔ یہ لوگ اس کے ساتھ خط و کتابت کرتے رہے۔ وہ خفیہ طور پر اپنے خبیث عقائد کی دعوت دیتے؛ اور لوگوں کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اظہار کرتے۔ اور پھر اپنے اپنے علاقے کے حکمرانوں/گورنروں کے متعلق خط لکھتے جن میں ان کے عیوب بتائے گئے ہوتے۔ ان کے درمیان یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ان میں سے ہر ایک شہر میں موجود داعی دوسرے شہر والوں کو اپنی کارکردگی کے متعلق خط لکھتا۔ ان میں سے ہر ایک کا خط دوسرے شہر میں لوگوں کو پڑھ کر سنایا جاتا۔ چنانچہ یہ لوگ زمین میں ہر طرف پھیل گئے۔ یہ چاہتے کچھ تھے؛ اور ظاہر کچھ اور کرتے تھے۔ اور چھپاتے کچھ تھے؛ ظاہر کچھ کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک شہر کے لوگ یہی کہتے: ہم اس چیز سے عافیت میں ہیں جس میں دوسرے لوگ مبتلا ہیں۔

طبری نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ اور ان سے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ تک بھی لوگوں کی وہ خبریں پہنچتی ہیں جو ہم تک پہنچ رہی ہیں؟۔

تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھ تک تو صرف خیر و عافیت اور سلامتی کی خبریں ہی آتی ہیں۔

تو وہ کہنے لگے: بیشک ہم تک یہ خبریں پہنچی ہیں۔ اور پھر وہ تمام اطلاعات آپ تک پہنچا دیں جو انہیں پہنچی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''تم لوگ میرے شریک کار اور مشیر ہو؛ مجھے مشورہ دو کیا کرنا چاہیے؟۔

انہوں نے کہا: ہم آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ آپ ہر شہر میں قابل اعتماد افراد کو روانہ کریں؛ جو وہاں کے صحیح حالات سے آپ کو آگاہ کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ؛ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بصرہ ؛ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مصر؛ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شام روانہ کیا۔ اور ان کے علاوہ دیگر شہروں کی طرف دوسرے لوگ روانہ کیے۔ یہ سب کے سب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پہلے لوٹ آئے۔ تو سب نے یہی کہا: ہمیں نہ ہی کوئی ایسی چیز نظر آئی ہے؛ اور نہ ہی مسلمان رہنما اور سردار اس طرح کی کوئی چیز دیکھتے ہیں۔ اور نہ ہی عوام میں کوئی ایسی بات ہے۔ اور سب نے یہی کہا: یہ معاملہ مسلمانوں کا معاملہ ہے۔ ان کے امراء ان کے درمیان عدل کرتے ہیں اور نظام کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ مگر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے آنے میں دیر ہوئی۔ حتی کہ لوگ گمان کرنے لگے کہ کہیں دھوکہ سے انہیں قتل ہی نہ کر دیا گیا ہو۔ تو اچانک انہیں عبداللہ بن ابی سرح کا خط موصول ہوا۔ جس میں لکھا تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مصریوں کے ایک گروہ نے اپنی طرف مائل کر لیا ہے؛ ان میں عبداللہ بن سوداء؛ خالد بن ملجم؛ اور سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر شامل ہیں۔

۲۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں بھی بالکل ایسی ہی بات کہی ہے۔ (۷/ ۱۶۷)

۳۔ علامہ ابن عساکر نے بھی اس کی تائید کی ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

''عبداللہ بن سبأ جس کی طرف غالی رافضیوں کا فرقہ سبائیہ منسوب کیا جاتا ہے؛ وہ اصل میں یمنی تھا؛ وہ یہودی تھا مگر اسلام کا اظہار کرتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے شہروں کے چکر لگائے تاکہ لوگوں کو حکمرانوں کی اطاعت سے برگشتہ کر کے ان میں شر اور برائی داخل کر سکے۔ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس مقصد کے لیے دمشق میں بھی داخل ہوا تھا''۔ [تاریخ دمشق ۲۹/ ۳]

۴۔ پھر آپ نے اپنی سند سے ابو طفیل سے روایت کیا ہے؛ آپ فرماتے ہیں: ''میں نے مسیّب بن نجبہ کو دیکھا؛ وہ ابن سوداء کو پکڑ کر لائے ؛ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر تھے؟ تو آپ نے پوچھا: ''اس کا کیا معاملہ ہے''؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''یہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولتا ہے''۔

۵۔ سلمہ بن کہیل نے زید بن وہب سے نقل کیا ہے؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا اس کالے بھجنگ -یعنی ابن سبأ- کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کیا کرتا ہے''۔ [سابقہ مرجع ۲۹/ ۷]

۶۔ سلمہ بن کہیل نے حجیہ بن عدی الکندی سے نقل کیا ہے؛ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا؛ آپ منبر پر تھے اور یہ کہہ رہے تھے: ''مجھے اس کالے ابن اسود سے کون نجات دلائے گا جو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے''۔ آپ کی مراد ابن سوداء تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا کہ میرے خلاف ہر دور میں ایک گروہ خروج کرتا جو کہ مجھ پر اپنے خون کا دعوی کرتا جیسا کہ اہل نہروان کر رہے ہیں تو میں ان کو لگام دیدیتا''۔

۷۔ مغیرہ نے سباط سے روایت کیا ہے ؛ وہ کہتا ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی کہ ابن سوداء حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کرتا ہے؛ تو آپ نے اسے بلایا؛ اور ایک تلوار بھی منگوائی ؛ اور پھر اسے قتل کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہا؛ مگر اس کے بارے میں بات چیت کی گئی ؛ تو آپ نے فرمایا: ''یہ اس شہر میں نہیں رہے گا جہاں میں رہتا ہوں'' ۔ اور پھر آپ نے اسے مدائین کی طرف جلاوطن کر دیا۔ [سابقہ مرجع ۲۹/ ۹]

۸۔ حضرت عطائی اپنے راویوں کی سند سے حضرت جعفر الصادق سے ؛ اور وہ اپنے آباء کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ؛ فرمایا: ''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو آپ نے لوگوں میں خطبہ دیا۔ تو عبداللہ ابن سبأ کھڑا ہو گیا ؛ اور کہنے لگا: '' آپ دابۃ الارض'' ہیں ۔ کہتے ہیں: اس سے کہا گیا: اللہ سے ڈرو۔ تو اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: '' آپ ہی ''بادشاہ'' ہیں ۔ اس سے کہا گیا: اللہ سے ڈرو۔ تو اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: '' آپ نے ہی مخلوق کو پیدا کیا ؛ اور ان کے لیے روزی پھیلا دی'' ۔ تو پھر آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا'' ۔ پس رافضیوں کا اجتماع ہے ؛ وہ کہتے ہیں: آپ نے اسے بلایا ؛ اور پھر مدائین کی طرف جلا وطن کر دیا۔ پھر اسی سے رافضہ اور قرامطہ نکلے'' ❶ ۔

۹۔ اسفرائینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' ابن سوداء ایک یہودی تھا ؛ اور وہ اپنے آپ کو اسلام کے لبادہ میں مخفی رکھتا تھا۔ وہ مسلمانوں کے لیے ان کے دین میں خرابی پیدا کرنا چاہتا تھا'' ۔ [سابقہ مرجع ۲۹/ ۱۰۹]

۱۰۔ بغدادی نے شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ؛ فرماتے ہیں: '' بیشک عبداللہ بن سبأ سبابیہ کے عقائد میں ان کی مدد کیا کرتا تھا۔ اور ابن سبأ اصل میں اہل حیرۃ کا ایک یہودی تھا ؛ اس نے اسلام کا اظہار کیا ؛ اور وہ چاہتا تھا کہ کوفہ کی حکومت اور بازار اسے مل جائیں۔ وہ سبابیہ کو بتایا کرتا تھا کہ : '' تورات میں ہے ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے ؛ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں ۔ اور آپ تمام اوصیاء میں سب سے بہتر ہیں ؛ جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں '' ۔ جب اس سے یہ بات شیعان علی رضی اللہ عنہ نے سنی تو وہ آپ سے کہنے لگے : یہ انسان آپ سے محبت کرنے والا ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بلند مقام دیا ؛ اور اسے اپنے منبر کے نیچے بٹھانے لگے ۔ پھر آپ تک یہ اطلاع پہنچی کہ وہ آپ کی شان میں غلو کرتا ہے ؛ تو آپ نے اسے قتل کرنا چاہا۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اور فرمایا: اگر آپ اسے قتل کر دیں گے تو آپ کے ساتھیوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اور آپ اہل شام سے جنگ کے لیے دوبارہ جانا چاہتے ہیں ؛ اور آپ کو ضرورت ہے کہ آپ ساتھیوں کے ساتھ مدارت سے کام لیں'' ۔ پس جب آپ کو ابن سوداء اور ابن سباء کے قتل کیے جانے کا پر اس فتنہ خوف محسوس ہوا جو کہ حضرت ابن عباس محسوس کر رہے تھے ؛ تو انہیں مدائین کی طرف جلا وطن کر دیا ❷ ۔

❶ ۔ یعنی یہی لوگ ہیں جنہوں نے یہ اسماء اختیار کر رکھے ؛ وگرنہ یہ نام حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے دور میں اس وقت سامنے آیا جب انہوں نے آپ کی نصرت اور مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تھا ؛ تو اس وقت انہیں یہ نام '' رافضہ'' دیا گیا۔ ❷ ۔ بہت سارے مؤرخین کہتے ہیں: ابن سبأ اور ابن سوداء دو علیحدہ علیحدہ آدمی تھے۔ انہی میں سے بغدادی اور اسفرائینی بھی ہیں ۔ اسفرائینی نے کہا: '' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ابن سوداء نے عبداللہ بن سبأ کے ساتھ اس کے عقیدہ میں موافقت کا اظہار کیا۔ یہ دونوں مل کر مخلوق کو گمراہی کی دعوت دیتے تھے'' ۔ (التبصیر فی الدین ۱/۱۲۴)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں جا کر انہوں نے چرواہوں اور عوام الناس کو گمراہ کرنا شروع کر دیا؛ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہو جانے کے بعد ابن سوداء ان سے کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی مسجد میں چشمہ بنایا جائے گا؛ آپ کی ایک آنکھ سے شہد جاری ہوگا اور دوسری سے گھی؛ اور آپ کے شیعہ چلو بھر بھر کر اس میں سے لیں گے۔

محققین اہل سنت کہتے ہیں: ''بلا شک وشبہ ابن سودا یہود کے دین پر تھا؛ وہ چاہتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی شان میں عجیب قسم کی تاویلات کر کے مسلمان پر ان کے دین کو خراب کر دے تاکہ وہ بھی آپ کے بارے میں ایسا ہی عقیدہ اختیار کر لیں جیسا عیسائیوں نے حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کے بارے میں اختیار کیا تھا۔ پس روافض کو سبابیہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے؛ کیونکہ یہ لوگ خواہش پرستی؛ کفر اور گمراہانہ تاویلات میں سب سے زیادہ گھرے ہوتے ہیں۔

(الفرق ١/ ٢٢٥)

اہل سنت کے مصادر میں یہ ابن سباء کی شخصیت ہے۔ اس بارے میں اہل سنت و الجماعت کی کتابوں میں تقریباً پچاس مصادر کا ذکر کیا گیا ہے۔ (أصدق النبأ فی بیان حقیقة عبدالله بن سبأ ص ١٦۔٢٤)

شیعہ کتابوں کی گواہی:

انہوں نے بھی تقریباً وہی باتیں کہی ہیں جو اہل سنت نے کہی ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

١۔ ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی (٣١٠ھ) ❶؛ جو کہ تیسری صدی ہجری کے چوٹی کے شیعہ علماء میں سے ہے؛ نے کہا ہے:

''بلا شک و شبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے شیعہ تین گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ پھر اس نے ان تینوں فرقوں کے عقائد بیان کیے ہیں؛ اور ان کا بیان سبائیہ سے شروع کیا ہے؛۔ کہتا ہے:

''ان میں سے ایک فرقہ کہتا ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہی قتل ہوئے؛ اور نہ ہی انہیں موت آئی؛ اور نہ ہی آپ قتل ہوں گے اور نہ ہی آپ کو موت آئے گی؛ حتی کہ وہ سب عربوں کو اپنی لاٹھی سے ہانک نہ لیں۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے ایسے بھر دیں جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہے۔ یہ پہلا فرقہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اس امت میں وقوف کا عقیدہ اختیار کیا۔ اور سب سے پہلے غلو ان ہی لوگوں نے کیا؛ اس فرقہ کو سبائیہ کہا جاتا ہے جو عبداللہ بن سبأ کے ماننے والے ہیں''۔

یہ ان لوگوں میں سے تھا جس نے حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن کا اظہار کیا۔ اور ان پر تبرا کرنے لگا۔ اور یہ کہا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور اس سے اس کا عقیدہ دریافت کیا تو اس نے ان باتوں کا اعتراف کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنا

❶ حسن بن موسیٰ نوبختی کے بارے میں زرکلی نے کہا ہے: ''اہل بغداد میں سے تھا؛ اور اپنے دادا نوبخت کی طرف نسبت رکھتا تھا۔ اس کی ایک کتاب ''فرق الشیعہ'' طبع شدہ ہے۔ اور دوسری بڑی کتاب ''الآراء والدیانات'' مکمل نہیں ہو سکی؛ وفات ٣١٠ھ؛ الاعلام ١/٢٢٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

چاہا؛ مگر لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا؛ اے امیر المؤمنین! آپ ایک ایسے آدمی کو قتل کر رہے ہیں جو آپ اہل بیت سے محبت کرتا ہے؛ آپ سے دوستی کی دعوت دیتا ہے؛ اور آپ کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرتا ہے۔ تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور مدائین کی طرف جلاوطن کر دیا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے اہل علم کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ: عبداللہ بن سبأ یہودی تھا؛ اس نے اسلام قبول کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی کر لی۔ جب وہ یہودی تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون کے متعلق یہی عقیدہ رکھا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی عقیدہ اختیار کر لیا۔ یہ پہلا انسان ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ اختیار کیا۔ آپ کے دشمنان سے برأت ظاہر کی اور آپ کے مخالفین کو طشت از بام کیا۔ پس اسی لیے شیعہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ: ''رافضیت کی اصل یہودیت سے نکلی ہوئی ہے۔ جب ابن سبا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی وہ اس وقت مدائن میں تھا۔ اس نے موت کی خبر پہنچانے والے سے کہا:

اگر تم علی رضی اللہ عنہ کا دماغ بھی میرے پاس ستر برتنوں میں رکھ کر لے آؤ، اور ان کے قتل ہونے پر ستر عادل گواہ لاؤ، تب بھی میں یہی کہوں گا آپ نہیں مرے؛ اور نہ ہی قتل ہوئے ہیں۔ اور اس وقت تک نہیں مریں گے یہاں تک کہ پوری زمین کے بادشاہ بن جائیں [1]۔''

---

[1] ۔[فرق الشیعة ص: ۲۳۔]۔ یہ محض کسی اہل سنت کا قول نہیں بلکہ بڑے بڑے شیعہ علماء نے ابن سوداء کے وجود کو تسلیم کیا ہے؛ اور اس کے اصل یہودی ہونے کا اعتراف کیا ہے چنانچہ الناشی ءالاکبر (۲۹۳ ہجری) نے عبداللہ بن سبا کا ذکر فرقہ سبائیہ کے ضمن میں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: ''ایسا فرقہ ہے جن کا گمان یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام زندہ ہیں، ابھی تک مرے نہیں۔ اور ان کی موت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک وہ عربوں کو اپنی لاٹھی سے ہانک نہ لیں۔ یہی لوگ سبائی ہیں؛ جو عبداللہ بن سبا کے ساتھی ہیں؛ عبداللہ بن سبا یمن سے اہل صنعاء کا یہودی انسان تھا۔'' [اصول النحل نقلاً عن عبد الرحمن بدوی : مذاهب اسلامیین ۲/ ٤٣۔]

۲۔ الاشعری القمی (۳۰۱ ہجری): اپنی کتاب ''المقالات والفرق'' میں سبائیت اور ابن سبا کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ''یہ فرقہ جس کا نام سبائیت پڑ گیا ہے؛ عبداللہ بن سبا کے ساتھی ہیں۔ یہ شخص ''عبداللہ بن وہب الراسبی الہمدانی'' ہے۔ اور اس کے ساتھ اس مسئلہ میں عبداللہ بن حرسی اور ابن سوداء نے مدد کی۔ یہ دونوں اجلہ صحابہ میں سے ہیں۔ یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) پر طعن کیا؛ اور صحابہ سے براءت کا اظہار کیا۔'' [المقالات والفرق ص: ۲۰۔]

الکشی (۳۶۹ ہجری): اس نے عبداللہ بن سبا کا ذکر کیا ہے۔ اور پانچ روایات اپنے ائمہ تک سند کے ساتھ روایت کی ہیں جن میں ابن سبا سے براءت؛ اس پر لعنت اور اس کی مذمت ہے۔ ان میں سے: ابی جعفر سے روایت کیا گیا ہے: بے شک انہوں نے فرمایا: ''عبداللہ بن سبا نبوت کا دعویدار تھا۔ اور وہ گمان رکھتا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام اس بارے میں اس کا الٰہ و معبود برحق ہے۔ یہ بات امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو اسے بلا کر پوچھا؛ اس نے اس بات کا اقرار کرتے ہوئے کہا: ''ہاں! آپ وہی اللہ ہیں۔ اور یہ بات مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ بے شک آپ ہی اللہ، معبود برحق ہیں۔'' اور بے شک میں نبی ہوں۔ تو امیر المومنین نے اس سے کہا: ''تمہارے لیے بربادی ہو، تمہیں شیطان نے مسخر کر لیا ہے۔ تیری ماں تجھ پر روئے، اپنے اس قول سے رجوع کر لے؛ اور توبہ کر۔ مگر اس نے انکار کیا تو اسے قید کر دیا۔ اور اسے توبہ کے لیے تین دن کی مہلت دی۔ مگر اس نے توبہ نہ کی۔ [رجال الکشی ص: ۷۱-۷۰۔]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی جو کہ چوتھی صدی ہجری کے شیعہ علماء میں سے ہے؛ اور اس نے شیعہ رجال پر سب سے قدیم کتاب لکھی ہے؛ اس نے عبداللہ بن سبأ اور اس کے عقائد و افکار کے بارے میں کئی روایات نقل کی ہیں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''بعض اہل علم نے کہا ہے کہ: عبداللہ بن سبا یہودی تھا، پھر اس نے اسلام قبول کیا اور حضرت علی سے دوستی کرلی۔ جب وہ یہودی تھا تو کہا کرتا تھا کہ یوشع بن نون موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے وصی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ایسی ہی بات کہنے لگا۔

یہ پہلا انسان ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ اختیار کیا۔ آپ کے دشمنان سے برأت ظاہر کی اور آپ کے مخالفین کو طشت از بام کیا اور ان پر کفر کا فتوی لگایا۔ پس اسی لیے شیعہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ: ''رافضیت کی اصل یہودیت سے نکلی ہوئی ہے''۔[رجال الکشی :ص : ۱۰۱-۱۰۰۔]

اس نے اپنی سند سے فضالہ بن ایوب ازدی سے روایت کیا ہے؛ وہ ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے؛ آپ نے فرمایا: ''میں نے ابوعبداللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو عبداللہ بن سبأ پر؛ اس نے حضرت امیر المؤمنین کے رب ہونے کا دعوی کیا؛ اور اللہ کی قسم! امیر المومنین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے تھے۔ اس انسان کے لیے ہلاکت ہو جس نے ہم پر جھوٹ باندھا۔ بے شک لوگ ہمارے متعلق وہ باتیں کہتے ہیں جو ہم خود اپنے متعلق نہیں کہتے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔'' [رجال الکشی :ص : ۷۰-۷۱۔]

اور اس نے اپنی سند سے ابوحمزہ ثمالی سے روایت کیا ہے: کہتے ہیں: حضرت علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا:

''عبداللہ بن سبأ پر اللہ کی لعنت ہو؛ وہ ہم پر جھوٹ بولتا ہے۔ بیشک جب میں عبداللہ بن سبأ کا ذکر کرتا ہوں تو میرے پورے جسم میں رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس نے بہت بڑی چیز کا دعوی کیا؛ اس پر اللہ کی لعنت ہو؛ اسے کیا ہوگیا تھا؟ اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے نیک بندے اور رسول اللہ ﷺ کے بھائی تھے؛ آپ کو جو بھی کرامت ملی؛ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کی وجہ سے ملی ہے۔ آل رسول اللہ ﷺ کو جو بھی کرامت ملی؛ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کی وجہ سے ملی ہے''۔

اور انہوں نے اپنی سند سے عبداللہ بن سے نقل کیا؛ وہ کہتے ہیں: حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا:

''ہم اہل بیت سچے لوگ ہیں: لیکن ہم ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہتے جو ہم پر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے لوگوں میں ہماری سچائی بھی ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سب سے سچے لب ولہجہ والے تھے؛ بلکہ کائنات کے تمام لوگوں سے بڑے سچے تھے۔ مگر مسیلمہ کذاب آپ پر جھوٹ بولا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا تھا۔ ایسے ہی امیر المؤمنین رسول اللہ ﷺ کے بعد اس مخلوق میں سب سے بڑے سچے انسان تھے۔ مگر عبداللہ بن سبأ آپ پر جھوٹ بولتا؛ اور آپ کی سچائی کو جھٹلانے کے لیے جھوٹ گھڑنے میں لگا رہتا؛ اور اللہ تعالیٰ پر بہتان تراشی کرتا''۔

۳۔ شیعہ عالم حسن بن علی الحلی نے اپنی مشہور کتاب ''کتاب الرجال'' میں کہا ہے:

تو عبداللہ بن سبا نے کفر کی طرف رجوع کر لیا تھا؛ اور وہ غلو کا اظہار کرنے لگ گیا تھا۔ وہ خود نبی ہونے کا دعوی کرتا تھا اور حضرت علی کو رب مانتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بلا کر تین بار توبہ کروائی؛ مگر اس نے اپنا عقیدہ نہیں چھوڑا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ان ستر لوگوں کے ساتھ آگ سے جلوا دیا جو اس قسم کا دعوی کرتے تھے''❶۔

۴۔ کچھ ایسی ہی بات مامقانی نے اپنی کتاب ''تنقیح المقال'' [ص ۲/۱۸۳ پر] میں کہی ہے۔

جہاں تک اس کے قتل کے دعوی کا تعلق ہے؛ تو یہ دوسرے مصادر کے خلاف ہے۔

ابن سبأ کا ذکر بیس سے زیادہ شیعہ مصادر میں وارد ہوا ہے۔ [أصدق النبأ في بيان حقيقة عبدالله بن سبأ ص ٢٤]

یہ اہل سنت والجماعت اور شیعہ کے مصادر ہیں جو اس بات کی تائید کر رہے ہیں کہ عبداللہ بن سبأ نے سب سے پہلے یہ عقائد ایجاد کیے:

۱۔ وصیت ۲۔ صحابہ پر طعنہ زنی اور ان کی تکفیر۔

۳۔ رجعت

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چاہا تھا کہ اسے قتل کر دیں؛ لیکن اس کے بہت سارے اتباع کار اس عزم میں آڑے آئے۔ پھر یہ عقائد صرف غالیہ فرقہ تک ہی محدود نہ رہے؛ بلکہ انہیں پروان چڑھانے والے اور نشر کرنے والے دوسرے لوگ بھی مل گئے۔

آئندہ صفحات میں اس مسئلہ کو آشکار کیا جائے گا کہ جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی آل اطہار نے ان تمام خرافات اور جھوٹی افواہوں کا مقابلہ کیسے کیا؟

اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کی توفیق دینے والے ہیں۔

---

❶۔ [کتاب الرجال؛ از حلی؛ ص ۴۶۹] ط: طہران ۱۳۸۳ھ۔ چنانچہ ایسا ہی کچھ الکشی (متوفی ۳۶۹ ہجری) نے بھی عبداللہ بن سبا کی بابت ذکر کیا ہے۔ ۔کچھ معاصر شیعہ اور دیگر حضرات نے عبداللہ بن سبأ کے وجود کا ہی انکار کیا ہے؛ ذیل میں چند حوالے پیش کر رہا ہوں؛ جس سے نہ صرف اس کے وجود کا بلکہ اس کے عقائد اور اس کے متعلق قدیم شیعہ اور حضرات اہل بیت کا مؤقف بھی معلوم ہوتا ہے۔:(۱): ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے: ''بے شک عبداللہ بن سبأ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ امیر المؤمنین (علی رضی اللہ عنہ) خود ''اللہ'' ہیں (معاذ اللہ)۔ یہ بات امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو اسے بلا کر پوچھا تو اس نے اقرار کر لیا اور کہا: جی ہاں، آپ ہی اللہ ہیں، میرے دل میں یہ بات القاء کی گئی ہے کہ آپ اللہ ہیں، اور میں نبی ہوں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے لیے بربادی ہو، تمہیں شیطان نے مسخر کر لیا ہے۔ بدبخت! توبہ کر کے اس عقیدے سے رجوع کر لے۔ تو اس نے انکار کیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو جیل میں ڈالا اور مسلسل تین دن اس سے توبہ کی تلقین [......حاشیہ جاری ہے]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[......بقیہ حاشیہ]: کرتے رہے، لیکن ابن سبأ توبہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ بالآخر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا اور فرمایا: شیطان نے اس کو اپنے جال میں پھنسایا تھا، اور وہی شیطان اس کے دل میں اس طرح کی باتیں وسوسہ کر کے ڈالتا تھا“۔

اور ابو عبداللہ سے مروی ہے: ”عبداللہ بن سبأ پر اللہ کی لعنت ہو، اس کا دعویٰ تھا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام (علی رضی اللہ عنہ) خدا ہیں، حالانکہ خدا کی قسم امیر المؤمنین علیہ السلام تو اللہ کے فرمانبردار بندے تھے، جس نے ہم پر جھوٹ باندھا اس کے لئے ہلاکت ہو۔ بعض لوگ ہمارے بارے میں ایسی واہیات باتیں کرتے ہیں جو ہم نے کہی نہیں ہوتیں، بلکہ ہم ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں“۔ [معرفة أخبار الرجال، للكشي، ص: ٧٠، ٧١] اس طرح کی اور بھی کافی روایات موجود ہیں۔

(۲) مامقانی نے لکھا ہے: عبداللہ بن سبأ وہ شخص ہے جس نے کفر کی طرف رجوع کر کے غلو کا اظہار کیا تھا، دوسری جگہ لکھتا ہے: وہ ملعون اور غالی تھا، امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس کو آگ میں ڈالا تھا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوھیت اور اپنی نبوت کا عقیدہ رکھتا تھا“۔ [الرجال: ج:۲ ص:۱۸۳،۱۸۴]

(۳) نوبختی عبداللہ بن سبأ کے متعلق کچھ اس طرح رقم طراز ہے: ”سبائی فرقہ حضرت علی کی امامت کا قائل ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہ (امامت) اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے، یہ فرقہ عبداللہ بن سبأ کا پیروکار ہے، اور ابن سبأ وہ شخص ہے جس نے ابوبکر، عمر، عثمان اور صحابہ (علیہم السلام) پر طعن وتشنیع کی اور ان پر تبرّا کیا، وہ کہتا تھا: حضرت علی نے ہی مجھے اس عقیدہ کا حکم دیا ہے“۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑا، اور پوچھا تو اس نے اپنے اس عقیدے کا اقرار کیا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا، لوگوں نے شور مچاتے ہوئے کہا: امیر المؤمنین! آپ اس شخص کے قتل کا حکم دے رہے ہیں جو اہل بیت کی محبت کی اور خود آپ علیہ السلام کی ولایت، اور آپ علیہ السلام کے دشمنوں سے براءت کی دعوت دیتا ہے؟ چنانچہ آپ علیہ السلام (رضی اللہ عنہ) نے اس کو مدائن کی طرف چلتا کر دیا۔ اہل علم کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ: عبداللہ بن سبأ یہودی تھا، اسلام کو ظاہر کر کے اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا اعلان کیا، وہ جب یہودی تھا تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے بارے میں بھی وہ الوھیت کا عقیدہ رکھتا تھا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسکا عقیدہ تھا۔ یہ پہلا وہ شخص تھا جس نے مشہور کر دیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت فرض ہے، اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے براءت کا اظہار کیا؛ اسی بنیاد پر مخالفین شیعہ نے کہا: رافضیت دراصل یہودیت سے ماخوذ ہے۔ [فرق الشيعه ص: ٣٢، ٤٤]

(۴) سعد بن عبداللہ اشعری قمی نے سبائی فرقے کے متعلق لکھا ہے: عبداللہ بن سبأ کے پیروکار فرقہ کہلاتا ہے، اس کا نام عبداللہ بن وھب الراسبی الھمدانی تھا، عبداللہ بن خرسی اور ابن اسود اس کے بڑے چیلے تھے انہوں نے اس کی اس گمراہانہ راستے کے اختیار کرنے میں مدد کی، ابن سبأ وہ پہلا شخص تھا جس نے ابوبکر، عمر، عثمان اور صحابہ کرام علیہم السلام پر طعن وتنقید کی اور ان پر تبرّی کیا۔ [المقالات والفرق ص:۲۰]

(۵) ابن أبي الحدید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، تو ابن سبأ نے کھڑے ہو کر آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ، آپ، بار بار یہ الفاظ کہہ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو، میں کون ہوں؟ ابن سبأ نے کہا: آپ ”اللہ“ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی اور اس کے ہمنواؤں کی گرفتاری کا حکم جاری فرمایا۔ [شرح نهج البلاغة ج:۵ ص:۵]

(۶) سید نعمت اللہ الجزائری اس حوالے سے کچھ یوں لکھتے ہیں: ابن سبأ نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: بے شک آپ حق اور سچے الٰہ ہیں، حضرت علی علیہ السلام نے اس کو مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ابن سبأ یہودی تھا، اس نے اسلام کا اعلان کیا، جس وقت یہ یہودی تھا تو اس وقت حضرت یوشع بن نون اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی اس کا عقیدہ اسی طرح کا مشرکانہ اور کافرانہ تھا۔ (یعنی ان دونوں کو بھی ”الٰہ“ کہتا تھا)۔ [الأنوار النعمانيه، ج:۲ ص:٢٣٤]

معتبر مصادر ومراجع سے یہ چھ نصوص اور عبارات میں نے پیش کیں، ان میں بعض مصادر ”اسماء الرجال“ کی ہیں اور بعض ”فقہ“ اور ”فروع“ کی ہیں، اور بھی بہت ساری مصادر اور معتبر کتب ہیں جو ابن سبأ کے حقیقی شخصیت کے وجود پر متفق ہیں، لیکن خوف طوالت سے میں نے ان کے حوالے نقل نہیں کیے۔ لہٰذا اتنے سارے حوالوں کے بعد ابن سبأ کی حقیقی شخصیت کا انکار ممکن نہیں، مزید یہ کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے بنفس نفیس اس کو اس عقیدہ پر سزا دی تھی کہ (معاذ اللہ) حضرت علی ”اللہ“ ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عصر اول:

من گھڑت باتوں کی اشاعت کا دور اور ان کے متعلق اہل بیت کا موقف

(۳۵-۲۶۰ ہجری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہید:

شیعہ اثنا عشریہ کے عقائد کی تأسیس بہت بعد کے زمانہ میں عمل میں آئی۔ اگر چہ اس کے بیج کافی پہلے بوئے جا چکے تھے۔ اس وقت تک یہ فقط افواہیں ہی تھیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ مگر ان کی بنیاد پر کسی فرقہ یا گروہ کا وجود عمل میں نہیں آیا تھا۔ ہاں کچھ لوگ تھے جو اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت اور ان کی قربت کا نام نہاد مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ جہاں تک ایک ظاہری فرقہ اور اس کے عقائد اور نشانات کا تعلق ہے تو ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔

بیشک اس وقت میں موجود شیعیت صرف ایک سیاسی شیعیت تھی؛ جو بنو امیہ اور بنو عباس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد میں خلافت کی تائید کرتے تھے۔

جہاں تک عقائد کے شیعہ کا تعلق ہے تو یہ اپنی حالیہ صورت میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں سامنے آئے۔ اتنا لمبا عرصہ صرف خبریں اور افواہیں ہی تھیں۔

شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت جن مراحل سے گزری ہے؛ ذیل میں ہم اس پر تبصرہ کریں گے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلا مرحلہ:

حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت

(۳۵-تا-۴۰ ہجری)

معتمد اور مستند تاریخی کتابوں پر نظر رکھنے والے پر عیاں ہوتا ہے کہ یہ افواہیں وقفے وقفے سے اڑائی جاتی تھیں۔ اور جب حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یا آپ کے اہل بیت میں سے کسی ایک کو ایسی کو خبر پہنچتی تو وہ اس کی تکذیب کرتے؛ اور اسے باطل قرار دیتے۔ یہ افواہیں بذیل مراحل میں منحصر رہی ہیں:

پہلی افواہ: وصیت۔

دوم: بعض علوم شریعت کا ان کے ساتھ خاص ہونا۔

سوم: معصوم ہونے کا دعوی۔

چہارم: رجعت۔

پنجم: خلفاء پر طعنہ زنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف۔

ششم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر افضلیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف۔

ہفتم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ کے لشکر کے متعلق موقف۔

ذیل میں ہم کچھ ایسی روایات ذکر کریں گے جو ان افواہوں اور خبروں کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف کو واضح کرتی ہیں؛ یہ روایات بذیل موضوعات کو شامل ہیں:

أ۔ دعوی وصیت کا ابطال۔

ب: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معہود نہ ہونے کا عقیدہ:

ج: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت قبول کرنے سے انکار

د: یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہیں بنایا؛ ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ھ: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا بیان۔
و: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی مخالفین و مقاتلین کی عدم تکفیر۔
یہ معاملات اور اس طرح کے دیگر معاملات ان خبروں پر مطلع ہونے کے بعد اچھی طرح واضح ہو جائیں گے۔

پہلی خبر: وصیت

اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس کے متعلق مؤقف

ذیل میں ہم یہ روایات پیش کرتے ہیں؛ اور پھر اجمالی طور پر کچھ دیر کے لیے ان پر غور وفکر کرتے ہیں:

أ۔ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی ایسی وصیت سے لاعلمی:

ا۔ عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری اور کعب بن مالک ان تین میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول کی گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں؛ انہوں نے فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس بیماری میں باہر آئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تھا۔ تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج کیسا پایا؟۔ تو انہوں نے کہا: الحمد للہ! آپ اچھے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر کہا اللہ کی قسم! تین دن کے بعد تم لاٹھی کے غلام بنو گے۔ کیونکہ اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں وفات پا جائیں گے۔ اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اولاد عبدالمطلب کا چہرہ موت کے قریب کیسا ہو جاتا ہے؟۔ لہذا تم اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور معلوم کرلیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون آپ کا جانشین ہوگا؟ اگر آپ بنی ہاشم کو خلافت دیں تو ٹھیک ہے۔ اور اگر کسی دوسرے کو دیں تو پھر اس کو ہمارے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت فرما دیں گے''۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا، کیونکہ اگر آپ نے منع کر دیا تو پھر لوگ ہم کو کبھی خلیفہ نہیں بنائیں گے لہذا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات معلوم نہیں کروں گا''۔ [صحیح البخاری ۴۱۸۲]

ب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو خلیفہ نہ بنانا۔

۲۔ عمرو بن سفیان کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب جنگ جمل میں لوگوں پر غلبہ نصیب ہوگیا؛ تو آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت کے بارے میں ہم سے کوئی عہد نہیں لیا۔ حتی کہ ہم نے اپنی رائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے فیصلہ کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے۔ تو آپ خود بھی استقامت پر رہے؛ اور لوگوں کو بھی اسی راہ پر استقامت سے رکھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے؛ تو آپ خود بھی استقامت پر رہے؛ اور لوگوں کو بھی اسی راہ پر استقامت سے رکھا؛ حتی کہ دین خوب پھیل گیا۔ پھر لوگ اس دنیا کی طلب میں لگ گئے۔ اور معاملات ویسے ہی ہوئے جیسے اللہ کا ان کے متعلق فیصلہ تھا''❶۔

۳۔ قیس بن عباد کہتے ہیں: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ جب آپ کسی مجلس میں جاتے؛ یا کسی ٹیلے پر چڑھتے؛ یا اونچائی پر جاتے یا وادی میں اترتے تو آپ فرماتے: ''صدق اللہ ورسولہ''۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ میں نے بنی یشکر کے ایک آدمی سے کہا: ''چلو امیر المؤمنین کے پاس چلتے ہیں اور آپ کے فرمان: ''صدق اللہ ورسولہ''۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا'' کی حقیقت دریافت کرتے ہیں۔ پس ہم آپ کے پاس چلے گئے۔ ہم نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ کسی اونچی جگہ پر چڑھتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں: ''صدق اللہ ورسولہ''۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا''۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلہ میں آپ کے لیے کوئی عہد لیا ہے؟۔ تو آپ نے ہم سے منہ موڑ لیا۔ جب ہم نے سخت مجبور کیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے نہ میرے لیے کوئی عہد لیا اور نہ ہی لوگوں میں سے کسی ایک کے لیے''❷۔

۴۔ سالم انعمی حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں؛ انہوں نے فرمایا: ''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے بصرہ تشریف لائے؛ تو آپ ان سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ تو آپ کے پاس عبداللہ بن کواء اور قیس بن عباد حاضر ہوئے اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! ہمیں اپنی اس کارروائی کے بارے میں بتایئے؛ کہ یہ کوئی وصیت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو وصیت کی ہے؟ یا کوئی عہد ہے جو آپ کے لیے لیا ہے؟۔ یا پھر صرف ایک رائے جو امت کے اختلاف اور افتراق کے وقت آپ کی نظر میں ہے''۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں! اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کوئی عہد لیا ہوتا تو میں اسے ضرور پورا کرتا۔ نہ ہی رسول اللہ ﷺ اچانک وفات پائے ہیں اور نہ ہی آپ کو اچانک قتل کیا گیا ہے۔ آپ کئی دن بیمار رہے۔ مؤذن آ کر آپ کو نماز کی اطلاع دیا کرتا تھا۔ پس ان تمام اوقات میں آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کرتے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ حتی کہ آپ کی ایک بیوی نے اس سلسلہ میں آپ سے بات بھی کی؛ اور کہا: ''بیشک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت نرم دل ہیں؛ وہ آپ کی جگہ پر کھڑے نہیں ہو سکیں گے؛ اگر یہ حکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیتے''۔ تو آپ نے فرمایا: ''بیشک تم حضرت یوسف والی عورتیں ہو''۔

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو مسلمانوں نے اپنے معاملات پر نگاہ ڈالی؛ پس جب رسول اللہ ﷺ

---

❶۔ [حاکم ٤/ ١٨٧؛ دلائل النبوة أز بهيقى ٨/ ٣٣٢٩؛ أحمد بن حنبل ١/ ١١٤] ❷۔ [مصنف عبد الرزاق ١١/ ٤٤٩۔ مسند عبدالله بن مبارك ١/ ٢٥٨ مسند أحمد ١/ ١٤۔ تاريخ دمشق ٤٢/ ٤٣٩.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے دین کے بارے میں اپنا ولی بنایا تھا؛ تو انہوں نے اپنی دنیا کے بارے میں بھی اپنا ولی امر بنالیا اور آپ کی بیعت کر لی؛ اور میں نے بھی ان کے ساتھ ہی آپ کی بیعت کی۔ پس جب آپ مجھے کچھ دیتے تو میں اسے لے لیتا؛ اور جب جہاد پر بھیجتے تو میں چلا جاتا۔ اور اگر آپ اپنی موت کے وقت کسی پسندیدہ شخصیت کو ترجیح دیتے تو اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بناتے۔ مگر آپ نے کسی اور کا انتخاب کیا اور کسی سے مشورہ نہیں لیا''۔

کہا: پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا؛ اور فرمایا: کئی لوگوں نے آپ کے متعلق بات چیت کی؛ مگر پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی؛ میں نے بھی ان کے ساتھ ہی آپ کی بیعت کر لی۔ پس جب آپ مجھے کچھ دیتے تو میں اسے لے لیتا؛ اور جب جہاد پر بھیجتے تو میں چلا جاتا۔ اور اگر آپ اپنی موت کے وقت کسی پسندیدہ شخصیت کو ترجیح دیتے تو اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بناتے۔ مگر آپ نے قریش کے چھ افراد کا انتخاب کیا کہ وہ اپنے میں سے ایک کو اس امت کا سربراہ مقرر کریں؛ میں بھی ان میں سے ایک تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات نا پسند تھی کہ آپ کسی قریشی کو اس امت کا بڑا بنا دیں؛ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اس سے جتنی بھی غلطیاں ہوں؛ ان کا گناہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک ان کی قبر میں پہنچتا رہے۔ جب ہم ایک جگہ پر جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے؛ اور انہوں نے اپنا حق ہمیں اس عہد پر تفویض کر دیا کہ ہم بھی ان پانچ میں سے اسی کی بیعت کریں گے جس کی بیعت آپ کریں گے۔ تو ہم نے آپ سے پختہ عہد کر لیا۔ تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان کی بیعت کر لی۔

❀ یقیناً اس وقت میرے دل میں کچھ خیالات آئے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ میرا عہد میری بیعت پر سبقت لے گیا ہے؛ تو میں نے بھی ان کی بیعت کر لی اور سر تسلیم خم کر لیا۔ مگر جب آپ قتل کر دیے گئے؛ تو میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا؛ تو میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کا جو بوجھ میرے گلے میں تھا؛ وہ پورا ہو گیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی میں نے اپنے عہد کو پورا کیا۔ پس میں بھی مسلمانوں میں سے ایک آدمی تھا۔ مجھ سے پہلے کسی نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا؛ اور نہ ہی کسی کا یہ حق تھا۔ پھر کچھ وہ لوگ چھلانگیں لگانے لگے جنہیں نہ میری قرابت داری جیسی قرابت داری تھی؛ اور نہ ہی میرے علم جیسا علم تھا؛ -اس سے آپ کی مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے-۔ تو وہ دونوں کہنے لگے: آپ نے سچ فرمایا؛ تو پھر آپ ہمیں بتائیں کہ ان دو حضرات -یعنی حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما- سے جنگ کیوں کی؟ یہ دونوں ہجرت میں بھی آپ کے ساتھی تھے؛ بیعت رضوان میں بھی شریک تھے؛ اور مشورہ میں بھی؟۔ تو آپ نے فرمایا: ''ان دونوں نے مدینہ میں میری بیعت کی؛ اور بصرہ میں میری بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اگر کوئی ایسا آدمی ہوتا جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہوتی؛ اور پھر وہ اس بیعت سے دست بردار ہو جاتا تو ہم اس سے بھی لڑائی لڑتے۔ اور اگر کوئی آدمی ان میں سے ہوتا جنہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر کی بیعت کی ہوتی؛ اور پھر وہ اس بیعت سے دست بردار ہوجاتا تو ہم اس سے بھی لڑائی لڑتے''۔
[تاریخ دمشق ۲/ ٤٤٠]

۵۔ ایک دوسری روایت سالم المرادی سے ہے: وہ ابو العلاء - سابق النعمی - سے روایت کرتے ہیں؛ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت حسن سے سنا؛ آپ نے فرمایا:

''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے بصرہ تشریف لائے تو عبداللہ بن کواء اور ابن عباد کھڑے ہوگئے؛ اور کہنے لگے: ''اے امیر المؤمنین! ہمیں اپنی اس کارروائی کے بارے میں بتایئے؛ کہ یہ کوئی وصیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وصیت کی ہے؟' یا کوئی عہد ہے جو آپ کے لیے لیا ہے؟۔ یا پھر صرف ایک رائے جو امت کے اختلاف اور افتراق کے وقت آپ کی نظر میں ہے''۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے جھوٹ بولنے والا نہیں بننا چاہتا۔ اللہ کی قسم! نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک وفات پائے ہیں اور نہ ہی آپ کو اچانک قتل کیا گیا ہے۔ آپ کئی دن بیمار رہے۔ مؤذن آکر آپ کو نماز کی اطلاع دیا کرتا تھا۔ پس ان تمام اوقات میں آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کرتے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ آپ نے مجھے اس حال میں چھوڑا کہ آپ میرا مقام ومرتبہ دیکھ رہے تھے اگر آپ نے میرے لیے کوئی عہد لیا ہوتا تو میں اس کو پورا کرتا''۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

۶۔ حضرت ابوبکر ہذلی حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں؛ انہوں نے فرمایا:

''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو عبداللہ بن کواء اور ابن عباد کھڑے ہوگئے؛ اور کہنے لگے: ''کیا آپ ہمیں اپنی اس کارروائی کے بارے میں بتائیں گے جس میں آپ امت کے امور کے ولی ہیں؛ اور لوگوں کو ایک دوسرے کی گردنیں مارنے پر لگا دیا ہے؟؛ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی عہد آپ کے لیے لیا ہے؟۔ آپ ہمیں بتایئے؛ آپ اپنی سنی ہوئی بات بیان کرنے میں موثوق اور امین ہیں''۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جہاں تک میرے حق میں عہد کی بات ہے؛ تو اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا عہد نہیں لیا۔ میں سب سے پہلے آپ کی تصدیق کرنے والوں میں سے تھا؛ اب میں سب سے پہلے آپ پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوسکتا۔ اگر میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی عہد ہوتا تو میں بنو تیم بن مرہ اور عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما کو کبھی نہ چھوڑتا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہوتے۔ اور اگر میرے پاس میرے اس بردے کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوتا تب بھی میں اپنے ہاتھوں سے ان سے جنگ لڑتا۔ نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک وفات پائے ہیں اور نہ ہی آپ کو اچانک قتل کیا گیا ہے۔ آپ کئی دن اور راتیں بیمار رہے۔ مؤذن آکر آپ کو نماز کی اطلاع دیا کرتا تھا۔ پس ان تمام اوقات میں آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کرتے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں ۔آپ نے مجھے اس حال میں چھوڑا کہ آپ میرا مقام ومرتبہ دیکھ رہے تھے۔ پھر مؤذن آکر آپ کو نماز کی اطلاع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا۔تو آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کرتے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔آپ نے مجھے اس حال میں چھوڑا کہ آپ میرا مقام و مرتبہ دیکھ رہے تھے۔آپ کی ایک بیوی نے چاہا تھا کہ آپ کو حضرت ابوبکر سے موڑ دیں؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا اور غصہ ہوئے۔اور آپ نے فرمایا: ''بیشک تم حضرت یوسف والی عورتیں ہو؛ ابوبکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔

❀ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اٹھا لیا؛ تو ہم نے اپنے معاملات پر نگاہ ڈالی؛ تو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے چنا تھا؛ انہیں ہم نے اپنی دنیا کے لیے چن لیا۔پس نماز ہی دین کی اصل اور اس کی بنیاد تھی۔ آپ اس دین کے امین تھے۔تو ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔آپ اس کے اہل تھے؛ ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی آپ کے بارے میں اختلاف نہیں کیا۔اور نہ ہی ہم میں سے کسی ایک نے دوسرے پر کوئی گواہی دی۔اور نہ ہی ان سے اظہار برأت کرتے ہوئے قطع تعلقی کی۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا حق ادا کیا۔اور آپ کی اطاعت گزاری کو پہچان رکھا۔اور آپ کے ساتھ آپ کے لشکروں میں رہ کر جہاد کیا۔پس جب آپ مجھے کچھ دیتے تو میں اسے لے لیتا؛ اور جب جہاد پر بھیجتے تو میں چلا جاتا۔اور آپ کے سامنے اپنے کوڑے سے حدود نافذ کرتا۔جب آپ کی وفات ہوگئی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو والی نامزد کر دیا۔انہوں نے بھی اپنے ساتھی کی سنت پر اور جو کچھ ان کے معروف طریقے تھے؛ ان پر عمل کیا۔ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی آپ کے بارے میں اختلاف نہیں کیا۔اور نہ ہی ہم میں سے کسی ایک نے دوسرے پر کوئی گواہی دی۔اور نہ ہی ان سے اظہار برأت کرتے ہوئے قطع تعلقی کی۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا حق ادا کیا۔اور آپ کی اطاعت گزاری کو پہچان رکھا۔اور آپ کے ساتھ آپ کے لشکروں میں رہ کر جہاد کیا۔پس جب آپ مجھے کچھ دیتے تو میں اسے لے لیتا؛ اور جب جہاد پر بھیجتے تو میں چلا جاتا۔اور آپ کے سامنے اپنے کوڑے سے حدود نافذ کرتا۔

❀ جب آپ کی وفات ہوگئی تو میرے دل میں اپنی قرابت داری فضیلت اور سبقت اسلام کا خیال آیا۔اور میں سوچتا تھا کہ آپ میرے علاوہ کسی دوسرے کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔لیکن یہ ڈر تھا کہ خلیفہ آپ کے بعد کوئی ایسا خون نہ بہائے جس کا گناہ آپ کی قبر میں بھی آپ تک پہنچے۔تو آپ نے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اس میں سے نکال لیا۔اور اگر آپ اپنی موت کے وقت کسی پسندیدہ شخصیت کو ترجیح دیتے تو اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بناتے۔مگر آپ نے قریش کے چھ افراد کے گروہ کا انتخاب کیا؛ میں ان میں سے ایک تھا؛ اور وہ خود اس سے بری ہو گئے۔

❀ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو میرے دل میں اپنی قرابت داری فضیلت اور سبقت اسلام کا خیال آیا۔اور میں سوچتا تھا کہ میرے علاوہ کسی دوسرے کو خلیفہ نہیں بنایا جائے گا۔مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہم سے عہد و پیمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لے لیا کہ جس کو بھی اللہ تعالیٰ ہم پر ولی امر بنائے گا ہم اس کی اطاعت کریں گے؛ اور بات سنیں گے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کی بیعت کر لی۔ تو میں نے دیکھا کہ میں اس سے پہلے اطاعت گزاری کا وعدہ کر چکا ہوں؛ اور مجھ سے کسی دوسرے کے لیے وعدہ لے لیا گیا ہے۔ تو ہم نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی؛ اور میں نے آپ کا حق انہیں ادا کیا۔ اور آپ کی اطاعت گزاری کو پہچان رکھا۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے لشکروں میں رہ کر جہاد کیا۔ پس جب آپ مجھے کچھ دیتے تو میں اسے لے لیتا؛ اور جب جہاد پر بھیجتے تو میں چلا جاتا۔ اور آپ کے سامنے اپنے کوڑے سے حدود نافذ کرتا۔

❀ جب آپ کو شہید کر دیا گیا؛ تو میں نے اپنے معاملہ پر نظر ثانی کی۔ تو دیکھا کہ جن دو خلفاء کے ساتھ نماز کی وصیت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی وہ گزر چکے۔ اور جس کے لیے مجھ سے عہد لیا گیا وہ بھی اس حال کو پہنچ چکا۔ تو اہل حرمین نے میری بیعت کی؛ اور ان دو شہر والوں نے بھی نہ چاہتے ہوئے بھی میری بیعت کی۔ تو اللہ کی قسم میں نے یا تو تلوار پائی؛ یا پھر محمد ﷺ پر نازل ہونے والی چیز سے کفر پایا''۔ [تاریخ دمشق ۲/ ۴۳۹]

۷۔ یہاں پر نبی کریم ﷺ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے سے ایک اشارہ ملتا ہے۔ حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ آپ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی اخیر مرض کی کیفیت کیوں نہیں بیان کرتیں۔ انہوں نے کہا اچھا سنو میں بیان کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے پھر آپ نے پوچھا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟۔ ہم نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ ﷺ! وہ آپ کے منتظر ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میرے لئے طشت میں پانی رکھ دو میں نہاؤں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ پس آپ نے غسل فرمایا۔ پھر کھڑا ہونا چاہا مگر آپ ﷺ بیہوش ہو گئے۔ اس کے بعد ہوش آیا تو آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟۔ ہم نے عرض کیا: ''نہیں یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کے منتظر ہیں''۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لئے طشت میں پانی رکھ دو چنانچہ رکھ دیا گیا۔ پس آپ نے غسل فرمایا۔ پھر کھڑا ہونا چاہا مگر بیہوش ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟۔ ہم لوگوں نے عرض کیا: ''نہیں یا رسول اللہ ﷺ! وہ آپ کے منتظر ہیں''۔ اور لوگ مسجد میں نبی ﷺ کا عشا کی نماز میں انتظار کر رہے تھے۔

❀ آخر کار نبی کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا بھیجا تا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔ چنانچہ قاصد ان کے پاس پہنچا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے اور [وہ نرم دل آدمی تھے] کہ اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھا دو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم اس کے زیادہ حقدار ہو تب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دنوں میں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے اپنے آپ میں [مرض کی] کچھ خفت پائی تو دو آدمیوں کے درمیان میں سہارا لے کر نماز ظہر کیلئے نکلے؛ ان میں سے ایک عباس تھے اس وقت حضرت ابوبکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو۔ چنانچہ ان دونوں آدمیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ عبیداللہ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرح نماز پڑھنے لگے کہ وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کرتے تھے۔ اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتدا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے [نماز پڑھ رہے] تھے''۔ [صحیح البخاری ٦٨٧]

۸۔ حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں: ''صفین کے دن ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! ہمیں اپنی اس کارروائی کے بارے میں بتائیے؛ کہ یہ کوئی عہد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے لیا ہے؟ یا پھر صرف آپ کی ایک رائے ہے؟''۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک وفات پائے ہیں اور نہ ہی آپ کو اچانک اٹھا لیا گیا ہے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں سوچ رہا تھا کہ آپ میری قرابت داری اور سابقہ آزمائشوں کی وجہ سے مجھے خلیفہ بنائیں گے۔ مگر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ میں نے آپ کی بات سنی اور اطاعت کی۔ پس جب آپ مجھے کچھ دیتے تو میں اسے لے لیتا؛ اور جب جہاد پر بھیجتے تو میں چلا جاتا۔ اور آپ کے سامنے حدود نافذ کرتا۔

❀ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میرا خیال تھا کہ آپ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرابت داری اور سابقہ آزمائشوں کی وجہ سے مجھے خلیفہ بنائیں گے۔ مگر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ میں نے آپ کی بات سنی اور اطاعت کی۔ پس جب آپ مجھے کچھ دیتے تو میں اسے لے لیتا؛ اور جب جہاد پر بھیجتے تو میں چلا جاتا۔ اور آپ کے سامنے حدود نافذ کرتا۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے دیکھا کہ اگر وہ کسی کو خلیفہ مقرر کریں اور وہ آپ کے بعد کوئی گناہ کرے تو اس گناہ بوجھ قبر میں ان تک پہنچے گا۔ تو آپ نے یہ معاملہ ان چھ افراد کی شوریٰ میں رکھ دیا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وفات بھی بالکل راضی تھے۔ حضرت عثمان؛ طلحہ؛ زبیر؛ عبد الرحمٰن بن عوف؛ سعد رضی اللہ عنہم اجمعین؛ جب ہماری گفتگو ہوئی تو ہر آدمی اپنے لیے خلافت چاہتا تھا۔ جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا: ''اے لوگو! میں اس امر سے دستبردار ہوتا ہوں؛ تو تم یہ فیصلہ مجھ پر چھوڑ دو۔ تو ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے ہم سے عہد اور مواثیق لے لیے۔ تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا۔ تو میں نے آپ کی بات سنی اور اطاعت کی۔ اور جب آپ بھی فوت ہو گئے تو میں دیکھ رہا تھا کہ اب میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری کی وجہ سے کوئی دوسرا مجھ سے بڑھ کر اس کا حق دار نہیں''۔ [تاریخ دمشق ٢/٤٤٠]

۹۔ اسود بن قیس حضرت سعید بن عمرو سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں؛ فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطبہ دیا؛ اور ارشاد فرمایا: ''بیشک رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے اس امارت کا کوئی عہد نہیں لیا۔ لیکن یہ ہماری ایک رائے تھی؛ جو ہماری نظر میں تھی۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے؛ وہ خود بھی سیدھی راہ پر رہے اور لوگوں کو بھی استقامت پر رکھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے؛ وہ خود بھی سیدھی راہ پر رہے اور لوگوں کو بھی استقامت پر رکھا؛ اور دین کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا۔ اور بیشک کچھ لوگ دنیا کے طلب گار ہوئے؛ پس ان میں سے جسے اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے تو عذاب دے؛ اور جس پر رحم کرنا چاہے''۔ یہ روایت ابن عساکر نے کئی طرق سے نقل کی ہے''۔ [تاریخ دمشق ۴۲/ ۴۳۸]

۱۰۔ عمرو بن شقیق ثقفی کہتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل سے فارغ ہوئے؛ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے اس امارت کا کوئی عہد نہیں لیا۔ لیکن یہ ہماری ایک رائے تھی؛ جو ہماری نظر میں تھی۔ اگر یہ رائے درست تھی؛ تو اللہ کی جانب سے تھی؛ اور اگر اس میں غلطی تھی؛ تو وہ ہماری طرف سے ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے؛ وہ خود بھی سیدھی راہ پر رہے اور لوگوں کو بھی استقامت پر رکھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے؛ وہ خود بھی سیدھی راہ پر رہے اور لوگوں کو بھی استقامت پر رکھا؛ اور دین کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا۔ اور بیشک کچھ لوگ دنیا کے طلب گار ہوئے؛ پس ان میں سے جسے اللہ تعالیٰ چاہے معاف کر دے؛ اور جسے چاہے عذاب دے''۔ [تاریخ دمشق ۴۲/ ۴۳۸]

۱۱۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا؛ تو ہم نے اپنے معاملات پر نگاہ دوڑائی؛ تو ہم نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے مقدم کیا تھا؛ تو ہم اس کے لیے اپنی دنیا پر راضی ہو گئے جس کے لیے نبی کریم ﷺ ہمارے دین پر راضی تھے؛ تو ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا''۔ [طبقات ابن سعد ۳/ ۱۸۳]

۱۲۔ حضرت طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسی وصیت کی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: ''نہیں''۔ میں نے کہا: ''آپ نے کیسے لوگوں کو وصیت کی؛ اور اس پر انہیں چلایا۔ فرمایا: ''آپ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی''۔ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی حضرت ہذیل نے کہا ہے: ''کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے خلاف سازش کرتے؟ فرمایا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ضرور یہ چاہتے تھے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی عقد/ عہد نامہ پائیں تو اسے اپنی نکیل/ مہار بنالیں''۔ [طبقات ابن سعد ۳/ ۱۸۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عقیدہ امامت:

۱۳۔ یحی بن عروہ مرادی سے روایت ہے؛ کہتے ہیں: میں نے سنا؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب فرما رہے تھے: ''جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو میں اپنے آپ کو سب لوگوں سے زیادہ خلیفہ بننے کا حق دار سمجھتا تھا۔ مگر لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر جمع ہوگئے تو میں نے بھی سمع واطاعت کرلی۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت آیا؛ تو میرا خیال تھا کہ آپ میرے علاوہ کسی دوسرے کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ مگر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا تو میں نے بھی سمع واطاعت کرلی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے ؛ تو میرا خیال تھا کہ آپ میرے علاوہ کسی دوسرے کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ مگر آپ نے معاملہ چھ افراد کی شوری میں رکھ دیا ؛ میں ان میں سے ایک تھا۔ اس شوری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا؛ تو میں نے بھی سمع واطاعت کرلی۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوگئے تو یہ لوگ اپنی مرضی سے میرے پاس آئے اور میری بیعت کرلی؛ کسی پر زبردستی نہیں ہوئی۔ پس اللہ کی قسم میں نے یا تو تلوار پائی؛ یا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی چیز سے کفر پایا''۔[تاریخ دمشق ٤٢/ ٤٣٩]

۱۴۔ عبد بن خیر سے روایت ہے؛ کہتے ہیں: میں نے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بہترین حالت میں اٹھالیا جس میں اپنے انبیاء میں سے کسی بھی نبی کو اٹھایا جاتا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال پر کاربند رہے۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال رہا پھر آپ جب قتل کردیے گئے تو میں نہیں سمجھتا تھا کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کوئی دوسرا مجھ سے بڑھ کر اس امر خلافت کا حق دار ہوگا''۔[تاریخ دمشق ٤٢/ ٤٤٠]

❀۔ عبد بن خیر سے روایت ہے؛ کہتے ہیں: میں نے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بہترین حالت میں اٹھالیا جس میں اپنے انبیاء میں سے کسی بھی نبی کو اٹھایا جاتا ہے۔ فرمایا: ''پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اور آپ کی سنت پر کاربند رہے؛ پھر آپ کو بہترین حالت میں موت آئی۔ آپ اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین انسان تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے ؛ آپ بھی اپنے دونوں پیش رؤوں کی سیرت پر عمل پیرا رہے؛ اور ان جیسے کام کرتے رہے۔ پھر آپ کو بہترین حالت میں موت آئی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کے بہترین فرد تھے''۔[مصنف ابن ابی شیبة ٧/ ٤٣٤ برقم ٧٠٥٣]

۱۵۔ شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے؛ کہ آپ نے فرمایا: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی راہ سدھار لی تو آپ کے بعد مسلمانوں میں اس معاملہ میں اختلاف ہوا۔ اللہ کی قسم! میرے ذہن میں بھی نہیں آیا تھا؛ اور نہ ہی میرے دل و دماغ میں کبھی یہ بات آئی کہ عرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس معاملہ کے لیے اہل بیت کے علاوہ کسی دوسرے کا انتخاب کریں گے۔ اور نہ ہی یہ کہ وہ میرے علاوہ کسی اور کو یہ مقام دیں گے۔ پس مجھے تب یہ احساس ہوا جب لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے تھے۔ میں نے اپنے ہاتھ کو روک لیا۔ میرا خیال تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس بات کا سب سے زیادہ حق دار ہوں کہ مجھے ہی یہ ولایت سونپی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا میں ایسے ہی رہا۔حتی کہ میں نے دیکھا کہ لوگ واپس پلٹ رہے اور دین اسلام کو چھوڑ رہے ہیں ؛ اور اللہ تعالیٰ کے دین محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کو مٹانے کی دعوت دے رہے ہیں ؛ تو مجھے خوف محسوس ہوا کہ اگر میں نے اسلام اور اہل اسلام کی نصرت نہ کی تو اس میں سوراخ ہو جائے گا اور دین ختم ہو جائے گا جو کہ میرے لیے ولایت کے رہ جانے سے بھی بہت بڑی مصیبت ہوگی۔ بیشک تمہاری امور کی ولایت تھوڑے سے چند دنوں کا کھیل ہے۔ پھر یہ بھی ایسے ہی ختم ہو جائے گی جیسے سراب ختم ہوتا ہے یا پھر جیسے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ پس اس وقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کی۔اور ان واقعات میں کھڑا رہا؛ حتی کہ باطل کمزور ہو کر ختم ہوگیا؛ اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی سر بلند ہوگیا؛ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان امور کی والی ٹھہرے؛ آپ درست راہ پر میانہ روی سے گامزن رہے؛ اور قریب لاتے رہے؛ میں نے ایک خیر خواہ کی طرح ان کی صحبت اٹھائی اور جہاد کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کی“ ❶۔

اس طرح کی روایت نہج البلاغہ کی شرح ابن ابی حدید الرافضی میں بھی وارد ہوئی ہے؛ اور میثم بحرانی نے بھی نہج البلاغہ کی شرح میں اسے ذکر کیا ہے؛ اور مجلسی نے مجمع البحار میں بیان کیا ہے۔

د: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بیعت سے اجتناب:

۱۶۔ سالم بن ابی جعد اشجعی نے محمد بن حنفیہ سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: ”میں اس وقت اپنے والد کے ساتھ تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے۔ آپ اٹھے؛ اور ان کے گھر میں داخل ہوئے؛ تو آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے اصحاب تشریف لائے؛ اور کہنے لگے: ”یہ خلیفہ تو قتل ہو گئے؛ اب مسلمانوں کے لیے ایک امام کا ہونا بہت ضروری ہے۔اور آج ہم اس منصب کے لیے آپ سے بڑھ کر کسی دوسرے کو اس کا حق دار نہیں پاتے۔ نہ ہی آپ سے زیادہ کوئی سبقت اسلام والا ہے؛ اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کا زیادہ قریبی۔ تو آپ نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو؛ میں وزیر بن کر رہوں؛ یہ اس سے بہتر ہے کہ میں امیر بن جاؤں“۔ کہنے لگے: ”نہیں اللہ کی قسم! ہم ایسا اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک آپ کی بیعت نہ کرلیں۔ تو آپ نے فرمایا: ”پھر مسجد میں؛ میری بیعت چپکے سے نہیں ہوسکتی۔ اور نہ ہی مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر ہوسکتی ہے“۔

سالم بن ابی جعد کہتے ہیں: تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ”مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ آپ مسجد میں جائیں؛ یہ خوف لگتا ہے کہ کہیں آپ کے خلاف کوئی فتنہ نہ پھیل جائے؛ مگر آپ مسجد جانے کے علاوہ نہ مانے۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو مہاجرین وانصار بھی مسجد میں داخل ہوئے اور بیعت کی؛ اور پھر عام لوگوں نے بیعت کی“۔[تاریخ الطبری ۳/ ۴۵۰]

❶۔[الغارات للثقفی ۱/ ۳۰۲۔۳۰۷؛ منار الهدى لعلی البحرانی ۳۷۳؛ ناسخ التواریخ ۳/ ۵۳۲۔]

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۱۷۔ ابو بشیر عابدی سے روایت ہے؛ کہا ہے: ''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تو میں مدینہ میں تھا۔ مہاجرین و انصار جمع ہوئے؛ ان میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے؛ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ اور کہنے لگے: اے ابوالحسن! ہاتھ آگے بڑھایئے! ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں''۔ تو آپ نے فرمایا: ''تمہاری اس حکمرانی کی مجھے کوئی ضرورت نہیں؛ تم جس کو بھی منتخب کرو گے میں تمہارے ساتھ اس پر راضی رہوں گا۔ جاؤ کسی کو چن لو''۔

تو کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! ہم آپ کے علاوہ کسی کا انتخاب نہیں کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کئی بار آپ کے پاس آتے جاتے رہے۔ پھر آخر میں آئے اور آپ سے کہنے لگے: ''بیشک امارت کے بغیر لوگوں کی اصلاح ممکن نہیں؛ اور یہ معاملہ طول پکڑ گیا ہے''۔ تو آپ نے ان سے کہا: ''تم میرے پاس کئی بار آئے؛ اور اب بھی آئے ہو تو میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں؛ اگر تم اسے مان لو گے تو میں تمہاری بات مان لوں گا۔ ورنہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو وہ کہنے لگے: ''آپ جو بھی کہیں گے وہ ہمیں منظور ہے؛ ان شاء اللہ۔

تو آپ تشریف لائے؛ منبر پر چڑھے؛ لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: ''میں تمہارے اوپر حکومت کو ناپسند کرتا تھا؛ مگر آپ لوگ یہی چاہتے ہو کہ میں تمہارا حاکم بنوں؛ آگاہ رہو میرا کوئی کام تمہارے بغیر ممکن نہیں؛ سوائے اس کے کہ تمہارے اموال کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور میں اس میں سے تمہارے بغیر ایک درہم بھی لینے والا نہیں۔ کیا تم اس پر راضی ہو؟ کہنے لگے: جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ان پر گواہ رہنا'' ۔ پھر اس بات پر انہوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ ابو بشیر کہتے ہیں: میں اس دن منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا سن رہا تھا جو کچھ آپ کہہ رہے تھے''۔ [تاریخ الطبری ۳/ ۴۵۰]

۱۸۔ سالم بن ابی جعد نے محمد بن حنفیہ سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: ''میں اس وقت اپنے والد کے ساتھ جا رہا تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے۔ حتی کہ آپ ان کے گھر میں داخل ہوئے؛ تو آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب تشریف لائے؛ اور کہنے لگے: ''یہ خلیفہ تو قتل ہو گئے؛ اب مسلمانوں کے لیے ایک امام کا ہونا بہت ضروری ہے''۔ آپ نے فرمایا: ''کیا شوری نہیں ہو سکتی''؟۔ تو کہنے لگے: ''نہیں ہم آپ پر راضی ہیں''۔ تو آپ نے فرمایا: ''پھر مسجد میں چلو؛ یہ معاملہ لوگوں کی رضا مندی سے طے ہوگا''۔ تو آپ مسجد کی طرف نکلے؛ جن لوگوں نے آپ کی بیعت کرنا تھی؛ انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ اور چند ایک انصار کے علاوہ باقی سبھی نے آپ کی بیعت کر لی''۔ [تاریخ الطبری ۳/ ۵۲۰]

۱۹۔ حضرت عوف سے روایت ہے؛ فرمایا: ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں؛ میں نے محمد بن سیرین سے سنا؛ آپ فرما رہے تھے: ''بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے؛ اور فرمایا: ''اے طلحہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں آپ کی بیعت کرتا ہوں؛ تو انہوں نے کہا: ''بلکہ آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں؛ اور آپ امیر المومنین ہیں؛ اپنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ بڑھایئے۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور انہوں نے آپ کی بیعت کر لی''۔[الطبری ۲/ ۷۰۰]

۲۰۔حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے؛وہ فرماتے ہیں:''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے؛ اس وقت آپ مدینہ کے بازار میں تھے۔ کہنے لگے: اپنا ہاتھ بڑھایئے؛ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں''۔تو آپ نے فرمایا؛ ایسا نہ کرو۔ بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مبارک انسان تھے؛ انہوں نے شوریٰ کی وصیت فرمائی تھی؛ آپ لوگوں کو مہلت دو حتی کہ وہ جمع ہوکر مشورہ کر لیں۔

جب لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس پلٹے؛ تو ایک دوسرے سے کہنے لگے:''اگر لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ایسے ہی اپنے شہروں کو لوٹ گئے؛ تو دوبارہ یہ نظام کبھی قائم نہ ہوسکے گا۔اور ہم لوگوں کے اختلاف اور امت کے فساد سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ پھر وہ لوگ پلٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے: اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑلیا؛ تو انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔اور فرمایا:'' کیا تین کے بعد؟۔آگاہ رہو اللہ کی قسم !اگر میں یہ معاملہ یونہی چھوڑ دوں گا؛ تو ایک وقت تمہاری یہ دونوں آنکھیں ضرور پھوڑ دی جائیں گی۔تو اہل کوفہ اور دیگر عوام الناس نے آپ کی بیعت کر لی۔ کہتے ہیں: سب سے پہلے اشتر نے آپ کی بیعت کی''۔[الطبری ۳/ ۴۵۵]

۲۱۔ سیف نے محمد اور طلحہ سے روایت کیا ہے؛ وہ دونوں حضرات کہتے ہیں:''وہ ان سے کہنے لگے: اے اہل مدینہ تم اپنے متعلق فیصلہ کرو؛ بیشک ہم آپ کو دو دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم !اگر تم اس سے فارغ نہ ہوئے تو کل ہم علی؛ طلحہ زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین اور دیگر بہت سارے لوگوں کو قتل کر دیں گے۔تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا؛ اور کہنے لگے:'' آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر جو مصیبت آن پڑی ہے؛ اور جس آزمائش میں اہل قرابت مبتلا ہیں؛ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' مجھے رہنے دو؛ کسی دوسرے کو تلاش کرو۔کیونکہ ہم ایسے معاملے کی طرف جا رہے ہیں جس کے کئی چہرے اور رنگ ہیں۔جس میں دل کو قرار نہیں؛ اور نہ ہی عقول کو ثبات ہے۔تو کہنے لگے:''ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دیتے ہیں؛ کیا آپ وہ نہیں دیکھ رہے جو ہم دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ اسلام کو نہیں دیکھ رہے؟ کیا آپ فتنہ کو نہیں دیکھ رہے؟۔کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے؟۔تو آپ فرمانے لگے: میں نے وہ جواب تمہیں دیدیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔اور جان لو کہ اگر میں تمہاری بات مان لوں؛ اور اس پر تمہیں لیکر سوار ہو جاؤں؛ تو مجھے پتہ نہیں کہ کیا ہوگا؟۔اور اگر تم لوگ مجھے چھوڑ دو تو میں بھی تمہارے ایک آدمی کی طرح ہوں گا؛ بلکہ جس کو تم اپنا والی بناؤ گے میں سب سے بڑھ کر اس کا اطاعت گزار اور بات سننے والا ہوں گا''۔

پھر لوگ اگلے دن کا وعدہ کر کے متفرق ہوگئے۔لوگ آپس میں مشورے کرنے لگے۔کہا کہ:اگر طلحہ اور زبیر بھی اس میں داخل ہو جائیں تو معاملہ استقامت پر آجائے گا۔پس اہل بصرہ نے ایک بصری آدمی حکیم بن جبلہ عبدی دیگر چند افراد کے ساتھ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا؛ اور اسے کہا:'' دیکھنا؛ ان کی مخالفت سے بچ کر رہنا۔ وہ آپ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلواروں کے سامنے رکھ کر چلاتے ہوئے لے آئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف اہل کوفہ نے ایک کوفی بھیجا؛؛ اور اسے کہا: ''دیکھنا: ان کی مخالفت سے بچ کر رہنا۔ یہ کوفی اشتر تھا؛ اور اس کے ساتھ چند لوگ تھے؛ وہ آپ کو تلواروں کے سامنے رکھ کر چلاتے ہوئے لے آئے۔

اہل بصرہ اور اہل کوفہ اپنے ساتھیوں سے نالاں تھے؛ جب کہ اہل مصر اہل مدینہ کے اجتماع پر خوش تھے۔ اہل کوفہ اور اہل بصرہ کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں وہ بھی اہل مصر کے تابع نہ ہو جائیں؛ اس لیے حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما پر ان کا غیض وغضب بڑھ گیا۔

جب جمعہ کے دن صبح ہوئی تو لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف اور منبر پر چڑھے؛ اور فرمایا: ''اے لوگو! میں تمہارے مجمع میں اور تمہاری اجازت سے بات کر رہا ہوں۔ بیشک تمہارا یہ جو معاملہ ہے اس میں کسی ایک کا بھی حق نہیں سوائے اس کے جس کے سپرد تم خود یہ معاملہ کر دو۔ اور یقیناً کل ہم جدا ہو گئے۔ اور اگر آپ چاہتے ہو تو میں یہاں بیٹھ جاتا ہوں؛ وگرنہ میرا کسی پر کوئی اختیار نہیں''۔ کہنے لگے: ''ہم اسی چیز پر قائم ہیں جس پر کل جدا ہوئے تھے۔ لوگ حضرت طلحہ کو لے آئے۔ اور کہنے لگے: بیعت کرو۔ تو آپ نے فرمایا: ''بیشک مجھ سے زبردستی بیعت لی جا رہی ہے۔ اور آپ نے بیعت کر لی۔ آپ کے ہاتھ میں پہلے سے فالج تھا''۔ [مرجع سابق ۲/۷۰۰]

ھ: اس امتناع پر شیعہ کتب سے روایات کی مثالیں:

۲۲۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے؛ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے رہنے دو؛ میرے علاوہ کسی دوسرے کو تلاش کرو۔ کیونکہ ہم ایسے معاملے کی طرف جا رہے ہیں جس کے کئی چہرے اور رنگ ہیں۔ جس میں دل کو قرار نہیں؛ اور نہ ہی عقول کو ثبات ہے۔...... حتی کہ آپ نے فرمایا......: ''اور اگر تم لوگ مجھے چھوڑ دو تو میں بھی تمہارے ایک آدمی کی طرح ہوں گا؛ بلکہ جس کو تم اپنا والی بناؤ گے میں سب سے بڑھ کر اس کا اطاعت گزار اور بات سننے والا ہوں گا۔ میں تمہارے لیے ایک وزیر بن کر رہوں یہ اس سے بہتر ہے کہ میں تمہارے اوپر ایک امیر بن کر رہوں''۔ [نهج البلاغه ص ۱۷۸ ؛ شرح محمد عبده]

۲۳۔ آپ کی طرف یہ بھی منسوب ہے کہ آپ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا:
''اللہ کی قسم! مجھے اس خلافت میں کوئی رغبت نہیں تھی۔ اور نہ ہی اس ولایت میں کوئی دلچسپی تھی۔ لیکن تم لوگوں نے ہی مجھے اس کی دعوت دی اور تم نے ہی اس کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی''۔ [مرجع سابق ص ۳۹۷]

۲۴۔ آپ کی طرف یہ بھی منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم نے میرا ہاتھ پھیلایا؛ میں نے اسے روک دیا؛ تم نے اسے آگے کیا؛ میں نے پیچھے کھینچ لیا؛ پھر تم مجھ پر ایسے ٹوٹ پڑے جیسے پیاسے اونٹ پانی کے حوض پر ٹوٹ پڑتے ہیں''۔
[المرجع السابق ص ۴۳۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا:

۲۵۔ عبداللہ بن سبع سے روایت ہے؛ کہا ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے خطاب کیا؛ اور فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا؛ اور جان کو پیدا کیا؛ یقیناً یہ ضرور بالضرور اس سے رنگین ہوگی''۔ (مراد داڑھی کے بالوں کا سر کے خون سے رنگین ہونا تھا)۔ ایک آدمی نے کہا: ''اللہ کی قسم جو کوئی ایسا کرے گا؛ ہم اس کی نسلیں ختم کر دیں گے''۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں؛ یا اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ میرے قتل کے بدلہ میں قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے''۔ تو ایک آدمی نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے؟۔ تو آپ نے فرمایا: ''نہیں؛ لیکن میں تمہیں ایسے ہی چھوڑ کر جاؤں گا جیسے تمہیں رسول اللہ ﷺ چھوڑ کر گئے تھے''۔ تو لوگ کہنے لگے: جب آپ اللہ سے ملیں گے تو کیا کہیں گے؟۔ فرمایا: ''میں کہوں گا: ''اے اللہ! جب تک تو نے چاہا مجھے ان میں رکھ چھوڑا؛ اور پھر تو نے مجھے موت دیدی تو میں تجھے ان میں چھوڑ کر چلا آیا۔ اگر تو چاہے تو ان کی اصلاح کر دے اور اگر چاہے تو انہیں خراب کر دے''[1]۔

ابن عساکر نے یہ روایت متعدد الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔[تاریخ دمشق ۴۲/ ۵۳۸-۵۴۶]

۲۶۔ حضرت شقیق سے مروی ہے؛ فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا جو میں تم پر کسی کو خلیفہ بناؤں۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بھلائی کا ارادہ کریں گے تو انہیں ان میں سے بہترین انسان پر ایسے جمع کر دیں گے جیسے اپنے نبی کے بعد بہترین انسان پر جمع کر دیا تھا''[2]۔

۲۷۔ ثعلبہ بن یزید حمانی سے روایت ہے؛ کہا ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا؛ اور جان کو پیدا کیا؛ یقیناً یہ ضرور بالضرور اس سے رنگین ہوگی' وہ بدبخت کتنا محبوس ہوگا؟۔ (مراد داڑھی کے بالوں کا سر کے خون سے رنگین ہونا تھا)۔ تو عبداللہ بن سبع نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم جو کوئی ایسا کرے گا؛ ہم اس کی نسلیں ختم کر دیں گے''۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ میرے قتل کے بدلہ میں قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے''۔ تو لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے؟۔ تو آپ نے فرمایا: ''نہیں؛ لیکن میں تمہیں ایسے ہی چھوڑ کر جاؤں گا جیسے تمہیں رسول اللہ ﷺ چھوڑ کر گئے تھے''۔ تو لوگ کہنے لگے: جب آپ اللہ کے پاس جائیں گے تو کیا کہیں گے؟ ہمیں یونہی بیکار چھوڑ دیا۔ تو آپ نے فرمایا: ''میں کہوں گا: ''اے اللہ! جب تک تو نے چاہا مجھے ان میں رکھ چھوڑا؛ اور پھر تو نے مجھے موت دیدی

[1] ۔[مسند أحمد ۲/ ۲٤۲؛ برقم ۱۰۷۸؛ وقال أحمد شاکر إسناده صحيح والحديث في مجمع الزوائد ۹/ ۱۳۷؛ وقال الهيثمي رواه أحمد و ابو يعلى ۱/ ۲۸٤؛ و رجاله رجال الصحيح ۔

[2] ۔[رواه البزار وقال: ولا يروى هذا الحديث عن شقيق عن علي إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد مسند البزار ۱/ ۳٥٤؛ تاريخ دمشق ۳۰/ ۲۸۹]

www.KitaboSunnat.com

تو میں تجھے ان میں چھوڑ کر چلا آیا''۔[البزار ۱/ ۴۹۳]

۲۸۔ حضرت ابو وائل سے مروی ہے؛ فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا جو میں تم پر کسی کو خلیفہ بناؤں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بھلائی کا ارادہ کریں گے تو انہیں ان میں سے بہترین انسان پر ایسے جمع کر دیں گے جیسے اپنے نبی کے بعد بہترین انسان پر جمع کر دیا تھا''❶۔

۲۹۔ حضرت صعصعہ بن صوحان سے مروی ہے؛ فرمایا: ''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم نے زخمی کر دیا تو ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ ہم پر کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں ؛لیکن میں تمہیں ایسے چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چھوڑا تھا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ؛ اور عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ہم پر کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں ؛ لیکن اگر اللہ تعالیٰ تم لوگوں میں کسی خیر و بھلائی کو جانتے ہوں گے تو وہ تم میں سے بہترین انسان کو تم پر حکمران بنا دیں گے'' پس اللہ تعالیٰ کو ہمارے اندر خیر و بھلائی کا علم تھا اس نے ہم پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکمران بنا دیا''۔[تاریخ دمشق ۳۰/۲۸۹]

۳۰۔ حضرت ابو وائل سے مروی ہے؛ فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا جو میں تم پر کسی کو خلیفہ بناؤں''۔[تاریخ دمشق ۳۰/۲۸۹]

۳۱۔ سالم بن ابی جعد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ؛ آپ نے فرمایا: ''کیا وہ بدبخت ترین نہیں آیا؛ یقیناً یہ ضرور بالضرور اس سے رنگین ہوگی''۔ (مراد داڑھی کے بالوں کا سر کے خون سے رنگین ہونا تھا)۔ کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں ؛لیکن میں تمہیں اس کے سپرد کروں گا جس کے سپرد تمہیں رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا''۔[تاریخ دمشق ۳۰/۲۸۹]

۳۲۔ جندب بن عبداللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! ہم آپ سے محروم ہو جائیں گے- اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو- تو کیا ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں؟۔ تو آپ نے فرمایا: ''میں نہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں ؛ اور نہ ہی اس سے منع کرتا ہوں ؛ تم اپنے معاملہ کے زیادہ جانکار ہو۔ تو آپ نے اس کی بات کو ویسے ہی واپس لوٹا دیا''۔[تاریخ طبری ۴/۱۱۲]

شیعہ مؤرخ علی بن الحسین المسعودی (۳۴۶ھ) نے اس کی تائید کی ہے۔ یہ روایات اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کے ضمن میں نقل کی ہیں۔ وہ کہتا ہے:

''آپ کے پاس کچھ لوگ گئے اور سوال کرنے لگے؛ اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! ہم آپ سے محروم ہو جائیں گے- اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو- تو کیا ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں؟۔ تو آپ نے فرمایا:

❶۔[هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه و قال الذهبي "صحيح"۔ المستدرك ۳/ ۸۴؛]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

:'' میں نہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں ؛ اور نہ ہی اس سے منع کرتا ہوں' تم اپنے معاملہ کے زیادہ جانکار ہو۔ پھر آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا؛ اور ان سے کہا:'' میں تمہیں صرف ایک اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں؛ تم دنیا کے پیچھے نہ پڑنا اگر چہ یہ تمہاری چاہت میں بھی ہو۔اور دنیا کی کسی چیز پر کبھی افسوس نہ کرنا؛ حق بات کہتے رہنا؛ اور یتیموں پر رحم کرنا؛ اور کمزور کی مدد کرنا۔ظالم سے جھگڑنا اور مظلوم کے مددگار بننا۔ اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا''۔پھر آپ نے ابن حنفیہ کی طرف دیکھا؛ اور اس سے پوچھا:'' کیا تم نے سن لیا جو میں نے تمہارے بھائیوں کو وصیت کی؟ تو اس نے کہا: جی ہاں۔تو آپ نے فرمایا:'' میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ اور تمہیں اپنے بھائیوں کی عزت وتوقیر اور ان کا حکم ماننے کی وصیت کرتا ہوں۔ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ پھر ان دونوں سے فرمایا:'' میں تمہیں اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں ۔ بیشک یہ تمہاری تلوار ہے؛ اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔اس کی عزت کرنا اور اس کے حق کو پہچاننا۔تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا:'' اے امیر المؤمنین ! کیا آپ کوئی عہد نہیں لیں گے؟۔تو آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ میں انہیں ایسے چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔کسی نے کہا کہ:'' جب آپ اللہ کے پاس جائیں گے تو کیا کہیں گے؟ تو آپ نے فرمایا:'' میں کہوں گا:'' اے اللہ! جب تک تو نے چاہا مجھے ان میں رکھ چھوڑا؛ اور پھر تو نے مجھے موت دیدی تو میں تجھے ان میں چھوڑ کر چلا آیا۔ اگر تو چاہے تو ان کی اصلاح کردے اور اگر چاہے تو انہیں خراب کردے''۔[مروج الذهب ١/ ٣٤١]

وقفہ: مسئلہ امامت اور من گھڑت روایات کی اشاعت پر ایک نظر:

امامت سے متعلق ان میسر روایات کو پیش کرنے کے بعد ہم تھوڑی دیر کے لیے ان کا ایک اجمالی جائزہ لیتے ہیں تاکہ عقلی دلائل کی روشنی میں وصیت کا دعوی باطل ثابت ہو سکے۔ جہاں تک تفصیلی روایات کے دلائل کا تعلق ہے؛ تو ان کے لیے ایک وسیع بحث کی ضرورت ہے جس میں دعوی امامت کو باطل ثابت کیا جائے۔ یہاں پر ہم ان اجمالی وقفات اور ملاحظات کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ بخاری کی روایت اس امر کی تاکید وتائید کرتی ہے جو بحث حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے مابین ہوئی ؛ ان دونوں حضرات کو ایسی کسی وصیت کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ اگر انہیں امامت یا وصیت کسی بھی چیز کے بارے میں کوئی علم ہوتا تو پھر ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔

۲۔ روایات کی اتنی بڑی تعداد؛ جو کہ تیس سے زیادہ ہیں ؛ یہ سب امامت کی نفی کرتی ہیں۔اور آگے چل کر مزید بیسیوں روایات آئیں گی جن میں اسی نہج پر بقیہ افواہوں سے متعلق نفی کی گئی ہے؛ اور ان کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان سے پہلے ان کے برادر خلفاء کا موقف بیان کیا گیا ہے۔جن سے دعوائے امامت کو اس کی بنیادوں سے اکھیڑ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھینک دیا گیا ہے۔

۳۔ چوتھی روایت (اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے کوئی عہد لیا ہوتا تو میں اسے ضرور پورا کرتا'' اور چھٹی روایت: (اگر میرے پاس نبی کریم ﷺ کی طرف سے کوئی عہد ہوتا تو میں بنو تیم بن مرہ اور عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما کو کبھی نہ چھوڑتا کہ وہ آپ ﷺ کے منبر پر کھڑے ہوتے۔ اور اگر میرے پاس میرے اس بردے کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوتا تب بھی میں اپنے ہاتھوں سے ان سے جنگ لڑتا) یہ کلام اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کر رہا ہے؛ اس میں آپ اپنی ذات سے بزدلی یا کمزوری یا اللہ اور اس کے رسول کے عہد سے۔ اگر کوئی ایسا عہد ہوتا تو۔ پہلوتہی برتنے سے برأت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ کہ بیشک آپ کے لیے گنجائش ہی باقی نہ رہتی کہ آپ اس سے کنارہ کش ہو جاتے اور دوسرے آپ کا حق غصب کر لیتے۔

اور یہی چیز آپ کی شان کے لائق تھی۔ اور آپ کی بہادری اور فی سبیل اللہ قربانیوں کے واقعات اس کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نبوت کی وراثت امامت کے لیے منتخب کرتے مگر آپ اس سے عاجز آجاتے اور اس کا اعلان نہ کرتے۔ اور نہ ہی اس سلسلہ میں جھگڑنے والوں سے جھگڑا کرتے۔ بلکہ کسی سے بھی نہ لڑتے حتی کہ اللہ تعالیٰ حق کو سچا اور باطل کو جھوٹا ثابت کر دے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم سے جہاد کیا؛ حتی کہ اللہ کا دین غالب ہوا اور اس کا پرچم سربلند ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی اسی چیز کا اقرار کر رہے ہیں جو کہ عقل کے ساتھ بھی موافقت رکھتی ہے۔ اور علمائے اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اسی چیز کا اظہار کرتے آئے ہیں؛ جیسا کہ آگے آئے گا۔ حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب فرماتے ہیں: ''اگر معاملہ ایسے ہی ہوتا جیسے تم کہہ رہے ہو؛ کہ بیشک اللہ اور اس کے رسول نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ولایت کے لیے منتخب کیا ہے کہ آپ لوگوں پر حاکم ہوں؛ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے بڑے خطا کار اور مجرم ٹھہرے۔ کیونکہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو چھوڑ دیا کہ آپ لوگوں میں ان کے احکام نافذ کریں؛ اور اس میں لوگوں کے ہاں اس کا عذر پیش کریں''۔

۴۔ ایک دوسری مضبوط عقلی دلیل بھی اس کی تائید کرتی ہے؛ جس سے کوئی راہ فرار نہیں؛ کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے مرض موت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نمازیں پڑھانے کے لیے امام مقرر کیا۔ یہ دینی امامت کا مقام تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی اس رغبت کی بہت بڑی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے۔ اگر آپ کا ارادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا ہوتا تو آپ انہیں حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ وگرنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آپ کسی دوسرے کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے؛ جبکہ آپ موجود تھے؛ اور آپ کا مقام و مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں مخفی نہیں تھا۔

❀ اس عظیم امام نے کتنی خوبصورت انصاف کی بات کہی ہے؛ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اعتراف کر رہے ہیں؛

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس میں دراصل رسول اللہ ﷺ کی بخشی ہوئی فضیلت پر اعتماد کیا گیا ہے؛ جنہوں نے آپ کو خلیفہ چنا؛ اور آپ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر فوقیت بخشی؛ ان میں سے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

❀ روایت نمبر ٦ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بیشک نبی کریم ﷺ اچانک فوت نہیں ہوئے؛ بلکہ آپ کی موت طبعی موت تھی؛ اور آپ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں؛ اور میں وہاں پر موجود تھا؛ اور آپ میرے مقام و مرتبہ سے آگاہ تھے؛ اور مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر اس کے بعد میں کیسے یہ گمان کر لوں کہ آپ نے میرے لیے امامت کی وصیت کی ہے۔ یہ ایسی عقلی دلیل ہے جس میں نہ ہی تأویل کا احتمال ہے اور نہ ہی اسے باطل کہا جاسکتا ہے۔

۵۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک ایسے مشاہدہ کا اقرار کر رہے ہیں جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ وہ یہ کہ بیشک آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی؛ اور اطاعت گزاری اور مشورہ میں ان کا حق ادا کیا۔ پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی؛ اور اطاعت گزاری اور مشورہ میں ان کا حق ادا کیا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی؛ اور اطاعت گزاری اور مشورہ میں ان کا حق ادا کیا۔ یہ ایسی بات ہے جس کا انکار کوئی بھی نہیں کرسکتا۔

❀ یہ سب کچھ تقریباً پچیس سال کا عرصہ کیسے کرسکتے ہیں؛ اور وہ بھی ان اشخاص کے ساتھ جن کے متعلق یہ افواہیں پھیلانے والے کا گمان ہے کہ انہوں نے امامت غصب کی؛ اور ان کا حق چھین لیا۔ اور اس کی ساتھ ہی خود صاحب حق ان سے کوئی جھگڑا نہیں کرتا؛ بلکہ ان کی بیعت کرتا ہے؛ اور ان کے ساتھ زندگی گزارتا ہے؛ اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتا ہے؛ اور انہیں مشورے دیتا ہے؛ اور ان کے سامنے فیصلے کرتا ہے۔

بلاشبہ عقل ایسی باتوں کو تسلیم نہیں کرسکتی کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی وصیت ہو؛ مگر پھر بھی آپ دیکھیں کہ وہ اتنی لمبی مدت تک اس حال میں رہیں۔

٦۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کی جگہ پر کھڑے ہوں جس جگہ پر بیس سال سے زیادہ کا عرصہ کوئی کھڑا نہیں ہوا؛ اور مدینہ کی ساری زندگی جو کہ تقریباً دس سال کا عرصہ ہے؛ پس آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اس مقام پر کھڑے ہوں اور مسلمانوں کی سب سے عظیم عبادت میں لوگوں کی امامت کرائیں۔

یہ آپ کے استخلاف اور آپ ﷺ کی ان سے رضا مندی اور امت پر آپ کے نائب ہونے کی دلیل ہے۔

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کے پاس نبی کریم ﷺ کی طرف سے امامت کے متعلق کوئی عہد نہیں ہے ۔ بلکہ آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے اس کے زیادہ حق دار ہیں۔

لیکن امت نے ایک دوسرے انسان کی بیعت کرلی؛ اور ان کی بیعت پر اس سے استدلال کیا کہ آپ ﷺ ان کے لوگوں کو نمازیں پڑھانے پر راضی رہے ہیں۔ اسی لیے نماز کی امامت اور امت کی امامت کو آپس میں مربوط کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کے اس انتخاب پر راضی رہے؛ اور کسی سے کوئی جھگڑا نہیں کیا۔

اس آخری معنی کا طرف شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ الموسوی نے بھی اشارہ کیا ہے؛ اس نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ چاہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے بعد امام ہوں؛ مگر اللہ کی طرف سے کوئی ایسا حکم نہیں تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:'' حضرت امام علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:'' اس معاملہ میں آسمانوں سے کوئی نص موجود نہیں''۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحابہ اور معاصرین بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ اور یہ اعتقاد غیبت کبری کے دور تک چلتا رہا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب شیعہ کے عقائد سر سے ایڑی تک بالکل بدل گئے۔

اور دوسری جگہ اس نے کہا ہے:'' بیشک اس بات میں بہت بڑا فرق ہے کہ امام علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خلافت کے دوسروں سے زیادہ حق دار ہیں؛ لیکن مسلمانوں نے کسی اور کو منتخب کر لیا؛ اور اس بات میں کہ خلافت اللہ کی طرف سے ان کا حق ہے؛ مگر لوگوں نے یہ حق غصب کر لیا''۔ اور اب ہم سنتے ہیں کہ حضرت امام علی رضی اللہ عنہ اس معاملہ کے بارے میں خود پوری وضاحت و صراحت کے ساتھ کیا کہتے ہیں؛ آپ کے مؤقف سے دوسرے خلفاء کے انتخاب کا شرعی جواز اور آسمان سے امامت کی نص کا عدم وجود ثابت ہوتا ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

'' بیشک میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے؛ جنہوں نے اسی چیز پر حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی بیعت کی تھی؛ کسی موجود کے لیے کوئی دوسرا اختیار باقی نہیں؛ اور نہ ہی کوئی غائب اس کو رد کر سکتا ہے۔ اور بے شک شوری مہاجرین و انصار کے مابین ہے اگر وہ ایک آدمی پر جمع ہو جائیں اور اسے امام کا نام دیں؛ تو اسی میں اللہ کی رضا مندی ہے۔ اگر کوئی انسان کسی طعن یا بدعت کی وجہ سے ان سے خروج اختیار کرے؛ تو اسے اس چیز کی طرف واپس لایا جائے گا جس سے اس نے خروج کیا ہے۔ اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرو کیونکہ اس نے اہل ایمان کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی ہے''۔ [نہج البلاغہ ۳/ ۷]

موسوی صاحب کا یہ کہنا کہ:'' آپ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں'' یہ ایسا کلام ہے جس پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ بلکہ یہ اس گروہ کے علماء کے اوہام میں سے ایک وہم ہے جو کسی بھی طرح وصی ہونے کے وہم سے کم نہیں ہے۔ لیکن اس کا خطرہ پہلے کلام سے کم ہے۔ اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو قول پیش کیا ہے؛ اس کی کوئی گواہی نہیں ملتی۔ جبکہ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی کوئی طمع نہیں تھی؛ نہ وہ اس کے طلب گار تھے۔ اور اس بارے میں آپ کے پاس کوئی چیز ثابت نہیں تھی۔ جو چیز آپ سے منقول ہے؛ وہ یہ ہے کہ آپ کا یہ اعتقاد تھا کہ خلیفہ متعین کرنے کے لیے مشارکت میں آپ کا حق تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ آپ اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے ہوں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی گفتگو میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'' ہم آپ کی فضیلت اور اللہ کے عطا کردہ انعامات کو بخوبی جانتے ہیں نیز ہمیں اس بھلائی میں [یعنی خلافت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں] جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے کوئی حسد نہیں ؛لیکن آپ نے اس امر خلافت میں ہم پر زیادتی کی ہے؛ حالانکہ قرابت رسول کی بنا پر ہم سمجھتے تھے کہ یہ خلافت ہمارا حصہ ہے''۔یعنی ہماری رائے بھی اس میں شامل ہونی چاہیے تھی''۔[البخاری ۴۲۴۰]

۸۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تمام صحابہ آپ کے پاس تشریف لائے تاکہ آپ کی بیعت کریں ؛اور آپ نے اس سے منع کر دیا؛ اور فرمایا:'' مجھے رہنے دو؛ میرے علاوہ کسی دوسرے کو تلاش کرو'' اور آپ نے ارادہ کیا تھا کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلیں ؛اور آپ نے یہ بھی فرمایا:''میرا تمہارا وزیر بن کر رہنا تمہارا امیر بننے سے بہتر ہے'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ خلافت کا زیادہ حق دار ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ بیعت کو قبول کرنے سے کبھی پیچھے نہ ہٹتے۔ بلکہ آپ ضرور یہ فرماتے:'' بیشک مجھے بیعت کی ضرورت ہے؛ کیونکہ یہ میرا حق ہے؛ جو مجھ سے چھین لیا گیا تھا؛ اب یہ حق مجھے مل رہا ہے۔لیکن آپ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ۔تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ وصیت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

۹۔ آپ کا اپنے بعد کسی کو خلیفہ متعین نہ کرنا: اور پھر اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استدلال کرنا یہ سب سے بڑی واضح دلیل ہے کہ آپ کے حق میں یا اہل بیت کے حق میں خلافت کی کوئی نص موجود نہیں تھی۔ بیشک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی ان کے والد کی طرف سے کوئی وصیت نہیں تھی ۔اگر ایسی نص موجود ہوتی اور حضرت حسن کا یہ عقیدہ ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ امام ہیں ؛تو آپ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں تنازل اختیار کرنا کبھی جائز نہ ہوتا۔اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے حق میں کوئی وصیت کی ہوتی تو ان کی موت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کئی گروہوں میں تقسیم نہ ہو جاتے''۔

۱۰۔ اہل سنت کے مصادر میں وارد دلائل میں مقارنہ کرنے سے ؛خصوصاً روایت نمبر ۲۲؛ ۲۳؛ ۲۴ ؛اور جو کچھ شیعہ مصادر کی روایت نمبر ۲۱ میں وارد ہوا ہے کہ آپ بیعت لینے سے رک گئے تھے؛اس سے شیعہ روایات کا اہل سنت کی کتب پر اعتماد اور ان سے روایات کے قبول ؛اور ان میں تصرف ؛اور ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ یا دیگر اہل بیت کی طرف نسبت کی اہمیت و قیمت واضح ہوتی ہے۔

بلاشک وشبہ تاریخ طبری کی تألیف نہج البلاغہ سے پہلے ہوئی ہے ۔امام طبری کی وفات ۳۱۰ ہجری میں ہوئی ہے ؛جب کہ شریف رضی نہج البلاغہ کے مؤلف کی وفات ۴۰۶ ہجری میں ہوئی ہے۔مگر اس نے جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے؛ اس کا مرجع بیان نہیں کیا۔

[اس کے لیے مزید دیکھیں: مؤلف کی کتاب'' حوار ہادی'' اس میں انہوں نے کئی مثالیں ذکر کی ہیں۔]

□

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری من گھڑت خبر: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خاص علم

اس پہلی من گھڑت خبر کے ساتھ ایک دوسری حکایت بھی ملی ہوئی تھی؛ جس کے مطابق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ خاص علوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیے ہیں؛ خصوصاً علوم شریعت۔ اس کی وجہ امت کو اپنے نبی کریم ﷺ سے دور کرنا تھا؛ اور ان کی جگہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لا کھڑا کرنا تھا۔

پس وہ نبوی علوم جو نبی کریم ﷺ نے ساری زندگی پھیلائے؛ اور انہیں تمام لوگوں کے سامنے ظاہر کیا؛ ان کی کوئی ضرورت نہیں؛ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس وہ علوم ہیں جو ان کے قائم مقام ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظریہ کے حامل لوگوں کے ہاں سے سنت نبویہ کو بالکل ہی ختم کردیا گیا؛ یہ لوگ ایک حدیث کا سہارا لیتے ہیں جو کہ اصل میں صحیح نہیں ہے۔ اس روایت میں ہے: ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں؛ تم اس کے بعد کبھی بھی گمراہ نہ ہوں گے؛ اللہ کی کتاب اور میری عترت''[1]۔

---

[1] ۔[رواہ الترمذی ٥/ ٦٦٢ ؛ اس حدیث کی سند میں زید بن الحسن انماطی ہے؛ ابوحاتم نے اس کے متعلق کہا ہے: ''اس کا تعلق کوفہ سے ہے؛ بغداد آیا تھا؛ منکر الحدیث ہے۔ اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ترمذی نے کتاب الحج میں اس سے ایک روایت نقل کی ہے۔ دیکھو: تہذیب الکمال ۱۰/ ۵۰۔ اس راوی کی یہ روایت اس صحیح روایت کے خلاف ہے جو امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کی ہے۔ اس میں ہے آپ نے فرمایا: ((اَمَّا بَعْدُ: اَلَا اَیُّهَا النَّاسُ! فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوشِكُ اَنْ یَّاْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِیبَ، وَاَنَا تَارِكٌ فِیكُمْ ثَقَلَیْنِ: اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِیهِ الْهُدٰی وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ، فَحَثَّ عَلَی كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِیهِ، ثُمَّ قَالَ: وَاَهْلُ بَیْتِي، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي اَهْلِ بَیْتِي، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي اَهْلِ بَیْتِي، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي اَهْلِ بَیْتِي.)) صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل علي رضي الله عنه، ح: ٢٤٠٨. ''اے لوگو! میں ایک انسان ہوں، بہت ممکن ہے کہ میرے رب تعالیٰ کی طرف سے بلانے والا میرے پاس آجائے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔'' پھر آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف رغبت دلائی۔ پھر آپ نے فرمایا: ''دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کی بابت اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کی بابت اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔'' یہ حدیث ایک ہی ہے؛ اور حج کا موقف بھی ایک ہے؛ اور الفاظ میں اختلاف ہے؛ اس صورت میں صحیح روایت کے الفاظ کو ترجیح دی جائے گی۔ پس لفظ عترت کے راوی زید بن حسن انماطی سے صرف ایک حدیث مروی ہے اور یہ راوی اہل علم کے ہاں غیر معروف بھی ہے۔ تو پھر اسے ائمہ حدیث پر تقدیم کیسے دی جاسکتی ہے؟۔ پھر لفظ ''عترت'' آپ کی ارشاد فرمودہ حدیث اور اس سنت و عمل کو مکمل طور پر بے عمل کردیتا ہے جس کی تبلیغ آپ نے تمام زندگی فرمائی۔ یہ اس راوی کی اس لفظ سے متعلق غلطی کی سب سے بڑی اور واضح دلیل ہے۔ راویوں کا خطا کر جانا کوئی اچھوتی چیز نہیں؛ اس کا اندازہ تقابل احادیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ پھر یہ کہ عترت کا لفظ صلبی اولاد کے لیے بولا جاتا ہے؛ جب کہ حضرت علی آپ کی صلبی اولاد نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ اس اشکال کو ختم کرنے کے لیے سرگرداں رہے۔ جیسا کہ مجلسی نے ان سے ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: ''اگر یہ کہا جائے کہ تمہاری بعض ذکر کردہ روایات کے مطابق واجب ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی عترت میں سے نہ ہوں''۔[حاشیہ جاری ہے]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غالی شیعہ نے اس روایت کو غنیمت سمجھ کر اسے لوگوں میں پھیلانا شروع کردیا کہ دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس وہ تمام علوم شریعت موجود ہیں جو نبی کریم ﷺ نے خفیہ طور پر عطا کئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ان تمام دعووں کو جھٹلایا کرتے تھے۔ ذیل میں اس کی مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت ابو جحیفہ سے روایت ہے؛ کہتے ہیں کہ: ''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے پاس قرآن کریم کے سوا کچھ اور بھی وحی کے طور پر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ قسم ہے اللہ کی! جس نے دانے کو چیرا اور اس میں سے درخت نکالا؛ میں نہیں جانتا؛ سوائے اس فہم کے جو اللہ تعالیٰ فہم قرآن میں سے کسی کو مرحمت فرماتا ہے؛ اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے [اس کے سوا اور کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے] میں نے پوچھا صحیفہ میں کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''دیت اور قیدی کی رہائی اور یہ کہ کوئی مسلمان کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے''۔[البخاری ۲۸۸۲]

۲۔ ابراہیم تیمی سے روایت ہے؛ فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں کے سامنے اینٹ کے منبر پر خطبہ دیا، ان کے پاس تلوار تھی، جس سے ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا۔ اس کو انہوں نے کھولا تو اس میں اونٹ کی دیت کے احکام تھے، اس میں یہ بھی تھا، مدینہ کے عیر سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے۔ جس نے اس میں کوئی نئی بات پیدا کی [بدعت کی] تو اس پر اللہ کی اور تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کی نہ کوئی فرض عبادت اور نہ نفل عبادت مقبول ہوگی ''۔ اور اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ: ''مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے ان میں سے ایک آدمی یہ بھی کرسکتا ہے، جس نے کسی مسلمان کے عہد کو توڑا تو اس پر اللہ اور فرشتوں کی لعنت ہے اور اس کی نہ کوئی فرض عبادت مقبول ہوگی اور نہ نفل عبادت مقبول ہوگی''۔ اور اس میں یہ بھی تھا کہ: ''اور جس نے کسی قوم سے اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر موالات کیا تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ تو اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہوگی اور نہ کوئی نفل عبادت مقبول ہوگی''۔[البخاری ٦٨٧٠]

۳۔ حضرت ابوالطفیل فرماتے ہیں: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمیں اس چیز کی خبر دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو خفیہ طور پر بتائی ہے''۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[بقیہ حاشیہ:] اگر عترت سے مقصود اولاد اور پھر ان کی اولاد ہوتی ہے''؟۔ تو ہم کہتے ہیں: ''جو شیعہ اس طرف گئے ہیں؛ وہ کہتے ہیں: '' حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو اگرچہ یہ نام حقیقت میں شامل نہیں ہوتا؛ جیسا کہ آپ کو آنحضرت ﷺ کا بیٹا نہیں کہا جاسکتا۔ مگر آپ عترت کے والد اور ان کے سردار ہیں؛ اور ان سب سے بہتر ہیں۔ اور نام کے اس مستحق میں یہ حکم دلیل سے ثابت ہے؛ اس خبر میں مذکور نام کے شامل ہونے کی وجہ سے نہیں''۔[بحار الأنوار ۲۳/ ۱۵۷-۱۵۸] قارئین گرامی قدر! آپ خود اس جرأت کو ملاحظہ فرمائیں۔ کیسے کلام کی گردن موڑی جارہی ہے؛ تاکہ یہ ان کے عقیدہ کے موافق ہوجائے۔ گویا کہ نبی کریم ﷺ اپنی مراد بیان نہیں کرسکتے؛ اور آپ نے ایسی بات کردی جس پر شیعہ کو استدراک کی ضرورت پیش آئی۔ یہ آپ ﷺ پر تہمت ہے کہ آپ دین کو شافی و وافی بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتے جس سے جھگڑا ختم ہوجائے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو اس دین کو بیان کرنے کیلئے اپنا نمائندہ اور رسول بنایا ہے۔ اور ایسا نہیں ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ دین بیان کرنے کی ذمہ داری ایسے فرد پر ڈال دیں جس میں یہ صلاحیت ہی نہ ہو کہ وہ دین کو کھول کر بیان کرسکے۔ ہم کہتے ہیں: حاشا وکلا؛ نبی کریم ﷺ کسی کلام کو بیان نہ کرسکیں جو کہ مجلسی اور اس کے ساتھی بیان کرتے ہیں''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کوئی ایسی بات نہیں بتائی کہ جو دوسرے لوگوں سے چھپائی ہو لیکن میں نے سنا؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے: ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی تعظیم کے لئے ذبح کرے اور ایسے آدمی پر بھی اللہ کی لعنت ہو کہ جو کسی بدعتی آدمی کو ٹھکانہ دے اور ایسے آدمی پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ جو اپنے والدین پر لعنت کرتا ہو اور ایسے آدمی پر بھی اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے کہ جو آدمی زمین کے نشانات بدل ڈالے''۔[مسلم ٥٢٤٠ ؛ المسند ١/ ١٠٨]

۴۔ ایک دوسری روایت میں ہے: ''آپ اس پر غصہ ہوئے اور فرمانے لگے: ''نبی کریم ﷺ مجھے خفیہ طور پر کوئی بات نہیں بتایا کرتے تھے''۔[السنن الکبری ٦/ ٩٩ ؛ أبو یعلی ١/ ٤٥٠ ؛ ابو عوانة ١٥/ ٢٨٧]

۵۔ ابو جلاس سے روایت ہے؛ فرمایا: میں نے سنا حضرت علی رضی اللہ عنہ عبد اللہ الشیبانی سے فرمارہے تھے: ''تمہارے لیے ہلاکت ہو؛ اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے مجھے کوئی ایسی چیز نہیں بتائی جو لوگوں سے چھپائی ہو۔ میں نے یقیناً سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک قیامت سے پہلے تیس بڑے جھوٹے ہوں گے؛ میرا خیال ہے کہ تم بھی ان ہی میں سے ایک ہو''۔[تاریخ دمشق ٢٩/ ٩]

٦۔ عبید اللہ بن عدی بن خیار- بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک فرد- سے روایت ہے؛ کہتے ہیں: ''مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک حدیث پہنچی؛ تو مجھے خوف محسوس ہوا کہ اگر آپ مر گئے تو یہ حدیث مجھے کسی دوسرے کے پاس نہیں ملے گی۔ تو میں سفر پر چل پڑا؛ حتی کہ آپ کے پاس آگیا؛ -خطیب کے روایت کے مطابق عراق میں آپ کے پاس پہنچ گیا-؛ تو میں نے آپ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھ سے وہ حدیث بیان کردی۔ اور آپ نے مجھ سے عہد لیا کہ میں اس کے بارے میں کسی کو نہ بتاؤں۔ میں چاہتا تھا کہ اگر یہ عہد نہ ہوتا تو میں آپ کو وہ حدیث بتادیتا۔ پھر آپ ایک دن تشریف لائے؛ اور ایک ازار اور تہہ بند میں منبر پر چڑھے؛ آپ ایک کمان لٹکائے ہوئے تھے۔ پس اشعث بن قیس آیا اور اس نے منبر کا ایک پایہ پکڑ لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو ہم پر جھوٹ بولتے ہیں؛ اور ان کا خیال ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا کوئی ایسا علم ہے جو دوسروں کے پاس نہیں؛ رسول اللہ ﷺ تو سب کے لیے عام تھے؛ کسی کے لیے خاص نہیں تھے۔ آپ کی طرف سے میرے پاس وہی علم ہے جو دوسرے لوگوں کے پاس ہے؛ سوائے اس کے جو کچھ اس سینگ میں ہے۔ اور پھر آپ نے ایک صحیفہ نکالا؛ جس میں تھا:

''جس نے اس [دین] میں کوئی نئی بات پیدا کی [بدعت کی] تو اس پر اللہ کی اور تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کی نہ کوئی فرض عبادت اور نہ نفل عبادت مقبول ہوگی''۔[المرجع السابق ٣٨/ ٤٦]

۷۔ ہارون بن عنترہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: ''میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا؛ جب آپ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''بیشک لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں: آپ لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ ایسے علوم ہیں جو آپ ﷺ نے لوگوں پر ظاہر نہیں کئے''۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: '' کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [المائدة ٦٧]

'' اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے''۔

اللہ کی قسم! ہمیں رسول اللہ ﷺ نے کسی سفید صفحہ پر کالے حروف کا وارث نہیں بنایا''۔

[رواه ابن ابی حاتم ٥/ ٣٢ ؛ وإسناده جيد]

وقفہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مخصوص علم کی روایات کی اشاعت:

١۔ ان حکایات اور روایات پر انکار خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے منقول ہے؛ جو کہ روایات کی صحیح ترین کتابوں میں موجود ہے؛ پہلی اور دوسری روایت بخاری میں ہے؛ جبکہ تیسری روایت صحیح مسلم میں ہے

٢۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر ارشاد فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے خفیہ کوئی تعلیم آپ کو نہیں دی۔

٣۔ اور آپ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ کبھی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی کتاب کے فہم کی راہیں وا کرتے ہیں جیسے کسی دوسرے آدمی کو قرآن کا فہم دیا جاتا ہے۔ آدمی کا لفظ آپ کو بھی شامل ہے اور دوسروں کو بھی۔ آپ نے یہ دعوی نہیں کیا کہ میں اس فہم میں منفرد ہوں۔

٤۔ آپ نے نبی کریم ﷺ سے چار کلمات ایک صحیفہ میں لکھے تھے؛ اپنے پاس میں رکھے اس صحیفہ کی طرف اشارہ بھی کیا۔ اور پھر وہ چار چیزیں بتا بھی دی؛ تاکہ آپ کی قسم نہ ٹوٹے۔ اور آپ نے یہ دعوی نہیں کیا کہ اس صحیفہ میں آپ کی بیان کردہ چیزوں کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ لیکن پھر یہ صحیفہ شیعہ روایات میں تا حدِ نگاہ پھیل گیا۔

٥۔ پھر جب یہ افواہیں زور پکڑ گئیں تو آپ نے خطبہ دیا؛ اس خطبہ میں آپ اس بات کی تاکید کر رہے ہیں؛ اور کہہ رہے ہیں: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ.........''۔ [خطبہ گزر چکا ہے]۔

آپ اس چیز کی نصیحت کر رہے ہیں جو کچھ کتاب اللہ میں وارد ہوا ہے؛ کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تمام جہانوں کے لیے عام مبعوث فرمایا تھا۔ آپ صرف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف رسول نہیں تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں کے لیے ہیں؛ کسی کے لیے خاص نہیں۔ یعنی علی بن ابی طالب۔ کہ انہیں خفیہ طور پر کوئی تعلیم دیں۔

اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے؛ ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ☆﴾ [الاعراف ١٥٨]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

”فرمایئے اے لوگو! بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تا کہ تم ہدایت پاؤ“۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَ مَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴾ (یونس ۱۰۸)

”کہہ دے اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے، تو جو سیدھے راستے پر آیا تو وہ اپنی جان ہی کے لیے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور میں تم پر ہرگز کوئی نگران نہیں ہوں“۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (الحج ۴۹)

”کہہ دے اے لوگو! میں تو بس تمھارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں“۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ [الانعام ۱۹]

”کہہ کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ کہہ اللہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تا کہ میں تمھیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ پہنچے، کیا بیشک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں یہ گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو“۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل ۴۴)

”اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تا کہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تا کہ وہ غور وفکر کریں“۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿يُؤْمِنُونَ﴾ (النحل ٦٤)

''اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل نہیں کی، مگر اس لیے کہ تو ان کے لیے وہ بات واضح کر دے جس میں انھوں نے اختلاف کیا ہے اور ان لوگوں کی ہدایت اور رحمت کے لیے جو ایمان لاتے ہیں''۔

سارے کا سارا قرآن اس بات کی تائید و تاکید کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ عام مجمع میں تمام کے تمام صحابہ کو مخاطب کیا کرتے تھے۔ یہ کہیں بھی منقول نہیں ہے کہ آپ بطور خاص خفیہ طور پر یا اعلانیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی مخاطب کرتے تھے۔

جب کہ یہ افواہیں آپ ﷺ کی رسالت کو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص کرتی ہیں؛ تا کہ آپ لوگوں تک اس پیغام کو پہنچانے والے بن جائیں۔ اس میں کتاب اللہ کی تکذیب اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں تنقیص اور کوتاہی ہے۔

تیسری من گھڑت روایت: عصمت کا دعوی

تیسری افواہ جسے خفیہ خبریں پھیلانے والوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں خوب اچھالا؛ وہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معصوم ہیں۔ اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین شدہ امام ہیں؛ پس آپ سے کوئی بھول چوک یا غلطی یا غفلت نہیں ہو سکتی۔ وہ جو کچھ بھی کہیں یا کریں؛ وہ تشریع ہو گی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تک جب بھی ان میں سے کوئی بات پہنچتی تو آپ ان تمام افواہوں کو جھٹلاتے اور انہیں باطل قرار دیتے''۔

ذیل میں بعض ان روایات کو پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ زید بن وہب کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے ایک وفد آیا؛ آپ نے لوگوں کو جمع کیا؛ میں بھی چلا آیا۔ آپ نے نماز کے لیے جمع ہونے کی منادی کرادی۔ آنے والے وفد میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا؛ اور اس نے گفتگو کی؛ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی؛ جب وہ اپنی تقریر سے فارغ ہوا تو ایک دوسرا خطیب کھڑا ہوا؛ اس نے بھی اپنے ساتھی جیسی باتیں کہیں۔ آخر میں اس نے کہا: ''بیشک ان کی - یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی - اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے؛ اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے''۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم نے جھوٹ بولا؛ یہ کیا کہہ رہے ہو؟۔ چنانچہ اس آدمی نے اپنی تقریر پوری کی۔ پھر تیسرا آدمی کھڑا ہوا؛ اس نے گفتگو کی؛ اور اپنے دونوں ساتھیوں کی تقریر جیسی تقریر کی؛ مگر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہوئے؛ اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء بیان کی؛ اور پہلے خطیب کی تقریر کا جواب دیا؛ یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو گئے۔ پھر دوسرے خطیب کی تقریر کا جواب دیا؛ اور پھر تیسرے کی تقریر کا پھر فرمایا: ''تمہارے تمام مقررین نے اچھی باتیں کہی ہیں؛ سوائے اس دوسرے مقرر کے؛ اس کا خیال ہے کہ میری اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور میری نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ جبکہ میں ایسا نہیں ہوں۔ بیشک یہ مقام رسول اللہ ﷺ کو حاصل تھا؛ جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت تھی اور جن کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تھی''۔ [تاریخ دمشق ۴۲/۴۷۵]

۲۔ طارق بن شہاب سے روایت ہے؛ وہ کہتا ہے: ''جب ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو ہم کوفہ سے عمرہ کی نیت سے نکلے۔ جب ہم ربذہ پہنچے تو صبح کا وقت تھا؛ تو ہم نے دیکھا کہ قافلے ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو کہنے لگے: امیر المؤمنین ہیں''۔

میں نے کہا: ''ان کو کیا ہوگیا ہے؟۔ تو کہنے لگے: ''طلحہ اور زبیر ان پر غالب آ گئے ہیں؛ اور یہ انہیں روکنے کے لیے ان کے پیچھے نکلے ہیں تاکہ انہیں واپس لائیں۔

میں نے کہا: ''إنا للہ و إنا إلیہ راجعون'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں تو ان سے مل کر ان دو آدمیوں اور ام المؤمنین سے لڑوں یا آپ کی مخالفت کروں یہ معاملہ بہت خطرناک ہے۔

جب میں نکل کر آپ کے پاس آیا تو صبح کے اندھیرے میں نماز کھڑی کر دی گئی۔ آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی ۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے؛ اور کہنے لگے: ''میں نے آپ سے کہا تھا؛ آپ نے میری بات نہ مانی؛ کل آپ بلاوجہ بے یار و مددگار قتل کر دیے جائیں گے''۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم ہمیشہ سے لونڈیوں کی طرح روتے رہے ہو؛ آپ نے کیا کہا تھا جو میں نے نہ مانا؟

تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ ہوا تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ: آپ مدینہ سے نکل جائیں؛ جب وہ قتل ہوں گے تو آپ مدینہ میں نہ ہو۔ پھر جس دن وہ قتل ہوئے تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ لوگوں سے بیعت نہ لیں حتی کہ اہل عرب اور مختلف شہروں کے وفود آپ کے پاس آ جائیں۔ پھر میں جب ان دونوں آدمیوں نے یہ حرکت کی تو میں نے کہا: ''آپ اپنے گھر میں بیٹھے رہیں یہاں تک یہ صلح کر لیں۔ اگر فساد برپا ہوا تو آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھوں ہوگا۔ مگر آپ نے ان تمام امور میں میری بات نہ مانی''۔

تو آپ نے فرمایا: ''میرے بیٹے: ''تمہارا یہ کہنا کہ: ''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ ہوا تو.....'' تو خدا کی قسم! جس مصیبت نے انہیں آن گھیرا تھا؛ وہی مصیبت ہم پر بھی آن پڑی تھی۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ: ''آپ لوگوں سے بیعت نہ لیں حتی کہ مختلف شہروں کے وفود آپ کے پاس آ جائیں'' تو یہ کام اہل مدینہ کا تھا؛ مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ ہم اس میں تاخیر کریں اور سارا معاملہ ضائع ہو جائے''۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ: ''جب طلحہ و زبیر نے خروج کیا'' تو بیشک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا کرنے میں اسلام کی کمزوری اور رسوائی تھی۔ اللہ کی قسم! جب سے میں ولایت پر سرفراز ہوا ہوں مقہور اور کوتاہ ہی رہا ہوں کسی ایسی اصل تک نہیں پہنچ سکا جہاں پہنچنا چاہیے تھا۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ: ''آپ اپنے گھر میں بیٹھے رہیں...... '' تو کیسے ہوسکتا تھا؛ حالانکہ ایسا کرنا مجھ پر لازم ہوگیا تھا؛ یا تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس بجو کی طرح ہو جاؤں جیسے گھیر لیا جاتا ہے؟''۔ [تاریخ الطبری ۳/۴۷۴]

۳۔ قتادہ نے حسن سے اور انہوں نے قیس بن عباد سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''اے حسن اے حسن! کاش کہ تیرا باپ بیس سال پہلے مرگیا ہوتا؟۔ تو انہوں نے آپ سے کہا: ''اے ابا جی! میں آپ کو اس سے منع کیا کرتا تھا۔ تو فرمایا: ''میرے بیٹے! میرا خیال نہیں تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا''۔ [تاریخ دمشق ۴۲/۴۵۹]

۴۔ نہج البلاغہ میں ہے [1]: ''میرے ساتھ تصنع کے ساتھ میل جیل نہ رکھو؛ اور اگر مجھ سے حق بات کہی جائے تو اس میں مجھ سے گرانی کا گمان نہ رکھو؛ اور نہ ہی یہ تلاش کرو کہ میں اپنے آپ کو بڑا بنا کر پیش کروں گا اس لیے کہ جس کے سامنے حق بات کہنا؛ یا عدل کی بات پیش کرنا گراں ہو؛ تو اس کے لیے ان دونوں چیزوں پر عمل کرنا اس سے بھی زیادہ گراں ہوگا۔ پس تم لوگ حق بات کہنے سے یا عادلانہ مشورہ دینے سے پیچھے نہ رہنا۔ اس لیے کہ میں اپنے آپ کو خطا سے مبرا نہیں سمجھا؛ اور نہ ہی اپنے افعال کو اس سے پاک سمجھتا ہوں''۔

۵۔ اور ایسے ہی نہج البلاغہ میں ہی ہے: ''اے اللہ میری مغفرت کردے جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے؛ اور اگر مجھ سے دوبارہ ایسا ہوجائے تو دوبارہ میری مغفرت فرما؛ اے اللہ! میری مغفرت فرما جو میری ذات سے ہوگیا؛ لیکن تو نے اس کی وفا مجھ میں نہیں پائی''۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما جو میں نے اپنی زبان سے تیری قربت حاصل کی مگر پھر میرے دل نے اس کے خلاف کیا؛ اے اللہ! میری مغفرت فرما جو بھی ملاحظات کے رمز ہیں اور گرے ہوئے الفاظ ہیں؛ اور اعضاء سے خطا ہے اور زبان کی ہفوات ہیں''۔ [شرح نہج البلاغہ ابی حدید ۶/۱۷۶]

۶۔ ایسے ہی نہج البلاغہ میں ہے؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے اور فرماتے: ''اگر اس معاملہ میں تمہیں کوئی اشکال پیش آئے تو اسے اس چیز سے اپنی جہالت پر محمول کرنا' بیشک جب تم پہلے پیدا کیے گئے تو لاعلم تھے؛ بعد میں علم سیکھا؛ اور کتنی ہی باتیں ایسی ہیں جن کا تمہیں علم نہیں؛ اور ان میں تمہاری رائے سرگرداں ہو

[1]۔ [نہج البلاغہ کی ان لوگوں کے ہاں منزلت یہ ہے کہ ان کے ایک معاصر شیعہ عالم نے کہا ہے: ''بیشک شیعہ میں فرقوں اور اختلاف کی کثرت کے باوجود بھی کا اس بات پر اتفاق و اعتماد ہے کہ نہج البلاغہ امیر المؤمنین کا کلام ہے؛ اس میں شریف کی روایت و درایت اور ثقاہت پر اعتماد کیا گیا ہے۔ حتی کہ بات اس کے قریب جا پہنچی ہے کہ اس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کا انکار کرنا ضروریات دین کا انکار اور بدیہات دین سے جحود ہے؛ ہاں سوائے چند شاذ لوگوں کے۔ اور یہ کہ اس میں جتنے بھی خطبات اور تحریریں اور وصیتیں اور حکمتیں اور آداب ہیں؛ ان کا وہی حال ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کا حال ہے''۔ [الہادی کاشف الغطا؛ فی مدارک نہج البلاغہ ص ۱۹۰۔]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے؛ اور نگاہ ان میں گم ہو جاتی ہے؛ لیکن بعد میں اس کی بصیرت حاصل ہو جاتی ہے''۔ ❶

وقفہ: روایات عصمت کی نشر و اشاعت:

۱۔ یہ پہلی روایت جس میں ہے: ''یمنی وفد کے ایک آدمی کا خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے؛ اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے''۔ یہ درحقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں معصوم ہونے کا دعوی ہے۔ جب کہ ایسی شخصیت صرف وہی ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچانے والی ہو؛ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے علاوہ کسی کو یہ مقام حاصل نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی نہیں کہ وہ معصوم ہوں۔ اسی لیے آپ نے اس کی بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ تم نے جھوٹ بولا؛ یہ کیا ہے؟۔ یعنی تم نے یہ کیسی باطل کہہ دی ہے''۔

پھر آپ نے فرمایا: ''میں ایسا نہیں ہوں۔ بیشک یہ مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا.....؛ یہی وہ حق ہے جس میں اختلاف کرنا مسلمانوں کو زیبا نہیں دیتا۔ اس کی تائید میں بیسویں روایات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں رضی اللہ عنہم کے اقوال موجود ہیں''۔

۲۔ طارق بن شہاب سے روایت میں ہے: ''جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے؛ اور کہنے لگے: ''میں نے آپ سے کہا تھا؛ آپ نے میری بات نہ مانی؛ کل آپ بلاوجہ بے یار و مددگار قتل کر دیے جائیں گے''۔

۳۔ حسن نے قیس سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''اے حسن اے حسن! کاش کہ تیرا باپ بیس سال پہلے مر گیا ہوتا؟۔ تو انہوں نے آپ سے کہا: ''اے ابا جی! میں آپ کو اس سے منع کیا کرتا تھا۔ تو فرمایا: ''میرے بیٹے! میرا خیال نہیں تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا''۔ اس موقع پر آپ اس معرکہ پر اپنے نادم ہونے کا اعلان کر رہے ہیں جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف کے سبب ہزاروں مسلمان قتل ہو گئے۔ اگر آپ معصوم ہوتے تو اپنے کیے پر نادم نہ ہوتے۔

پھر آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کو یاد دلا رہے ہیں کہ وہ اپنے والد محترم کو اس جنگ سے منع کرتے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد کے معصوم ہونے کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ اگر آپ ان کی عصمت کا عقیدہ رکھتے ہوتے پھر انہیں کسی چیز سے منع کرنے کی جرأت نہ کر سکتے۔ اور یہ اعتقاد رکھتے کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں وہ صحیح ہے اس لیے کہ آپ معصوم ہیں۔

۴۔ نہج البلاغہ کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیشک میں اپنے آپ کو خطا سے مبرا نہیں سمجھا؛ اور نہ ہی اپنے افعال کو اس سے پاک سمجھتا ہوں''۔

یہ اس بات کی واضح دلیل اور نص ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے معصوم ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ اسی لیے آپ

❶۔ [شرح نہج البلاغہ / محمد عبده ۲/ ۵۷۸؛ ط: مؤسسة المعارف بیروت]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ وہ انہیں نصیحت کریں۔

۵۔ نہج البلاغہ میں ہی ہے: ''اے اللہ میری مغفرت کردے جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے؛ اور اگر مجھ سے دوبارہ ایسا ہوجائے تو دوبارہ میری مغفرت فرما؛ اے اللہ! میری مغفرت فرما جو میری ذات سے ہوگیا؛ لیکن تو نے اس کی وفا مجھ میں نہیں پائی''۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما جو میں نے اپنی زبان سے تیری قربت حاصل کی مگر پھر میرے دل نے اس کے خلاف کیا: اے اللہ! میری مغفرت فرما جو بھی ملاحظات کے رمز ہیں اور گرے ہوئے الفاظ ہیں؛ اور اعضاء سے خطا ہے اور زبان کی ہفوات ہیں''۔ [شرح نہج البلاغہ؛ ابی حدید ۶/۱۷۶]

۶۔ ایسے ہی نہج البلاغہ میں ہے؛ آپ اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے اور فرماتے: ''اگر اس معاملہ میں تمہیں کوئی اشکال پیش آئے تو اسے اپنی جہالت پر محمول کرنا''۔ [المرجع السابق ۶/۲۸]

یہ اس بات کا اعتراف واقرار ہے کہ آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے غلطی ہوسکتی ہے؛ کیونکہ آپ کئی امور سے لا علم تھے۔ اور جو لاعلم ہو وہ معصوم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کثرت سے خطا کا ہونا جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایسے ہی دیگر بھی بہت ساری نصوص ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہے۔

۷۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خادم طلب کیا؛ تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور آپ کو وعظ کیا۔ جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے؛ ابن ابی لیلی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چکی پینے کی وجہ سے جو تکلیف پہنچتی تھی اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی؛ آپ کو اطلاع ملی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پایا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے آنے کی وجہ بیان کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی وجہ بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے جب کہ ہم اپنے بستر پر لیٹ چکے تھے۔ میں نے اٹھنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اپنی جگہ رہو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے؛ حتی کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم کو ایک ایسی بات سکھاتا ہوں جو تمہاری طلب کردہ چیز سے بدرجہا بہتر ہے؛ جب تم سونے کے لئے اپنے بستر پر جایا کرو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہو یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے''۔ [صحیح بخاری: ج2: ح949]

حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان حضرات نے ایسی چیز کا سوال کیا تھا جس سے بہتر کوئی دوسری چیز تھی۔ انہوں نے خادم مانگا تھا؛ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وعظ کیا؛ اور اس میں اس امر کی طرف تنبیہ کی جو ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلب کردہ خادم سے زیادہ بہتر تھا۔

۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا باہمی اختلاف: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہ پایا؛ پوچھا کہ تمہارا چچا زاد بھائی کہاں ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخی ہوگئی ہے، اس لئے وہ ناراض ہوکر باہر چلے گئے۔ اور ہمارے پاس نہیں لیٹے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی آدمی سے فرمایا: ''دیکھو وہ کہاں ہے؟۔ اس شخص نے واپس آکر کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ مسجد میں لیٹے ہیں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اس وقت وہ لیٹے ہوئے تھے اور چادر ان کے پہلو سے سرک گئی تھی اس لئے مٹی ان کے جسم سے لگ گئی تھی؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹی ان کے جسم سے پونچھتے جاتے اور فرماتے کہ اٹھ اے ابوتراب! اٹھ اے ابوتراب!''۔ [صحیح بخاری: ج3: ح 1233؛ المسند ح 2409]

حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے ہیں؛ جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی معصوم نہیں ہے۔

۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نافذ نہ کرنا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ کا نام مٹا دیا جائے۔ جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والوں سے صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ لکھا؛ اور لکھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو مشرکین نے اعتراض کیا اور کہا: ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لکھو؛ اگر تم اللہ کے رسول ہوتے تو ہم تم سے جنگ نہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اس کو مٹا دو''۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں تو اس کو نہیں مٹاؤں گا''۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے اس کو مٹا ڈالا''۔ [البخاری ۲۵۵۱؛ مسند ح ۱۷۸۳]

یہ تمام واقعات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ معصوم نہیں تھے۔ اگرچہ اس موقع پر آپ کا تعمیل ارشاد نہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے تھا نافرمانی نہیں تھا؛ لیکن مراد تو یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نافذ نہ کرنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھی من گھڑت روایت: رجعت

یہ خبر بھی ابن سبأ نے گھڑلی تھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پھر اسے خفیہ خبریں پھیلانے والوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ اصل میں یہ اس بات کا دعوی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے واپس آئیں گے۔ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ عبداللہ بن سبأ وہ پہلا انسان تھا جس کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔ اور پھر اس نے ایسی ہی باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہنا شروع کردیں۔

أ۔ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس خبر سے متعلق موقف:

۱۔ عمرو الاصم سے روایت ہے؛ کہتے ہیں: میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا: ''شیعہ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے واپس آئیں گے۔ تو آپ نے فرمایا: ''وہ جھوٹ بولتے ہیں؛ اللہ کی قسم وہ شیعہ نہیں ہیں؛ اگر ہمیں یہ علم ہوتا کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں گے تو آپ کی بیویوں کی شادی نہ کرتے؛ اور نہ ہی ہم آپ کا مال تقسیم کرتے''۔ [طبقات ابن سعد ۳/ ۳۹؛ تاریخ دمشق ۱۳/ ۲٦۰؛ الشریعة ۵/ ۲۳۱۔]

۲۔ قاسم بن عوف شیبانی سے روایت ہے؛ فرمایا: ''حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ: ''ہمارے پاس بصرہ کا آدمی حاضر ہوا۔ اس نے کہا: میں بصرہ سے نہ حج کرنے کے لیے آیا ہوں؛ اور نہ ہی عمرہ کرنے کے لیے بلکہ ایک حاجت کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے کہا: تمہاری حاجت کیا ہے؟ اس نے کہا: میں آپ سے سوال کرنے آیا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کب اٹھائے جائیں گے؟ تو میں نے اس سے کہا: ''اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت کو ہی اٹھائے جائیں گے؛ اور اس وقت انہیں اپنی جان کی پڑی ہوگی''۔ [تاریخ دمشق ٤١/ ۳۹۰]

۳۔ حصین نے محمد بن حارث سے روایت کیا ہے؛ وہ کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس اہل کوفہ کا ایک آدمی حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا: ''اپنے پیچھے کی خبر سناؤ''۔ تو وہ کہنے لگا: میں نے لوگوں کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے واپس آنے کی باتیں کررہے تھے''۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''پھر ہم نے آپ کی بیویوں سے شادیاں کیوں کیں؟ اور ان کی میراث کیوں تقسیم کی''؟ ۔[تاریخ دمشق ٤٢/ ۵۸۸]

وقفہ: رجعت کی روایات کی اشاعت

یہ روایات ان شیعہ روایات میں سے صرف چند مثالیں ہیں جو ابن سبأ نے پھیلائی ہیں۔ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کی بعد لوگوں نے مزید جھوٹ گھڑنا شروع کردیا جس پر خود اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ردموجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس پہلی روایت حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے؛ جس میں آپ بیان کرتے ہیں کہ اگر میت نے واپس آنا ہوتا تو اس کی بیواؤں سے شادی کرنا اور اس کا ترکہ تقسیم کرنا جائز نہ ہوتا۔ اس لیے کہ کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کب واپس آجائے۔ ایسا ہی جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

جب کہ حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بروز قیامت لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا؛ پھر ان کا حال بھی اللہ کے دوسرے مؤمن بندوں کے حال کی طرح ہوگا؛ ان سب کو اپنے اپنے نفس کی نجات کی پڑی ہوگی۔

یہی وہ چیز ہے جسے رب سبحانہ وتعالیٰ نے کئی آیات مبارکہ میں بیان کیا ہے؛ مثلاً فرمان الٰہی ہے:

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (14) ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ (15) ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ (16)﴾ [المؤمنون]

"پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے"۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الروم ٥٦)

"اور وہ لوگ جنھیں علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلا شبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے، سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے تھے"۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ [آل عمران ١٨٥]

"ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور تمھیں تمھارے اجر قیامت کے دن ہی پورے دیے جائیں گے، پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں"۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾ (الحج ٦٩)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اللہ بروز قیامت تمھارے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے''۔

اس کے علاوہ کوئی دوسرا دن لوگوں کے مابین فیصلہ کے لیے نہیں بتایا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۠﴾[النساء ۱۴۱]

''وہ جو تمھارے بارے میں انتظار کرتے ہیں، پھر اگر تمھارے لیے اللہ کی طرف سے کوئی فتح ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کوئی حصہ مل جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے اور ہم نے تمھیں ایمان والوں سے نہیں بچایا تھا۔ پس اللہ تمھارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾(السجدۃ ۲۵)

''بے شک تیرا رب ہی قیامت کے دن ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾(الدخان40)

''یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے''۔

اللہ تعالیٰ واضح فرما رہے ہیں کہ لوگوں کے مابین جھگڑوں کا فیصلہ بروز قیامت ہوگا۔ اس سے پہلے کسی کو نہیں اٹھایا جائے گا کہ ان کے مابین فیصلہ یا جزاء وسزا کا معاملہ ہو۔ اگر قیامت سے قبل لوٹ کر آنا ارکان ایمان کا حصہ ہوتا تو اس کا ذکر ضرور قرآن کریم میں کیا جاتا؛ یا سنت نبوی میں اس کا تذکرہ ہوتا۔ بھلے کہیں ایک بار ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن کریم اور سنت نبویہ میں ارکان ایمان وارد ہوئے ہیں؛ مگر ان میں کہیں بھی رجعت کا ذکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ ۱۷۷)

''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں''۔

مشہور حدیث جبریل میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے: ''اس نے پوچھا: مجھے ایمان کے متعلق بتائیں؟۔

''تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر؛ اس کے رسولوں پر اس کی کتابوں پر اور آخرت کے دن پر؛ اور اچھی اور بری تقدیر پر [یقین رکھو]'' [1]۔

شیعہ روایات کے مطابق وہ تمام لوگ واپس لوٹ کر آئیں گے جنہیں یہ ائمہ کہتے ہیں؛ اور ان کے دشمنان بھی لوٹ کر آئیں گے تاکہ ائمہ ان سے اپنا انتقام لے سکیں۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکے کہ عقول ایسی خرافات باتوں کو کیسے قبول کر لیتی ہیں۔ اس لیے کہ اگر کوئی ظلم ہوا ہوتا؛ اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے اس دنیا میں ہی انتقام لینا چاہتے؛ تو وہ ان کے مرنے سے پہلے ان سے یہ انتقام لے سکتا تھا۔ تو اب کیا فائدہ ہوگا کہ ظالم تو ظلم پر مر گیا؛ مظلوم ظلم سہتے ہوئے مر گیا؛ اور وہ لوگ اور نسلیں بھی ختم ہو گئے جنہوں نے اس ظلم کا مشاہدہ کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں ظالم اور مظلوم دونوں کو اٹھائے گا کہ مظلوم کی مدد کر سکے؟ اب اس مدد و نصرت کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ لیکن یہ خرافات ان لوگوں کی عقلوں پر مسلط ہو چکی ہیں۔

کیا آپ دیکھتے ہیں کہ اگر بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے بیٹے کو اس کے خادم کا بیٹا لوگوں کے سامنے مارتا ہے؛ اور شہزادہ اپنے بادشاہ باپ سے مدد کا طلب گار ہوتا ہے؛ تو باپ کہتا ہے: آپ ڈرو نہیں؛ میں پانچ سال بعد اس کو سزا دوں گا۔ اور عنقریب میں تجھے اور اس کو لوگوں کے سامنے لاکر اسے سزا دوں گا؟۔ تو کیا یہ اس شہزادے کی مدد ہوگی یا اس کے لیے رسوائی ہوگی؟۔

پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کا دن کس لیے تیار کر رکھا ہے؟ بیشک اس کی تیاری کا مقصد حساب کرنا اور پھر بدلہ دینا ہے۔ تو پھر اس صورت میں اس عجیب و غریب عقیدہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن جن لوگوں نے امامت کا ایسا عقیدہ گھڑا ہے؛ جس کے لیے عقل و نقل سے کوئی گواہی نہیں ملتی۔ حقائق کی سر زمین پر ایسا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور یا پھر اس عقیدہ کی تحقیق کرنا ان کے لیے مشکل ہو گیا تھا۔ پس اس اشکال کا حل تلاش کرنا ضروری ہے۔ اور یہ کہ جن لوگوں نے امامت کو پورا ہونے سے روکا ہے؛ ان کو سزا دینا ضروری ہے۔ جب ائمہ کی زندگیوں میں ان کو سزا نہیں مل سکی؛ تو اس سے اس عقیدہ کے ماننے والوں کے ہاں اشکال پیدا ہوا؛ تو اب یہ دعوی رچانا ضروری ہو گیا کہ انہیں واپس لایا جائے گا؛ اور انہیں آخری زمانے میں سزا دی جائے گی۔ یہ دعوی کسی بھی احترام کا مستحق نہیں؛ اگر کچھ اہل خرد و دانش لوگ موجود ہوں تو ان کی عقول کبھی بھی ایسی خرافات کو قبول نہیں کر سکتیں۔

[1] -[صحیح مسلم ح ۱۰۲؛ ابو داؤد ح ۴۶۹۵؛ الترمذی ح ۲۶۰۱؛ النسائی ح ۴۹۹۰؛ ابن ماجه ۶۳-]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچویں من گھڑت روایت: خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعنہ زنی

سب سے پہلے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعنہ زنی کا اظہار کرنے والا عبداللہ بن سبأ تھا۔ یہ کام اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں شروع کیا۔ شروع شروع میں اس نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا نام لیکر ایسی کوئی صراحت نہیں کی؛ بلکہ وہ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا کرتا تھا؛ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد اس نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا نام لینا بھی شروع کر دیا۔ پھر اس کے ماننے والے بھی ایسی باتیں کرنے لگ گئے؛ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ بہت سخت غصہ ہوئے۔ اور ایسی باتیں کرنے والوں کو ڈرایا دھمکایا اور انہیں سزا دینے کا کہا۔ اور آپ چاہتے تھے کہ اس فتنہ کے سرغنہ عبداللہ بن سبأ کو قتل کر دیں؛ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اچانک اندازہ ہوا کہ آپ کے لشکر میں اس کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے؛ جو آپ کے ارادہ اور اس کے قتل کے مابین رکاوٹ بن گئے؛ چنانچہ آپ نے اسے کوفہ سے مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا۔ یہاں پر ہم کچھ وہ روایات اور ان سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف پیش کرتے ہیں جن میں ابن سباء حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر طعن کیا کرتا تھا۔

کتبِ اہل سنت میں وارد روایات:

۱۔ ابن عساکر نے اپنی سند سے یزید فقعسی سے روایت کیا ہے: "بیشک عبداللہ بن سبأ نے کہا ہے:

"ہر بیشک اس سے قبل ہزار نبی گزر چکا ہے۔ اور ہر نبی کا ایک وصی ہوا کرتا تھا؛ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں"۔ پھر کہا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں؛ اور حضرت علی خاتم الاوصیاء ہیں"۔ اور پھر اس کے بعد کہنے لگا: "اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا خیال نہ کیا؛ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ظلم کرتے ہوئے ان سے خلافت چھین لی"۔ پھر اس کے بعد لوگوں سے کہا: "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ مال جمع کر لیا ہے؛ جو کہ انہوں نے ناحق لیا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں؛ پس اس معاملہ میں ان کی مدد کے لیے اٹھو اور حرکت میں آؤ۔ اور اپنے حکمرانوں پر طعنہ زنی سے اس کی ابتداء کرو۔ اور لوگوں کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اظہار کرو؛ تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکو۔ اور لوگوں میں اس چیز کی دعوت پھیلاؤ"۔

۲۔ سلمہ بن کہیل نے زید بن وہب سے روایت کیا ہے؛ وہ کہتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میرا اس کالے بھجنگ -یعنی ابن سبأ- سے کیا تعلق ہے؟ جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے''۔

۳۔ مغیرہ بن سباط سے روایت ہے؛ کہا ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ ابن سبا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ تو آپ نے اسے بھی بلایا؛ اور ایک تلوار بھی منگوائی؛ اسے قتل کرنا چاہا؛ مگر آپ سے اس کے بارے میں گفتگو کی گئی؛ تو آپ نے فرمایا: ''یہ اس شہر میں نہیں رہ سکتا جہاں پر میں رہتا ہوں'' اور پھر آپ نے اس کو مدائین کی طرف جلا وطن کر دیا۔

۴۔ سلمہ بن کہیل نے حجیہ بن عدی الکندی سے روایت کیا ہے؛ کہتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا؛ آپ منبر پر تھے اور ارشاد فرما رہے تھے: ''مجھے اس کالے بجھنگ سے کون نجات دلائے گا جو اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرتا ہے۔ یعنی ابن سوداء؛۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ ایک جماعت ہمیشہ کے لیے نکل کر میرے پاس آتی اور اس کی ایسے ہی تعزیت کرتی جیسا کہ اب اہل نہروان کے خون کے بارے میں کیا جاتا ہے تو میں اسے ان کے ساتھ ملا دیتا''۔ [یہ چاروں روایات تاریخ دمشق ۲۹/ ۸ پر منقول ہیں۔]

۵۔ سوید بن غفلہ کہتے ہیں: میرا گزر کچھ شیعہ پر ہوا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ ابھی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کر رہے تھے؛ اور ایسی باتیں کہہ رہے تھے جن کے وہ اس امت سے اہل نہیں ہیں۔ اور اگر آپ کے دل میں بھی ویسی ہی بات نہ ہوتی جیسی وہ کہہ رہے ہیں تو انہیں ایسی باتیں کرنے کی جرأت کبھی بھی نہ ہوتی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'میں ان کے لیے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا سوائے اس کے جس پر گزر جانے کی میں تمنا کرتا ہوں۔ اور اس انسان پر اللہ کی لعنت ہو جو ان کے لیے اچھائی اور خیر کے علاوہ کوئی بات چھپائے رکھتا ہو۔ پھر آپ اٹھے اور آپ کی آنکھیں اشک بار تھیں؛ اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ سمیٹے ہوئے تھے۔ حتی کہ آپ مسجد میں داخل ہو گئے۔ پھر آپ منبر پر چڑھے؛ اور اچھی طرح جم کر بیٹھ گئے؛ آپ نے اپنی داڑھی ہاتھوں میں پکڑی ہوئی تھی۔ اور اس میں نظر ڈال رہے تھے۔ داڑھی سفید تھی۔ حتی کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر بہت ہی مختصر اور بلیغ خطبہ دیا؛ آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قریش کے دونوں سرداروں اور مسلمانوں کے باپوں کو برے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔ میں ان کی باتوں سے بری ہوں؛ اور جو کچھ یہ کہتے ہیں: اس پر ان کا معاقبہ کرنے والا ہوں۔ آگاہ رہو! مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا؛ اور پودے کو پیدا کیا؛ ان حضرات سے صرف مؤمن اور متقی ہی محبت کر سکتا ہے؛ اور ان سے صرف فاجر اور بدکردار ہی نفرت کر سکتا ہے۔ ان حضرات نے صدق و وفا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کرتے تھے۔ اور جو کچھ رائے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کرتے؛ اس پر ان سے کوئی حسد نہیں کیا جاتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی ان دونوں حضرات کی رائے کے برابر کسی کی رائے کو نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی ان کی محبت جیسی محبت کسی دوسرے سے کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ وہ ان سے راضی تھے؛ اور یہ دونوں دنیا سے اس حال میں گئے کہ اہل ایمان ان سے راضی تھے''۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اہل ایمان کو نمازیں پڑھانے کا حکم دیا؛ آپ نے سات دن تک رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارک میں انہیں نمازیں پڑھائیں۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے اٹھا لیا اور ان کے لیے اپنے ہاں کو پسند کر لیا؛ تو اہل ایمان نے اپنے معاملات ان کے سپرد کر دیے۔ اور انہیں زکاۃ ادا کرنے لگے۔ اس لیے کہ نماز اور زکاۃ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ پھر خوش دلی سے بغیر کسی تنگی یا ناپسندیدگی کے ان کی بیعت کی۔ میں بنی عبدالمطلب میں سے پہلا انسان تھا جس نے اس سنت کی بنیاد رکھی۔ حالانکہ آپ کو یہ بات پسند نہیں تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا ان کی جگہ اس امر کے لیے کفایت کر جائے۔ اللہ کی قسم! آپ باقی رہ جانے والوں میں سے بہترین انسان اور ان سب سے زیادہ رحم دل اور شفقت و رأفت کے پیکر تھے؛ سب سے بڑے زاہد، عابد تھے؛ اور اسلام میں سبقت رکھتے تھے۔ آپ کی رقت اور مہربانی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حضرت میکائیل علیہ السلام سے تشبیہ دی تھی۔ اور عفو درگزر اور وقار کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دی تھی۔ آپ ہمیشہ سنت رسول اللہ ﷺ پر ہی عمل پیرا رہے؛ حتیٰ کہ اس دنیا سے چلے گئے۔ پھر آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے؛ چنانچہ آپ وہ پسند کرتے تھے؛ اور کچھ پسند کرتے تھے۔ آپ اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک آپ سے وہ لوگ بھی راضی نہ ہو گئے جو آپ کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھی کی راہ پر گامزن رہے۔ ان کی نشانات پر چلتے رہے جیسے دودھ چھٹا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے۔ اللہ کی قسم! آپ بڑے مہربان اور نرم دل تھے؛ مظلومین کے مددگار؛ ان کے لیے قوت اور غلبہ اور ان پر رحم کرنے والے تھے۔ اللہ کی راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان پر حق جاری کر دیا تھا۔ سچائی آپ کا وتیرہ تھی؛ حتی کہ ہم گمان کرتے تھے کہ فرشتہ آپ کی زبان پر بولتا ہے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو عزت نصیب ہوئی۔ آپ کی ہجرت دین کے لیے قوت تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دلوں میں آپ کا رعب و خوف ڈال دیا تھا؛ اور اہل ایمان کے دلوں میں محبت۔ رسول اللہ ﷺ نے دشمنوں پر سختی اور درشتی کی وجہ سے آپ کو حضرت جبریل سے تشبیہ دی تھی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے خلاف جنگ اور اس کی اطاعت گزاری میں حضرت نوح علیہ السلام سے تشبیہ دی تھی۔ پس تم میں سے کون ان دونوں حضرات کی طرح ہو سکتا ہے؟

www.KitaboSunnat.com

۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ بیشک ان کے مقام پر وہی پہنچ سکتا ہے جو ان سے محبت کرتا ہو اور ان کی راہوں پر چلتا ہو۔

آگاہ رہو! جو کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ ان دونوں سے محبت کرے۔ اور جو کوئی ان سے محبت نہیں کرتا یقیناً وہ مجھ سے بھی بغض رکھتا ہے؛ اور میں اس سے بری ہوں۔ اور اگر میں ان کے معاملہ میں تم پر پل پڑا تو تمہیں ایسی باتوں پر بہت سخت سزا دوں گا۔ لیکن ابھی وقت سے پہلے یہ سزا دینا مناسب نہیں۔ آگاہ رہو! جو آج کے دن کی میری اس تقریر کے بعد لایا گیا؛ تو اسے وہی سزا ملے گی جو جھوٹی تہمت لگانے والے کو ملتی ہے۔ آگاہ رہو! نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت کے بہترین لوگ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اگر میں چاہوں تو تمہارے سامنے تیسرے کا نام بھی پیش کرسکتا ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور آپ کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں''۔[یہ پانچوں روایات تاریخ دمشق میں وارد ہوئی ہیں ۳۰/ ۳۸۶۔ ۴۴/ ۳۶۷۔]

۶۔ محمد بن سیرین نے عبیدہ سے اور انہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے؛ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف آدمی بھیجا جو اس سے ان حضرات کا انتقام لے۔ اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر تم دوبارہ اس چیز کا اقرار کرو تو میں تمہارے سر کو کاٹ کر رکھ دوں''۔[تاریخ دمشق ۴۴/۳۷۰]

شیعہ کتب میں حضرات خلفاء کی شان میں ابن سباء کی طعنہ زنی:

۷۔ سعد بن عبداللہ اشعری قمی شیعہ (۳۰۱ھ) کہتا ہے: ''جس فرقہ کا نام سبائیہ ہے؛ وہ عبداللہ بن سباء کے پیروکار ہیں ۔اس کا پورا نام عبداللہ بن وہب راسبی ہمدانی ہے۔اس معاملہ میں اس کی مدد عبداللہ بن حرسی اور ابن اسود نے کی۔ یہ اپنے لوگوں میں بڑے جلیل القدر افراد تھے۔ اس انسان نے سب سے پہلے حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعنہ زنی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر تبرا کا آغاز کیا۔

۸۔ حسن بن موسیٰ نوبختی (۳۱۰ھ) شیعہ فرقے شمار کرتے ہوئے کہتا ہے: ''عبداللہ بن سباء کے پیروکار...... اس انسان نے حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعنہ زنی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر تبرا کا آغاز کیا۔ اور وہ کہتا تھا: اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا؛ اور اس کے اس قول کے بارے میں پوچھا تو اس نے اس کا اقرار کیا۔ تو آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ تو لوگ چیخ پڑے! اے امیر المؤمنین! آپ ایسے آدمی کو قتل کروا رہے ہیں جو آپ اہل بیت کی محبت اور دوستی کی اور آپ کے دشمنوں سے برائت کی دعوت دیتا ہے؟۔ تو آپ نے اسے مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھٹی من گھڑت روایت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آس پاس موجود لوگوں کا ایک گروہ مسلسل حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے خلاف بری خبریں پھیلاتا رہتا تھا۔ انہی خبروں میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت کی خبر بھی تھی۔ یہ باقی افواہوں اور خبروں سے ذرا کم درجہ کی تھی۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا پورے حزم اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور آپ نے ان حضرات کے فضائل بیان کیے۔ اور ان لوگوں کو برے انجام سے ڈرایا جو آپ کو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور آپ نے ایسا کرنے والوں کو افتراء پردازی کی حد لگانے کی دھمکی دی۔ ذیل میں کچھ ایسی ہی خبریں اور ان سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف پیش کیا جارہا ہے:

www.kitabosunnat.com

أ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیخین کے فضائل کا اظہار۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے فضائل میں اتنی کثرت سے روایات مروی ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں رہتا۔ اس باب میں ہم ان روایات میں سے بیس سے کچھ زیادہ روایات پیش کریں گے:

۹۔ عامر الشعبی سے روایت ہے؛ ابو جحیفہ نے فرمایا: ''میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا؛ اور کہا: یا خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ'' تو آپ نے فرمایا: ''اے ابو جحیفہ! رک جاؤ؛ کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد بہترین لوگوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اے ابو جحیفہ! تیرا برا حال ہو؛ ایسا نہیں ہوسکتا کہ میری محبت اور ابوبکر و عمر سے بغض کسی مؤمن کے دل میں جمع ہو جائیں۔ اے ابو جحیفہ! تیرا برا حال ہو؛ ایسا نہیں ہوسکتا کہ میرا بغض اور ابوبکر و عمر سے محبت کسی مؤمن کے دل میں جمع ہو جائیں'' ❶۔

ابن عساکر نے اس روایت کو کئی اسناد سے ابو جحیفہ سے ذکر کیا ہے۔ [تاریخ دمشق ۳۰/۳۵۱۔]

۱۰۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: ''کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہترین شخص کون ہے؟ ابو جحیفہ کہتے ہیں: ''میں نے کہا کیوں نہیں؛ اور میں یہ سمجھتا تھا کہ خود ان سے افضل کوئی نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور میں تمہیں بتاں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت میں سب سے بہترین شخص

❶۔ [تاریخ دمشق ۴۴/۳۵۶؛ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ وہب الخیر کہتے تھے؛ آپ صغار صحابہ میں سے تھے؛ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پولیس میں تھے۔ آپ کی وفات ۷۴ھ میں ہوئی۔ دیکھو: سیر اعلام النبلاء ۳/۲۰۲۔]

www.KitaboSunnat.com

کون ہے؟ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں؛ ان دونوں کے بعد ایک تیسرا ہے؛ مگر اس کا نام نہیں لیا''۔ [1]

۱۱۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''علقمہ بن قیس نے اس منبر پر ہاتھ مارا؛ اور فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس منبر پر خطبہ دیا؛ اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور جتنا اللہ نے چاہا اس کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا: ''آگاہ رہو! مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور اگر مجھے ان کا علم ہو جاتا تو میں ضرور انہیں سزا دیتا؛ لیکن علم سے قبل سزا دینا مجھے ناپسند ہے؛ اور جس کسی نے ایسی کوئی بات کہی وہ افتراء پرداز ہے؛ اور اس کی وہی سزا ہے؛ جو افتراء پرداز کی ہوتی ہے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخصیات حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں [2]۔

۱۲۔ حکم بن حجل سے روایت ہے: فرمایا: ''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا فرمارہے تھے: ''مجھے کوئی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت نہ دے؛ جو کوئی ایسا کرے گا میں اس پر بہتان تراش کی حد لگاؤں گا''۔

یہ روایت ابن ابی عاصم کی کتاب ''السنہ'' (برقم ۱۲۱۹) میں بھی ہے؛ اس کا معنی اس سے پہلے حضرت علقمہ والی روایت کے قریب تر ہے۔ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس شخص کے لیے اس سزا کا اشارہ ملتا ہے؛ جو آپ کو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے۔ ایک آدمی نے کہا تھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے نزدیک ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر محبوب ہیں۔ تو حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: ''اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ تمہاری یہ بات سن لیتے تو تمہاری کمر ٹھونک کر رکھتے۔ اگر تم ان باتوں کے لیے ہمارے پاس بیٹھتے ہو تو پھر ہمارے پاس نہ بیٹھا کرو''۔ [طبقات ابن سعد ۶/ ۲۷۵]

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن سلمہ فرماتے ہیں: میں نے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے: ''آگاہ رہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخصیت حضرت ابوبکر ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔

۱۴۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں کسی کو ایسے پاؤں جو مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس پر بہتان تراش کی حد لگاؤں گا''۔ [تاریخ دمشق ۳۰/ ۳۸۳]

۱۵۔ ''علقمہ بن قیس نے کوفہ کے منبر پر ہاتھ مارا؛ اور فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس منبر پر خطبہ دیا؛ اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور جتنا اللہ نے چاہا اس کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا: ''آگاہ رہو! مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور اگر مجھے ان کا علم ہو جائے تو میں ضرور انہیں سزا دیتا؛ لیکن علم سے قبل سزا دینا مجھے ناپسند ہے؛ اور آج کی میری اس تقریر کے بعد جس کسی نے ایسی کوئی بات کہی وہ افتراء پرداز ہے؛ اور اس کی وہی سزا ہے؛ جو افتراء پرداز کی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا: ''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخصیات حضرت ابوبکر و

[1] - مسند أحمد برقم ٨٣٥؛ تحقيق شعيب أرناؤوط؛ إسناده صحيح؛ و رجاله رجال الشيخين - إلا منصور بن عبدالرحمن فهو من رجال مسلم -

[2] - [فضائل الصحابة / إمام أحمد بن حنبل برقم ٤٨٤]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہما ہیں''۔[تاریخ دمشق ۴۴/۳۶۶]

۱۶۔ ابن شہاب نے کہا: عبداللہ بن کثیر نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ ذوی القربی کے متعلق وصیت کی ہے اور حکم دیا ہے کہ میں عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے شروع کروں''۔ پھر فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے فرمایا: ''اس امت کے نبی کے بعد بہترین انسان حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں؛ اور اگر میں چاہوں تو تیسرے کا نام بھی بتا سکتا ہوں۔ اور فرمایا: ''مجھے کوئی بھی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت نہ دے؛ جو کوئی ایسا کرے گا؛ میں اسے دردناک سزا دوں گا؛ اور آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو ہماری محبت کا اور ہمارے شیعہ ہونے کا دعوی کریں گے؛ وہ اللہ کی مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیں گے''۔

اور کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک آدمی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا؛ تو آپ نے اسے کچھ دیا؛ پھر ابوبکر نے بھی دیا؛ عمر نے بھی دیا؛ عثمان نے بھی دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ عرض کرنے لگا: کہ اس عطیہ میں برکت کی دعا فرما دیجیے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے اس میں برکت کیسے نہ ہوگی جب کہ تمہیں نبی اور صدیق اور شہید نے عطیہ دیا ہے''۔[تاریخ دمشق ۲۶/۳۴۴]

۱۷۔ محمد بن حنفیہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے پوچھا: ''رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہترین انسان کون ہیں؟ تو فرمایا: ابوبکر۔ میں نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: عمر۔ کہتے ہیں: پھر مجھے خوف محسوس ہوا کہ اب پوچھا تو کسی دوسرے کا نہ بتائیں تو میں نے جلدی میں کہا: پھر آپ؟ فرمایا: ''میں مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں''۔

محمد بن حنفیہ سے یہ روایت علماء کی ایک جماعت نے نقل کی ہے؛ ان میں منذر؛ ثوری؛ ابو یعلی؛ یزید بن ابی زیاد؛ اور لیث بن ابی سلیمان شامل ہیں''۔[المرجع السابق ۳۰/۳۴۷]

۱۸۔ عبد بن خیر سے روایت ہے؛ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے؛ اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اٹھا لیا تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اعمال اور سیرت پر کاربند رہے۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اٹھا لیا؛ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ وہ بھی اپنے متقدمین کے طریقہ پر گامزن رہے۔ حتی کہ اسی پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اٹھا لیا''۔[تاریخ دمشق ۳۰/ ۳۵۹؛ مسند ۱/ ۱۲۸]

❀۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: کہتے ہیں: میں نے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اس بہترین حالت میں اٹھا لیا جس میں اپنے انبیاء میں سے کسی بھی نبی کو اٹھایا جاتا ہے۔ فرمایا: ''پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اعمال اور آپ کی سنت پر کاربند رہے؛ پھر آپ کو بہترین حالت میں موت آئی۔ آپ اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بہترین انسان تھے۔ پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے ؛ آپ بھی اپنے دونوں پیش رؤوں کی سیرت پر عمل پیرا رہے ؛ اور ان جیسے کام کرتے رہے۔ پھر آپ کو بہترین حالت میں موت آئی۔ آپ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کے بہترین فرد تھے''۔[مصنف ابن ابی شیبة ۷/ ٤٣٤ برقم ۷۰۵۳]

۱۹۔ یزید بن عبداللہ طبری اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا آپ فرمارہے تھے: ''اللہ کی قسم میں اسے اپنی گردن سے [طوق بیعت] نکالوں گا اور تمہاری گردنوں میں ڈال دوں گا۔ آگاہ رہو! رسول اللہ کے بعد بہترین انسان حضرت ابوبکر تھے ؛ پھر عمر پھر عثمان اور پھر میں ؛ رضی اللہ عنہم ؛ اور میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا''۔

۲۰۔ قیس الخارفی کہتے ہیں: ''میں نے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر فرمارہے تھے: '' پہلے رسول اللہ ﷺ سبقت لے گئے ؛ پھر حضرت ابوبکر آئے ؛ پھر حضرت عمر تیسرے درجہ پر۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ پھر ہم کچھ عرصہ رہے کہ ہمیں فتنہ نے گھیر لیا' جیسا کہ اللہ نے چاہا''۔

۲۱۔ شریح قاضی کہتے ہیں: میں نے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر فرمارہے تھے: ''اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین انسان حضرت ابوبکر ہیں ؛ پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر میں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

[یہ تینوں روایات تاریخ دمشق میں ہیں : ۲۳/ ۸۔]

۲۲۔ عبد خیر کہتے ہیں: ''میں نے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے: '' بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو قیامت کے لیے بعد میں آنے والے حکمرانوں پر حجت بنایا ہے......''۔[تاریخ دمشق ۳۰/۳۸۲]

۲۳۔ ہارون بن سلیمان مولی عمرو بن حریث ؛ عمرو بن حریث سے روایت کرتے ہیں: کہتے ہیں: ''میں نے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے: ''اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین انسان حضرت ابوبکر ہیں ؛ پھر ابوبکر کے بعد بہترین انسان حضرت عمر ہیں ؛ اور اگر میں تیسرے کا نام لینا چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں''۔

۲۴۔ عمرو بن حریث سے روایت ہے: کہتے ہیں: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین انسان کون ہیں؟ لوگ کہنے لگے: ضرور بتایئے۔ فرمایا: حضرت ابوبکر ہیں ؛ پھر ابوبکر کے بعد بہترین انسان حضرت عمر ہیں ؛ پھر حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ''۔[تاریخ دمشق ۳۹/۱۵۶]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرنے والے ابو جحیفہ اور عمرو بن حریث کے علاوہ دوسرے صحابہ میں :

۲۵۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۲۶۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۲۷۔حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ ۲۸۔حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ ۲۹۔ابو الجعد اشجعی ۳۰۔حضرت عمرو بن شرحبیل رضی اللہ عنہ ۳۱۔حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ ۳۲۔حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ ۳۳۔حضرت الحارث رضی اللہ عنہ ۳۴۔حضرت مسعدہ البجلی رضی اللہ عنہ ۳۵۔موسیٰ بن مطراد الحمل ۳۶۔ ابو ہلال عتکی ؛ ۳۷۔عبدالرحمن بن الاصفہانی ۳۸۔ابو مخلد۔۳۹۔ابراہیم نخعی ۴۰۔طلحہ بن مصرف شامل ہیں ابن عساکر نے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایات نقل کی ہیں ۔[تاریخ دمشق ۳۰/۳۵۴]

ب: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا اظہار بطور خاص۔

۴۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛ فرمایا: مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے آپ کو عرب قبائل کے سامنے پیش کریں؛ تو آپ اس مہم پر نکلے؛ آپ کے ساتھ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پس ہم عربوں کی مجلس میں سے ایک مجلس میں پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ درحقیقت آپ ہر خیر کے کام میں سبقت حاصل کرنے والے ماہر انساب تھے۔ آپ نے سلام کرکے پوچھا: آپ کون لوگ ہیں؟ تو کہنے لگے: ہم ربیعہ ہیں؟۔ پوچھا: ربیعہ کی کون سی شاخ؟ اس کے سرداروں میں سے یا ذیلیوں میں سے؟ کہنے لگے: بڑے سرداروں میں سے؟ پوچھا: کون سے بڑے سرداروں میں سے کہنے لگے: ذہل اکبر میں سے۔ فرمایا: ''کیا عوف تم میں سے ہے جس کے متعلق کہا جاتا: وادی عوف میں کوئی آزاد نہیں؟ ۔کہنے لگے: نہیں۔ پوچھا: کیا تم میں جساس بن مرہ ہے؛ جو عزت کا محافظ اور پڑوسی کا دفاع کرنے والا ہے؟ کہنے لگے: نہیں۔ پوچھا: کیا بسطام بن قیس تم میں ہے جو علمبردار ہے؛ کہنے لگے نہیں ۔ پوچھا: کیا تم میں حوفزان ہے جو بادشاہوں کا قاتل اور ان سے مال چھیننے والا ہے۔ اور پھر ان کے کئی قبائل کا ذکر کیا؛ حتی کہ اوس وخزرج تک پہنچ گئے۔ کہتے ہیں: پس ہم اوس وخزرج کی مجلس میں چلے گئے۔ ہم اس وقت تک نہیں اٹھے یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر لی۔ فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان قبائل کا ماہر نسب ہونے کی وجہ سے خوش تھے''۔[ابونعیم فی الدلائل ۱/ ۲۳۷؛ تاریخ دمشق ۱۷/ ۲۹۶۔]

۴۲۔ اُسید بن صفوان سے روایت ہے۔ انہیں صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ فرماتے ہیں: ''جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اس دن مدینہ طیبہ آہ و بکا سے گونج گیا۔ لوگ بے سدھ ہوگئے۔ ویسے ہی جیسے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن ہوا تھا۔ اس وقت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے تشریف لائے؛ آپ کہہ رہے تھے:

''آج خلافت نبوت منقطع ہوگئی ہے۔ حتی کہ اس گھر تک پہنچ گئے جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنازہ کفن میں لپٹا ہوا رکھا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! اللہ آپ پر رحم کرے! آپ اپنی قوم میں سب سے پہلے اسلام لائے؛ اور ان سب میں کامل ایمان والے تھے۔ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور زیادہ پختہ یقین والے تھے؛ ان میں بڑے تونگر تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب سے زیادہ محتاط۔ اسلام کے متعلق سب سے حریص اور اپنے صحابہ پر امن والے؛ صحابیت میں بہترین مقام والے؛ اور افضل مناقب والے تھے؛ اور سب سے آگے پیش پیش رہنے والے؛ اور سب سے بلند مقام والے اور مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریبی۔ اور اخلاق و کردار؛ گفتار و افعال میں آپ ﷺ سے زیادہ مشابہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے؛ اوران سب سے اشرف مقام ومرتبہ والے؛ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک زیادہ معزز؛ اور زیادہ با اعتماد؛ اللہ آپ کو اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بہترین جزاء دے؛ آپ نے اس وقت تصدیق کی جب لوگ آپ ﷺ کو جھٹلا رہے تھے؛ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام صدیق رکھا؛ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ﴾ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں؛ اور: ﴿وَصَدَّقَ بِهٖ﴾ اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے اس وقت عطایا سے نوازا جب لوگ بخل کر رہے تھے؛ اور اس وقت مدد میں کھڑے رہے جب لوگ بیٹھ گئے تھے۔ اور صحبت میں بہترین مقام پر رہے۔ آپ ہی دو ساتھیوں میں سے دوسرے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے سکون نازل کیا؛ ہجرت کی ساعتوں میں اور مشکل گھڑیوں میں آپ ﷺ کے ساتھی رہے؛ پھر امت میں آپ اس وقت خلیفہ بنے جب لوگ مرتد ہو رہے تھے؛ اور بہترین خلیفہ ثابت ہوئے۔ اور اللہ کے دین کو ایسے قائم کیا کہ کسی نبی کے خلیفہ نے دین کو ایسے قائم نہیں کیا۔ اس وقت طاقتور ثابت ہوئے جب آپ کے صحابہ کمزور پڑ گئے تھے۔ اس وقت قوت کا اظہار کیا جب لوگ ضعف کا شکار تھے......"۔

[یہ آپ کا ایک طویل خطبہ ہے؛ جو اس موقع پر ارشاد فرمایا؛ دیکھو: تاریخ دمشق ۳۰/ ۴۳۸۔]

۴۳۔ عبدالرحمن بن ابی زناد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: "ایک آدمی لوگوں کی صفیں چیرتا ہوا آیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا؛ اور بولا: "اے امیر المؤمنین! مہاجرین و انصار کو کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کیا؛ جب کہ آپ ان میں موجود تھے؛ آپ کے مناقب زیادہ ہیں؛ اور اسلام میں سبقت رکھتے ہیں؟۔ تو آپ نے فرمایا: "اگر تم قریشی ہو تو میرا خیال ہے کہ پناہ کے طلبگار ہو؟ کہنے لگا: جی۔ فرمایا: "اگر مؤمن اللہ تعالیٰ کی پناہ میں نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا اور تمہارے اس معاملے کا کام تمام کر دیتا۔ تمہارے لیے بربادی ہو! بیشک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے چار چیزوں میں سبقت لے گئے تھے؛ جن میں میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا؛ آپ مجھ پر امامت اور ہجرت میں سبقت لے گئے؛ اور غار میں بھی؛ اور اسلام کی دعوت میں۔ اس وقت میں ایک دور کی گھاٹی میں تھا؛ قریش مجھے اہمیت ہی نہیں دیتے تھے؛ آپ اس وقت لوگوں کے پاس جاتے اور ان کے سامنے دین کا اظہار کرتے؛ جب کہ میں دین چھپاتا تھا۔ اور اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکر کے مشورہ میں ایک دھاگے کے برابر بھی شرکت کرتے تو لوگ اسی طرف چل پڑتے۔ جیسا کہ اصحاب طالوت کا معاملہ تھا۔ تیری بربادی ہو؛ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی مذمت کی ہے؛ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح کی ہے؛ ارشاد فرمایا:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ [التوبة ۴۰]

"اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے کافروں نے نکال دیا، جب وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[تاریخ دمشق ۳۰/ ۲۹۱]

۴۴۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیشک حضرت ابوبکر انتہائی نرم دل مہربان اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے؛ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ؛ اللہ تعالیٰ نے ان کی خیر چاہی؛ اور وہ خیر خواہ رہے''۔

[تاریخ دمشق ۳۰/ ۳۱۹]

۴۵۔ شیعہ کتب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛ آپ نے فرمایا: ''پس اس وقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کی؛ اور ان واقعات میں آپ کے ساتھ کھڑا رہا۔ ابوبکر ہی ان تمام امور کے متولی تھے؛ اور آپ آسانی کرتے اور راہ راست پر رہتے۔ قریب کرتے اور میانہ روی برتتے۔ میں نے خیر خواہ کی حیثیت سے آپ کی صحبت اٹھائی۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جہاد کرتے ہوئے آپ کی اطاعت کی''۔

[منار الهدى لعلي البحراني ۳۷۳؛ ناسخ التاريخ ۳/ ۵۳۲۔]

۴۶۔ عبدالرزاق کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! مجھے کبھی یہ شرح صدر نہیں ہوا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دوں؛ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ابوبکر و عمر پر؛ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو عثمان پر؛ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو علی پر رضی اللہ عنہم۔ جو کوئی ان سے محبت نہ کرے؛ وہ مؤمن نہیں؛ اور بیشک ہمارا سب سے پختہ عمل ان تمام حضرات سے ہماری محبت ہے؛ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔ اور ان میں سے کسی ایک کے متعلق ہماری گردنوں میں کوئی بوجھ نہ ہو؛ اور اللہ تعالیٰ ہمارا حشر ان کے زمرہ میں اور ان کے ساتھ کرے؛ آمین یا رب العالمین ❶۔

ج: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا اظہار۔

۴۷۔ ابن ابی ملیکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی چار پائی پر رکھے گئے تو لوگوں نے ان کو گھیر لیا؛ وہ لوگ دعا مانگتے جاتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اس سے بیشتر کہ جنازہ اٹھایا جائے؛ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا کہ یکا یک ایک شخص نے میرا شانہ پکڑ لیا؛ اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے رحمت کی اور کہا اے عمر! تم نے اپنے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جو عمل کے اعتبار سے مجھے تم جیسا محبوب ہوتا اور واللہ میں خیال کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے اکثر بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور میں گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور میں داخل ہوا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور میں نکلا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ یعنی آپ اپنے ہر کام و فعل میں ان کو شریک رکھتے تھے''۔ [البخاری و مسلم: ابن عساکر ۴۴/۴۵۶]

۴۸۔ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں: میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا؛ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی میت کے

❶۔ [زوائد فضائل صحابہ ص ۱۲۶؛ عبدالرزاق صنعانی؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعان میں سے تھے؛ مگر انہیں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس کھڑے تھے جب انہیں کفن میں لپیٹ دیا گیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ؛اور آپ فرمارہے تھے: ''آپ پر رحمٰن کی رحمت ہو؛ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اس کفن میں لپٹے سے بڑھ کر کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں کیا کہ مجھے اس کے اعمال لیکر اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند ہو سوائے رسول اللہ ﷺ کے''۔

[تاريخ دمشق ابن عساكر ٤٤/ ٤٥٧]

۴۹۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: ''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبر اور منبر کے درمیان میں رکھا گیا؛ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لائے حتی کہ صفوں کے آگے کھڑے ہو گئے۔ اور پھر تین بار فرمایا:

''آپ پر اللہ کی رحمت ہو؛ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اس کفن میں لپٹے سے بڑھ کر کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں کیا کہ مجھے اس کے اعمال لیکر اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند ہو سوائے رسول اللہ ﷺ کے اعمال کے''۔

[تاريخ دمشق ابن عساكر ٤٤/ ٤٥٧]

۵۰۔ جعفر بن محمد کہتے ہیں: اللہ کی قسم! مجھ سے میرے والد نے بیان کیا؛ کہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر داخل ہوئے جب وہ کفن میں لپٹے تھے؛ آپ نے ان کی تعریف وثناء بیان کی؛ اور پھر فرمایا: ''اہل زمین میں کوئی ایسا نہیں اس کے نامہ اعمال لیکر مجھے اللہ سے ملنا محبوب ہو سوائے اس کفن بردوش کے''۔

[مسند أحمد ١٠/ ٣١٩/ تاريخ دمشق ٤٤/ ٤٥٤ -]

۵۱۔ جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں؛ انہوں نے فرمایا: ''بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر داخل ہوئے جب وہ کفن میں لپٹے تھے؛ آپ نے فرمایا: ''آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ؛لوگوں میں کوئی ایسا انسان نہیں اس کے نامہ اعمال لیکر مجھے اللہ سے ملنا محبوب ہو سوائے اس کفن بردوش کے''۔

۵۲۔ عون بن ابی جحیفہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: ''میں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا جب آپ کی وفات ہوئی اور آپ کو کفن دیا گیا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے؛ آپ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا؛ اور پھر فرمایا:

''اے ابوحفص! آپ پر اللہ کی رحمت ہو؛ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی انسان ایسا نہیں بچا کہ مجھے اس کے اعمال لیکر اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند ہو سوائے آپ کے''۔ [تاریخ دمشق ۴۵۲/۴۴]

۵۳۔ حضرت حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے معاملہ میں رشد و ہدایت پر تھے''۔

۵۴۔ سالم بن ابی جعد سے مروی ہے؛ فرمایا: ''اہل نجران سرخ چمڑے پر لکھی ہوئی ایک تحریر لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے: ''ہم آپ کو آپ کی اس تحریر اور قسم اور آپ کی زبانی آپ کی سفارش کا واسطہ دیتے ہیں کہ: ہماری زمینیں ہمیں واپس کردیں''۔ تو آپ نے فرمایا: ''بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے معاملہ میں رشد و ہدایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے''۔ سالم کہتے ہیں: ''اگر آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعنہ زنی کرنے والے ہوتے تو اس دن طعنہ زنی کرتے''۔ [تاریخ دمشق ۴۴/۳۶۴]

۵۵۔ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا؛ تو ابی حثمہ کی بیٹی آپ پر رونے لگی؛ اور کہا: ''ہائے افسوس عمر! آپ نے بدمعاشوں کو سیدھا کیا؛ اور بیمار ذہنوں کو راہ راست پر لائے؛ اور فتنوں کو موت کی نیند سلایا؛ سنت کو زندہ کیا؛ اور اس دنیا سے پاکدامن اور عیب سے خالی چلے گئے''۔

☆ کہتے ہیں: حضرت مغیرہ نے فرمایا: ''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا؛ تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا؛ میں آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کی بات سننا چاہتا تھا۔ آپ باہر نکلے تو اپنے بال اور داڑھی کو جھاڑ رہے؛ آپ نے غسل کیا ہوا تھا؛ اور آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے؛ آپ کو یقین تھا کہ اب خلافت آپ کو ملنے والی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ابن خطاب پر رحم فرمائے؛ ابوحثمہ کی بیٹی نے سچ کہا: یقیناً آپ اس کی خیر و بھلائی لیکر چلے گئے اور اس کے شر سے نجات پالی؛ ہاں اللہ کی قسم! اس نے یہ کچھ خود نہیں کہا؛ بلکہ اس سے کہلوایا گیا ہے''۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اس کی زبان پر الہام کر دیا۔ [تاریخ الطبری ۳/۲۸۵]

۵۶۔ اوفی بن حکیم نے فرمایا: ''جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے؛ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف باہر نکلے؛ آپ نے غسل کیا ہوا تھا؛ کچھ دیر سر جھکائے رکھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ کے لیے ہی رونے والی کی بھلائی ہے؛ جس نے کہا: ہائے عمر! آپ نے بدمعاشوں کو سیدھا کیا؛ اور بیمار ذہنوں کو راہ راست پر لائے؛ ہائے عمر! آپ اس دنیا سے پاکدامن اور عیب سے خالی چلے گئے۔ اے عمر! آپ سنت کو اپنے ساتھ لے گئے اور فتنوں کو باقی چھوڑ دیا''۔
[تاریخ دمشق ٤٤/ ٤٥٧]

۵۷۔ ابن بحینہ کہتے ہیں: ''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے؛ تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں گا اور ان کی گفتگو سنوں گا۔ آپ نہائے ہوئے باہر تشریف لائے؛ کچھ دیر سر کو جھکایا؛ پھر فرمایا: ''اللہ کے لیے ہی عمر پر رونے والی کی بھلائی ہے؛ وہ کہہ رہی تھی: ہائے عمر! اللہ کی قسم! آپ مرے ہیں تو آپ کے عیب کم تھے؛ اور آپ نے بدمعاشوں کو سیدھا کیا؛ اور بیمار ذہنوں کو راہ راست پر لائے؛ ہائے عمر! اللہ آپ کو اس کی خیر و بھلائی کے ساتھ لے گیا اور اس کے شر سے نجات دیدی؛ ہائے عمر! اللہ کی قسم! آپ سنت کو لے گئے اور فتنے باقی چھوڑ دیے''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس نے یہ کچھ خود نہیں کہا؛ بلکہ اس سے کہلوایا گیا ہے''۔
[تاریخ دمشق ٤٤/ ٤٥٧]

۵۸۔ شیعہ کی کتاب ''نہج البلاغہ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛ فرمایا: ''اللہ ہی کے لیے فلاں کی بھلائی ہے؛ اس نے ٹیڑھوں کو سیدھا کیا؛ اور بیماروں کی دوا کی؛ سنت کو قائم کیا؛ بدعت کو پیچھے چھوڑ دیا؛ اور اس دنیا سے پاکدامن چلا گیا؛ بہت کم عیوب والا تھا؛ اس کی خیر و برکت پالی اور شر و برائی سے نجات پا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کی؛

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس سے ڈرنے کا حق ادا کر دیا۔ وہ خود چلا گیا؛ اور انہیں ایسے چوراہے میں چھوڑ دیا جس کی طرف نہ گمراہ کو ہدایت مل سکتی ہے اور نہ ہی طالب ہدایت کو یقین آ سکتا ہے''۔

❀ نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ کا کہنا ہے کہ: آپ کا فرمان: ''فلاں کی بھلائی'' اس سے مراد عمر بن خطاب ہے''۔ اور ابن ابی الحدید نے یہ بھی کہا ہے: ''میں نے ابوالحسن رضی کے ہاتھ سے تحریر کردہ نسخہ میں دیکھا ہے، کہ اس نے ''فلاں'' کے نیچے ''عمر'' لکھا ہوا تھا۔

اور ابن ابی الحدید کا کہنا ہے کہ: میں نے نقیب ابوجعفر یحی بن ابوزید علوی سے پوچھا؛ تو انہوں نے کہا: ''اس سے مراد عمر بن خطاب ہے''۔ میں نے پوچھا: کیا امیر المؤمنین آپ کی بھی مدح و ثناء کیا کرتے تھے؟ فرمایا: ''ہاں''۔
[شرح نهج البلاغة ١٢/ ٣۔]

۵۹۔ طبری نے اپنی سند سے روایت کیا ہے؛ بیشک سعد بن مالک (بن ابی وقاص) نے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے ان فارسیوں کے خلاف جنگ لڑنے کا مشورہ کیا جو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا؛ آپ اپنے جہاد پر جانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ طلب کر رہے تھے؛ تو انہوں نے آپ کے نہ نکلنے اور صرف جنگی لشکر بھیجنے پر اکتفا کرنے کا مشورہ دیا۔ جن لوگوں نے یہ مشورہ دیا ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے؛ آپ نے فرمایا: ''اے امیر المؤمنین! لوگوں کی یہ رائے درست ہے؛ اور جو کچھ آپ کی طرف لکھا گیا ہے اسے وہ سمجھ گئے ہیں؛ بیشک اس معاملہ میں نصرت یا رسوائی/ پسپائی نہ ہی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے اور نہ ہی قلت کی وجہ سے۔ بلکہ یہ اللہ کا وہ دین ہے جسے اس نے غالب کیا ہے اور اپنے لشکر کی مدد کی ہے؛ اور فرشتوں سے اس کی تائید کی ہے؛ حتی کہ معاملہ اب یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین ہے؛ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد کرے گا''۔

آپ کی مثال ان کے لیے ایسے ہی ہے جیسے ڈوری کی مثال جس میں موتی پروئے جاتے ہیں؛ وہ انہیں مضبوط اور جمع رکھتی ہے۔ اگر یہ ڈوری ٹوٹ جائے تو سارے موتی بکھر جائیں؛ اور پھر کبھی جمع نہ ہو سکیں۔ عرب آج کل اگرچہ تھوڑے ہیں؛ لیکن وہ اسلام کی وجہ سے زیادہ اور غالب ہیں۔ آپ اہل کوفہ کی طرف خط لکھیں؛ وہ عرب کے نامور اور بڑے سردار ہیں؛ اور جو لوگ ابھی تک وہاں جمع نہیں ہوئے؛ ان سب کو جمع کر کے ان میں سے دو تہائی سے ان کی مدد کریں؛ اور ایک تہائی وہاں رہنے دیں۔ اور اہل بصرہ کو لکھیں کہ ان کے پاس جو ممکن ہو؛ ان کی مدد کریں''۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ بہت پسند آیا؛ اور یہ رائے بہت اچھی لگی''۔ [الطبری ۲/۵۳۳؛ البدایہ والنہایہ ۷/۱۲۲]

۶۰۔ شیعہ کی کتاب ''نہج البلاغہ'' میں بھی اس مشورہ کی طرف اشارہ ملتا ہے؛ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ طلب کرنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب کا ذکر ہے۔ اس میں ہے آپ نے فرمایا:

''بیشک اس معاملہ میں نصرت یا رسوائی/ پسپائی نہ ہی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے اور نہ ہی قلت کی وجہ سے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ یہ اللہ کا وہ دین ہے جسے اس نے غالب کیا ہے اور اپنے لشکر کو تیار کیا اور اس کی مدد کی ہے؛ حتی کہ معاملہ اب یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ یہ آگے آئے جیسے بھی آئے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین ہے؛ اس کا فرمان ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ۔''ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے''۔[پوری آیت پڑھی]۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد کرے گا''۔

اسلام میں آپ کے موجودہ مقام پر قائم رہنے کی مثال ان کے لیے ایسے ہی ہے جیسے ڈوری کی مثال جس میں موتی پروئے جاتے ہیں؛ وہ انہیں مضبوط اور جمع رکھتی ہے۔ اگر یہ ڈوری ٹوٹ جائے تو سارے موتی بکھر جائیں؛ اور پھر کبھی جمع نہ ہوسکیں۔ عرب آج کل اگرچہ تھوڑے ہیں؛ لیکن وہ اسلام کی وجہ سے زیادہ ہیں اور اپنی اجتماعیت کی وجہ سے غالب ہیں۔ آپ قطب [مرکزی متحرک] بن جائیں؛ اور عرب کی چکی کو لیکر گھمائیں؛ آپ کے آگے جنگ کی آگ ہے۔ اگر آپ اپنی یہ جگہ چھوڑ دیں گے تو لوگ آپ پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ حتی کہ آپ کے پیچھے رہ جانے والی پردہ نشین آپ کے لیے آگے بڑھنے سے زیادہ اہم ہو جائیں گی۔ اور بیشک کل کو عجمی آپ کو دیکھیں گے تو کہیں گے: یہی عربوں کی اصل ہے؛ اگر تم اسے کاٹ کر رکھ دو گے تو راحت پاؤ گے۔ تو یہ معاملہ ان کے آپ پر ٹوٹ پڑنے کا اور آپ کی طمع رکھنے کا بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔

اور جہاں تک آپ نے ان لوگوں کے مسلمانوں سے جنگ کے لیے پیش قدمی کا لکھا ہے؛ تو بیشک اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ پیش قدمی آپ سے زیادہ ناپسند ہے؛ اور اللہ تعالیٰ جس چیز کو ناپسند رکھتے ہوں؛ اسے بدلنے پر آپ سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔ اور آپ نے ان کی جس تعداد کا ذکر کیا ہے؛ بیشک ہم ماضی میں بھی کثرت تعداد کی بنا پر نہیں لڑے؛ بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے ہی لڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کے مرکز کی عزت وغلبہ اور ان کا پردہ رکھنے کا ذمہ لیا ہے۔ آپ جیسے ہی اس دشمن کی طرف بذات خود پیش قدمی کریں گے؛ وہ سب آپ پر ٹوٹ پڑیں گے؛ اور دور دور تک مسلمانوں کی کوئی پناہ گاہ نہیں رہے گی؛ اور نہ ہی کوئی ایسی قیادت ہوگی جس کی طرف رجوع کریں گے۔ آپ کسی تجربہ کار کو ان کی طرف بھیجیں۔ اس کے ذریعہ اہل آزمائش/شرکائے جنگ کی خیر خواہی اور نصیحت کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں غلبہ دیا تو یہی چیز آپ چاہتے ہیں؛ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو آپ لوگوں کے لیے ایک چادر اور مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوں گے''۔[تاریخ دمشق ۳۹/۴۴]

۶۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مہاجرین میں سے مجھے کسی کے بارے میں علم نہیں جس نے چھپ کر ہجرت نہ کی ہو سوائے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے؛ جس وقت آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا؛ تو تلوار گلے میں لٹکائی؛ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمان کندھے پر رکھی؛ تیر اپنے ہاتھوں میں لیے؛ اور اپنا حربہ سنبھالا۔اور کعبہ کی طرف چلے۔قریش کعبہ کے پاس آخر میں بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے آرام سے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے۔پھر مقام ابراہیم پر تسلی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی؛ اور ایک ایک گروہ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے؛ اور ان سے کہنے لگے: تمہارے چہرے برباد ہوں؛ اللہ تعالیٰ تمہاری ناک خاک میں ملا دے! جو کوئی چاہتا ہو کہ اس کی ماں اس پر روئے یا اس کے بچے یتیم ہوں یا اس کی بیوی بیوہ ہو جائے تو وہ اس وادی کے پار مجھ سے ملے"۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی ایک بھی آپ کے پیچھے نہیں جا سکا سوائے چند کمزور لوگوں؛ آپ نے انہیں سمجھایا؛ انہیں کچھ تعلیم دی اور اپنی راہ پر چلتے بنے"۔[تاریخ دمشق ۴۴/۵۱]

د: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کا اظہار۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی دو بیٹیوں پر اپنا داماد بنایا؛ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و پسند سے ہی ممکن ہے۔ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ ایسے انسان کو عطا کر دے جس سے وہ محبت نہ کرتا ہو۔اور پھر صاف الفاظ میں فرماتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دین کے وہ امور سیکھے تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور دوسرے سبقت رکھنے والے ان کے بھائیوں نے سیکھے ہیں۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا زائد علم نہیں جسے وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے چھپا کر رکھیں۔ذیل میں اس کی کچھ تفصیل ہے:

۶۲۔ ابو جنوب عقبہ بن علقمہ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے سنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک کر کے عثمان سے شادی کر دیتا۔سہل کی روایت میں ہے:" اگر میری اور بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک کر کے عثمان رضی اللہ عنہ سے شادی کر دیتا؛ حتی کہ ایک بھی باقی نہ رہتی"۔[تاریخ دمشق ۳۹/۴۳]

۶۳۔عصمہ بن مالک خطمی سے روایت ہے؛ فرمایا:" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بیٹی فوت ہوئی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی؛ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" عثمان کی شادی کرادو؛ اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس سے شادی کرتا؛ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف وحی کے بغیر اس کی شادی کی ہے"۔

ابن عساکر نے اس حدیث کو کئی اسناد سے روایت کیا ہے: اور ان میں سے ہر ایک سند کے کئی طرق ہیں۔

۶۴۔ ابو اسحق کہتے ہیں:" ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: بیشک عثمان جہنمی ہے"۔تو آپ نے پوچھا:" تجھے اس کا علم کیسے ہوا؟۔کہنے لگا:" کیونکہ اس نے بہت ساری بدعات ایجاد کی ہیں"۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:" تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہاری بیٹی ہو تو تم اسے بغیر مشورہ کیے شادی کر کے دیدیتے؟۔کہنے لگا: نہیں۔فرمایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

:تو کیا میری رائے رسول اللہ ﷺ کی اپنی دو بیٹیوں سے متعلق رائے سے بہتر ہے؟۔ اور مجھے نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتاؤ؛ جب آپ کسی کام کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتے تھے یا نہیں ؟۔ کہنے لگا: کیوں نہیں ؛ضرور استخارہ کرتے تھے۔ پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں بہتر کا انتخاب دیتے تھے یا نہیں؟ کہنے لگا: بالکل ضرور دیتے تھے۔ فرمایا: تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتاؤ؛ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیٹی کی شادی کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چنا تھا یا نہیں ؟۔ پھر فرمایا: ''میں نے تیاری کر چکا تھا کہ تیری گردن مار دوں ؛ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے باز رکھا؛ اگر تم اس کے علاوہ کوئی بات کہتے تو میں تیری گردن اڑا دیتا''۔ [تاریخ دمشق ۳۹/۴۹]

۶۵۔ نہج البلاغہ میں ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: '' اللہ کی قسم ! میں نہیں سمجھتا کہ آپ سے کیا کہوں ؛ نہ ہی میں کوئی ایسی چیز جانتا ہوں جس سے آپ لاعلم ہوں ؛ اور نہ کوئی ایسا کام ہے جس کی طرف میں رہنمائی کروں اور وہ آپ کے علم میں نہ ہو۔ آپ وہ سب جانتے ہیں جو ہم جانتے ہیں۔ ہم آپ پر کسی چیز میں سبقت نہیں رکھتے کہ اس کے متعلق آپ کو بتائیں۔ اور نہ ہی ہم سے خلوت میں کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس کے متعلق آپ کو بتائیں۔ آپ بھی وہی کچھ دیکھ رہے ہیں جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے بھی وہی سنا ہے جو ہم نے سنا ؛ اور آپ بھی ویسے ہی رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے جیسے ہم آپ کی صحبت میں رہے۔ ابن قحافہ اور ابن خطاب حق پر عمل کرنے کے آپ سے زیادہ حق دار نہیں ہیں ؛ اور نہ ہی آپ ان دو سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے قریبی اور خونی رشتہ دار ہیں۔ لیکن آپ کو دامادی کا وہ شرف حاصل ہے جو ان دونوں کو نہیں ملا''۔

[نہج البلاغة ۲۹۱ ؛ شرح محمد عبده ؛ وشرح ابی الحدید ۹/ ۲۶۱۔]

ھ: آپ سے پہلے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی بیعت کا اعتراف۔

نہج البلاغہ میں ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

''بیشک میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے؛ جنہوں نے اسی چیز پر حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی بیعت کی تھی؛ کسی موجود کے لیے کوئی دوسرا اختیار باقی نہیں ؛ اور نہ ہی کوئی غائب اس کو رد کر سکتا ہے۔ اور بے شک شوری مہاجرین و انصار کے مابین ہے اگر وہ ایک آدمی پر جمع ہو جائیں اور اسے امام کا نام دیں ؛ تو اسی میں اللہ کی رضا مندی ہے۔ اگر کوئی انسان کسی طعن یا بدعت کی وجہ سے ان سے خروج اختیار کرے؛ تو اسے اس چیز کی طرف واپس لایا جائے گا جس سے اس نے خروج کیا ہے۔ اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرو کیونکہ اس نے اہل ایمان کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی ہے''۔ [نہج البلاغہ ص ۴۴۶]

مسئلہ امامت پر گفتگو کرتے ہوئے کئی روایات گزری ہیں جن میں آپ نے ان کی بیعت کو مانا ہے؛ اور خود ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیعت کرنے کا اعتراف کیا ہے۔

و: سابقہ پانچویں اور چھٹی من گھڑت روایت کے ساتھ کچھ دیر:

اس مرحلہ میں ایک سے دوسرے وقت کے درمیان ایسی افواہیں پھیلائی جاتی تھیں جن میں آپ کی امامت کے متعلق گفتگو ہوتی۔ اور ان میں یہ خیال پیش کیا جاتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ کو خلافت کا بار اٹھانے سے روک دیا؛ اور اس کام کے اصل سرغنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس من گھڑت خبر کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہوگئے؛ اور آپ نے ان دونوں خلفاء کے فضائل کا اظہار کیا؛ اور ان کی شان میں کوتاہی کرنے ڈرایا۔

یہ تمام روایات جن کی تعداد ساٹھ تک پہنچتی ہے؛ جنہیں تیس سے زیادہ افراد نے روایت کیا ہے؛ ان میں حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی گواہی کی تائید اور خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل میں آپ کا اقرار و اعتراف پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ہم نے آپ سے منقول تمام روایات کا احاطہ نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے وہی کچھ جمع کیا ہے جو آسانی سے میسر آ گیا۔ آپ ان روایات کو دیکھ سکتے ہیں جن اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

یہ روایات گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کائنات کی افضل ترین ہستی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں؛ اور ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ؛ اس عقیدہ پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اسی لیے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان حضرات کے خلیفہ ہونے پر راضی رہے۔ اگر ان دونوں حضرات کے متعلق صحابہ کرام کا یہ موقف نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کی قیادت ان حضرات کو نہ سونپتے۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بات جانتے ہوتے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان دونوں حضرات سے افضل ہیں؛ تو پھر ان کے حق میں یہ گواہی کبھی نہ دیتے۔ کیونکہ اس صورت میں آپ کی گواہی سچی نہ ہوتی؛ اور اس میں امت کے ساتھ دھوکہ ہوتا۔ حاشا و کلا کہ آپ کبھی ایسا کریں۔

پھر آپ گواہی دے رہے ہیں کہ ان حضرات نے اپنی اپنی خلافت میں بہت اچھے کام کیے۔

پھر اپنے آپ کو ان پر فضیلت دینے سے منع کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں ایسا کرنا افتراء ہے؛ جس پر ایسا کرنے والا سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ایسا کرنے والوں کو سزا دینے کی دھمکی بھی دی۔

اور آپ اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نے ان دونوں حضرات کی بیعت کی اور آپ ناصح اور مطیع بن کر رہے۔

پھر آپ تمنا کرتے ہیں کہ خیر اور جہاد میں اس مقام تک پہنچیں جہاں تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہنچے تھے۔ آپ نے تمنا کی تھی کہ ان کے اعمال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعمال جیسے ہوں۔

اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین شخصیات میں سے تھے؛ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر و حضر میں اکثر ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

28200

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری کی گواہی دیتے ہیں جس کا ایک نمونہ آپ کی اعلانیہ ہجرت کے وقت سامنے آیا۔ جب تمام لوگوں نے چھپ چھپا کر ہجرت کی سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے اعلانیہ ہجرت کی؛ اور کسی ایک کو آپ کو روکنے کی ہمت نہیں ہو سکی۔

پھر آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے فضائل کا اعتراف کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنی دو بیٹیوں پر اپنا داماد بنایا۔ اور گواہی دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک کرکے عثمان سے شادی کر دیتا۔ اور ایک روایت میں ہے: ''اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس سے شادی کر دیتا''۔ اس فرمان نبوی میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آپ کے مقام و مرتبہ پر دلیل ہے۔

پھر آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں گواہی دیتے ہیں؛ انہیں اس سے زائد کسی چیز کا علم نہیں جو علم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔ اور نہ ہی آپ کا کوئی معاملہ ان پر مخفی ہے۔ اور آپ کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ مصاہرت سے وہ کچھ حاصل ہوا ہے جو کہ آپ کے سابقین میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے صحیح ہونے پر اس امر سے استشہاد پیش کرتے ہیں کہ آپ کی بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے آپ سے پہلے خلفاء کی بیعت کی ہے اور یہ کہ ان حضرات کے بیعت کرنے سے امامت مل جاتی ہے۔

یہ تمام وہ گواہیاں ہیں جو آپ کی اپنے سے پہلے خلفاء بھائیوں سے محبت اور ان کی تعظیم کو ثابت کرتی ہیں؛ اور ہر اس دعوی کو باطل کرتی ہیں جو آپ سے منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ ان سے دشمنی یا نفرت رکھتے تھے۔

ز: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اپنی اولاد کے نام خلفائے ثلاثہ کے ناموں پر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ ہر طرح سے ان افواہوں کا مقابلہ کیا جائے جو ان سے ماقبل کے خلفائے راشدین بھائیوں کے خلاف پھیلائی جا رہی ہیں؛ تو آپ نے صرف ان کے فضائل کا اعلان کرنے؛ اور ان کی شان میں گستاخی کرنے پر سزا کی دھمکی دینے پر ہی اکتفاء نہیں کیا؛ بلکہ ان حضرات سے اپنی محبت کا اظہار یوں بھی کیا کہ اپنی اولاد کے نام ان حضرات کے ناموں پر رکھے۔

آپ نے اپنے بیٹوں کے یہ نام رکھے؛ ابوبکر؛ عمر؛ عثمان۔ اس میں کوئی شک نہیں کسی شخص کا اپنی اولاد کے نام کسی کے نام پر رکھنا اس شخص سے اس کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہ نام تو بہت زیادہ ہیں؛ اور باپ پر یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے اچھے ناموں کا انتخاب کرے؛ کیونکہ انہیں اب پوری زندگی انہی ناموں سے پکارا جائے گا۔

اگر یہ نام ایسی شخصیات کے ہوتے جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نفرت رکھتے ہوتے تو آپ کبھی اپنے بیٹوں کے یہ نام نہ رکھتے؛ اس لیے کہ ناموں کی کوئی کمی نہیں تھی۔

ان ناموں کا ذکر اہل سنت اور شیعہ کی بعض ان کتابوں میں آیا ہے جن میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی تحریر کیے گئے ہیں۔

جہاں تک اہل سنت کی کتابوں کا تعلق ہے؛ تو ہم صرف دو کتابوں کے ذکر پر اکتفاء کریں گے؛ ان میں سے:

۱۔ تاریخ طبری:

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے کہا ہے:

''آپ کی ازواج اور اولاد کے بارے میں''......: ''پھر آپ نے ام البنین بنت حزام سے شادی کی؛ اس سے عباس؛ جعفر؛ اور عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان میں سے عباس کے علاوہ کسی کے پیچھے باقی کچھ نہیں بچا۔ پھر آپ نے لیلی بنت مسعود بن خالد سے شادی کی؛ جس سے عبیداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے۔ ہشام بن محمد کا خیال ہے کہ یہ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور اس کا یہ بھی خیال ہے کہ عبیداللہ اور ابو بکر پسران علی کا پیچھے کوئی باقی نہیں بچا۔ اور پھر آپ نے صہباء سے شادی کی۔ اسے ام حبیب بنت ربیعہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے عمر بن علی اور رقیہ بنت علی پیدا ہوئے۔ عمر بن علی نے پچاسی سال عمر پائی؛ اور آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آدھی وراثت ملی؛ ینبع میں آپ کا انتقال ہوا''۔ [تاریخ الطبری ۴/ ۱۱۸]

۲۔ تاریخ ابن عساکر:

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی ابوسعید کی روایت سے تحریر کرتے ہوئے کہا ہے:

''میرا گزر ایک لڑکے پر ہوا جس کے لمبے بال اور مینڈھیاں تھیں؛ اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ کے پاس یہ بچہ کیسا ہے؟ تو فرمایا: ''یہ عثمان بن علی؛ میں نے اس کا نام حضرت عثمان بن عفان کے نام پر رکھا ہے۔ اور میں نے حضرت عمر بن خطاب کے نام پر بھی نام رکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے نام پر بھی؛ اور خیر البریہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بھی''۔ [تاریخ دمشق ۴۵/ ۳۰۴]

محمد بن سلام سے روایت ہے؛ انہوں نے کہا ہے: ''میں نے عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے کہا:

''تمہارے دادا حضرت علی نے عمر نام کیسے رکھا؟ تو انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے یہی بات پوچھی تھی؛ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں؛ وہ عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں؛ فرمایا: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد میرے والد کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا؛ تو انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آج رات میرے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے؛ تو انہوں نے کہا: یہ مجھے بخش دیجیے۔ تو میں نے کہا: ''وہ آپ کا ہوا''۔ اور فرمایا: میں نے اس کا نام عمر رکھا؛ اور میں نے اپنا یہ ثمر بار لڑکا آپ کو ہدیہ کر دیا''۔ اور کہا: ''اب اس کی بہت ساری اولاد ہے۔ زبیر نے کہا ہے: ''میں بھی عیسی بن عبداللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ملا؛ اور اس سے سوال کیا؛ تو اس نے ویسے ہی جواب دیا جیسا کہ محمد بن سلام نے کہا ہے"۔ [۳۰۴/۳۵]

ب: شیعہ مصادر سے:

ہم ہر نام کے ساتھ ان کے کئی مصادر کا ذکر کریں گے؛ ان میں سے:

ابو بکر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ❶۔ عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ❷۔

عثمان بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ❸۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنی اولاد کے یہ نام رکھنا آپ کے دل میں حضرات خلفائے راشدین کی محبت اور ان کی عزت و احترام کی دلیل ہے۔ اور جو کچھ یہ مشہور کر رکھا ہے کہ انہوں نے خلافت چھین لی تھی؛ یہ درست نہیں ہے۔ یہ ان من گھڑت خبروں پر رد کے سلسلہ میں عملی رد ہے۔

ح: سابقہ خلفاء کے احکام سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پہلے کے خلفاء میں سے ہر ایک خلیفہ کے دور میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں ان کے احکام ہوتے تھے۔ اور یہ احکام دو امور کے مابین ہوتے تھے:

۱۔ خلیفہ کے یہ احکام یا تو شرعی ہوں گے۔ ۲۔ یا یہ احکام شرعی نہیں ہوں گے۔

اگر خلیفہ شرعی خلیفہ ہے؛ تو اس کے احکام ماننا لازم ہیں؛ ان کے خلاف کرنا جائز نہیں؛ ہاں اگر کوئی ایسا حکم ہو جو کتاب و سنت کی صریح نصوص کے خلاف ہو؛ تو دیگر بات ہے۔ اور اگر خلیفہ غیر شرعی ہے؛ تو اس کے احکام باطل ہیں؛ انہیں باقی رکھنا جائز نہیں۔

جب خلیفہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے؛ تو آپ پر لازم آتا تھا کہ ان احکام کو نافذ کریں جو آپ سے پہلے خلفاء کے ہیں؛ اور جن کی خلافت کے درست ہونے کا آپ اعتقاد رکھتے تھے۔ یا پھر اگر آپ ان کی خلافت کو جائز نہ سمجھتے تھے تو پھر ان احکام کو باطل قرار دیتے۔

جب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران آپ کے اعمال کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنے پہلے

❶۔ذكره المفيد فى الإرشاد ص ۲٤۸ ؛ اعلام الورى ۲۰۳ ؛ كشف الغمة ۱/ ٤٤۰ ؛ منتهى الآمال ۱/ ٥۲۸ ؛ حياة الإمام الحسين ۱/ ۲۷۰ ؛ يوم الطف ؛ ۱۷٤ ؛ مظالم اهل بيت ۲٥۸ ؛ مناقب آل أبى طالب لابن شهر آشوب ۳/ ۳۰٥۔

❷۔ذكره المفيد فى الإرشاد ص ۱۸٦ ؛ اعلام الورى ۲۰۳ ؛ كشف الغمة ۱/ ٤٤۰ ؛ منتهى الآمال ۱/ ٥۲۸ ؛ يوم الطف ؛ ۱۸۸ ؛ مناقب آل أبى طالب لابن شهر آشوب ۳/ ۳۰٤۔

❸۔ذكره المفيد فى الإرشاد ص ۱۸٦ ؛ اعلام الورى ۲۰۳ ؛ كشف الغمة ۱/ ٤٤۰ ؛ منتهى الآمال ۱/ ٥۲٦ ؛ حياة الإمام الحسين ۱/ ۲٦۲ ؛ يوم الطف ؛ ۱۷٥ ؛ مظالم اهل بيت ۲٥۷ ؛ مناقب آل أبى طالب لابن شهر آشوب ۳/ ۳۰٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے خلفاء کے احکام میں کوئی تبدیلی نہیں لائی۔ بلکہ آپ سے نصوص وارد ہیں کہ آپ نے اپنے قاضیوں سے کہا تھا کہ ان سے پہلے کے خلفاء کے فیصلوں میں کوئی تبدیلی نہ کریں۔

ذیل میں اس کے کچھ نمونے اور مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱۔ عبیدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: ''تم ایسے ہی فیصلے کیا کرو جیسے پہلے کرتے تھے۔یقیناً اختلاف مجھے ناپسند ہے؛ تاکہ لوگ ایک جماعت پر جمع ہو جائیں یا میں بھی ایسے ہی مر جاؤں جیسے میرے ساتھی مر گئے''۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ عمومی طور پر جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلفاء راشدین پر طعن کے سلسلہ میں روایت کیا جاتا ہے؛ وہ جھوٹ ہے۔اس لیے کہ اگر آپ ان کی گمراہی کے معتقد ہوتے تو ان کے احکام کو کالعدم کر دیتے۔

۲۔ابن سیرین سے روایت ہے؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''فیصلے ویسے ہی کرو جیسے پہلے فیصلے کرتے تھے تاکہ لوگ ایک جماعت ہو جائیں؛ بیشک مجھے اختلاف سے ڈر لگتا ہے''۔[مصنف عبدالرزاق ۲۰۶۷۷]

۳۔محمد بن اسحق نے کہا ہے: ''میں نے ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ -یعنی امام باقر- سے پوچھا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذوی القربی کے حصہ میں کیا کیا؟ تو آپ نے فرمایا: ''حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی راہ پر چلتے رہے''۔ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: یہ کیسے ہوا جبکہ تم لوگ ایسی ایسی باتیں کہتے ہو؟۔تو فرمایا: ''آگاہ رہو! اللہ کی قسم! آپ کی رائے کے مطابق ہی فیصلے ہوا کرتے تھے؛ اور آپ کو یہ بات ناپسند تھی کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ آپ کے اختلاف پر تبصرہ کیا جاتا رہے''۔[سنن الکبری للبیهقی ٦/ ٣٤٣]

۴۔ ابن اثیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات کے متعلق کہا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر و عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین برابر ویسے ہی برتاؤ کرتے رہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کرتے تھے''۔[الکامل ١/ ٣٢١]

۵۔ ابن ابی شبہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم جس کی ہاتھ میں میری جان ہے! جو کچھ میں نے چھوڑا ہے؛ اس میں سے میرے وارث کچھ بھی تقسیم نہیں کریں گے؛ جو کچھ میں نے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے''۔ پھر فرمایا: ''یہ صدقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا؛ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ غالب آگئے؛ اور ان کے مابین اس کا جھگڑا تھا۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ان کے مابین تقسیم کرنے سے انکار کر دیا۔حتی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلو تہی اختیار کر لی؛ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غالب آگئے۔ پھر یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا؛ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں۔ پھر حضرت علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھوں میں۔ وہی اس کا خیال رکھتے تھے۔پھر زید بن حسین کے ہاتھوں آیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا''۔

[تاریخ المدینة لابن ابی شبه ١/ ٢٠٢ ؛ اور اس کی ایک دوسری سند بھی ھے؛ ١/ ٢٠٩-]

٦۔سالم بن ابی جعد سے مروی ہے؛ فرمایا: ''اہل نجران ایک سرخ چمڑے پر لکھی ہوئی ایک تحریر لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور کہنے لگے: ''ہم آپ کو آپ کی اس تحریر اور قسم اور آپ کی زبانی آپ کی سفارش کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واسطہ دیتے ہیں کہ: ہماری زمینیں ہمیں واپس کردیں''۔ تو آپ نے فرمایا: ''بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے معاملہ میں رشد و ہدایت پر تھے''۔ سالم کہتے ہیں: ''اگر آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعنہ زنی کرنے والے ہوتے تو اس دن طعنہ زنی کرتے''۔ [تاریخ دمشق ۴۴/۳۶۴]

۷۔ سید مرتضی؛ جنہیں اثنا عشریہ کے ہاں ''علم الہدی'' سے ملقب کیا جاتا ہے؛ وہ مسئلہ فدک میں کہتا ہے: ''جب معاملہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو آپ سے فدک واپس کرنے کے متعلق بات کی گئی؛ تو آپ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ میں اس چیز کو واپس کردوں جسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روکا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ایسے ہی برقرار رکھا''۔ [الشافی للمرتضی ۲۳۱؛ شرح نهج البلاغة ۱/ ٤-]

کچھ دیر ان روایات کے ساتھ۔

۱۔ اگر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اعتقاد ہوتا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا سابقہ خلفاء میں سے کسی ایک نے ظلم کیا ہے؛ اور پھر آپ ان کو اس ظلم سے منع نہ کر سکے؛ اور نہ ہی اس کا اظہار کر سکے؛ کیونکہ آپ رعایا میں سے ایک تھے۔ پھر اس کے بعد جب آپ خلیفہ ہوگئے؛ تو یہ ایک بہت مناسب موقع تھا کہ وہ سابقہ خلفاء کے اس ظلم کو بیان کرتے؛ اور اب اس کے بیان نہ کرنے میں آپ کا کوئی عذر نہیں تھا۔ جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو پتہ چلا کہ آپ اس قسم کا کوئی اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔

۲۔ فدک کا معاملہ وہ سب سے مشہور معاملہ ہے جس کے متعلق دعوی کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ظلم کیا؛ اور پھر کئی روایات گھڑی گئیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ اعلان کر سکتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مارا ہے۔ اور پھر فدک کو اس کے وارث اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیتے۔ بھلے انہیں اس چیز کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس لیے کہ ظلم کا خاتمہ تو بہر حال ہونا چاہیے تھا۔ جب آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا؛ بلکہ اسی صورت کو برقرار رکھا تو پتہ چلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک برحق تھا۔

۳۔ نجران کے یہودیوں سے متعلق آپ کا موقف؛ جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شکایت لیکر حاضر ہوئے؛ یہ ایک بہترین موقع تھا کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے ظلم کا اظہار کرتے - اگر وہ ظالم ہوتے -۔ لیکن آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا؛ تو پتہ چلا کہ آپ جانتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں؛ چنانچہ آپ نے اسی چیز کی گواہی بھی دی۔

۴۔ یہ تمام واقعات اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ ان افواہوں میں کوئی صداقت نہیں تھی؛ اسی لیے تابعین علماء میں سے ایک عالم محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عمومی طور پر جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے؛ وہ جھوٹ ہے''۔ یعنی اہل علم کی نظر میں امامت کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ساتویں من گھڑت روایت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے والے سبائی فتنہ گروں کے ہاتھوں آپ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت کرلی؛ اس طرح آپ چوتھے خلیفہ راشد قرار پائے۔ لیکن بلاد شام کے والی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اس وقت تک کے لیے آپ کی بیعت کرنے سے انکار کردیا؛ حتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر حد جاری کردی جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس اختلاف میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا؛ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اس موقف میں غلطی پر تھے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

اس لیے کہ بیعت مکمل ہونے سے پہلے حد کا جاری کیا جانا ناممکن تھا۔ کیونکہ اس فتنہ میں بہت سارے لوگ شریک تھے۔ اور یہ اختلاف مسلمانوں کے مابین طول پکڑ گیا جس کے نتیجہ میں تین جنگیں پیش آئیں:

جنگ جمل جنگ صفین اور جنگ نہروان۔

ان میں طرفین کے بہت سارے لوگ قتل ہوئے۔

اس وقت کی افواہوں میں ایک یہ بھی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف مقتولین کافر اور دائمی جہنمی ہیں۔ لیکن یہ افواہ جھوٹی تھی۔ اس لیے کہ یہ جنگ مسلمانوں کے مابین تھی۔ جس میں ایک گروہ غلطی پر اور دوسرا گروہ حق پر تھا۔ اور بلا ریب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس افواہ کا مقابلہ بھی کیا؛ اور اسے باطل قرار دیا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ عقیدہ رکھتے ہوتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین و منصوب امام ہیں تو یقیناً آپ اپنے خلاف لڑنے والوں پر کفر کا فتوی لگاتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین و منصوب امام سے لڑنا اللہ تعالیٰ کے احکام کو رد کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو رد کرنے والا کافر ہوتا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں بیسویں اقوال منقول ہیں جن میں آپ نے اپنے ساتھ لڑنے والوں کو مؤمن تسلیم کیا ہے؛ اور یہ کہ یہ لوگ آپ سے لڑنے میں غلطی پر تھے؛ لیکن کافر نہیں تھے۔ اس لیے کہ آپ کا اعتقاد نہیں تھا کہ آپ منصوب من اللہ امام ہیں۔ بلکہ آپ کا یہ اعتقاد تھا کہ آپ مسلمانوں کے ان کی بیعت کرنے سے امام بنے ہیں؛ جیسا کہ اس سے قبل بھی گزر چکا۔

آپ کی زبان سے صادر اقوال کے چند نمونے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أ۔ اہل سنت کتب کی گواہی:

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مؤقف پر مشتمل بہت ساری روایات ذکر کی ہیں۔ان میں سے چند ایک بذیل ہیں:

ا۔ جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل یا جنگ صفین کے موقع پر سنا ایک آدمی بہت سخت باتیں کر رہا تھا؛ اور کہہ رہا تھا: یہ کافر ہیں ۔تو آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کہو؛ بلکہ ان کا خیال یہ ہے کہ ہم نے ان پر زیادتی کی ہے؛ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے''۔

۲۔ سالم بن عبید اشجعی کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے بعد دیکھا: آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور ہم مقتولین کے درمیان میں چل رہے تھے: آپ ان کے لیے استغفار کر رہے تھے؛ حتی کہ آپ اہل شام کے مقتولین تک پہنچ گئے۔تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اب ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے درمیان پہنچ گئے ہیں ۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیشک حساب مجھ سے بھی ہوگا اور معاویہ سے بھی''۔

۳۔ عبدالرحمن بن نافع القاری نے اپنے والد سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: ''میں عراق آیا؛ تو اس گھر میں داخل ہوا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ رہتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ موالین کے دو حلقے تھے؛ وہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔میں بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے؛ اس وقت یہ لوگ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مقتولین کا ذکر کر رہے تھے۔تو کہنے لگے: ''ہمارا قبلہ ایک ہے؛ اور ہمارا معبود ایک ہے؛ تو پھر ہمارے مقتولین کہاں ہیں اور ان کے مقتولین کہاں ہیں؟۔ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے؛ پھر جب انہیں دیکھا تو ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔اور ان سے پوچھا: تم لوگ کیا کہہ رہے تھے؟۔تو وہ خاموش ہوگئے۔تو آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ مجھے ضرور بتاؤ۔تو کہنے لگے: ہم علی اور معاویہ کے مقتولین کا ذکر کر رہے تھے؛ کہ ہمارا قبلہ ایک ہے؛ اور ہمارا معبود ایک ہے؛ اور ہمارا دین ایک ہے۔تو آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں اس بارے میں خبر دیتا ہوں؛ بیشک یہ حساب مجھ پر اور معاویہ پر ہے''۔

۴۔ سعد بن ابراہیم سے روایت ہے؛ وہ کہتے ہیں: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ عدی بن حاتم بن طائی بھی تھے؛ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقتولین کا ذکر کر رہے تھے۔تو اچانک دیکھا؛ قبیلہ طے کا ایک آدمی مقتول پڑا ہے؛ جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے قتل کیا تھا۔تو عدی نے کہا: ''بربادی ہو؛ کل یہ مسلمان تھا اور آج کافر ہوگیا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ذرا آہستہ! وہ کل بھی مؤمن تھا اور آج بھی مؤمن ہے''۔

۵۔ مکحول سے روایت ہے: کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو صفین میں قتل ہوئے ہیں؛ وہ کس دین پر ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''وہ مؤمنین ہیں''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ صاحب ابو اُسد الفقعسی سے نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے؛ کہتے ہیں: ایک آدمی نے صفین کے موقع پر کہا: ''جنہوں نے خچر کی طرف اس دن بلایا جب اہل شام کافر ہوئے''۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ لوگ کفر سے بھاگے ہیں''۔

۷۔ ابو جنوب عقبہ بن علقمہ یشکری سے روایت ہے؛ فرمایا: ''میں صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا؛ آپ کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے پندرہ قیدی لائے گئے۔ تو ان میں سے جو مر گئے؛ انہیں آپ نے غسل اور کفن دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی''۔

۸۔ عبدالرحمٰن بن جندب سے روایت ہے؛ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے اور حضرت معاویہ کے مقتولین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''مجھے اور معاویہ کو قیامت کے دن لایا جائے گا؛ تو ہم عرش والے کے پاس جمع ہوں گے۔ ہم میں سے جو کامیاب ہو گیا؛ اس کے ساتھی کامیاب ہو جائیں گے''۔

۹۔ عبداللہ بن عروہ کہتے ہیں: ہم سے ایک ایسے آدمی نے بیان کیا جو صفین میں موجود تھا؛ کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا؛ آپ بعض راتوں میں نکلے؛ اور آپ نے اہل شام کی طرف دیکھا اور اللہ سے دعا کی:

''اے اللہ میری بھی مغفرت کر دے اور ان کی بھی مغفرت کر دے''۔

۱۰۔ عبیداللہ بن رباح بن حارث سے روایت ہے؛ کہا ہے: حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایسا نہ کہو کہ اہل شام کافر ہو گئے؛ بلکہ یوں کہو: انہوں نے ظلم کیا؛ یوں کہو: انہوں نے فسق کیا''۔

۱۱۔ رباح بن الحارث سے روایت ہے؛ کہتے ہیں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے سنا ایک آدمی کہہ رہا تھا: ''اہل شام نے کفر کیا'' تو آپ نے فرمایا: ''انہوں نے کفر نہیں کیا؛ ہماری اور ان کی حجت ایک ہی ہے؛ اور ہمارا اور ان کا قبلہ ایک ہے؛ لیکن وہ فتنہ میں مبتلا قوم ہیں؛ جنہوں نے حق سے تجاوز کیا ہے؛ تو ہم پر یہ حق بنتا ہے کہ انہیں حق بات کی طرف واپس لائیں''۔ [یہ گیارہ روایت تاریخ دمشق میں وارد ہوئی ہیں؛ ۱/۳۴۳-۳۴۸]

ب: شیعہ کتب کی گواہی:

۱۔ نہج البلاغہ میں ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کی طرف ایک خط لکھا: جس میں انہوں نے اپنے اور اہل صفین کے بارے میں تذکرہ کیا تھا؛ اس میں آپ فرماتے ہیں: ''اور معاملہ ایسے شروع ہوا کہ ہمارا اہل شام کے ساتھ آمنا سامنا ہوا۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہمارا رب ایک ہے؛ اور اسلام کی ہماری دعوت ایک ہے؛ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں نہ ہم ان سے کسی چیز میں بڑھ کر ہیں اور نہ ہی وہ ہم سے کسی چیز میں آگے ہیں؛ ہمارا معاملہ ایک ہی ہے؛ سوائے اس کے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمارا اختلاف ہوا ہے؛ اور ہم اس سے بالکل بری ہیں''۔ [نہج البلاغة شرح محمد عبده ص ۵۴۳]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اور امام جعفر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے؛ فرمایا: ''بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے محاربین میں سے کسی ایک کو بھی مشرک یا منافق نہیں کہتے تھے؛ بلکہ آپ فرماتے تھے: ''انہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے''۔
[قرب الإسناد ص ٦٢ ؛ وسائل الشيعة ١١/ ٦٢-]

کچھ دیر ان روایات کے ساتھ۔

۱۔ ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان خبروں کے گھڑنے والے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو یہ باتیں ان لوگوں میں پھیلاتے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارد گرد موجود ہیں۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جتنا جلدی ممکن ہوسکتا ان افواہوں اور خبروں کا انکار کرتے اور انہیں باطل قرار دیتے۔ اس کے باوجود کہ یہ موقف جنگ کا موقف تھا؛ جس میں مخالفین کا سامنا تھا؛ اور بے دین انسان ایسے مواقع پر ایسی باتوں سے خوب فائدہ اٹھاتا ہے تاکہ اپنے ماننے والوں پر اور مخالفین پر اثر انداز ہو سکے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے؛ آپ ہرگز ان لوگوں میں سے نہیں تھے۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تاکیداً کہہ رہے ہیں کہ یہ حساب ان لوگوں پر ہوگا جو انہیں معرکہ کی طرف کھینچ لائے ہیں۔ اور انہیں اور معاویہ کو قیامت کے دن حساب کے لیے کھڑا کیا جائے گا۔ ان میں سے جو بھی سچا اور حق پر ہوگا وہ غالب آ جائے گا۔ اگر آپ کا اعتقاد ہوتا کہ معاویہ کافر یا فاسق ہے؛ تو آپ ضرور اس کا ذکر کرتے''۔

۴۔ پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ آپ کے لشکر میں تھے؛ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے جو کچھ اپنے خلیفہ سے سنتے۔

۵۔ بیشک شیعہ مصادر نے بھی وہی موقف نقل کیا ہے جو اہل سنت کی کتابوں میں ہے؛ جس میں پہلی نص کی تائید کی جارہی ہے کہ: ''یہ دونوں فریق اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں؛ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں؛ سوائے اس کے کہ حضرت معاویہ والا گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تہمت لگاتا ہے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے ذمہ دار ہیں؛ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

اور دوسری نص میں ہے: ''حضرت ابو جعفر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی مخالفین پر مشرک یا منافق ہونے کا حکم نہیں لگاتے تھے؛ اہل سنت کی روایات بھی اسی چیز کی تائید کرتی ہیں۔ جیسا کہ گزر چکا۔

۶۔ یہ روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے ایمان کی تائید کرتی ہیں؛ اور ان پر کسی کفر یا نفاق کا حکم نہیں لگاتیں؛ جو کہ امامت یا وصی کا دعوی باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ جن کے ذریعہ شیعہ گروہ کو دھوکہ دیا گیا ہے۔

جب ہم ان روایات کو سابقہ روایات سے ملاتے ہیں؛ اور پھر ان سارے کے مجموعہ پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو اسلام کے خلاف سازش کرتے اور اہل اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔

اس امر کی تائید شیعہ مصلح عالم ڈاکٹر موسی الموسوی نے بھی کی ہے؛ اور اس کے کلام کی نصوص آگے آئیں گی۔ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیعہ راویوں کے بارے ﷾ کہتے ہیں: ''میرے خیال میں ان روایات سے ان لوگوں کا مقصد لوگوں کے دلوں میں شیعہ عقائد کو راسخ کرنا نہیں تھا؛ بلکہ ان کا مقصد اسلام اور اسلام سے متعلق امور کے ساتھ برائی [اور ان کی صورت بگاڑنا] تھا''۔[الشیعة والتصحیح ص ۱۲]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھیوں سے متعلق شکوہ

حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی آزمائش ان کے برے ساتھی تھے۔ جو آپ کو تکلیف دیتے اور آپ کی نافرمانی کرتے؛ اور آپ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے جو آپ نے نہ کی ہوتیں نہ کہی ہوتیں۔ آپ کو ان کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچی؛ اور آپ ان سے بہت شکوہ کناں رہتے تھے۔

ہم ان جملہ تکالیف اور آزمائشوں میں سے چند ایک بطور نمونہ کتاب ''نہج البلاغہ'' سے نقل کرتے ہیں؛ جسے ایک شیعہ اثنی عشری عالم نے تحریر کیا ہے۔ اور اس فرقہ کے علماء اس کتاب کو بڑے اور اہم ترین مصادر میں سے ایک خیال کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض روایات اہل سنت کی کتابوں سے بھی نقل کی گئی ہیں۔[تاریخ دمشق ۴۲/۵۳۴]

أ۔ جو کچھ اس سلسلہ میں وارد ہوا ہے:

❀ :حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماننے والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے مردوں کی شکلوں والو جو کہ مرد نہیں ہو؛ جن کی خوابیں بچوں کی سی ہیں؛ اور عقلیں گھروں میں تربیت کرنے والیوں کی؛ مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں نے نہ تمہیں دیکھا ہوتا اور نہ تمہیں پہچانتا ہوتا۔ یہ ایسی معرفت تھی کہ اللہ کی قسم! اس پر مجھے ندامت ہوئی؛ اور اس نے اپنے پیچھے زخم چھوڑے ہیں''۔[نہج البلاغہ ۱/۵۴]

اور فرمایا: ''یہ صرف کوفہ ہے جسے میں پھیلاتا ہوں اور کنٹرول کرتا ہوں؛ اے کوفہ! اگر تو نہ ہوتا تو تیری بدبو ہوتی؛ اللہ تعالیٰ تجھے دور کرے [یعنی تجھ پر لعنت ہو]؛ اے اللہ! بیشک میں ان لوگوں سے تنگ آ گیا ہوں؛ اور یہ مجھ سے تنگ ہیں؛ اور میں ان سے اکتا گیا ہوں؛ اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں۔ اے اللہ! میرے لیے ان سے بہتر لوگوں کو بدل دے؛ اور ان کے لیے مجھ سے بدتر کو بدل دے؛ اے اللہ! ان کے دلوں کو ایسے پگھلا دے جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے''۔[نهج البلاغه ۱/ ٦٤]

اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں قتل کردے! تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے؛ اور میرے سینہ کو غیظ وغضب سے بھر دیا ہے۔ تم نے ڈھیرے ڈھیرے مجھے صدموں کے کڑوے گھونٹ پلائے ہیں۔ اور تم نے میری نافرمانی کر کے اور مجھے رسوا کر کے میری رائے کو تباہ و برباد کر دیا۔ حتی کہ قریش کے لوگ یہ کہنے لگے: ''ابن ابی طالب بڑا بہادر آدمی ہے؛ مگر اسے جنگ کے بارے میں کچھ علم نہیں؛ لیکن جس آدمی کی اطاعت نہ کی جائے اس کی کوئی رائے نہیں ہوتی۔

[نهج البلاغه ۱/ ۷۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا: "تم پر افسوس ہے؛ میں تمہاری سزا سے اکتا گیا ہوں ؛ گویا کہ تمہارے دلوں میں کوئی سمجھ ہی نہیں۔ نہ ہی تم عقلمند لوگ اور نہ ہی میرے لیے قابل اعتماد"۔[نہج البلاغه ۱/ ۸۳]

اور فرمایا: "اور یقیناً میں جانتا ہوں کہ کونسی چیز تمہارے ساتھ مناسب ہوسکتی ہے۔جس سے تمہارا ٹیڑھا پن سیدھا ہوگا؛ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اپنی ذات کو خراب کر کے تمہاری اصلاح کروں۔

اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہارے گالوں کو برباد کرے؛ اور تمہاری بنیادوں کو تباہ کردے؛ تم حق کو ایسے نہیں جانتے جیسے تم باطل کو جانتے ہو۔اور نہ ہی باطل کو ایسے باطل کرتے ہو جیسے حق کو باطل کرتے ہو"۔[نہج البلاغه ۱/ ۱۸۸]

اور فرمایا: "میں تمہاری دو تین چیزوں کی وجہ سے آزمایا گیا ہوں : "کانوں والے بہرے ہو؛ زبان والے گونگے ہو؛ آنکھوں والے اندھے ہو؛ نہ ہی دشمن سے سامنا کے وقت مرد آزاد کی طرح ہوتے ہو اور نہ ہی آزمائش کے وقت سچے اور مخلص بھائی ثابت ہوتے ہو"۔[نہج البلاغه ۱/ ۱۸۸-۱۸۹]

اور فرمایا: "جو کچھ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا؛ اور جو تقدیر ہوئی؛ میں اس پر اس کی حمد بیان کرتا ہوں؛ اور اپنی آزمائش پر بھی۔ اے ایسے گروہ! جب میں حکم دیتا ہوں تم نہیں مانتے؛ اور جب بلاتا ہوں تو تم نہیں آتے؛ خدا کا واسطہ! تمہارا یہ حال ہے؛ کیا تمہیں تمہارا دین ایک جگہ جمع کرے گا؛ یا تمہاری حمیت تمہیں غیرت دلائے گی"۔[نہج البلاغه ۲/ ۱۰۰]

اور فرمایا: "تم نے میرے احکام کا ایسا انکار کیا جیسے مخالف بے وفا اور بات نہ ماننے والا کرتا ہے؛ حتی کہ نصیحت کرنے والوں کو بھی تمہارے بارے میں شک ہونے لگا"۔

[نہج البلاغه ۱/ ۷۸؛ البحار ۲۳/ ۳۲۲؛ الغدیر للأمینی ۲/ ۱۳۱؛ مجمع البحرین للطریحی ۳/ ۳۰]

اور آپ نے اپنے ساتھیوں پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو ترجیح دی اور فرمایا: "بیشک یہ لوگ اپنی اجتماعیت کی وجہ سے باطل پر ہونے کے باوجود تم پر غالب آجائیں گے؛ کیونکہ تم حق پہ ہو کر بھی متفرق ہو۔اور وہ اپنے ساتھی کے ساتھ امانت داری کا معاملہ کرتے ہیں اور تم خیانت کرتے ہو۔اور وہ اپنے ملک کی اصلاح کرتے ہیں اور تم اپنے ملک میں فساد پھیلاتے ہو"۔[نہج البلاغه ۱/ ۶۵]

اور فرمایا: "تمہارا ستیاناس ہو؛ تم اپنے رب کی کس نصرت کے انتظار میں ہو؛ نہ ہی تمہارا دین تمہیں جمع کرتا ہے؛ اور نہ ہی تمہاری حمیت تمہیں غیرت دلاتی ہے؛ میں تم میں کھڑا ہو کر چیخ رہا ہوں ؛ اور تمہیں مدد کے لیے پکار رہا ہوں مگر تم میری بات نہیں سنتے؛ تم ایسے کھاتے ہو جیسے بھوکا بندر رکھا ہوا اونٹ کھاتا ہے؛ اور اپنے آپ کو بوجھل محسوس کرتے ہو جیسے کمزور ہارا ہوا جانور بوجھل ہوتا ہے"۔[نہج البلاغه ۱/ ۹۰؛ البحار ۳۳/ ۵۶۵]

اور فرمایا: "تم لوگوں نے آپس میں دھوکہ بازی اور خیانت پر صلح کر لی ہے"۔[نہج البلاغه ۲/ ۱۷؛ البحار ۸۹/ ۲۴]

باب الحکم میں ان کی بھرپور مذمت کی ہے؛ اور فرمایا ہے: "اللہ کی قسم! تم اپنی جانوں کے ساتھ میرے لیے کافی نہیں ہو؛ تو اپنے کسی غیر کے لیے کیسے کافی ہوسکتے ہو؟ اگر مجھ سے پہلے کی رعایا اپنے حاکموں کی ناانصافی شکایت کرتی تھی تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیشک آج میں اپنی رعایا کی درماندگی اور نا انصافی کی شکایت کرتا ہوں۔ گویا کہ میں چلایا جارہا ہوں اور وہ مجھے چلانے والے ہیں ؛ اور میں محکوم ہوں اور وہ حاکم ہیں''۔[نهج البلاغه ٤/ ٦٢ ؛ البحار ٣٤/ ١٦٢]

اور فرمایا: ''اور تم میں سے ہر انسان کو اپنی ذات کی فکر کرنی چاہیے؛ کسی دوسرے کی طرف نہ دیکھے؛ لیکن تم اس بات کو بھول گئے جو تمہیں نصیحت کی گئی تھی۔ اور اس چیز سے اپنے آپ کو مامون محسوس کرنے لگے جس سے تمہیں ڈرایا گیا تھا۔ پس تمہاری رائے گم ہوگئی؛ اور تمہارے امور بکھر گئے۔ اور میری چاہت تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دیتا''۔[نهج البلاغه ١/ ٢٣٠ ؛ البحار ٣٤/ ٩١]

اور فرمایا: ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؛ نہ ہی کامیابی کی طرف درست چلتے اور نہ ہی اپنے مقصود کی طرف ہدایت پاتے ہو؛ ایک دوسرے پر طعنہ زنی کرنے والے؛ عیب نکالنے والے؛ اور راہ حق سے ہٹے ہوئے ؛ باہم جھگڑالو۔ بیشک تمہاری تعداد کے زیادہ ہونے میں کوئی کفایت نہیں ؛ کیونکہ تمہارے دل بہت ہی کم جمع ہوتے ہیں''۔[نهج البلاغه ١/ ٢٣٢ ؛ البحار ٣٤/ ٩٧]

اور اپنے اردگرد موجود لوگوں کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''اے ایسے گروہ! جن کو جب میں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں؛ اور جب بلاتا ہوں تو بات نہیں سنتے۔ اگر تمہیں مہلت مل جائے تو تم ڈر جاتے ہو۔ اور اگر تم سے جنگ ہو تو منہ کے بل گر جاتے ہو''۔[نهج البلاغه ١/ ١٠٠ ؛ البحار ٣٤/ ٨٥ ؛ مجمع البحرين ١/ ٧١٠۔]

اور فرمایا: ''کل تک میں امیر تھا؛ اور آج مأمور ہوں ؛ اور کل تک میں منع کرتا تھا؛ آج مجھے منع کر دیا گیا ہے''۔

[نهج البلاغه ٢/ ١٨٧ ؛ البحار ٩٧/ ٤١]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شکوہ کے ساتھ ایک وقفہ:

ان مذکورہ بالا اقوال میں ایک زخمی دل کی آہیں اور فریادیں ہیں۔ سردار اور رئیس پر اس کے ماننے والوں کی طرف سے ظلم کیا جارہا ہے۔ وہ اپنے ان ماننے والوں کا شکوہ کر رہے ہیں جنہوں نے ان کو رسوا کیا؛ اور ان کی نافرمانی کی؛ بالآخر آپ نے تنگ آ کر انہیں بددعا دی۔ وہ انہیں کہہ رہے ہیں کہ تمہاری اندر مردانگی نہیں ؛ نافرمان اور رسوا کرنے والے ہو؛ اور ان کے متعلق بتا رہے ہیں کہ یہ حق کو ایسے نہیں جانتے جیسے باطل کو جانتے ہیں۔ اور یہ کہ یہ لوگ خائن ہیں ؛ ان کا کوئی دین نہیں جو انہیں جمع کر سکے۔ اور یہ لوگ خیانت اور دغا بازی پر باہم فیصلہ کر چکے ہیں۔ پھر انہیں بددعا دیتے ہیں کہ یہ لوگ کامیابی کی طرف ہدایت نہ پائیں ؛ اور نہ ہی اپنا مقصود حاصل کر سکیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

''اے مردوں کی شکلوں والو جو کہ مرد نہیں ہو؛ اللہ تعالیٰ میرے لیے تم سے بہتر لوگوں کو بدل دے؛ تمہارے لیے مجھ سے برا حاکم لے آئے۔ اے اللہ! ان کے دلوں کو ایسے پگھلا دے جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے''۔ تم میرے لیے قابل اعتماد نہیں ہو۔ اور نہ ہی تم حق کو ایسے جانتے ہو جیسے تم باطل کو جانتے ہو۔ اور نہ ہی تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باطل کو ایسے ٹھکراتے ہو جیسے حق کو ٹھکراتے ہو۔ نہ تم دشمن سے سامنا کے وقت آزاد جوانمرد ثابت ہوتے اور نہ ہی آزمائش کے وقت سچے اور قابل اعتماد بھائی۔ اے ایسے گروہ! جن کو جب میں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں؛ اور جب بلاتا ہوں تو بات نہیں سنتے۔ تم نے میری بات کا ایسے انکار کیا ہے؛ جیسے اہل جفا نافرمان دشمن بات نہ ماننے والے کرتے ہیں۔ نہ ہی تمہارا دین تمہیں جمع کرتا ہے؛ اور نہ ہی تمہاری حمیت تمہیں غیرت دلاتی ہے؛ تم لوگوں نے آپس میں دھوکہ بازی اور خیانت پر صلح کر لی ہے۔ اگر مجھ سے پہلے کی رعایا اپنے حاکموں کی ناانصافی شکایت کرتی تھی تو بیشک آج میں اپنی رعایا کی درماندگی اور ناانصافی کی شکایت کرتا ہوں۔ گویا کہ میں چلایا جا رہا ہوں اور وہ مجھے چلانے والے ہیں؛ اور میں محکوم ہوں اور وہ حاکم ہیں''۔

ان سابقہ اوصاف کے علاوہ دیگر اوصاف بھی بیان کئے ہیں۔ یہ اوصاف بہت ہی سخت ہیں جن الفاظ میں آپ نے اپنے ماننے والوں کو مخاطب کیا ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی استثناء نہیں برتا؛ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے ارد گرد موجود لوگ بہت ہی برے لوگ تھے۔ وہ کسی بھی حکم میں آپ کی اطاعت نہیں کرتے۔ اور نہ ہی آپ کی منع کردہ چیزوں سے باز آتے ہیں۔ اور نہ ہی جنگ میں آپ کی مدد کرتے ہیں۔ اور نہ ہی امن کی حالت میں آپ کے ساتھ امانت داری والا معاملہ کرتے ہیں۔ حتی کہ ان کے ساتھ رہنے کے بجائے موت کی تمنا کرنا زیادہ بہتر ہو گیا۔

جو کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں غور وفکر کرے گا؛ تو اسے ایک ایسی گہری سازش کا پتہ چلے گا جو کہ صرف آپ کے ہی خلاف نہیں تھی؛ بلکہ پورے دین کے خلاف تھی۔ اس لیے کہ آپ کے شیعہ [محبان] ہونے کا دعوی کرنا؛ اور پھر آپ کی ہر قدم پر نافرمانی کرنا اور آپ کو رسوا کرنا اس سازش کی واضح دلیل ہے۔

اس لیے کہ یہ لوگ جانتے تھے کہ اگر وہ آپ کی مدد کریں گے تو ساری امت ایک کلمہ پر جمع ہو جائے گی؛ اختلاف ختم ہو جائے گا؛ اور ان کی حقیقت آشکار ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بھرپور کوشش تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ رسوا ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں مگر فتنہ باقی رہے۔ چونکہ آپ کی خلافت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپ کی بیعت کرنے سے منعقد ہوئی تھی۔ پس آپ کی بیعت شرعی بیعت تھی۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں خلافت کا دعوی نہیں کیا۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ امور خلافت پر صحیح طور پر متمکن ہو جاتے تو امت کو بہت بڑی خیر و بھلائی ملتی؛ اور یہ سازش آشکار ہو جاتی۔ اس لیے کہ اس دور میں عراق کا علاقہ ہی فتنہ وفساد کا اصل اور بنیادی مصدر و مرکز تھا۔

شام میں ان جیسے شریر لوگ نہیں تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تمام ساتھی آپ کے اطاعت گزار اور آپ کے احکام کو نافذ کرنے والے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑے عالم نہیں تھے؛ اور نہ ہی ان سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والے تھے اور نہ ہی ان سے زیادہ خلافت کے حق دار تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن وہاں پر سازشوں کی کوئی ایسی راہ نہ پنپتی تھی۔ یہ سازش عراق میں حب اہل بیت کے پردہ میں اور اس نعرہ کے پیچھے پروان چڑھ رہی تھی۔ اور اہل بیت میں سے کوئی ایک بھی شام میں نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں ایسا فرق دیکھنے میں نہیں آتا۔ یہ حالات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد ہی تھے جن کی وجہ سے آپ کو اپنے ساتھیوں پر اعتماد ختم ہوگیا تھا الا یہ کہ کسی کا ثقہ اور عادل ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت ہو۔ پس ایسے لوگوں کو نہ ہی روایت میں امین سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی دین میں۔ پس اس تفصیل سے وہ حقیقت بھی ہم پر عیاں ہوتی ہے جس کی وجہ سے امیر المومنین پر جھوٹ بولا جاتا تھا۔

اس مرحلہ پر تعقیب:

شیعہ مذہب کے عقدی ظہور کے مراحل میں سے یہ پہلا مرحلہ تھا جس میں بہت زیادہ اور مختلف قسم کی افواہوں کا بازار گرم رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا بھر پور مقابلہ کرتے اور انہیں باطل قرار دیتے۔ اور آپ کے قریبی لوگ بھی ان افواہوں پر تعجب کا اظہار کرتے اور ان کے سچ ہونے کا انکار کرتے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک قریبی ساتھی عبدالرحمٰن بن ابی لیلی ہیں؛ جو کہ آپ کے بہت زیادہ قریب تھے؛ اس کی گواہی خود حضرات اہل بیت دیتے آئے ہیں [1]۔

وہ کہتے ہیں: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا؛ اور آپ کی گفتگو سنی؛ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ اور آپ کے کئی کام کیے؛ مگر ہم نے ان سے وہ بات نہیں سنی جو کچھ تم لوگ کہہ رہے ہو"۔ اور دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

> "میں سفر وحضر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا؛ میں نے کبھی آپ سے وہ بات نہیں سنی جو کچھ تم کہہ رہے ہو"۔ [تاریخ دمشق ۳۶/۸۹]

> اور ایک دوسری روایت میں ہے: "بیشک جب آپ نے ان لوگوں کو سنا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کررہے ہیں؛ ان سے یہ کچھ بیان کررہے ہیں؛ تو فرمایا: "ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں رہے؛ اور آپ کی صحبت پائی؛ ہم نے ان میں سے ایک بات بھی کہتے ہوئے نہیں دیکھا جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد؛ اور آپ کے داماد ہیں؛ اور حسن و حسین کے والد ہیں؛ اور یہ کہ آپ نے معرکہ بدر اور حدیبیہ میں حصہ لیا تھا"۔ [طبقات ابن سعد ۶/۱۱۲]

[1] عبدالرحمٰن بن عیسی محمد بن حنفیہ سے روایت کرتے ہیں؛ فرمایا: "بیشک کوفہ میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو آل ابی لیلی سے بڑھ کر ہم سے محبت کرنے والا ہو۔ اور عبداللہ بن عیسی کہتے ہیں: "عبدالرحمٰن بن ابی لیلی علوی تھے؛ اور عبداللہ بن عکیم عثمانی تھے۔ یہ دونوں ایک ہی مسجد میں تھے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے جھگڑا کرتا ہو؛ یعنی حضرت علی یا حضرت عثمان کے بارے میں"۔ [تاریخ دمشق ۳۶/ ۹۵]۔ اور ابن عساکر نے اپنی سند سے ابوجہم سے روایت کیا ہے؛ بیشک اس نے کہا ہے: "میں عبداللہ بن عکیم اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کے ساتھ بیس سال تک رہا۔ ان میں سے ایک علوی تھا اور دوسرا عثمانی۔ اور ایک ایک دن میں کئی کئی بار ملتے۔ کہتے ہیں: میں نے سنا اصمعی کہہ رہا تھا: "عبداللہ بن عکیم حضرت عثمان بن عفان سے محبت کرتا تھا؛ اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا تھا۔ اور ان دونوں کے مابین بھائی چارہ تھا؛ انہوں نے کبھی کسی ایسی چیز کا ذکر تک نہیں کیا جو ان دونوں کے مابین جفا کاری کا سبب بن جائے"۔ [تاریخ دمشق ۳۶/۹۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مرحلہ: من گھڑت خبروں میں راز داری

[۴۰ھ تا ۸۱ھ]۔

اس زمانہ میں حضرات اہلِ سنت میں سے جن کے بارے میں اثنا عشری شیعہ امامت کا عقیدہ رکھتے ہیں، دو افراد زندہ تھے جبکہ تیسرا ان کا بھائی تھا۔ اور یہ تینوں حضرات یہ ہیں:

۱۔ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳۔ اور جناب محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو ابن الحنفیہ کے نام سے معروف تھے۔

ان تینوں بزرگوں کے حالاتِ زندگی سے واقف شخص کے سامنے یہ بات مؤکد ہو کر آتی ہے کہ یہ حضرات اثنا عشری شیعوں کی مزعوم "امامت" سے سرے سے واقف نہ تھے۔

یہ مرحلہ جناب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہونے سے شروع ہوتا ہے جس کی وجہ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں کے خون کی حفاظت ہے۔

اگر دوسری طرف یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حقِ الٰہی کی غصب کیا ہوتا جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی ذریت کی امامت ہے تو جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کسی بھی طرح جائز نہ تھا کہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جاتے۔ کیونکہ کفر وارتداد کو صرف خونریزی سے بچنے کے لئے اختیار کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ پس جہاد جہاں خون بہانا ہے، وہ کفر کے اِبطال اور مرتدین کو دوبارہ اسلام کی طرف لے آنے کے لئے شروع ہوا ہے۔

لیکن جب اس موقع پر سرے سے امامت وغیرہ کا کوئی چکر تھا ہی نہیں؛ بلکہ یہ تو دو مسلمان جماعتوں کے درمیان اختلاف کا معاملہ تھا۔ جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کے خبر دی تھی کہ آگے چل کر جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر کام ہوگا تب پھر قتال کی کوئی وجہِ جواز نہیں تھی۔

رہا جنابِ علی رضی اللہ عنہ کا قتال کرنا تو یہ امت کے کلمہ کو ایک خلیفہ کے تحت جمع کرنے کے لئے تھا جس کی امت نے بیعت کر لی تھی۔ اور اب بھی اس بیعت سے نکلنا یا بیعت سے انکار کرنا؛ اس سے قتال کرنا حلال ہو گیا تھا البتہ اس کے کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مفصل مذکور ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بنا پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اس بات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ امامت کا دعوی یہ ان جھوٹی افواہوں میں سے ہے جنہیں ان لوگوں نے تراشا ہے جو اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں اور امت میں تفرقہ ڈالنے کو دوڑتے پھرتے ہیں۔

ذیل میں اس دور کے چیدہ چیدہ اہم واقعات اور مذکورہ تینوں بزرگوں کے مؤقف کو بیان کیا جاتا ہے۔

پہلی شخصیت

سیدنا حسن بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۴ھ۔۵۰ھ)

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہم اپنی گفتگو کا آغاز خلافت کے بارے میں آپ کے مؤقف اور اس زمانہ میں ہونے والے واقعات سے کرتے ہیں۔ جس کی ابتداء ہم جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت سے کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ آپ کے ہاتھوں سے امت کے خون کی حفاظت فرمائے گا۔

اول: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ عنقریب مسلمانوں کے خون کی حفاظت کا سبب بنیں گے۔

ذیل میں ایک روایت ملاحظہ ہو:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برسرِ منبر یہ فرماتے سنا، جبکہ اس وقت جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نظر کبھی جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے اور ایک نظر لوگوں کی طرف ڈالتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے:

''میرا یہ بیٹا سردار ہے تحقیق اللہ اسکے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔'' [1]

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے لئے نبوی بشارت کا ایک جائزہ:

یہ بشارت امامت کے دعوی کے باطل ہونے کی زبردست تاکید کرتی ہے کیونکہ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مخالفین نص الٰہی کے مخالف ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مسلمان ہونے کا حکم نہ لگاتے کیونکہ مذکورہ بشارت میں مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے الفاظ وارد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے سب لوگوں کو مسلمان کہہ کر پکارا ہے۔

پھر اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مخالفین کفار اور نصِ الٰہی کے مخالف ہوتے تو خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے امت کے امور کی لگام ان کافروں کے ہاتھوں میں دینا جائز نہ ہوتا۔ اور ان کافروں کو امت پر حکومت کرنے کا موقع نہ دیتے۔

سو یہ حدیث اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا فعل اس بات کی سب سے قوی دلیل ہے کہ امامت کا یہ دعوی باطل ہے کہ وہ

[1] صحیح البخاری: ۲۵۰۵، سنن ابی داؤد: ٤٦٦٤، جامع ترمذی: ۳۷۷۷، مسنداحمد: ۲۰۵۱۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے والد ماجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ظاہر ہوچکی تھی۔

اور عہد حسن رضی اللہ عنہ میں اس اعتبار سے اثنا عشری شیعوں کی اڑائی یہ افواہیں بے اثر اور کمزور پڑ جاتی ہیں اور تاریخ نے یہ بات کہیں بھی رقم نہیں کی کہ کسی نے امامت کے بارے میں سوال کیا ہو، یا اس بارے کوئی گفتگو کی ہو کہ ان افواہ اڑانے والوں کو جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اپنی مراد پوری ہوتی نظر آ سکے۔

دوم: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا جناب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مؤقف

الف: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں امامت سے دست بردار ہونا

امیر المؤمنین جناب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے اصحاب نے ان کے فرزندِ ارجمند سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرلی۔ لیکن جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اپنا پختہ عزم و ارادہ اس بیعت کو قبول نہ کرنے کا تھا جو عنقریب جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے قتال تک لے جانے والی تھی۔ اسی لئے آپ نے لوگوں کو اس شرط پر بیعت کیا کہ آپ ان کے حق میں جنگ و امن میں سے جو بہتر سمجھیں گے اسے قبول کرنا انہیں لازم ہوگا۔ حتیٰ کہ ان شروط کو سننے والوں کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ آپ فتنہ پردازوں کا آلہ کار نہ بنیں گے۔

جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دست برداری کی نیت اپنے اصحاب کی قلتِ تعداد کی بنا پر نہ کی تھی بلکہ اس وقت آپ کے ساتھ چالیس ہزار کے قریب جاں نثار تھے لیکن آپ نے مسلمانوں کے خون کی حفاظت کو ترجیح دی۔ کیونکہ یہاں عقیدے کا کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ ایک سیاسی اختلاف تھا۔ اس بارے میں محفوظ مصادر ہمیں کیا بتلاتے ہیں ذیل میں ان کی چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے حسن بصری کو فرماتے سنا: اللہ کی قسم! جناب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا سامنا کیا۔ [1]

۲۔ امام ابن کثیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کے واقعات کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: جب آپ کا انتقال ہوگیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی کیونکہ وہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے، اور آپ کو صحیح قول کے مطابق دارالامارۃ میں دفن کردیا گیا۔ غرض جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ان کاموں سے فارغ ہوئے تو سب سے پہلے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انہیں ملنے کے لئے آئے اور یہ کہا: ''اپنا ہاتھ آگے بڑھایئے کہ میں کتاب اللہ اور سنتِ نبوی کی شرط پر آپ کی بیعت کروں۔'' تو جناب حسن رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ پس آپ نے انہیں بیعت کرلیا پھر ان کے بعد لوگوں نے بھی آپ کی بیعت کرلی۔ یہ وہی دن تھا جس دن جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تھی۔ اور ایک قول کے مطابق یہ وہی دن تھا جس دن آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ اور یہ روزِ جمعہ سترہ رمضان ۴۰ھ تھا۔ جبکہ ایک قول قاتلانہ حملے کے دو دن بعد وفات پانے کا اور ایک قول رمضان کے آخری

---

[1] صحیح البخاری: رقم الحدیث ۲۷۰٤ کتاب الصلح، رقم الباب: ۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عشرے میں وفات پانے کا ہے۔ غرض اس دن سے جناب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو گئے۔ اور اس وقت قیس سعد آذربائیجان کے عامل تھے اور ان کی ماتحتی میں اس وقت چالیس ہزار لشکری تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر موت پر بیعت کی تھی۔

غرض جب حضرت علی کی وفات ہوگئی تو جنابِ قیس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر زور دیا کہ آپ اہلِ شام سے قتال کرنے روانہ ہوں۔ اس پر آپ نے انہیں آذربائیجان کی امارت سے معزول کر کے ان کی جگہ عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو وہاں کا عامل بنا دیا۔ جنابِ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کسی سے بھی قتال نہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن لوگ آپ پر غالب آ گئے اور اتنے لوگ اکٹھے ہو گئے کہ کبھی اتنا عظیم لشکر چشم فلک نے دیکھا نہ تھا اور نہ کسی کان نے سنا ہی تھا۔

آپ نے قیس بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی امارت میں بارہ ہزار کا لشکر دے کر اپنے آگے مقدمہ پر روانہ کیا اور بلاد شام کے ارادہ سے لشکروں کو لے کر خود ان کے پیچھے روانہ ہو گئے تاکہ جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام سے قتال کریں۔ مدائن عبور کرنے کے بعد آپ فروکش ہو گئے اور مقدمہ کو اپنے آگے بھیج دیا۔

ابھی آپ مدائن کے نواح میں فروکش ہی تھے کہ ایک آدمی نے پکار کر یہ کہا: ارے قیس بن سعد بن عبادہ قتل رضی اللہ عنہ کر دیئے گئے۔ یہ سنتے ہی لوگوں میں شورش پڑ گئی اور وہ ایک دوسرے کا مال چھیننے لگے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہ شامیانے تک لوٹ لئے۔ اور تو اور اس بچھونے تک کو لوٹنے کے لئے بھی باہم دست و گریبان ہو گئے جس پر آپ تشریف فرما تھے۔ اور ایک نے سوار ہوتے وقت آپ کو نیزے کا وار کر کے نیچے بھی گرا دیا۔ جس سے آپ کو ان سے بے پناہ ناگواری ہوئی۔ چنانچہ آپ سوار ہو کر مدائن کے قصرِ ابیض میں داخل ہو گئے۔ اور زخمی حالت میں وہاں اترے۔ اس وقت مدائن کا عامل ابوعبید صاحبِ یوم اجر کا بھائی سعد بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ تھا۔

غرض جب قصرِ مدائن میں لشکر فروکش ہو گیا اور صورتِ حال قدرے بہتر ہو گئی تو مختار بن ابی عبید۔ اللہ اس کا برا کرے۔ اپنے چچا سعد بن مسعود سے کہنے لگا: کیا آپ بزرگی اور ثروت کے طالب ہیں؟ اس نے پوچھا: وہ کیا؟۔ تو کہنے لگا: حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر قید کر لو اور انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دو۔ یہ سن کر سعد نے کہا: اللہ تیرا اور تیری تجویزات کا ستیاناس کرے۔ کیا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری کروں گا؟۔

ادھر جب جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ کا لشکر تو آپ سے متفرق ہو گیا ہے تو آپ ان پر بے حد نالاں ہوئے اور اسی وقت جنابِ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو صلح کا خط لکھ دیا۔ وہ اس وقت اہل شام کے ساتھ لشکر کشی کے لئے تیار تھے۔ خط ملتے ہی کوچ کا ارادہ ترک کر دیا اور صلح کی گفتگو پر آمادہ ہو گئے، اور مسکن میں فروکش ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کو آپ کی طرف روانہ کیا۔ وہ آپ سے کوفہ میں آ ملے اور آپ کو خاطر خواہ مال پیش کیا۔ آپ نے اس وقت صلح کی یہ شرطیں پیش کیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ آپ کوفہ کے بیت المال سے پچاس لاکھ درہم لیں گے۔

۲۔ دارابجرد کا خراج آپ کا ہوا۔

۳۔ اور یہ کہ آپ کے سامنے کوئی جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہے گا۔

اگر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ شرطیں مان لیں گے تو میں ان کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا اور ان کے مابین صلح ہو گئی۔ جناب حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے مسلمانوں کے خون کو محفوظ فرما دیا اور امت کا کلمہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک ہو گیا۔ گو کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو اس فعل پر ملامت کی لیکن آپ نے ان کی ایک نہ سنی۔ اور درستی و صواب جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جس کی دلیل ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

پھر جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر مقدمہ قیس بن سعد کو سننے اور ماننے کا پیغام بھیجا لیکن قیس نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا؛ اور ان دونوں بزرگوں کی اطاعت سے نکل گیا اور اپنے ہم نواؤں کو لے کر الگ ہو گیا۔ لیکن پھر جلد ہی اپنی رائے سے رجوع کر کے جناب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ ❶

۳۔ ابن جریر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: پھر اکتالیس ہجری کا سال شروع ہو گیا۔ پھر اسکے اہم واقعات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اسی سال کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ جناب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے امرِ خلافت جناب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے۔ اور اہلِ کوفہ نے جناب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔

۴۔ ابن جریر رحمہ اللہ زہری رحمہ اللہ تک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ زہری بیان کرتے ہیں:

اہلِ عراق نے جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ لیکن آپ نے یہ شرط رکھ دی کہ وہ سنیں گے بھی اور مانیں گے بھی۔ اور ان کی صلح پر صلح اور جنگ پر جنگ کریں گے۔ اہلِ عراق کو جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ شرط سن کر آپ کے بارے میں شک ہو گیا اور کہنے لگے کہ تمہارے صاحب کو کیا ہو گیا ہے وہ قتال نہیں کرنا چاہتا۔ پھر ان لوگوں کی بیعت کو تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ ان لوگوں نے آپ کو نیزہ وغیرہ کا وار کر کے زخمی کر دیا۔ جس سے ایک طرف جہاں آپ کو ان سے اور زیادہ بغض ہو گیا تو وہیں دوسری طرف ان سے خوف بھی بڑھ گیا۔ چنانچہ آپ نے فوراً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر ان کے سامنے چند شرطیں پیش کیں اور یہ فرمایا کہ اگر آپ میری یہ شرطیں مان لیتے ہیں تو میں آپ کی سنوں گا بھی اور مانوں گا بھی اور آپ کے ذمے میری یہ شرطیں پورا کرنا ہوں گی۔ ❷

۵۔ جبیر بن نضیر مصری اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ آپ خلافت چاہتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: عربوں کی گردنیں میرے ہاتھوں تھیں

❶ البداية و النهاية: ٨/ ١٤، تاريخ دمشق: ١٣/ ٢٦٢۔
❷ تاريخ الطبرى: ٤/ ١٢٣۔١٣٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ میری صلح پر صلح اور جنگ پر جنگ کرتے؛ لیکن میں نے محض اللہ کی رضا کے لئے خلافت ترک کر دی۔ پھر میں اہلِ حجاز کے لئے اسے دوبارہ ترک کروں گا"۔ ❶

٦۔ زید بن اسلم سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: "مدینہ میں ایک آدمی جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہاتھ میں صحیفہ لئے داخل ہوا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگا: معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے جس میں وہ وعدہ بھی دیتے ہیں اور ڈراتے بھی ہیں۔ اس نے کہا: آپ تو نصف خلافت کے حق دار تھے"۔

آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن میں اس بات سے ڈر گیا کہ روز قیامت ستر اسی ہزار یا اس سے کم زیادہ لوگ اس حال میں آئیں گے کہ سب کے سب کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو اور سب کے سب رب کے حضور اس بات کی فریاد کر رہے ہوں کہ اے اللہ! میرا خون کس لئے بہایا گیا"۔ ❷

ب: جنابِ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری پر ایک نظر:

ا۔ تاریخی روایات اس امر کی تاکید کرتی ہیں کہ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نیت میں قتال نہیں تھا۔ اس لئے جب قیس بن سعد نے قتال کرنے پر زیادہ زور دیا تو آپ نے اسے معزول کر دیا۔

۲۔ آپ کے گرد جن لوگوں کا جمگھٹ تھا: وہ عقیدہ وعمل والے نہیں بلکہ فتنہ پرداز اور اہلِ بیت سے اپنا فائدہ اٹھانے والے لوگ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہیں یہ خبر ملی کہ ان کے امیر لشکر قیس بن سعد قتل ہو گئے ہیں تو جنابِ حسن رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ اور آپ کا سب کچھ چھین لیا حتی کہ آپ کے نیچے بچھے بچھونے کے لیے بھی کھینچا تانی کرنے لگے اور آپ کو نیزے کا گہرا وار کیا جو قریب تھا کہ جان لیوا ثابت ہوتا۔ پھر جب مختار ثقفی نے ۔ اللہ اس کا ستیاناس کرے۔ اپنے چچا کو اس بات کی رائے دی کہ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا جائے، اس سے بھی ان اکٹھا ہونے والے لوگوں کا حال سامنے آ جاتا ہے۔

۳۔ اگر آپ کے گرد جمع ہونے والے یہ لوگ آپ کی امامت کا عقیدہ رکھتے ہوتے تو آپ کے ساتھ یہ رویہ ہرگز نہ اپناتے۔ پھر ہم نے ان میں سے کسی کو بھی ان حالات میں آپ کی امامت پر گفتگو کرتے نہیں سنا۔

۴۔ اگر ان میں سے کوئی جنابِ حسن رضی اللہ عنہ کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہوتا تو وہ آپ کے جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرنے پر اعتراض کرنے والے پر ضرور نکیر کرتا۔ کیونکہ جناب حضرت حسن کا فعل امام معصوم کا فعل تھا اور امامِ معصوم پر اعتراض جائز نہیں ہوتا۔

۵۔ اس مقام پر ہم ایک معاصر شیعہ عالم کی عبارت نقل کرتے ہیں جو ان حقائق کو تسلیم کرتی ہے اور عقل بھی ان حقائق کے علاوہ کسی بات کو تسلیم نہیں کرتی۔

---

❶ تاریخ دمشق: ۱۳/ ۲۸۲، البدایة والنهایة: ۸/ ۳۳-٤٥

❷ تاریخ دمشق: ۱۳/ ۲۸۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشہور اثنا عشری موسی الموسوی لکھتا ہے: اس فعل کو ہم خلافت کی بابت آئمہ شیعہ کے مؤقف کو صاف صاف بیان کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ اس بارے کوئی الہٰی نص موجود نہیں۔ تاکہ یہ بحث مکمل ہو جائے جیسا کہ ہم نے اس فصل کے مقدمہ یہ بات کہی ہے کہ: اگر شیعوں کے اعتقاد کے مطابق امامت الہٰی ہوتی اور بارھویں امام تک اولاد علی رضی اللہ عنہ میں ہی ہوتی تو امام علی رضی اللہ عنہ اپنے بعد اپنے لختِ جگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اور امام متعین کر جاتے۔ لیکن رواۃ اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ جب امام علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم مرادی کی زہر میں بجھی تلوار کے وار کے بعد موت وحیات کی کشمکش میں لیٹے تھے اور آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا تو آپ نے فرمایا: ''میں بھی تم لوگوں کو (خلیفہ تعین کئے بغیر) ویسے چھوڑے جا رہا ہوں جیسے رسول ﷺ تمہیں چھوڑ گئے تھے'' [1]۔

اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد لوگوں نے جمع ہو کر فرزند ارجمند جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور بیعت کر کے خلیفہ المسلمین قرار دے دیا۔ لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے خلافت کو خیر آباد کہہ دیا۔ اور آپ نے اس صلح کی علت یہ بیان کی کہ اس میں مسلمانوں کے خون کی حفاظت ہے۔

اے مخاطب! اب تو ہی بتلا کہ اگر یہ امامت الہٰی منصب ہوتا تو کیا مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی آڑ میں امام حسن اس منصب سے دست بردار ہو سکتے تھے؟۔ ہم بتا چکے ہیں کہ جہاں معاملہ اللہ کے امر وشریعت کی حفاظت کا ہو وہاں خونِ مسلم کی حفاظت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ تب پھر راہ خدا میں جہاد وقتال کا معنی اللہ کے دین وشریعت اور اسکے اوامر ونواہی کی حفاظت ہوتا ہے۔ بیشک الہٰی وسماوی حق کے سامنے خونوں کی حفاظت اس آیت کریمہ کے صریح مخالف ومتناقض ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبہ: ۱۱۱)

''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

سوم: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطیات:

جناب حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے عطایا وصول کرنا۔

الف: اس بارے میں مروی روایات:

[1] الشیعة والتصحیح۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخی روایات بتلاتی ہیں کہ جناب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے حد تعلق تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان سے ملنے بھی جاتے تھے؛ اوران کے تحفے اور ھدیئے قبول فرماتے۔ اگر آپ ان کے کفر کا اور بے ایمان ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوتے تو ان سے ملنے کبھی نہ جاتے اور نہ آپ کے لئے ان کے دروازے کو کھٹکھٹانا اور ان سے مال کا سوال کرنا ہی جائز ہوتا۔ چنانچہ:

۱۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب امرِ خلافت جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں طے ہو گیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو لے کر ان سے ملنے تشریف لے جاتے تھے۔ وہ ان دونوں کریم بھائیوں کا بے حد اکرام فرماتے۔ انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہتے اور انہیں بے حد نوازتے۔ ایک مرتبہ ایک ہی دن میں ان دونوں سردار بھائیوں پر دو لاکھ تک خرچ کر ڈالے اور یہ کہا:

''ان کو لے لیجئے! میں ابنِ ھند ہوں۔ اللہ کی قسم! اتنا مال تم دونوں کو نہ تو مجھ سے پہلے کسی نے دیا ہوگا اور نہ میرے بعد کوئی دے گا''۔ ''اس پر جنابِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور اللہ کی قسم! آپ نے بھی ہم سے زیادہ افضل کو نہ اس سے قبل دیا ہوگا اور نہ آئندہ ہی دے پائیں گے۔'' پھر جنابِ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ہر سال جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے اور وہ آپ کا بے حد اکرام و اعزاز فرماتے اور بہت زیادہ نوازتے تھے۔''❶

۲۔ اور اسی طرح گیارھویں صدی ھجری کا مشہور شیعہ امام علامہ مجلسی لکھتا ہے:

''جعفر بن باقر سے مروی ہے کہ ایک دن امامِ حسن نے امام حسین اور عبداللہ بن جعفر سے فرمایا: معاویہ کے دیئے اور تحفے اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو ہم تک پہنچ جائیں گے''۔ پھر بعینہ اسی دن معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحفے ان تک پہنچ گئے۔ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ بے حد مقروض ہو گئے تھے؛ یہ قرض آپ نے اسی مال میں سے ادا کر دیا؛ جبکہ باقی کے مال کو اپنے اہل خانہ اور اپنی جماعت کے لوگوں میں تقسیم فرمادیا۔ جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے قرضے ادا کرنے کے بعد اپنے مال کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ کو اپنے شیعہ اور خواص میں اور دو حصوں کو اپنے اہل و عیال میں تقسیم کر دیا۔ اسی طرح عبداللہ بن جعفر نے بھی کیا۔❷

ب: جنابِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلق پر ایک نظر:

یہ روایات بتلاتی ہیں کہ حضرت حسنین کریمین اور جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان بے حد تعلق تھا۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ ان پر اموال پیش فرماتے اور وہ اسے ان سے قبول فرماتے تھے۔ جس سے یہ بات تاکید کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ حضرات حسنینِ کریمین معاذ اللہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفر کے اور اس بات کے قائل نہ تھے کہ انہوں نے ان دونوں کا

❶ البداية والنهاية:٨/ ١٥٠-١٥١، طبع بيروت

❷ جلاء العيون للمجلسي، ص: ٣٧٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حق دبا رکھا ہے۔ وگرنہ ان دونوں حضرات کے لئے جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کیساتھ تعلق رکھنا، ان سے ملنے جانا اور ان ھدیئے قبول کرنا ہرگز جائز نہ ہوتا۔

چہارم: جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اسماء صحابہ رضی اللہ عنہم پر اپنے بیٹوں کے نام رکھنا

الف: اس بارے وارد نصوص

اہلِ سنت اور شیعہ دونوں کے مآخذ ومصادر بتلاتے ہیں کہ جنابِ حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض بیٹوں کے ابوبکر اور طلحہ نام رکھنے میں اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کی پیروی کی۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام سے ذرا بھی ناگواری اور کراہت نہ تھی۔ بلکہ یہ اس بات کی بے حد قوی دلیل ہے کہ آپ کو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام سے اور ان کے نام والے سے بے حد محبت تھی۔ کیونکہ نام بے شمار ہوتے ہیں آپ چاہتے تو دوسرے نام بھی رکھ سکتے تھے۔ لیکن آپ کے یہ نام رکھنے سے معلوم ہوگیا کہ آپ کو ان ناموں سے محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ''محمد'' نام کثرت کے ساتھ رکھتے ہیں کیونکہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہی تو سب سے زیادہ محبت ہے۔

۱۔ شیعہ مصنفین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ جنابِ حسن رضی اللہ عنہ کے آٹھ بیٹے تھے جن میں ایک حسن بن حسن۔ ان کی ماں خولہ تھی۔ اور ابوبکر اور عبدالرحمٰن تھے۔ یہ آپ کی باندیوں اولاد تھی۔ ان کے علاوہ طلحہ اور عبیداللہ بھی تھے۔ ❶

۲۔ شیعہ عالم اصفہانی لکھتا ہے کہ ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو کربلاء میں جنابِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیساتھ قتل ہوئے۔ ابوبکر بن حسن کا قاتل عتبہ الغنوی تھا۔ ❷

۳۔ مشہور شیعہ عالم جمال الدین احمد بن علی الحسینی بن عنبہ لکھتا ہے کہ جنابِ حسن رضی اللہ عنہ نے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا تھا۔ ❸

ب: ملاحظات:

جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹوں کا ان خلفاء رضی اللہ عنہ اور جناب علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر نام رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ''امامت کی وصیت'' کا نظریہ غیر صحیح ہے۔ کیونکہ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ان کے ناموں کو پسند کرنا کسی طور پر بھی جائز نہ تھا جنہوں نے امامت کو غصب کرلیا تھا۔ کیونکہ آدمی ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جس نے اسے ستایا ہو، وہ اس کا نام تک نہیں سن سکتا، بھلا اس کے نام پر اپنی اولاد کا نام کیونکر رکھ سکتا ہے جو اسے سب سے زیادہ مبغوض ہو۔ اور پھر اولاد کا وہ نام رکھ کر زندگی بھر اسے سننا بھی ہے؟

اگر جناب حضرت حسن کے علم میں یہ بات ہوتی کہ پہلے خلفاء نے امامت کو غصب کر رکھا تھا اور پھر ان کے ناموں

❶ تاریخ الیعقوبی: ۲/ ۲۲۸، منقهی الامال: ۱/ ۲٤۰

❷ مقاتل الطالبین، ص: ۸۷

❸ عمدة الطالب، ص: ٦٤ و ۱۱٦، طبع: مؤسسة انصاریان۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اپنی نرینہ اولاد کے نام بھی رکھتے تو لوگ برملا یہ کہتے کہ: ایک طرف تو آپ ان لوگوں کو امامت کا غاصب باور کرتے ہیں جو تمہارے اہلِ بیت کا حق کھا گئے تھے۔ تو دوسری طرف انہی کے ناموں پر اپنے بیٹوں کے نام بھی رکھتے ہو؟

ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے جناب حسن رضی اللہ عنہ پر ایسا کوئی اعتراض کیا ہو، جس سے اس بات کی تاکید مزید ہوتی ہو کہ جناب حسن رضی اللہ عنہ ان دعاوی سے لاعلم بھی تھے اور ان کا اعتقاد بھی نہ رکھتے تھے۔

پنجم: امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا موقف:

الف: اس بارے وارد نصوص

جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آخری وقت میں مدینہ مستقل رہائش اختیار کر لی تھی اور وہیں وفات بھی پائی۔ آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ مسجدِ نبوی میں نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد امہات المومنین کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے امہات المومنین میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت بقیہ حیات تھیں کیونکہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد وفات پائی تھی۔

ابنِ عساکر نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تک اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے ایک قریشی سے فرمایا: مجھے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے احوال بتلاؤ۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! نمازِ فجر کے بعد وہ طلوعِ آفتاب تک اپنے مصلّٰی پر بیٹھے رہتے ہیں، پھر کچھ دیگر کمر لگاتے ہیں۔ مسجد میں موجود شرفاء کی اس دوران آپ سے کوئی نہ کوئی گفتگو رہتی ہے یہاں تک کہ جب آفتاب بلند ہو جاتا ہے تو آپ اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ پھر اٹھ کر امہات المومنین کی خدمت میں تشریف لے جا کر انہیں سلام عرض کرتے ہیں۔ بسا اوقات امہات المومنین رضی اللہ عنہن انہیں کوئی تحفہ بھی دے دیتی ہیں۔ پھر آپ گھر لوٹ جاتے ہیں، پھر شام کو بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ سن کر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم کسی فعل میں ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔'' [تاریخ دمشق: ۱۳/ ۲٤۱]

ب: ملاحظات:

جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی اور بالخصوص سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کرنا بتلاتا ہے کہ آپ کو امہات المومنین سے کوئی ناگواری نہ تھی۔ اور نہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن جناب علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی قائل ہی تھیں بلکہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور جناب علی رضی اللہ عنہ میں تو قتال بھی ہوا تھا۔ اگر اس بات سے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ میں کوئی کمی آئی ہوتی تو آپ نہ تو ان سے محبت کرتے اور ان کی خیر خبر ہی رکھتے۔

ششم: جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا آپ کو تکلیف پہنچانا

الف: اس بارے میں وارد نصوص

تاریخی روایات کی کثرت بتلاتی ہے کہ آپ کو اپنے ساتھیوں سے اس بنا پر بے حد تکالیف اٹھانے کا سامنا رہا حتی کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے خلافت کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔

اور روایات میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو اپنے ساتھیوں سے شکایت ہے اور ان پر متعدد تہمتیں بھی لگاتے نظر آتے ہیں۔ شیعہ اور سنی دونوں طبقوں کی کتابیں ایسی روایات سے معمور ہیں، ہم ان میں سے چندایک کو ذکر کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں جبکہ بعض گزشتہ صفحات میں ذکر بھی کی جا چکی ہیں۔

اہلِ سنت کی کتابوں سے روایات:

۱۔ عون بن حکم سے روایت ہے کہ: جس وقت جناب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے کہ کسی نے پکار کر کہا کہ قیس بن سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی لوگ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے آپ کے خیمے اور شامیانے لوٹ لئے حتی کہ آپ کے بچھونے پر باہم جھپٹا جھپٹی کرنے لگے۔ اتنے میں بنی امیہ کے ایک خارجی نے آپ پر حملہ کر دیا اور خنجر کا وار کر کے آپ کو زخمی کر دیا۔ جس پر لوگوں نے اس اسدی کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ پھر آپ نکل کر مدائن کے قصرِ ابیض میں جا فروکش ہوئے۔ اور جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کو صلح کی پیش کش لکھ بھیجی۔ ❶

۲۔ زھری سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: ''جناب علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہلِ عراق نے جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت کر لی۔ آپ انہیں بیعت کرتے وقت یہ شرط رکھتے تھے کہ: تم میری سنو گے بھی اور مانو گے بھی۔ میری صلح پر صلح اور میری جنگ پر جنگ کرو گے۔ یہ شرط سن کر اہلِ عراق آپ کے بارے میں شک کرنے لگے۔ اور کہنے لگے: انہیں کیا ہوا کہ یہ تو قتال نہیں کرنا چاہتے۔ پھر بیعت کو تھوڑا عرصہ بھی نہ گزرا کہ آپ کو خنجر کے وار کر کے زخمی کر دیا گیا۔ جس سے آپ ان سے اور زیادہ بغض کرنے لگے اور خوف بھی زیادہ کھانے لگے۔ ❷

۳۔ شعبی یونس بن ابی اسحاق سے، وہ اپنے والد سے، اور وہ ابو سفر سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہلِ عراق نے جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ پھر آپ سے کہنے لگے کہ ان لوگوں کی طرف کوچ کیجئے جنہوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ عظیم گناہ کا ارتکاب کیا اور لوگوں کے امور ان سے چھین لئے۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ ہمیں ان پر فتح دے گا۔ چنانچہ آپ نے اہلِ شام کی طرف کوچ کیا۔ بارہ ہزار لشکریوں پر مشتمل مقدمہ قیس بن سعد کو مقرر فرمایا۔ انہیں ''شرطۃ الخمیس'' کا نام دیا گیا۔

اور دوسرے یہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے شام کی طرف عبداللہ بن عباس کو روانہ کیا تھا اور قیس بن سعد کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ قیس بن سعد ان کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ یہ لوگ مسکن، انبار اور شام کے نواح میں جا اترے۔ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ چل کر مدائن میں فروکش ہوئے۔ ادھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ارادہ سے اہلِ شام کے ساتھ چل کر منبج کے پُل پر جا اترے۔

---

❶ تاریخ دمشق: ۱۳/ ۲۶۳

❷ تاریخ دمشق: ۱۳/ ۲۶۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ابھی مدائن میں تھے کہ کسی نے پکار کر آپ کے لشکر میں اعلان کر دیا قیس بن سعد قتل کر دیئے۔ اس پر لوگوں نے آپ کے خیمہ پر دھاوا بول دیا اور سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ اور تو اور آپ کا بچھونا، باندیاں اور چادر تک لوٹ کر لے گئے۔ اور بنی اسد کے ابن اقیصر نامی ایک شخص نے زہر میں بجھا خنجر آپ کی سرین میں پیوست کر دیا۔ آپ وہاں سے کوچ کر کے قصر ابیض میں چلے گئے یہ کسریٰ کا محل تھا۔ اور دل گرفتہ ہو کر فرمایا: ''تم پر بستی والوں کی طرف سے اللہ کی لعنت ہو۔ میں جانتا تھا کہ تم لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔ کل تم لوگوں نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور آج میرے ساتھ بھی ایسا ہی کرنا چاہتے ہو۔ پھر آپ نے عمرو بن سلمہ ارحبی کو بلوایا اور ایک خط دے کر انہیں حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ اور ان سے صلح کرنے کو کہا اور لکھا کہ آپ تین شرائط پر امرِ خلافت ان کے سپرد کرنے کو تیار ہیں:

۱۔ بیت المال آپ کا ہوگا۔ جس سے آپ اپنے قرضے ادا کریں گے اور اس سے اپنا، اپنے اہل و عیال کا اور اپنے والد اہل و عیال کا خرچ نکالیں گے۔

۲۔ آپ کے سامنے آپ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہا جائے گا۔

۳۔ اور یہ کہ جب تک آپ زندہ ہیں سرزمین فارس کے علاقوں فسا اور ابجرد کا خراج مدینہ منورہ آپ کو بھیجا جائے گا۔

جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی یہ شرطیں منظور کر لیں اور آپ کا سوال پورا کر دیا۔ ❶

۴۔ ہلال بن جناب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: جناب حسن نے اپنے سربرآوردہ اصحاب کو قصر مدائن میں اکٹھا کیا، پھر فرمایا: ''اے اہلِ عراق! اگر میں تم لوگوں کو بھلا سکتا تو بھلا دیتا مگر تین باتیں کبھی بھولنے نہیں دیتیں:

۱۔ تم لوگوں نے میرے والد کو قتل کیا۔

۲۔ تم لوگوں نے میرا خچر زخمی کیا۔

۳۔ اور تم لوگوں نے میرا مال لوٹ لیا۔ یا فرمایا کہ تم لوگوں میرے کندھے سے میری چادر چھین لی۔ اور تم لوگوں نے اس شرط پر میری بیعت کی تھی کہ میری صلح پر صلح اور میری جنگ پر جنگ کرو گے۔ سنو! اب میں نے معاویہ سے صلح کر لی ہے تو میری مانو اور سنو۔ پھر اتر کر قصر میں تشریف لے گئے۔ ❷

۵۔ ابنِ شوذب سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہلِ عراق کے ساتھ اور جنابِ معاویہ اہلِ شام کے ساتھ نکلے۔ سامنا ہونے پر جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قتال کو پسند نہ کیا اور اس شرط پر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی کہ ان کے بعد امرِ خلافت جناب حسن کا ہوگا۔''

ابنِ شوذب کہتے ہیں: جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اصحاب انہیں (امیر المومنین کی بجائے) عار المومنین کہتے تھے۔ پر آپ انہیں جواب میں یہ فرمایا کرتے تھے: یہ عار نار [آگ] سے بہتر ہے۔ ❸

❶ تاریخ دمشق: ۱۳/ ۲۶۳ ❷ تاریخ بغداد: ۱/ ۱۳۹ ❸ تاریخ دمشق: ۸/ ۳۳۔۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ ابوغریف سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ہم مسکن میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقدمہ الجیش تھا جو بارہ ہزار پر مشتمل تھا۔ ہم مرنے مارنے کو تیار تھے اور ہماری تلواریں اہلِ شام کا خون کرنے کو بے چین تھیں۔ ہمارا امیر اس وقت ابوالغمر طہ تھا، پس جب ہمیں جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کر لینے کی خبر پہنچی تو گویا مارے غیض وغضب کے اور شدتِ غم کے ہماری کمریں ٹوٹ گئیں۔ پس جب جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو اوعامر سفیان بن لیل نے آپ کو یوں مخاطب کیا: السلام علیک اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے! آپ نے فرمایا: اے ابوعامر! ایسا مت کہو۔ میں نے مسلمانوں کو رسواء نہیں کیا، البتہ مجھے حکومت کی خاطر انہیں مروانا پسند نہیں ہے''۔ ❶

۷۔ اور جب جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلاد وامصار کی خلافت سنبھال لی تو آپ کوفہ آئے اور لوگوں میں خطبہ دیا۔ اور جملہ اقالیم و آفاق آپ پر متحد و متفق ہو گئے اور قیس بن سعد بھی آپ کی طرف لوٹ آیا۔ وہ اس سے قبل شقاق و انتشار پھیلانا چاہتا تھا۔ غرض اس سال جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع واتفاق ہو گیا۔

عبداللہ بن جعفر سرزمینِ عراق سے سرزمین مدینہ چلے آئے۔ آپ اپنے شیعہ کے جس محلے سے بھی گزرتے وہ اس بات پر آپ لوگوں کو خوب برا بھلا کہتے کہ آپ نے امرِ خلافت سے جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست برداری کیوں اختیار کی۔ حالانکہ ایسا کرنے میں آپ سلامتی، راستی، نیکی اور اصلاح پر تھے اور آپ کا یہ فعل قابلِ صد ستائش تھا۔ اور آپ اس فعل پر امر اور نبوی بشارت کے امیدوار تھے۔ اگرچہ آپ کے شیعہ، اہل اور اقارب سے بے شمار لوگوں کو یہ بے حد برا لگا تھا۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔ اور جنت الفردوس میں آپ کا ٹھکانا بنائے۔ آمین ثم آمین ❷

یہ تو سنی کتابوں سے چند شہادتیں تھیں۔ جائے حیرت ہے کہ شیعہ کتب بھی اسکی شہادت دینے میں ذرا بھی پیچھے نہیں۔ ذیل میں صرف چند شہادتیں ہی پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

۸۔ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں معاویہ کو ان لوگوں سے بہتر سمجھتا ہوں جو خود کو ہمارا شیعہ سمجھتے ہیں۔ یہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں ان لوگوں نے میرا مال واسباب لوٹ لیا۔ اگر میں معاویہ والوں سے اپنا خون محفوظ اور اپنے اہل کو مامون کر لوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ یہ میرے شیعہ مجھے مار ڈالیں جس سے میرے اہلِ بیت اور میرے گھر والے ضائع ہو جائیں۔ اللہ کی قسم! اگر میں معاویہ سے لڑتا تو یہ مجھے میری گردن سے پکڑ کر ان کے حوالے کر دیتے۔ اللہ کی قسم! غالب ہوتے ہوئے اگر میں معاویہ سے صلح کر لوں تو یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں قید میں قتل کر دیا جاؤں۔ ❸

❶ تاریخ بغداد: ۱۰/ ۳۵
❷ البدایة والنهایه: ۸/ ۱۹
❸ الاحتجاج: ۲/ ۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۔ اور جناب حضرت حسن ہی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: ''میں نے اہلِ کوفہ کو پہچانا اور انہیں پرکھا جو ان میں سے فسادی ہے وہ میرے لائق نہیں۔ نہ ان میں وفا ہے اور نہ قول وفعل کی پختگی۔ یہ مختلف ہیں اور ہمیں کہتے ہیں: ''ہمارے دل تو تمہارے ساتھ ہیں لیکن ہماری تلواریں تم لوگوں پر سونتی ہوئی ہیں۔'' ❶

۱۰۔ مشہور شیعہ علامہ مسعودی کہتا ہے: معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لینے کے بعد جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے اہلِ کوفہ! اگر میں تم لوگوں کو بھلا سکتا تو بھلا دیتا مگر تین باتوں کی وجہ سے نہیں بھلا سکتا:

۱۔ تم لوگوں نے میرے باپ کو قتل کیا۔

۲۔ تم لوگوں نے میرا مال اسباب لوٹ لیا۔

۳۔ اور تم لوگوں نے مجھے خنجر کا وار کر کے زخمی کر دیا ہے۔

اب میں نے معاویہ کی بیعت کر لی ہے۔ سو تم ان کی سنو اور مانو۔'' ❷

۱۱۔ شیعی علامہ شیخ المفید ذکر کرتا ہے کہ: ''پھر ان لوگوں نے خیمہ پر حملہ کر کے جناب حسن رضی اللہ عنہ کا مال اسباب لوٹ لیا حتی کہ آپ کے نیچے بچھا آپ کا مصلی بھی چھین لیا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عبداللہ الجمال الازوی نے جھپٹ کر آپ کے کندھے سے آپ کی چادر بھی لے لی۔ سو آپ بغیر چادر کے تلوار حمائل کئے بیٹھ گئے۔ ❸

۱۲۔ ابو جعفر سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: اصحاب حسن رضی اللہ عنہ میں سے ایک سفیان بن ابی لیلی نامی شخص آپ کے پاس آیا۔ اور اپنی سواری پر سوار تھا۔ آپ اپنے دار کے صحن میں خیمہ لگائے ہوئے تھے۔ اس نے بڑھ کر آپ سے کہا: السلام علیک، اے مومنوں کو رسواء کرنے والے۔'' آپ نے فرمایا: بھلا تو اس بارے میں کیا جانتا ہے؟۔ اس نے کہا: آپ نے امت کی خلافت کا ارادہ کیا پھر اسے اپنی گردن اتار اس سرکش کے گلے میں ڈال دیا؛ اور تو اللہ کے حکم کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔ ❹

ب: اصحاب حسن رضی اللہ عنہ کا انہیں ایذاء دینا، ایک نظر میں

یہ وہ مواقع ہیں جن کی شہادت اہل سنت اور شیعہ دونوں کی کتب میں موجود ہے۔ ان روایات کو پڑھ کر جو حقائق سامنے آتے ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کے عہد میں افواہوں کو ہوا دینے والے لوگ یہی تھے۔

۲۔ امامت کا مسئلہ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حیات میں یا تو کمزور ہو چکا تھا یا پھر ناپید اور معدوم ہو چکا تھا۔ اور یہ کہ

❶ الاحتجاج: ۲/ ۱۲ ❷ مروج الذهب: ۲/ ٤٣١
❸ الارشاد للمفيد، ص: ۱۹۰ ❹ اختيار معرفة الرجال: ۱/ ۳۲۸، البحار: ٤٤/ ۲۳، ۲٤، ۵۸، ۵۹۔ الاختصاص للمفيد ۸۲؛ مقاتل الطالبيين ٤٤۔ خلاصة الأقوال للحلى ۱٦۰؛ شرح نهج البلاغة ۱٦/ ۱٦۔ جامع الرواة للأردبلى ۱/ ۳٦٦۔ معجم رجال الحديث للخوئى ۹/ ۱۵٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امامت کا مسئلہ اڑانے والے مایوس ہو چکے تھے۔ کیونکہ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دست بردار ہو کر ان پر امامت کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

۳۔ جناب حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دست بردار ہونے نے آپ کو مادی اور معنوی دونوں طرح کی ایذاؤں میں ڈال دیا تھا۔ اگر یہ لوگ آپ کو امام سمجھتے ہوتے تو آپ کے ساتھ یہ معاملہ ہرگز نہ کرتے۔

۴۔ ہمیں کسی کے بارے میں یہ سننے میں یہ نہیں آیا کہ کسی نے بھی جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مخالفین پر یہ حجت پیش کر کے انکار کیا ہو کہ آپ تو امامِ معصوم ہیں۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس مدت کے دوران مسئلہ امامت اپنی موت مر چکا تھا۔

۵۔ یہ روایات بتلاتی ہیں کہ آپ کے گرد جمع ہونے والے لوگ دین دار نہ تھے بلکہ شہوت پرست اور بری اغراض کے مالک لوگ تھے۔ کیونکہ اگر یہ لوگ دین دار ہوتے اور آپ کی عصمت وامامت کا اعتقاد بھی رکھتے ہوتے تو وہ آپ کے اس عمل کو برضا ورغبت تسلیم کرتے چاہے آپ کا یہ عمل ان کی خواہش کے خلاف بھی تھا۔

پھر فرض کیا کہ وہ دینی غیرت ومحبت کی بنا پر راضی نہ تھے گو اس میں وہ خطا پر ہی تھے پھر بھی انہوں نے آپ کا مال اسباب کیوں لوٹا، حتیٰ کہ آپ کے کندے کی چادر بھی چھین لی۔ اور مصلّٰی بھی لوٹ لیا؟۔ یہ اس بات کی سب سے بڑی شہادت ہے کہ ان اکٹھے ہونے والوں کے اخلاق برے تھے اور آپؓ کے گرد اکٹھے ہونے کا ان کا مقصد بھی نیک نہ تھا۔

ہفتم: رجعت کے بارے میں جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا موقف

مبحث اول میں عمرو بن اصم کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ وہ کہتے ہیں: جناب حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے والد ماجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شیعہ ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ دابۃ الارض تھے اور یہ کہ وہ عنقریب قیامت سے قبل لوٹ آئیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ جھوٹ بولتے ہیں، یہ ان کے شیعہ نہیں ہیں، یہ تو ان کے دشمن ہیں۔ اگر ہم ان کے بارے میں اس بات کا یقین رکھتے ہوتے تو ان کا ترکہ تقسیم نہ کرتے اور نہ ان کی بیوگان کا آگے نکاح ہی کرتے۔'' (۱)

(۱) طبقات ابن سعد: ۳/ ۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری شخصیت: سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ

(۵-۶۱ھ)

اول: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا امامت کے بارے میں موقف

الف: اس بارے وارد نصوص

۱۔ عتبہ بن سمعان سے روایت ہے کہ جب جنابِ حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی طرف کوچ کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آکر یہ کہا: اے میرے چچازاد! لوگوں میں یہ خبر پھیل ہوئی ہے کہ آپ کو روانہ ہورہے ہیں۔ مجھے بتلایئے کہ آپ کیا کرنے چلے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ میں اگلے ایک دو دن میں روانہ ہوجاؤں گا۔

اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ کہا: ''میں آپ کو اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے! مجھے بتلایئے کہ کیا آپ ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہیں جنہوں نے اپنے امیر کو قتل کرکے بلاد و امصار پر قبضہ کرلیا ہے اور اپنے دشمن کو دیس نکالا دے دیا ہے؟ اگر تو انہوں نے یہ سب کچھ کرلیا ہے تو ان کے پاس چلے جایئے۔ اور اگر انہوں نے آپ کو دعوت دی ہے جبکہ ان کا امیر ان پر حاکم وقاھر اور موجود ہے۔ اور اس کے اعمال اپنے بلاد وامصار کا خراج اکٹھا کررہے ہیں، تب پھر انہوں نے آپ کو جنگ وقتال کی طرف دعوت دی ہے۔ اور مجھے آپ کی بابت اس بات کا اطمینان نہیں؛ وہ آپ کو دھوکا دیں گے، جھٹلائیں گے، مخالفت کریں گے اور بے یارومددگار چھوڑ دیں گے۔ اور آپ پر ٹوٹ پڑیں گے اور آپ پر سب سے زیادہ سخت لوگ ثابت ہوں گے۔

اس پر جنابِ حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ جواب دیا: میں رب تعالیٰ سے استخارہ کروں گا اور دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے۔

عتبہ بیان کرتے ہیں۔ پھر اسی شام کو یا اگلے دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے میرے چچازاد: میں صبر کرنے کی کوشش کررہا ہوں پر مجھ سے صبر نہیں ہو پارہا۔ مجھے آپ پر اس طرف جانے میں ہلاکت اور تباہی کا خوف ہے۔ یہ عراقی غدار لوگ ہیں۔ ان کے پاس بھی نہ جایئے۔ یہیں ٹھہرے رہیے کہ آپ اہلِ حجاز کے سردار ہیں۔ اگر تو یہ عراقی آپ کو چاہتے ہیں جیسا بظاہر دکھلاتے ہیں تو انہیں خط لکھ کر حکم دیجیے کہ اپنے دشمن کو وہاں سے نکال باہر کریں، پھر ان کے پاس جایئے۔ اگر آپ ضرور جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن کی طرف نکل جایئے۔ وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں اور وہ ایک وسیع وعریض خطہ ہے۔ وہاں آپ کے والد کے شیعہ بھی ہیں۔ وہاں آپ لوگوں سے ایک گوشہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہوں گے۔ پھر لوگوں سے خط و کتابت اور مراسلت بھی رکھیے۔ آپ کے مبلغین بھی ثابت قدم رہیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ جو چاہتے ہیں وہاں آپ کو عافیت سے میسر آ جائے گا۔

اس پر جناب حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ جواب دیا: اے میرے چچازاد! اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ اور مجھ پر شفیق ہیں لیکن اب میں کوچ کا پختہ ارادہ اور تیاری کر چکا ہوں۔

یہ سن کر جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لے جائیے۔ اللہ کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ آپ مبادا (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح قتل ہوں اس وقت ان کی عورتیں اور بچے انہیں قتل ہوتے دیکھ رہے تھے۔ ❶

۲۔ ابنِ عساکر نے ذکر کیا ہے کہ ابنِ الحنفیہ نے جناب حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ میں جا لیا اور انہیں بتلایا کہ آج کے دن نکلنے کا کوئی فائدہ نہیں، لیکن جنابِ حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی بات نہ مانی۔ اس پر انہوں نے اپنی اولاد کو ساتھ جانے روک دیا۔ اس بات سے جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کے دل میں محمد حنفیہ کے بارے میں قدرے کبیدگی پیدا ہوئی اور فرمایا: کیا تم اپنے بیٹوں کو وہاں جانے سے روک رہے ہو جہاں مجھے مصیبت پہنچے گی؟۔ اس پر محمد بن حنفیہ نے کہا: مجھے اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ آپ کو تکلیف پہنچے اور آپ کے ساتھ انہیں بھی تکلیف پہنچے۔ اگر آپ کی مصیبت ہمارے نزدیک ان کی مصیبت سے بڑی ہی کیوں نہ ہو۔ ❷

۳۔ طبری حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے قصہ کو اور جو آپ نے عبیداللہ بن زیاد کے لشکر کو فرمایا اس کو ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: پھر جب اقامت کا وقت ہو گیا تو جنابِ حسین رضی اللہ عنہ ایک چادر، تہبند، جوتوں میں باہر نکلے، پھر رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! میں رب کے حضور اور تمہارے سامنے معذرت پیش کرتا ہوں میں تمہارے پاس نہیں آیا یہاں تک کہ تمہارے خطوط اور قاصد میرے پاس پہنچے کہ آپ ہمارے پاس چلے آیئے کیونکہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ شاید اللہ ہمیں آپ کے ذریعے ہدایت پر جمع کر دے۔ اگر تم اب بھی اس بات پر قائم ہو تو لو میں تمہارے پاس آ گیا ہوں، اگر تو تم لوگ مجھے عہد و پیمان دے کر مطمئن کرتے ہو تو میں تمہارے شہر میں آتا ہوں اور تم ایسا نہیں کرتے اور تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو میں اسی جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے تمہارے پاس آیا تھا۔ ❸

۴۔ ابنِ عساکر نے اپنی سند کے ساتھ اسماعیل بن علی الخطمی سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ''جنابِ حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو عبداللہ اور والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، نے مکہ سے عراق تب خروج فرمایا تھا جب بارہ ہزار کوفیوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر لی تھی۔ اور خطوط بھی لکھ چکے

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٨٦، یہ روایت اصفہانی شیعہ نے بھی ذکر کی ہے۔ دیکھیں مقاتل الطالبین: ١/ ٢١
❷ تاریخ دمشق: ١٤/ ٢١٢
❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٨٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے کہ آپ ہمارے پاس چلے آیئے۔ چنانچہ آپ کوفہ کے ارادہ سے مکہ سے نکلے۔ ادھر یزید کو آپ کے خروج کی خبر پہنچ گئی۔ تو اس نے عراق کے عامل ابنِ زیاد کو لکھ بھیجا کہ وہ آپ سے لڑائی کرے اور موقع ملے تو گرفتار کر کے اس کے پاس لے آئے۔ سو اس ملعون ابن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک لشکر آپ کی طرف روانہ کیا۔ جبکہ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کربلاء کی طرف مڑ گئے عمر بن سعد کا آپ سے کربلا میں سامنا ہوا تھا۔ جنگ کے بعد جناب حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ آپ کے قاتل پر رب تعالیٰ کی لعنت ہو۔ آپ کو دس محرم ۶۱ھ عاشورہ کے دن شہید کیا گیا۔ ❶

۵۔ ابنِ عساکر نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین عظام کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ ان سب بزرگوں نے آپ کو عراق کی طرف خروج فرمانے سے روکنے کی کوشش کی۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل تھے جبکہ حضرات تابعین میں سے آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ، سعید بن مسیّب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ ❷

ب: چند ملاحظات:

جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کے برادر مکرم سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کی پوری زندگی میں یہ بات سامنے نہیں آتی کہ آپ کو کس نے رب کی طرف سے نامزد اور متعین امام کہہ کر پکارا ہو۔ اور نہ تاریخ کسی ایک بات کو نقل ہی کرتی ہے۔ اور شاید جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کیے جانے نے ان سب افواہوں کو ختم کر دیا تھا۔ کیونکہ جناب حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی واقعاتی زندگی ایسی ہر افواہ کو جھٹلاتی ہے۔

یہ مدت اکتالیس ھجری سے لے کر جو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کے جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے سے شروع ہوتی ہے، جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے رحلت فرما جانے تک کی ہے جو اِکسٹھ ھجری کا سال ہے اور اسی سال جنابِ حسین رضی اللہ عنہ شہید بھی کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ تقریباً بیس برس کی ایک اچھی خاصی طویل مدت ہے لیکن اس تمام مدت میں وہ افواہیں نہ اڑیں جو آپ دونوں بزرگوں کے والد ماجد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حیات باسعادت میں پھیلیں۔

۲۔ جس وقت جنابِ حسین رضی اللہ عنہ نے عراقیوں کی دعوت کو قبول فرمایا، اس میں کہیں بھی امامت و وصیت کا ذکر نہیں آتا ذکر آتا ہے تو بیعت کی دعوت کا آتا ہے۔

آپ کے معاصر متعدد اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو اس بات سے ڈرایا کہ عراق نہ جایئے اور آپ کو یاد دلایا کہ یہ

❶ تاریخ دمشق: ١٤/ ٢

❷ تاریخ دمشق: ١٤/ ٢١٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عراقی بے وفا ہیں جو آپ کو عین وقت پر بے یارو مددگار چھوڑ جائیں گے۔ جیسا کہ انہوں نے آپ کے والد ماجد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بے آسرا چھوڑ دیا تھا اور آپ کے برادر اکبر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی تک کر دیا تھا۔ یہ سارا واقعہ بتلاتا ہے کہ یہ اختیاری معاملہ تھا نا کہ الزامی اور وجوبی۔

یعنی معاملہ امامتِ دینیہ کا نہ تھا کہ جس کی نصرت وحمایت ترک کرنے پر ان کے پاس کوئی عذر نہ رہتا۔ بلکہ یہ ایک اختیاری بیعت تھی۔ اس لئے آپ کے خیر خواہوں نے آپ کو عراقیوں کے پاس نہ جانے کی نصیحت کی۔ اگر معاملہ امامت من اللہ کا ہوتا تو آپ ان خیر خواہوں کو یہ جواب عنایت فرماتے کہ میں اس بات سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا چاہے سب لوگ میرا ساتھ چھوڑ جائیں۔

دوم: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا موقف

آپ نے اپنے ایک فرزند ارجمند کا نام عمر رکھا تھا جس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا واضح موقف سامنے آجاتا ہے کہ آپ کے قلبِ مبارک میں ان مقدس ہستیوں کا ذرہ برابر بھی میل نہ تھا۔

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

مشہور شیعہ عالم تستری قاموس الرجال کے آخر میں لکھتا ہے کہ اولادِ حسین رضی اللہ عنہ میں ایک نام 'عمر' بھی تھا۔ ❶

ب: عمر نام رکھنے کا ایک جائزہ

آپ کا اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھنا بتلاتا ہے کہ آپ کے قلب مبارک جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی برا اعتقاد نہ تھا بلکہ ان کی محبت تھی۔ وگرنہ آپ اپنے بیٹے کا نام عمر نہ رکھتے۔ یہ امر اس بارے میں مخالف روایات کے باطل ہونے کو بتلاتا ہے۔

پھر جب آپ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا۔ اور یہ وہی عمر ہیں جن کے بارے میں یہ جھوٹی روایات بتلاتی ہیں کہ انہوں نے جناب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امامت کی ذمہ داری سے روک دیا تھا تو لامحالہ باقی خلفائے راشدین کے بارے میں آپ کا موقف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بابت موقف سے کس طرح کم نہ ہوگا۔

سوم: اپنے متبعین کے متعلق جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کا موقف:

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

کتب شیعہ میں جنابِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بابت ایسی متعدد روایات مذکور ہیں جو بتلاتی ہیں کہ آپ کو اپنے پیروکاروں سے شکایت تھی اور آپ ان کی مذمت کیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند روایات ملاحظہ ہوں:

ا۔ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے شیعہ پر بددعا فرماتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! اگر تو

❶ قاموس الرجال للتستری: ۱۲/ ۸۳، ط، قم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں کچھ اور جینے کا موقع دے گا تو انہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ان کی راہیں جدا جدا کر دے۔ کوئی والی ان سے کبھی راضی نہ ہو۔ انہوں نے ہمیں بلایا کہ ہماری مدد کریں گے لیکن پھر ہمیں قتل کرنے ہم پر چڑھ دوڑے۔ ❶

۲۔ اور جنابِ حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''لیکن تم لوگوں نے ہماری بیعت کی طرف اس طرح جلدی کی جیسے بہت چھوٹی ٹڈی اڑنے کی جلدی کرتی ہے اور اس کی طرف یوں ٹوٹے جیسے پتنگے چراغ کی اوپر ٹوٹتے ہیں، پھر بے سوچے سمجھے اس بیعت کو توڑ بھی ڈالا۔ سو اس امت کے باغیوں، طاغیوں، باقی کی جماعتوں اور کتاب اللہ کو پھینک مارنے والوں کے لیے ہلاکت اور دوری ہو۔ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' ❷

۳۔ محسن الامین نے ذکر کیا ہے کہ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت کرنے والے عراقیوں کی تعداد بیس ہزار تھی جنہوں نے پھر آپ کے ساتھ دھوکا کیا، غدر کیا۔ آپ کے خلاف خروج کیا حالانکہ اس وقت انہوں نے آپ کی بیعت کر رکھی تھی۔ پھر آپ کو شہید بھی کر ڈالا۔ ❸

۴۔ امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بعد سوائے تین کے سب مرتد ہو گئے اور وہ تین ابو حالد الکاطف، یحیٰ بن ام الطّویل اور جبیر بن مطعم ہیں۔

یونس بن حمزہ نے بھی ایسی ہی ایک روایت ذکر کی ہے جس میں یہ زائد مروی ہے کہ: ''اور جابر بن عبداللہ انصاری۔'' ❹

ب: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شکایت کا ایک جائزہ

روایات بتلاتی ہیں کہ اہلِ عراق نے آپ کو آنے کی دعوت دی تاکہ آپ کی مدد کریں پھر آپ کو تنہا چھوڑ دیا بلکہ آپ کے قتل میں بھی شریک ہو گئے۔ چنانچہ یہ آپ کے شکوہ کے الفاظ ہیں: 'یہ لوگ ہماری نصرت کرنے کو ہمیں بلاتے ہیں لیکن پھر ہماری عداوت پر اتر آتے ہیں اور ہمیں قتل کرنے لگتے ہیں'۔ پھر آپ نے ان عراقیوں کو یہ بددعا دی کہ اللہ انہیں فرقے فرقے کر دے، ان میں اختلاف ڈال دے اور ان سے کبھی کوئی والی راضی نہ ہو۔ اور شیعہ عالم عاملی تاکید کے ساتھ روایت کرتا ہے کہ ان لوگوں نے آپ کے ساتھ دھوکا کیا اور بیعت کرنے کے بعد بھی قتل کر ڈالا۔

آخری بات! جنابِ جعفر بن محمد اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے سب اصحاب مرتد ہو گئے سوائے تین کے۔ ارے یہ ہیں جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی، جو آپ کے اور اللہ کے دین خلاف شازشیں کرتے ہیں۔ تب پھر انہی لوگوں سے مروی کوئی روایت قابلِ اعتبار و اعتماد رہ جاتی ہے جو مرتد ہو گئے تھے؟

معاصر شیعہ علامہ موسیٰ الموسوی لکھتا ہے: جس وقت امام حسین نے بغاوت کی اور آپ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی

---

❶ الارشاد للمفید، ص: ۲٤١، اعلام الوری للطبری، ص: ۹٤۹
❷ الاحتجاج: ۲/ ۲٤، کشف الغمة: ۲/ ۲۲۹، مناقب آل ابی طالب: ۳/ ۲۵۸۔الانتصار ۹/ ۲۳۵۔
❸ اعیان الشیعة: ١/ ۲٦، شرح نہج البلاغة: ١١/ ٤۳، الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیعة، ص: ۵۔
❹ اختیار معرفة الرجال: ١/ ۳۳۸، شرح اصول الکافی للمازندانی: ١۰/ ۵۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافت کو ختم کرنا چاہتے تھے اور پھر اپنی اولاد اور اصحاب سمیت کربلا میں جام شہادت نوش کر گئے کہ اس تمام عرصہ کے دوران آپ نے یہ کبھی ذکر نہیں کیا کہ آپ اس خلافت سماویہ کا دفاع کر رہے ہیں جسے یزید نے غصب کر لیا ہے۔ بلکہ آپ تو صرف کہتے تھے کہ آپ یزید سے زیادہ خلافت کے اہل ہیں اور یہ کہ آپ جیسے کو زیبا نہیں کہ وہ یزید کی بیعت کرے۔ اور یہ کہ آپ نے احیائے دین رسول ﷺ کے لئے بغاوت کی تھی جو یزید کے ہاتھوں خراب ہوا جا رہا تھا۔“ ❶

تیسری شخصیت

ابوالقاسم محمد بن علی بن ابی طالب الہاشمی القریشی المعروف ابنِ الحنفیہ رحمہ اللہ

(۲۱۔۸۱ھ)

آپ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کے باپ شریک بھائی ہیں جو سیدہ فاطمۃ الزہراء کے بطنِ مبارک سے نہ تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ خوالہ بنت جعفر الحنفیہ ہیں۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے فرق کرنے کے لئے آپ کو اپنی والدہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ: حسن اور حسین مجھ سے افضل ہیں پر میں علم میں ان سے زیادہ ہوں۔“ بے پناہ علم کے مالک متقی و متورع تھے۔ البتہ رنگت سیاہ تھی۔

آپ صدر اسلام کے نامور بہادروں اور سپہ سالاروں میں سے ہیں۔ آپ کی جرأت، شجاعت اور قوت کے متعدد واقعات تاریخ کے اوراق میں رقم ہیں۔

مختار ثقفی آپ کو مہدی سمجھتا تھا اور لوگوں کو آپ کی امامت کی دعوت بھی دیتا تھا۔

(اسلام میں ایک فرقہ) کیسانیہ کا عقیدہ تھا کہ آپ نہیں مرے اور ”رضوی“ میں مقیم ہیں۔

آپ کی پیدائش اور وفات مدینہ میں ہی ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ابنِ زبیر سے بھاگ کر طائف چلے گئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ ❷

حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ کا موقف

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

۱۔ ہلال بن خباب حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ابن الحنفیہ فرماتے ہیں: ”اے عراقیو! اللہ سے ڈرو اور جناب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے بارے میں وہ بات نہ کہو جس کے وہ اہل نہ ہوں۔ بیشک جناب

❶ الشیعۃ والتصحیح، ص: ۵۱

❷ تاریخ الاسلام: ٦/ ۱۸۱۔۱۹۳

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت غار میں تھے جب وہ دو میں سے دوسرے تھے اور جناب عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے رب تعالیٰ نے اس دین کو عزت بخشی ہے۔''❶

۲۔ سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے کہ وہ گھاٹی میں محمد بن علی رضی اللہ عنہ (ابن حنفیہ) کے ساتھ تھے۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ: اے ابوعبداللہ! کیا جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے؟۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ میں نے پوچھا: پھر ان کا رتبہ اس قدر اونچا کیسے ہوگیا کہ ان کے برابر کسی کا نام نہیں لیا جاتا؟۔ فرمایا: ''وہ اس لئے کہ جس دن وہ مسلمان ہوئے تھے وہ ان سب سے بہتر اسلام والے تھے پھر وہ مرتے دم تک ایسے ہی رہے۔''❷

جناب حنفیہ کے بارے میں مجھے ان دو کے علاوہ کوئی تیسری نص نہیں ملی۔ اور یہ دونوں نصوص بتلاتی ہیں کہ جناب محمد حنفیہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔

۳۔ گزشتہ صفحات میں ہم جناب ابنِ حنفیہ سے وہ روایت بھی ذکر کر چکے ہیں جس میں وہ اپنے والد ماجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حضرات شیخین کی بابت شہادت اور اس بات کا اعتراف نقل کرتے ہیں کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہ ان سے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) افضل تھے۔

ب: کچھ دیر ابن حنفیہ جناب محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ

آپ اس بات کو تاکیداً بیان کرتے ہیں کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بہتر مسلمان تھے اور جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ انہوں نے ھجرت کے اہم ترین اور نازک ترین موقع پر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا حتیٰ کہ غار میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور یہ وہ عظیم شرف وفضیلت ہے جو جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی امتی کو نصیب نہ ہوسکا۔ اور آپ اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے جنابِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام کو عزت ونصرت بخشی۔

بیشک عقل بھی اس مؤقف کی تائید کرتی ہے، وگرنہ جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر کیوں مقدم کیا تھا؟۔ حالانکہ ان کے متعدد قبائل بھی تھے جن میں اسلام اور جاہلیت دونوں عہدوں میں عربوں کا سب سے زیادہ معزز اور افضل نسب اور مقام ومرتبہ والا قبیلہ بنو ہاشم بھی تھا۔ اگر ان سب حضرات نے خود اپنی آنکھوں سے حضرتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا احترام کرتے نہ دیکھا ہوتا تو وہ ان کی خلافت پر کبھی راضی نہ ہوتے۔

اور رہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ان کا اسلام لے آنا اسلام کی نصرت اور ان کی خلافت اسلام کی فتح تھی۔ اور گزشتہ روایات میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی جرأت وشجاعت کی شہادت بیان ہوچکی ہے۔

---

❶ تاریخ دمشق: ۱۳/ ۳۷۸

❷ تاریخ دمشق: ۳۰/ ٤٦٠

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا مرحلہ:

افواہوں کا دوبارہ سر اٹھانا

(۸۱۔۱۴۸ھ)

اس مرحلہ میں افواہیں دوبارہ سر اٹھاتی ہیں تا کہ ایک بار پھر ان کی گرما گرمی ہو، اور اہلِ بیت کی ایذاء کا سبب بنیں۔ چنانچہ اس عرصہ میں زعماء اہلِ بیت نے ان افواہوں کا خوب پیچھا کیا، ان کی خبر لی، ان پر زبردست انکار کیا، ان افواہوں کے پھیلانے والوں کی مذمت بیان کی اور لوگوں کو ان افواہوں سے اور ان کے اڑانے والے سے بچ رہنے کی تاکید کی۔

تاریخ نے اس مرحلہ میں بے شمار اہلِ بیت کے ان اقوال اور مواقف کو محفوظ کیا ہے جن میں اُن افواہوں کا بھرپور رد کرتے نظر آتے ہیں جو پہلے مرحلے میں ظاہر ہو کر دوسرے مرحلے میں کمزور ہو گئیں تھیں۔ یہاں ہم ان میں سے چھ اکابر اہلِ بیت کے بعض اقوال اور مواقف کا ہی ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اور وہ چھ اکابر اہلِ بیت یہ ہیں:

۱۔ جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ

۲۔ جناب حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳۔ جناب محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ

۴۔ جناب زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ

۵۔ جناب جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ عنہ

۶۔ جنابِ عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ

ذیل میں ان اکابر سے مروی بعض اقوال کو ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی شخصیت

جناب علی بن حسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ

اول: اہلِ سنت اور جنابِ علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا مقام مرتبہ [1]

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

[1] ۔ ان تین تواریخ میں سے پہلی تاریخ جناب علی زین العابدین کی تاریخِ ولادت دوسری بقول شیعہ حضرات کے تاریخ امامت اور تیسری تاریخ وفات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی پاکیزہ اور مطہر فضاؤں میں اہلِ سنت کے درمیان پرورش پائی۔ آپ نے ان سے علم حاصل کیا پھر ایک وقت آیا وہ آپ سے علم حاصل کرنے لگے۔ آپ ان کے ساتھ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھتے اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے۔ آپ ان سے علم سیکھتے وہ آپ سے علم سیکھتے۔ آپ نے کبھی کوئی مخفی یا پوشیدہ مجلس نہ لگائی تھی۔ آپ کا اندرون و بیرون، خلوت وجلوت، ظاہر و باطن اور نجی اور عام زندگی سب پر عیاں، ظاہر باہر اور یکساں تھی۔ چنانچہ لوگوں نے آپ میں اہلِ سنت کے دین کے خلاف کسی بات کا کبھی مشاہدہ نہ کیا تھا۔

آپ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور حضرات تابعین کی ایک بڑی جماعت سے علم روایت کیا جبکہ آپ سے دسیوں لوگوں نے علم روایت کیا جن میں سرفہرست اہل سنت کے اپنے وقت کے بڑے محدث جناب زہری کا نام آتا ہے۔

ذیل میں آپ کی بابت ان حضرات کے چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ ابنِ وہب مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: ''اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی علی بن حسین جیسا نہ تھا۔''

۲۔ عبدالعزیز بن ابوحازم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے علی بن حسین سے بڑا کوئی فقیہ ہاشمی نہیں دیکھا۔

۳۔ جنابِ زہری کے سامنے جب آپ کا ذکر آجاتا تو رو پڑتے اور کہتے: ''ارے وہ تو عبادت گزاروں کی زینت تھے۔'' (یہی آپ کے لقب زین العابدین کا معنیٰ ہے)

۴۔ زید بن اسلم سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ''میں اہلِ قبلہ میں سے علی بن حسین جیسے کسی شخص کے پاس نہیں بیٹھا۔''

۵۔ صالح بن احمد، ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے علی بن حسین سے افضل کوئی قریشی نہیں دیکھا۔

۶۔ معمر زہری سے روایت کرتے ہیں، زہری بیان کرتے ہیں: 'میں نے اہلِ بیت میں سے علی بن حسین سے افضل کسی کو نہیں پایا۔''

۷۔ سفیان بیان کرتے ہیں زہری فرماتے ہیں: میں اپنا زیادہ وقت علی بن حسین کے ساتھ نشست میں گزارتا تھا۔

۸۔ معمر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے زہری سے پوچھا کہ: کیا بات ہے کہ آپ علی بن حسین سے زیادہ روایت نہیں کرتے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں ان کے پاس بیٹھتا تو کثرت کے ساتھ تھا لیکن وہ حدیث بہت روایت کرتے تھے۔

۹۔ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے: ''اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں علی بن حسین جیسا کوئی نہ تھا۔''

۱۰۔ یحیی بن سعید سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: علی بن حسین سب سے افضل ہاشمی تھے۔ میں نے انہیں یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے سنا ہے: ''اے لوگو! ہم سے اسلام کی خاص محبت کرو (اور اسلام کی محبت والی محبت کرو) تم لوگوں نے ہم سے ایسی محبت کی کہ وہ ہمارے لئے عار بن گئی۔''

۱۱۔ صالح بن حسان سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ایک آدمی نے سعید بن مسیب سے یہ کہا کہ ''میں فلاں سے زیادہ متقی و متورع نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم نے علی بن حسین دیکھ رکھے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو فرمایا: تو سنو! میں نے ان سے زیادہ متورع کوئی نہیں دیکھا۔

۱۲۔ ابنِ ابی حازم سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد ماجد کو یہ بیان کرتے سنا ہے: ''میں نے علی بن حسین سے افضل کوئی ہاشمی نہیں دیکھا۔''

ب: جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور اہلِ سنت کے خراج عقیدت کا ایک جائزہ ❶

یہ شہادتیں بتلاتی ہیں کہ جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ بے حد عبادت گزار متورع ''فقیہ'' اہل علم وفضل، بلکہ اپنے دور کے سب سے افضل اہلِ بیت، بلکہ سب سے افضل ہاشمی تھے۔ اگرچہ یہ شہادتیں متعدد حقائق عالم آشکار کرتی ہیں لیکن ان میں دو حقیقتیں سب سے اہم ہیں:

۱۔ جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اہلِ سنت کے ساتھ اور ان کی صحبت میں زندگی گزاری، آپ کا اور ان کا اختلاط بھی تھا اور مجالست بھی۔ نہ تو آپ کی کوئی خفیہ مجلس لگتی تھی اور نہ آپ کے کوئی مخفی اہلِ مجلس تھے اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو منقول ضرور ہوتی۔

۲۔ جب آپ کے اہلِ مجلس میں سے یہ ان لوگوں کی آپ کے بارے میں اس بات کی شہادتیں ہیں کہ آپ عبادت گزار، متورع اور فضل وفقاہت کے مالک ہیں، یہ شہادتیں بتلاتی ہیں کہ ان علماء نے آپ کی مجلس میں بڑا لمبا لمبا وقت گزارا تھا۔ جیسا کہ زھری کہتے ہیں: میرا سب سے زیادہ اٹھنا بیٹھنا جنابِ علی بن حسین کی مجلس میں ہوتا تھا۔ اور یہ ان لوگوں کی شہادتیں ہیں جو اہلِ سنت کے اہلِ علم بلکہ علمائے عصر ہیں تو پھر یہ شیعہ کب اور کہاں آپ سے ملے؟ اور آپ سے کب اور کیا کیا سنا؟ جو مذکورہ شہادتوں کے ظاہر کے بالکل خلاف ہے۔

دوم: شیعہ کی بابت جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا مؤقف

الف: اس بارے میں وارد نصوص کا بیان

اس مرحلہ میں آکر ایک بار پھر لوگوں میں امامت اور اس سے متعلقہ باتوں کا چرچا ہونے لگا۔ جس کی وجہ سے بسا اوقات اہل بیت کو اذیت بھی اٹھانی پڑتی۔ جنابِ علی بن حسین نے ان خفیہ دعووں کا بھرپور رد کیا جنھوں نے اہلِ بیت کی محبت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ لیکن پے در پے حکومتوں سے ان افواہوں کی بنا پر حضرات اہلِ بیت کو بعض اذیتیں بھی سہنی پڑیں۔

❶ ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۷۱۔ ۳۸۸ میں ان سب روایات کو اسانید سمیت ذکر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں چند نصوص ملاحظہ ہوں:

۱۔ یحی بن سعید زین العابدین جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:
''اے عراقیو! ہم سے اسلام والی محبت کرو، تم لوگوں نے ہم سے ایسی محبت کی ہے جو ہمارے لئے عار بن گئی ہے۔'' ❶

۲۔ یحیی بن سعید سے ہی روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: جناب علی بن حسین افضل ترین ہاشمی تھے میں نے انہیں فرماتے سنا ہے: ''اے لوگو! ہم سے اسلام والی محبت کرو، تم لوگوں کی محبت بالآخر ہمارے حق میں عار بن گئی۔ ❷

۳۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''ہم سے اسلام والی محبت کرو۔ اللہ کی قسم! تم لوگ ہمارے متعلق ایسی ایسی باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ ہمیں لوگوں کے نزدیک مبغوض بنا دیا۔'' ❸

۴۔ عبداللہ بن موھب سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: ''کچھ لوگوں نے جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی تعریف کرنا شروع کر دی تو آپ نے فرمایا: ''تم لوگ کس قدر جھوٹے اور رب تعالیٰ پر کس قدر جری ہو، ہم تو اپنی قوم کے نیکوکار لوگوں میں سے ہیں اور ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے نیکوکار لوگوں میں ہی رہیں۔'' ❹

مناسب ہے کہ اس موقع پر کتبِ شیعہ سے بھی چند آثار نقل کر دیے جائیں:

۵۔ جنابِ زین العابدین فرماتے ہیں: ''لوگو! ہم سے اسلام والی محبت کرو، اللہ کی قسم! تم لوگ ہمارے بارے میں ایسی ایسی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ تم لوگوں نے ہمیں دوسروں کے سامنے مبغوض بنا دیا۔'' ❺

۶۔ شیعہ حضرات جنابِ زین العابدین رحمہ اللہ سے یہ مزید نقل کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:
''بیشک یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام سے محبت کی اور ان کے بارے میں ناگفتہ باتیں کیں۔ نہ تو عزیر علیہ السلام ان سے ہیں اور نہ وہ عزیر علیہ السلام سے ہیں۔ پھر نصاریٰ نے جنابِ عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کی اور ان کے بارے میں بھی جو کہا سو کہا۔ سو نہ تو عیسیٰ علیہ السلام ان سے ہیں اور نہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے ہیں۔ اور ایسا ہی ہمارے ساتھ بھی ہو رہا ہے، اور ہو گا کہ ہمارے شیعہ میں سے بھی کچھ لوگ ہم سے ایسی ہی محبت کریں گے اور ہمارے بارے میں بھی ویسا ہی کہیں گے جیسا یہود نے جنابِ عزیر علیہ السلام کے بارے میں اور و نصاریٰ نے جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا۔ سن لو کہ نا وہ شیعہ ہم سے ہیں اور نہ ہم ان سے ہیں۔'' ❻

---

❶ شرح اصول اعتقاد اهل السنت والجماعة، رقم الحديث: ٢٦٨٣، ٢٦٨٤

❷ تاريخ دمشق: ٤١/ ٣٧٢ـ ٣٧٤ـ الطبقات الكبرى ٥/ ٢١٤؛ تاريخ ابن عساكر ٤١/ ٣٩٢؛ تهذيب الكمال ٢٠/ ٣٨٨؛ البداية و النهاية ٩/ ١٢٢ـ ❸ طبقات ابن سعد: ٥/ ٢١٤ـ تاريخ دمشق ٤١/ ٣٩١ـ

❹ طبقات ابن سعد: ٥/ ٢١٤؛ تهذيب الكمال ٣/ ١٣٦ـ تاريخ دمشق ٤١/ ٣٩١ ـ تاريخ الإسلام ٦/ ٤٣٥ـ

❺ وضوء النبى السيدعلى الشعرمتانى: ١/ ٤٥٤ ❻ الاختيارفى معرفة الرجال: ١/ ٣٣٦ـ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔ اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا: ''یہ ہم پر رورہے ہیں۔تو پھر ہمارا قاتل کون ہے؟!!'' ❶

ب: ان روایات کا ایک جائزہ

۱۔ یہ روایات بتلاتی ہیں کہ جناب علی بن حسین ان لوگوں سے کس قدر دل گرفتہ اور بیزار تھے جو اس حب اہلِ بیت کے مدعی تھے جو بجائے راحت کے ان لوگوں یعنی حضرات اہلِ بیت کے لئے ذلت اور کوفت کا سبب بن گئی تھی۔ کیونکہ ان لوگوں نے ان حضرات کی طرف ایسی باتیں منسوب کرنا شروع کر دی تھیں جن کے نہ تو وہ مدعی تھے اور نہ انہوں نے کبھی کہی ہی تھیں۔ مثلاً یہ لوگ کہتے تھے کہ:

اہلِ بیت میں سے ایک مفترض الطاعت امام ہے۔ پھر اس کے امامت کا اعلان نہ کرنے کا یا اس امامت کو قائم نہ کرنے کا عذر یہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے تقیہ سے کام لیا تھا۔ بلاشبہ عذر خواہی ان حضرات کی بے حد تنقیص اور بے حد تحقیر ہے۔ کیونکہ جو شخص مفترض الطاعت امام ہو اور لوگوں کو اس کی حاجت بھی ہو، اسے ہرگز بھی یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنی تو حفاظت کرے جبکہ دین کو ضائع کر دے۔ کیونکہ حق امامت کو ادا نہ کرنے کا عذر تقیہ کی صورت میں پیش کرنا یہ حضراتِ اہلِ بیت کی تنقیص و توہین ہے۔ اسی لئے جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ ان دعووں سے شدید بیزار رہتے تھے اور ان شیعہ سے اس بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ وہ اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈریں کہ انہوں نے اہلِ بیت کو اذیت پہنچائی ہے۔

۲۔ جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ تاکید کے ساتھ یہ فرماتے ہیں کہ ان افواہوں اور غلط سلط دعووں نے حضرات اہلِ بیت کو لوگوں کے نزدیک مبغوض بنا دیا ہے۔ کیونکہ یہ افواہیں اہلِ بیت پر یہ تہمت لگاتی ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نامزد آئمہ ہیں۔ پھر لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے تو اپنی زندگیوں میں اس امامت کو نہیں قائم کیا۔ یہ بات لوگوں کی ناپسندیدگی کا سبب بن جاتی ہے۔ وہ یوں کہ یا تو لوگ اہلِ بیت پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ ان لوگوں نے ایسی ایک بات کا دعوی کیا جسکا انہیں حق ہی نہ تھا یا یہ کہ ان حضرات نے اپنے اوپر ڈالی گئی ذمہ داری کا حق ادا نہیں کیا۔

۳۔ امام زین العابدین علی بن حسین نے ان شیعہ کے اہلِ بیت کے بارے غلو کو یہود و نصاری کے اپنے انبیاء کے بارے میں غلو سے تشبیہ دی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اہلِ بیت کو جن لوگوں نے گھیر رکھا تھا وہ ان کے بارے میں بے حد غلو کا شکار تھے۔

۴۔ یہ شکایات اور تہمتیں بتلاتی ہیں کہ اہلِ بیت اپنے گرد اکٹھے ہو جانے والے ان نام نہاد محبین سے بے حد نالاں اور ناراض تھے کیونکہ ان لوگوں نے اہلِ بیت کی طرف ایسے ایسے دعوے منسوب کر دیئے تھے جو انہوں نے کبھی کئے بھی نہ تھے۔ جن میں سرفہرست امامت اور عصمت کا دعوی تھا جبکہ باقی کے دعوے بھی عقائد کی گمراہیوں سے معمور تھے۔

❶ الاحتجاج: ۲/ ۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوم: جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بنی امیہ کے متعلق مؤقف:

الف: اس بارے میں وارد نصوص

جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں الزامات، افواہوں اور تہمتوں کا سلسلہ ایک بار پھر شروع ہوگیا۔ بالخصوص عراقیوں میں جو ان افواہوں کا گڑھ تھا۔ آپ پوری شد و مد کے ساتھ ان افواہوں کا رد کرتے تھے۔ ذیل میں ان افواہوں کے چند نمونے اور آپ کے ان پر رد کو قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ جعفر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: میرے والد یعنی جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی نے آکر پوچھا: مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتلائیے؟ آپ نے فرمایا: کیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ اس آدمی نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے! میں انہیں ابوبکر کہہ رہا ہوں اور آپ انہیں صدیق کہہ کر پکار رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم کرے! ارے ان کو اس ذات نے صدیق کہا ہے جو تم سے اور مجھ سے بہتر تھے۔ اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات مہاجرین وانصار ہیں۔ جو انہیں صدیق نہ مانے اللہ دارِ آخرت میں اسکی بات کی تصدیق نہ کرے (یعنی اس کا ایمان قبول نہ کرے)۔ جاؤ چلے جاؤ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ سے محبت اور تعلق رکھو۔ اگر یہ گناہ ہوا تو میری گردن پر ہو۔" [1]

۲۔ محمد بن علی بن حسین اپنے والد ماجد سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: "میرے پاس کچھ لوگ آئے جو کہ عراقی تھے۔ پہلے انہوں نے جنابِ شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے کچھ نازیبا باتیں کیں، پھر جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان درازی کرنے لگے۔

میں نے پوچھا: اچھا بتلاؤ! کیا تم ان مہاجرین میں سے ہو جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ ....الى قوله.... أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ (الحشر: ۸)

"(یہ مال) ان محتاج گھربار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے ۔۔۔۔۔ آگے تک ۔۔۔۔۔: یہی لوگ سچے ہیں۔"

بولے: نہیں! ہم ان میں داخل نہیں۔

میں نے پوچھا: اچھا کیا تم پھر ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ....الى قوله.... فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ o﴾

"اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے، نہیں پاتے ۔۔۔۔۔ آگے تک ۔۔۔۔۔: وہی لوگ کامیاب ہیں۔"

---

[1] تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۸۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بولے: ہم ان میں سے بھی نہیں۔

تب میں نے ان سے پوچھا: تم لوگوں نے ان دونوں طبقوں میں سے نہ ہونے کا اقرار بھی کر لیا ہے اور اس پر شہادت بھی دے دی ہے اور ان دونوں طبقوں سے خود کو بری بھی قرار دے دیا ہے۔ جبکہ میں اس بات کی شہادت میں دیتا ہوں کہ تم لوگ اس تیسرے طبقے میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر: ۱۰)

"اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

اب میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اللہ تمہیں برکت نہ دے اور نہ تمہارے گھروں کو ایک دوسرے کے قریب کرے۔ تم لوگ اسلام کا مذاق اڑانے والے ہو، تم لوگ مسلمان کہلانے کے لائق نہیں۔ ❶

۳۔ عبدالعزیز بن ابی حازم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میں نے علی بن حسین سے بڑا کوئی ہاشمی فقیہ نہیں دیکھا جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ حضرات شیخین کا حضرت رسالت مآب ﷺ کے نزدیک کیا مقام و مرتبہ تھا تو میں نے انہیں نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کی طرف ہاتھ کے اشارے سے یہ جواب دیتے سنا: "جو مرتبہ ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہم کا اس وقت ہے۔" ❷

۴۔ رزین بن عبید سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: میں ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ تو جنابِ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ فرمایا: حبیب بن حبیب کو مرحبا!۔ ❸

۵۔ ابنِ سعد نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن حسن بن حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ: جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عروہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ بلاناغہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد نبوی کے آخر میں بیٹھ جاتے۔ میں بھی ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں بیٹھ جاتا۔ ایک رات بنی امیہ کے مظالم کا ذکر چھڑ گیا اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے اور اس ظلم کو مٹا نہ سکے ان کے مقام کا بھی ذکر آ گیا۔ پھر ان دونوں بزرگوں نے ان لوگوں کی بابت رب تعالیٰ کی اس عقوبت کا ذکر کیا جس سے وہ ڈرا رہے تھے۔ سو عروہ جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے اے علی! جو ان ظالموں سے الگ ہو گیا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ ان کے اعمال سے ناراضگی کی بنا پر ان سے الگ ہوا تھا۔ چاہے وہ ان سے

---

❶ تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۸۹ ❷ تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۸۸
❸ تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۸۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک میل ہی دور تھا۔ پھر ان ظالموں پر اللہ کا عقاب آ اترا تو امید ہے کہ یہ الگ ہونے والا انہیں ملنے والے اس عقاب سے محفوظ رہے گا۔‘‘

عبداللہ کہتے ہیں: سو عروہ تو نکل کر عقیق جا ٹھہرے اور میں نکل کر سویق جا ٹھہرا۔‘‘ ❶

٦۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود شیعہ کتب روایت کرتی ہیں کہ جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابوبکر رکھی ہوئی تھی۔ ❷

٧۔ اور آپ نے اپنے ایک بیٹے کا نام ’’عمر‘‘ رکھا ہوا تھا۔ جیسا شیخ المفید نے ’’الارشاد‘‘ میں ذکر کیا ہے۔ ❸

٨۔ اثنا عشری شیعہ الحر العاملی جناب عمر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے: ’’موصوف بڑے جلیل القدر اور عالم و فاضل تھے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین کے صدقات کے عامل تھے۔ بڑے متورع اور شبہات تک سے بچنے والے تھے۔‘‘ ❹

٩۔ اس طرح آپ نے اپنی ایک دختر نیک کا نام ’’عائشہ‘‘ رکھا ہوا تھا۔ ❺

١٠۔ محمد بن فرات سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ’’میں نے ایک مرتبہ جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ میں نے لوگوں کو نماز میں بولتے سنا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ کے شیعہ بن امیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! یہ بدعت ہے۔ جو قرآن پڑھتا ہو اور قبلہ رو ہوتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھو۔ سو اگر وہ نیکوکار ہوا تو اسکی نیکی اسے ہی ملے گی اور اگر وہ برا ہوا تو اسکی برائی بھی اسی پر ہوگی۔ ❻

ب: مذکورہ بالا روایات کا ایک جائزہ

١۔ جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ تاکید کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق لقب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا۔ اگر آپ انہیں امامت کا غاصب سمجھتے ہوتے تو انہیں اس وصف کے ساتھ ہرگز یاد نہ کرتے۔

٢۔ آپ کی عراقیوں کے ساتھ قرآنِ کریم کے حوالے سے گفتگو، پھر مسلمانوں کو تین جماعتوں میں تقسیم کرنا۔ پھر آپ کا یہ حکم لگانا کہ یہ عراقی سائل ان تینوں میں سے کسی ایک جماعت میں بھی داخل نہیں۔ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے ان پر کفر کا حکم لگایا تھا۔ کیونکہ اسلام کے بعد صرف کفر رہ جاتا ہے جیسا کہ آپ کے آخری کلام میں اس بات کی مزید صراحت ہے۔

٣۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقام و مرتبہ پر اِن دونوں حضرات رضی اللہ عنہم کی وفات کے بعد

❶ تاریخ دمشق: ٤٠/ ٢٧٨
❷ كشف الغمة: ٢/ ٧٤
❸ كشف الغمة: ٢/ ٧٤
❹ خاتمة الوسائل ٢/ ٩٠۔
❺ خاتمة الوسائل ٢/ ٩٠۔
❻ تاریخ دمشق: ٤١/ ٣٩٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی نبی کریم ﷺ کے نزدیک ان کے مقام و مرتبہ کے ذریعے استدلال کرنا، بلاشبہ بے حد عظیم دلائل میں سے ایک ہے۔ کیونکہ اگر نبی کریم ﷺ (معاذ اللہ) ان دونوں بزرگ ترین صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ناراض ہوتے تو رب تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ اس کے باوجود بھی انہیں جوارِ رسول نصیب فرماتا اور قیامت تک زیارتِ روضہ رسول کے لئے آنے والوں کی دعاؤں میں ان دونوں حضرات کو بھی حصہ عنایت فرماتا۔

۴۔ جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت کو تشریف لے جانا۔ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا انہیں فرطِ مسرت سے بے ساختہ مرحبا کہنا بتلاتا ہے کہ دونوں حضرات میں کس قدر محبت تھی۔ اور یہ باہمی مودت و محبت امامت کے دعوی کو رد کرتی ہے۔ کیونکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ امامت کے قائل نہ تھے۔

۵۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا اپنی کنیت ''ابوبکر'' رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو اس نام سے محبت تھی۔ جیسے آپ کا ایک بیٹے کا نام عمر رکھنا اس نام سے محبت کی دلیل ہے۔ کیونکہ آدمی جسے ناپسند کرتا ہو، اس کے نام پر اولاد کا نام نہیں رکھتا پھر آپ کا اپنی ایک دختر کا نام ''عائشہ'' رکھنا بھی اس نام اس محبت رکھنے کی واضح ترین دلیل ہے۔

٦۔ جناب علی بن حسین اور جنابِ عروہ بن زبیر کے درمیان مجالست کا یہ دستور، باوجود یکہ جنابِ عروہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی امامت کے عقیدے کے مخالف تھے۔ دونوں حضرات کی باہمی محبت کو بتلاتا ہے۔ کیونکہ اگر امامت کا کوئی عقیدہ ہوتا اور جنابِ عروہ اس کے مخالف ہوتے تو یہ باہمی محبت متصور نہ تھی۔

۷۔ آپ کا بنوامیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والوں پر انکار کرنا اور یہ بتلانا کہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے۔ یہ بھی ان حضرات کی باہمی محبت کی دلیل ہے۔ کیونکہ بنوامیہ کا معاملہ زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ وہ نافرمان ہیں۔ جبکہ گنہگار اور نافرمان کے پیچھے نماز جائز اور صحیح ہوتی ہے۔

یہ امور بتلاتے ہیں کہ امامت کا دعوی باطل ہے۔ اور یہ کہ جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نہ تو اس دعوے سے واقف تھے اور نہ ہی اس کے معتقد تھے۔

چہارم: جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا علمائے اہلِ سنت کے بارے میں موقف

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

اہل سنت مصادر و مآخذ بتلاتے ہیں کہ جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے بھی دوسرے عام لوگوں کی طرح علم حاصل کیا۔ آپ علم کے ان حلقوں میں بیٹھے تھے جو علمائے اہل سنت قائم کرتے تھے۔ اور آپ خود کو ان علمی حلقوں سے بے نیاز اور بلند و برتر نہ سمجھتے تھے۔

اور آپ اس بات کے بھی معترف تھے کہ آپ اتنا ہی جانتے ہیں (یعنی آپ کے پاس غیب کا کوئی علم نہ تھا) چنانچہ جب آپ سے کوئی ایسا سوال کیا جاتا جس کا جواب آپ کے علم میں نہ ہوتا تھا تو اسے اہل سنت علماء سے دریافت فرماتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں چند روایات ذکر کی جاتی ہیں جو اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہیں:

۱۔ امام مالک سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: نافع بن جبیر نے جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ چھوٹے لوگوں کے پاس نشست و برخاست رکھتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ: میں انہیں لوگوں کے پاس بیٹھتا ہوں جن کی مجالست سے مجھے دینی فائدہ پہنچتا ہو۔"

امام مالک فرماتے ہیں: نافع خود کو کچھ سمجھتے تھے اور جناب علی بن حسین دین وعلم وفضل کے مالک تھے۔"

۲۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کا شمار علماء میں ہوتا تھا۔ چنانچہ جب وہ نماز شروع کردیتے اور کوئی ان کے انتظار میں بیٹھ جاتا تو وہ نماز سے فارغ ہونے تک اس کی مطلق پروانہ کرتے تھے چاہے نماز جتنی بھی لمبی ہوتی۔ امام مالک فرماتے ہیں: جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ فضیلت والے تھے۔ آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ وہ طویل نماز پڑھتے اور اس دوران آپ کی طرف التفات نہ کرتے۔ پس آپ نے ان سے افضل ہونے کے باوجود انہیں فرمایا: "علم کے طالب کو اس کے سوا چارہ نہیں۔" ❶

۳۔ ھشام بن عروہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: "جناب علی بن حسین اپنی سواری پر بے خوف وخطر مکہ آتے جاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم کی مجلس میں تشریف رکھتے۔ اس پر کسی قریشی نے کہا کہ: آپ قریش کو چھوڑ کر بنی عدی کے ایک غلام کے پاس بیٹھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آدمی اس کے پاس بیٹھتا ہے جس سے فائدہ ہو۔" ❷

۴۔ عبدالرحمٰن بن اردک سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جناب علی بن حسین مسجد میں داخل ہوکر لوگوں کو چیرتے ہوئے زید بن اسلم کے حلقے میں جا بیٹھتے تھے۔ اس پر نافع بن جبیر بن مطعم نے آپ سے کہا "اللہ آپ کی بخشش فرمائے! آپ تو لوگوں کے سردار ہیں پھر بھی آپ لوگوں کو چیرتے ہوئے اس غلام کی مجلس میں جا بیٹھتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: علم ڈھونڈا جاتا ہے۔ اس کے پاس چل کے جاتے ہیں اور حاصل کیا جاتا ہے چاہے جہاں سے بھی ملے۔" ❸

۵۔ مسعود بن مالک فرماتے ہیں: "ایک دفعہ جناب علی بن حسین نے مجھے فرمایا کہ کیا مجھے سعید بن جبیر سے ملوا سکتے ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کو ان سے کیا کام ہے؟ فرمانے لگے: لوگ ہمارے پاس بسا اوقات ایسے سوالات لے آتے ہیں جن کا جواب ہمارے پاس نہیں ہوتا۔ میں ان سے وہ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ ❹

۶۔ زھری سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: "ایک دفعہ میں نے جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث سنائی۔ جب میں حدیث سنا کر فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا: "کیا خوب کہا، اللہ آپ کو برکت دے ہمیں یہ حدیث اسی طرح

❶ یہ دونوں اثر تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۶۸ میں مذکور ھیں
❷ تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۶۹
❸ تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۶۹۔
❹ تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کی گئی ہے۔'' میں نے کہا: میں نے آپ کو جو بھی حدیث سنائی تو یہ دیکھا کہ آپ اس حدیث کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کہو، علم صرف وہی نہیں جو معروف نہ ہو، علم تو وہ ہے جو معروف بھی ہو اور زبانِ زد خلائق بھی ہو۔ ❶

ب: مذکورہ روایات ایک نظر میں

ان روایات سے درجِ ذیل امور کی تاکید ہوتی ہے:

۱۔ حضرات اہلِ بیت بھی دوسرے لوگوں کی طرح نہیں جانتے ہوتے جب تک کسی بات کا علم حاصل نہ کرلیں۔ ان پر نہ کوئی آسمانی وحی آتی تھی اور نہ انہیں ترکہ (وراثت) میں ایسی کوئی خاص کتاب ہی ملی تھی جس کے وہ محتاج تھے وگرنہ وہ علم کے حلقوں میں نہ بیٹھتے۔

۲۔ سنی مصادر و مآخذ حضرات اہلِ بیت کے بارے میں ویسا ہی کچھ نقل کرتے ہیں جیسا کچھ وہ ان جیسے دوسرے اہلِ علم کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ سنی مآخذ بتلاتے ہیں کہ ان حضرات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور دیگر علمائے عصر سے احادیث سنیں اور علم حاصل کیا۔ البتہ کسی قسم کے الہامی علوم کا تذکرہ سنی روایات میں نہیں ملتا جیسا کہ شیعہ روایات میں ملتا ہے۔

۳۔ یہ روایات بتلاتی ہیں کہ جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر معاصرین علمائے سنت میں باہمی محبت ومودت کا رشتہ تھا۔ جو امامیہ اثنا عشری شیعہ کی مزعوم امامت کے دعوی کو رد کرتی ہیں اور بتلاتی ہیں کہ ایسا کوئی دعوی اور افواہ ان حضرات کے حق میں ثابت نہیں۔

پنجم: رجعت کے بارے میں جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا موقف

جنابِ زین العابدین رحمہ اللہ نے جن تہمتوں اور افواہوں کا سامنا کیا، ان میں سے ایک سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دنیا میں لوٹ آنے (یعنی رجعت) کا عقیدہ تھا۔ جیسا کہ فترہ اولی کے ذیل میں ان روایات کو ذکر بھی کیا جاتا ہے اور عقیدۂ رجعت پر برقرار واقعی تبصرہ بھی نوکِ قلم کیا جا چکا ہے۔

خود جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت مروی ہے؛ آپ کا قول ہے: ''میرے پاس اہل بصرہ کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: میں بصرہ سے آپ کے پاس ایک کام کے سلسلے میں آیا ہوں۔ نہ تو میں حج کے ارادہ سے آیا ہوں اور نہ عمرہ کے ارادہ سے۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے اس سے پوچھا، تیرا وہ کام کیا ہے؟ کہنے لگا: میں آپ کے پاس آپ سے صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ جنابِ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کب مبعوث ہوں گے؟۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے اسے یہ کہا: اللہ کی قسم! علی روزِ قیامت مبعوث ہوں گے۔ اور انہیں اس وقت خود اپنی فکر لگی ہوگی۔'' ❷

اس روایت میں جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ تاکید کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ زندہ ہوکر روزِ

❶ تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۷۶ ❷ تاریخ دمشق: ۴۱/ ۳۹۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیامت اٹھیں گے اور اس وقت انہیں خود اپنی فکر لگی ہوگی۔ کیونکہ وہ بھی اللہ کے ایک بندے ہیں اور ان سے ان کے کئے کا حساب ہوگا اور وہ نہیں جانتے ہوں گے کہ رب تعالیٰ ان کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ بلاشبہ یہ بات شیعہ کے پھیلائے ان تصورات کے صریح خلاف ہے کہ روزِ قیامت صاحب انصاف جنابِ علی رضی اللہ عنہ ہوں گے اور لوگوں کا حساب وہ لیں گے کیونکہ علی رضی اللہ عنہ اس وقت اللہ کا روپ دھار لیں گے جس کے ہاتھ میں اس دن حساب، میزان اور صراط کا معاملہ ہوگا...... الخ۔ اور نہ جانے کیا کیا۔ پھر آپ تاکید سے بیان فرماتے ہیں مرنے کے بعد دنیا میں کوئی لوٹ کر آنے والا نہیں۔

دوسری شخصیت

جناب حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۹۹ھ)

جناب ابو محمد حسن بن حسن، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے سنِ وفات کے بارے میں ننانوے ھجری اور ستانوے ھجری کے دو اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

آپ اہلِ بیت کے اخیار و ابرار اور صالحین نیکوکاروں میں سے تھے۔ آپ اہلِ بیت کے بارے میں شیعوں کے مزعوم دعووں کا شدت کے ساتھ انکار کرتے ہیں۔ آپ کے اقوال آپ کی صداقتِ لسانی اور قادر الکلامی کو بتلاتے ہیں۔ آپ دلائل عقلیہ کے ساتھ ان باطل دعووں کا رد فرماتے تھے۔ جو ان دعووں کے بعد ان کے لئے کافی ہوتے تھے۔

اول: جناب حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ کا موقف اور دعویٰ امامت:

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

فضیل بن مرزوق سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے جنابِ عبداللہ بن حسن کے بھائی جناب حسن بن حسن کو حضرات اہلِ بیت کے بارے میں غلو کرنے والے ایک شخص کو یہ کہتے سنا:

> ''تمہارا ناس ہو! ہم سے اللہ کے لئے محبت کرو، سو اگر تو ہم اللہ کی حکم برداری کریں تو ہمارے ساتھ محبت کرنا اور اگر ہم نے اللہ کی نافرمانی کی تو ہمارے ساتھ بغض رکھنا۔'' اس پر اس آدمی نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ہیں۔''

آپ نے فرمایا: تیرا ناس ہو! اگر رب تعالیٰ کی فرماں برداری کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری نفع دیتی ہوتی تو ان کو نفع دیتی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی تھے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین۔ اللہ کی قسم! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ رب تعالیٰ ہم سے نافرمان کو دوسروں سے دوگنا عذاب دیں گے اور اللہ کی قسم! میں اس بات کی بھی امید رکھتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نیکوکار کو اسکی نیکی کا دوگنا اجر دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر فرمایا: اگر تو اللہ کے دین کے بارے میں جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ حق ہے تو ہمارے آباء واجداد نے ہمارے ساتھ برا کیا کہ نہ تو انہوں نے ہمیں یہ سب باتیں بتلائیں اور نہ ہمیں ان باتوں کی رغبت دلائی۔ اللہ کی قسم! ہم تم لوگوں سے زیادہ ان کے قریبی ہیں اور ہمارا حق بھی ان پر زیادہ ہے اور ہم اس بات کے بھی تم لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں کہ ان باتوں میں رغبت رکھیں۔ اگر تو بات وہی ہوتی جو تم لوگ کہہ رہے ہو کہ: ''اللہ اور اس کے رسول نے جناب علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اس امر کے لئے اور اسکے قائم کرنے کے لئے چن لیا تھا۔ تو کان کھول کر سن لو کہ پھر اس امر کی بابت جناب علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے بڑے خطاوار اور مجرم تھے۔ کیونکہ انہوں نے ارشاد نبوی کے مطابق اس امر کو قائم نہ فرمایا تھا۔ اور اس بارے لوگوں سے معذرت کر لی تھی۔''

اس پر اس رافضی نے آپ سے یہ کہا: کیا نبی کریم ﷺ نے جناب علی رضی اللہ عنہ سے یہ نہ فرمایا تھا کہ: جس کا میں مولی ہو علی بھی اس کا مولی ہے۔''

آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تو نبی کریم ﷺ کی اس ارشاد سے مراد امارت وحکومت ہوتی اور لوگوں پر امارت کا قیام ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس بات کو لوگوں کے سامنے اس طرح کھول کر بیان فرماتے جس طرح آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے نماز، زکوۃ، صیامِ رمضان اور حجِ بیت اللہ کھول کر بیان فرمایا تھا۔ اور انہیں صاف صاف ارشاد فرماتے کہ: اے لوگو! یہ علی ہیں جو میرے بعد تمہارے ولی امر ہوں گے سو ان کی سننا بھی اور ماننا بھی۔ اس کے بعد یہی بات باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمان لوگوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ خود جنابِ رسول اللہ ﷺ تھے۔ ❶

ب: اس گفتگو کا ایک تجزیہ

ا۔ جناب حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ اس بات کو تاکید کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ شریعت میں محبت اور بغض کا مدار نسب نہیں۔ بلکہ اس کا سبب و مدار رب تعالیٰ کی طاعت وفرمانبرداری ہے۔ لہٰذا جو رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا وہ محبت کا مستحق ہوگا اور جو رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا وہ بغض کا مستحق ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝﴾ (الحجرات: ۱۳)

''اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَآ أَوْلَـٰدُكُمْ ۚ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

❶ تاریخ دمشق: ۱۳/ ۶۹۔ ۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَصِیْرٌ﴾ (الممتحنة: ۳)(ترجمہ گزر چکا)

۲۔ حضرات اہلِ بیت سے بھی دوسرے لوگوں کی طرح فرمانبرداریوں کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی نافرمانی بھی ہو جاتی ہے، اور یہ کہ وہ معصوم عن الخطاء نہیں ہیں۔ اس لئے تو آپ نے فرمایا: ''اگر ہم اللہ کی طاعت کریں تو ہمارے ساتھ محبت کرنا اور اگر ہم اللہ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھنا۔''

۳۔ جناب حضرت حسن بن حسن ان پھیلی ہوئی افواہوں پر حیرت کا اظہار فرما رہے ہیں جن کا علم سب سے پہلے خود ان اہلِ بیت کو ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ اہل دار تو وہی تھے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے لوگوں کو تو ایک گھر کی ایک بات کی خبر ہو گئی اور خود گھر والوں سے مخفی ہو؟۔ بے شک ایک راست گو کی بات مضبوط ترین دلیل ہوتی ہے۔

۴۔ اسکے بعد جناب حضرت حسن اس دعوے کی سنگینی اور خطرناکی کو بیان فرماتے ہیں جس کی منادی خود جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے نہیں کی تھی اور نہ اس کا اعلان کیا تھا اور نہ اسکی راہ میں قتال ہی کیا تھا۔ کہ یہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ کی دین وشجاعت پر کھلا طعن ہے۔ یہ کیونکر سکتا ہے کہ رب تعالیٰ تو انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام بنانے کے لئے امام چنیں اور وہ اپنی جان کے ڈر سے اس ذمہ داری کو ادا نہ کریں چاہے دین پڑا ضائع ہوتا ہے؟۔

بلاشبہ یہ دعوی جنابِ علی رضی اللہ عنہ کی شان گھٹانے کے مترادف ہے۔ انہوں نے تینوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی بیعت کی ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ ان کے ساتھ زندگی گزار دی۔ آپ ان کے مشیر تھے، آپ نے ان کے ناموں پر اپنی اولاد کے نام رکھے۔ اپنی ایک بیٹی ایک خلیفہ راشد کے نکاح میں دی اور خود ان کی باندیوں سے نکاح کیا۔ یہ سب امور بتلاتے ہیں کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ ان حضرات کے اقوال وافعال پر راضی تھے۔ تب پھر ان شیعہ کے زعم میں جنابِ علی رضی اللہ عنہ ان پر ان کے غاصبِ امامت اور غالی ہونے کے باوجود کیسے راضی ہو سکتے ہیں؟۔ اگر واقعی وہ لوگ ایسے تھے تو ملامت کے پہلے مستحق خود جنابِ علی رضی اللہ عنہ تھے۔ بے شک یہ وہ عقلی الزام ہے جس سے راہِ فرار کی گنجائش نہیں۔

لیکن ان غالیوں نے اس قوی ترین عقلی دلیل کا یہ جواب گھڑا ہے کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر تقیہ اختیار کر لیا تھا۔ ان آئمہ کے متعلق اس جواب پر حیرت ہے!!!

کیا کسی ایسے امام سے بھی تقیہ درست ہو سکتا ہے جسے رب تعالیٰ نے اپنے دین کی اقامت اور اپنے بندوں کی نگہبانی کے لئے چنا ہو؟!

عقل سلیم ان تمام باطل دلائل کا انکار کرتی ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے اس پر جن لوگوں نے انکار کیا تھا، وہ اہلِ بیت ہی تھے۔ جن میں سے ایک جناب حضرت حسن بن حسن بھی ہیں۔

۵۔ پھر سائل یہ حدیث لے آتا ہے: ''جس کا میں مولی ہوں......''۔ لیکن جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کا بے حد قوی جواب دیا ہے: وہ یہ کہ ایک تو اس حدیث میں سرے سے امامت کا ذکر ہی نہیں۔ ذکر ہے تو ولایت کا ہے اور ولایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہر من کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت و نصرت اور نبی کریم ﷺ کی ہر مومن سے محبت و نصرت کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ اس امامت پر دلالت نہیں کرتا جو حکومت و ریاست کے معنیٰ میں ہوتی ہے۔ تب پھر محولہ بالا روایت میں ریاست و امارت اور امامت و حکومت کا ذکر کہاں سے آ گیا؟۔

پھر یہ کہ قرآن کریم نے اور نبی کریم ﷺ نے اس امامت کو اس طرح تصریح کے ساتھ کیوں بیان نہیں فرمایا جس طرح دیگر ارکانِ دین کو بیان کیا ہے؟!!!!

قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ نے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی فرضیت کو تو صراحۃً بیان کیا ہے لیکن اس امامت کے بارے میں قرآنِ کریم کی کوئی صریح نص کیوں نہیں ملتی۔ یا رسول اللہ ﷺ کا ایسا کوئی واضح ارشاد کیوں نہیں ملتا کہ:

''اے لوگو! علی اور انکی اولاد میں سے بارہ لوگ تمہارے امام ہوں گے۔''

سو جناب حسن کا اہل بیت نبوت کی حفاظت کے لئے یہ کس قدر عظیم کلام ہے۔ لیکن کاش کوئی سمجھ دار شیعہ اس کو سمجھتا؟۔

دوم: دعوائے تقیہ اور جناب حسن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

فضیل بن مرزوق جناب حضرت حسن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے جناب حضرت حسن کو سنا کہ وہ یہ فرما رہے تھے:

''اللہ کی قسم! اگر اللہ نے ہمیں تم پر قدرت دی تو ہمارے ہاتھوں پیروں کو کاٹ دیں گے، پھر تمہاری توبہ بھی قبول نہ کریں گے۔''

اس آدمی نے پوچھا: ان کی توبہ قبول کیوں نہ ہوگی؟

آپ نے فرمایا: ہم انہیں تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ لوگ جب چاہتے ہیں تمہاری تصدیق کر دیتے ہیں اور جب چاہتے تمہاری تکذیب کر دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں ہم جو یہ تقیہ کر رہے ہیں یہ درست ہے کہ تقیہ میں ایسا کر سکتے ہیں''۔

تیرا بھلا ہو! تقیہ تو مسلمان کے لئے اس رخصت کے باب میں سے ہے جب آدمی کو حاکمِ وقت سے اپنی جان کا اندیشہ ہو اور وہ اس وقت تقیہ کرنے پر مجبور ہو چنانچہ وہ اس وقت باطن کے برخلاف کوئی بات کہہ کر اپنی جان بچا لے اور اللہ کے ذمہ سے بری ہو جائے۔ یہ تقیہ فضیلت کے بات میں سے تو نہیں ہے۔ فضیلت تو اللہ کے امر اور قولِ حق کو قائم کرنے میں ہے۔ اللہ کی قسم! جتنا لوگوں نے اللہ کے بندوں کو اس تقیہ سے گمراہ کیا ہے اتنا کسی اور چیز سے نہیں کیا۔'' [1]

[1] تاریخ دمشق: ۱۳/ ۶۹-۷۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ب: اس گفتگو کا ایک عادلانہ تجزیہ:

۱۔ یہ گفتگو تقیہ کرنے والوں کا ایک نہایت باریک نفسیاتی تجزیہ ہے۔ ان لوگوں نے تقیہ کو اپنے مقاصد بروئے کار لانے کا آلہ بنا رکھا ہے تو پھر ان کے ہاں حق و باطل کا اور صحیح و خطا کا سرے سے کوئی پیمانہ ہے ہی نہیں۔

یہ تو خواہش نفس کا معاملہ ہے کہ اگر تو حالات ان کی خواہش کے موافق ہو تو تصدیق تیار ہے اور اگر حالات ان کی خواہش کے خلاف ہوں تو جھٹ تکذیب کر دیں گے اور فوراً اسے بھی تقیہ پر محمول کر دیں گے۔

جناب حضرت حسن جیسے جلیل القدر امام نے اس نفسیاتی کیفیت کو جانچ لیا تھا۔ اس لئے ان کی توبہ قبول کرنے کی بھی نفی کر دی۔ کیونکہ ان لوگوں نے تقیہ کو اپنا منہج بنا لیا ہوا ہے۔ کیا معلوم کہ یہ توبہ کا اعلان بھی بطور تقیہ کے ہی کر رہے ہوں۔ تب پھر ان کے حق و سچ تک رسائی کی کوئی صورت کیونکر ممکن ہو سکتی ہے؟۔

مثلاً تم ہاتھ میں ایک سیاہ چیز لے کر ایک شیعہ سے پوچھو یہ کیا ہے۔ وہ کہے کہ یہ سیاہ ہے۔ تم اسے بدل کر سفید کر دو اور وہ بھی اسے سفید کہہ دے۔ پر اس بات کی کیا دلیل ہے کہ وہ تقیہ کر رہا ہے یا حق کا ساتھ دے رہا ہے۔

۲۔ اس کے بعد آپ ثابت کرتے ہیں کہ تقیہ رخصت کے باب میں سے ہے؛ جیسے حالتِ اضطراء میں مردار کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ مردار مباح ہو گیا بلکہ اس لئے اجازت ہوتی ہے کہ اب وہ مردار کھانا ناگزیر ہو گیا تھا۔ مشروع تقیہ کی حقیقت بس اتنی ہی ہے۔

لیکن ان شیعوں نے تقیہ کو وہ بنیاد قرار دے دیا ہے جس پر ان کی زندگی قائم اور کھڑی ہے یہ انتہائی برا طریقہ ہے جس سے اللہ کا دین بری ہے۔

۳۔ پھر آپ یہ بیان کرتے ہیں یہ تقیہ فضیلت کے بات میں سے نہیں کہ اس پر تقیہ کرنے والے کی ستائش کی جائے۔ قابلِ ستائش تو وہ ہے جو حقیقت کو برملا کہہ کر اسکے نتائج بھگتنے کو مستعد و تیار ہو۔

۴۔ اور آخر میں آپ اس شیعہ تقیہ میں چھپے سنگین خطرے کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ تقیہ کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ مفترض الطاعت امام کو بھی اپنی جان بچانے کے لئے تقیہ کرنا جائز ہوتا ہے حالانکہ اس کے ذمہ تو حق کو برملا بیان کرتا اور اس راہ میں ہر تکلیف کو جھیلنا ہوتا ہے۔

آپ جیسا عظیم امام فقیہ اور عالم و فاضل اس شیعہ نظریئے کو رد کرتا ہے کہ یہ تقیہ اس قدر اباحت کا حامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ امام کی تعین۔ اگر کوئی امام ہو تو۔ اظہار و اعلانِ حق کے لئے ہوتی ہے۔ اسے جائز نہیں کہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے خلافِ حق کوئی بات کہے۔ کیونکہ لوگ تو صرف ظاہر کے ہی مکلّف ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ! یہ کس قدر عمدہ، رفیق اور نفیس تجزیئے ہیں جو عقل کے دریچے کھول رہے ہیں اور اس نہایت خطرناک عقیدہ تقیہ کی سنگینیوں کو طشت ازبام کر رہے ہیں۔ آپ کا یہ کلام بعینہ امامت کی بابت آپ کے کلام کے جیسا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوم: جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق موقف

آپ نے اپنے ایک لختِ جگر کا نام ''ابوبکر'' رکھا ہوا تھا۔ جیسا کہ اصفہانی شیعہ نے یہ بات محمد بن علی بن حمزہ علاوی سے نقل کی ہے کہ: ''ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ساتھ جن لوگوں نے شہادت پائی ان میں سے ایک ابوبکر بن حسن بن حسن بن علی بھی ہیں۔ ❶

آپ کا اپنے ایک نورِ نظر کا نام ابوبکر رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے دل میں جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بے پناہ محبت تھی۔ بے شک جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرات اہلِ بیت کا یہ رویہ نسل در نسل چلا آرہا تھا۔

تیسری شخصیت

جنابِ محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ (۵۷۔۹۵۔۱۱۴ھ)

جنابِ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی۔ کنیت ابوجعفر ہے بے پناہ اور وسیع ترین علم اک حامل ہونے کی وجہ نے ''باقر العلم'' کہلائے۔ بلاشبہ مدینہ کے کبار علماء میں سے تھے۔ سنِ پیدائش ۵۶ھ اور سنِ وفات ۱۱۴ھ ہے۔ ❷

آپ اور آپ کے بیٹے جنابِ جعفر ان حاملینِ علم میں سے تھے جو اپنے زمانہ میں اہلِ بیت کے سب سے بڑے علماء شمار کیے جاتے تھے، گو باقی سب لوگوں کے اعتبار سے سب سے بڑے علماء نہ تھے۔ اسی لیے آپ دونوں کے گرد بھی ایسے بے شمار لوگ اکٹھے ہوگئے جن کے زعم میں آپ دونوں میں ''امامت'' تھی۔ اسی لیے آپ دونوں سے امامت کی بابت گفتگو بھی ہوتی رہتی تھی؛ اور امامت کے بارے میں پوچھا بھی جاتا تھا۔

لیکن یہ دونوں امام ان افواہوں کو جھٹلاتے رہتے تھے اور ان سے بچنے کی تاکید بھی کرتے تھے۔ ذیل میں امام ابوجعفر کے چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

اول: جنابِ محمد بن علی بن حسین ابوجعفر کا امامت کے دعویٰ کے بارے میں موقف

الف: اس بارے میں وارد نصوص کا بیان

۱۔ عبدالملک ابوجعفر سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

---

❶ مقاتل الطالبین، ص: ۱۸۸

❷ تاریخ دمشق: ۵۴/ ۲۶۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُونَ﴾ (المائدہ: ۵۵)

''تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔''

میں نے پوچھا کہ اس آیت میں ''الذین امنوا'' سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا: سب ایمان والے۔ میں نے کہا کہ ہمیں تو یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا: ''الذین امنوا'' میں علی رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔ ❶

۲۔ عبدالملک بن ابی سلیمان سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے جناب محمد بن علی بن حسین سے پوچھا کہ:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُونَ﴾ (المائدہ: ۵۵)

''تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔''

کہ یہاں ''والذین امنوا'' سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب۔ میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مراد جنابِ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل ہیں۔ ❷

ب: دعوائے امامت کے ساتھ

ان روایات میں جناب محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ سے ارشادِ باری تعالیٰ ''والذین امنوا'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کے دو جوابات دیئے ہیں، جو یہ ہیں:

ا۔ مراد سب ایمان والے ہیں۔ ۲۔ مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور آیت کی دلالت بھی اسی پر ہے کیونکہ آیت کا لفظ عام ہے۔ لغت میں ''الذین'' الفاظِ عموم میں سے ہے جس کے تحت ہر وہ شخص داخل ہوتا ہے جو الذین کے مابعد مذکور صفت کے ساتھ متصف ہو۔ اور یہاں ''الذین'' کے بعد امنوا کا لفظ آیا ہے اور یہ وہ صفت ہے جو ہر ایمان لانے والے کو شامل ہے۔ اس لئے اس بات کا دعوی کہ یہ آیت صرف جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی خاص ہے، مذکورہ لفظ کے مصداق اور مدلول کے خلاف ہے۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ تو ایک ہیں اور لفظ عام ہے۔ پس جناب ابوجعفر نے اس لفظ کی ظاہری دلالت سے خروج نہیں کیا۔

❶ تفسیر ابن جریر: ۱۰/ ۴۲۴

❷ تاریخ دمشق: ۵۴/ ۲۹۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں ولایت کے مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس لئے اس آیت کی تفسیر ان حضرات کے ساتھ کرنا اولی ہے۔ کیونکہ یہ آیت ان حضرات کے بارے میں اور یہود کی ولایت کے بدلے ان کی ولایت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (المائدہ: ۵۵)

''تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔''

اس آیت میں رب تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ: اے ایمان والو! تمہارا اللہ، اسکے رسول اور مذکورہ صفات والے ایمان والوں کے سوا اور کوئی دوسرا دوست نہیں ہے۔ رہے وہ یہود و نصاریٰ جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کی دوستی سے براءت کا اظہار کرو اور تمہیں ان کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ سو وہ تمہارے دوست اور مددگار نہیں ہیں، بلکہ وہ تو ایک دوسرے کے دوست ہیں لہٰذا ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار نہ بنانا۔ [1]

یہ ہے اس آیت کا معنی نا کہ وہ جو ضعیف اور باطل روایات بیان کرتی ہیں۔

دوم: جناب محمد بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور دعوی عصمت:

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ وہ اپنے گناہوں کو اور لوگ جو کچھ ان کے بارے میں کہتے ہیں ان کو یاد کرکے رو پڑے۔ [2]

ب: اس اثر کا ایک جائزہ

اہل بیت کے بارے میں عصمت کا دعوی ان باطل افواہوں میں سے ایک ہے جس کو ان حضرات کے واقعاتی معاملات اور دعائیں جھٹلاتی ہیں۔ مذکورہ اثر اسی کا ایک نمونہ ہے۔ جناب محمد بن علی بن حسین جب ان دعووں کو سنتے تو یقین کر لیتے کہ ان سے اپنے رب کے حق میں کوتاہی ہوئی ہے تب پھر رونے کے سوا کوئی چارہ نہ رہتا۔ کیونکہ وہ خود کو جانتے تھے اور جانتے تھے کہ انہیں رب تعالیٰ کا خوف و خشیت کس قدر نصیب ہے۔ عصمت کے ان دعووں اور دعویداروں کے رد کے لئے یہی ایک اثر ہی کافی ہے۔

سوم: دعوائے تقیہ کی بابت جناب محمد بن علی بن حسین کا موقف:

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

---

[1] تفسیر الطبری: ۸/ ۵۳۱ [2] تاریخ دمشق: ۵۴/ ۲۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ حکم ابوجعفر سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: ہم ان کے پیچھے تقیہ کے بغیر نماز پڑھتے ہیں اور میں (اپنے والد) جناب علی بن حسین کے بارے میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ بھی ان پیچھے بغیر تقیہ کے نماز پڑھتے تھے۔ ❶

۲۔ بسام سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے ابوجعفر سے بنوامیہ کے پیچھے نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو کہ ہم بھی ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ آپ کا تقیہ ہے۔

فرمایا: جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہ مروان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور پہلی صف پانے کی کوشش کرتے تھے اگرچہ جناب حسین رضی اللہ عنہ اسے برا بھلا کہتے تھے جبکہ وہ منبر پر بیٹھا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اتر جاتا۔ کیا یہ تقیہ ہوتا ہے؟!! ❷

۳۔ کثیر النواء سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے جناب ابوجعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ان دونوں حضرات سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ اس پر میں نے کہا کہ لوگ اسے آپ کی طرف سے تقیہ سمجھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: زندہ لوگوں سے ڈرا جاتا ہے۔ مردوں سے نہیں۔ اللہ ھشام بن عبدالملک سے ایسا ایسا کرے۔ ❸

ب: دعوائے تقیہ کا ایک جائزہ

تقیہ کا دعویٰ لوگوں کے سامنے حضرات اہلِ بیت کی حقیقت کو مشکوک بنانے کی ایک گھناؤنی سازش تھی تاکہ ان کے اقوال اور افعال کی تصدیق نہ ہو سکے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ قول وفعل تقیہ کی بنیاد پر کیا ہو۔ بھلا ان ابرار واخیار اور رب کے نیکوکار بندوں کے حق میں اس سے بڑا جرم اور کیا ہو سکتا ہے؟ (کہ تقیہ کی آڑ میں ان کے قول وفعل کے اعتبار کو ساقط کرنے کی ناپاک کوشش وسازش کی جائے)۔

پھر دعوائے تقیہ کے ہوتے ہوئے حقیقت کی معرفت کی صورت بالآخر ہے کیا؟!!!

ان غالی شیعوں کے بقول امام کو اس لئے امام نامزد اور تعینات کیا جاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو دین سکھائے اور لوگ دیکھ سن کر ہی تو سیکھتے ہیں جب ان کے سامنے ان کے دیکھے سنے کو ہی مشکوک قرار دے دیا جائے گا۔ تب پھر وہ حقیقت کو کہاں سے پائیں گے؟۔

۱۔ ہم اس موقع پر ایک عقلی دلیل پیش کرتے ہیں: چلیے مانا کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہ مدینہ کے عامل وامیر مروان کو برا بھلا کہتے تھے۔ پھر دونوں پہلی صف پانے میں مسابقت بھی کرتے تھے جبکہ امام وہی مروان ہی ہوتا تھا۔ تب، پھر جو برسرِ منبر بیٹھے امام پر سب وشتم کی جرأت کرتا ہے، وہ نماز سے متاخر ہونے کی جرأت کیوں نہیں کرتا؟

❶ الطبقات، حدیث رقم: ۲۱
❷ تاریخ دمشق: ۵٤/ ۲٦۸۔ ۲٦۹
❸ تاریخ دمشق: ۵٤/ ۲۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ عقلی دلیل اہل بیت کے جملہ ظاہری احوال و واقعات اور معاملات و رویوں کو مشکوک بنانے کے جملہ دعووں کو باطل قرار دینے کے لئے کافی ہے۔

تب پھر اس بات کا دعوی کہ ان حضرات کا بنی امیہ کے پیچھے نماز پڑھنا تقیہ تھا ایک سراسر باطل دعوی ہے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان کے پیچھے اس لئے نماز پڑھتے تھے؛ کہ وہ ان کے پیچھے نماز کو درست سمجھتے تھے۔ اور ان کے پیچھے نماز کو درست سمجھنے کا اعتقاد ان کے مسلمان ہونے کی شہادت ہے اور ان کے مسلمان ہونے کی شہادت اس امامت کو چھین لینے کے دعوی کو باطل قرار دیتی ہے جو شیعہ کے نزدیک کفر ہے۔

۴۔ چوتھی روایت میں بھی ایک عقلی دلیل ہے، وہ یہ کہ تقیہ تو ان ظالم و جابر حکام سے کیا جاتا ہے جو اذیت پہنچا سکتے ہیں نہ کہ مُردوں سے جو عاجز و درماندہ قبروں میں پڑے ہیں۔

جنابِ ابو جعفر نے تقیہ کے اس باطل دعوے کو رد کرنے کے لئے اس ھشام بن عبدالملک کو برا بھلا کہا جو خلیفہ وقت اور زندہ تھا اور اسکی دار و گیر اور پکڑ دھکڑ کا اندیشہ بھی تھا۔ اگر آپ اس سے ڈرتے ہوتے تو اسے برا بھلا نہ کہتے۔

پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ آپ ایک زندہ کو تو برا بھلا کہیں جس کی ایذاء رسانی کا اندیشہ بھی ہے جبکہ ان مردوں کی مدح سرائی کریں جن کے ایذاء پہنچانے کا مطلق ڈر نہیں؟

پھر اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے خلیفہ ھشام کے ڈر سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تھی۔

تو ہم پوچھتے ہیں: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ھشام کو جو زندہ خلیفہ ہے برا بھلا کہیں، پھر اس سے ڈریں بھی اور پھر اس کے پیچھے نماز بھی پڑھیں؟

بے شک یہ عقلی دلیل از حد واضح اور بے غبار ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ کثیر النواء جناب ابو جعفر کے مخلصین اصحاب میں سے تھا۔ بھلا آپ اس سے تقیہ کیوں کرتے اور اس کے سامنے خلافِ حقیقت بات کیوں کہتے؟ تو جب آپ اپنے مقربین کے سامنے بھی حقیقت کا اظہار نہ کر سکتے تھے، تب تو ہی بتا اے رافضی! جناب محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کس کے سامنے حقیقت کہتے؟!!!

یہیں سے تقیہ کے دعوی کا بطلان کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

چہارم: دعوی رجعت کی بابت آپ کا موقف

اس بارے وارد نص کا بیان

ا۔ حضرت جابر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: میں نے جنابِ محمد بن علی سے پوچھا کہ کیا۔ آپ کے اہلِ بیت میں سے کوئی اس بات کا بھی قائل تھا کہ ایک گناہ بھی شرک ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے پوچھا: کیا ان میں سے کوئی رجعت کا بھی قائل تھا؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کے اہلِ بیت میں سے کوئی حضرات شیخین کو برا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھلا بھی کہتا تھا؟ فرمایا: نہیں۔ پھر فرمایا: تم حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے محبت و دوستی رکھو اور ان کیلئے استغفار کیا کرو۔

گزشتہ صفحات میں امیر المومنین کی بحث میں رجعت پر مفصل کلام گزر چکا ہے۔

پنجم: حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم پر طعن کی بابت آپ کا موقف

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

۱۔ جابر جناب محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: بنی فاطمہ نے اس بات کا پختہ عہد کیا تھا کہ وہ جنابِ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں سب سے اچھی بات کیا کریں گے۔

۲۔ جابر ہی سے مروی پہلی روایت میں ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے پوچھا کہ کیا اہلِ بیت میں سے کوئی حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر فرمایا: تم ان دونوں سے محبت اور تعلق رکھو اور ان کے لئے استغفار کرو۔

۳۔ شریک بن عبداللہ جابر سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: میں جنابِ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا اہلِ بیت میں سے کوئی حضرات شیخین کو برا بھلا کہتا تھا؟ آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! بلکہ وہ تو ان سے محبت اور دوستی رکھتے تھے۔ ان کے لئے استغفار اور رحمت کی دعا کرتے تھے۔

۴۔ بسام بن عبداللہ الصیرفی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے جنابِ ابوجعفر سے پوچھا کہ آپ حضرات شیخین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ان سے محبت اور ان کے لئے استغفار کرتا ہوں اور میں نے اہلِ بیت میں سے جس کو بھی پایا ہے وہ ان دونوں بزرگوں سے محبت و تعلق رکھتا تھا۔ ❶

۵۔ سالم بن ابی حفصہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے ابوجعفر اور جعفر دونوں سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں پوچھا تو دونوں بزرگوں نے فرمایا: ان دونوں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرو، ان کے دشمنوں سے براءت کا اظہار کرو کیونکہ یہ دونوں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ہدایت کے امام تھے۔ ❷

۶۔ سالم بن ابی حفصہ سے روایت ہے۔ یاد رہے کہ یہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والوں کا سرغنہ اور سرخیل تھا۔ وہ کہتا ہے کہ: میں جنابِ ابوجعفر کے پاس ان کی بیماری میں ان کی عیادت کرنے گیا۔ تو فرمانے لگے اور میرا خیال ہے کہ یہ بات انہوں نے میری وجہ سے فرمائی تھی۔ اے اللہ! بے شک میں جناب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم سے محبت اور دوستی رکھتا ہوں۔ اے اللہ! اگر میرے دل میں اسکے سوا کوئی اور بات ہو تو مجھے روزِ قیامت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔

۷۔ حفص بن غیاث بیان کرتے ہیں کہ: میں نے جناب جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ

❶ چاروں روایات تاریخ دمشق: ٥٤/ ٢٨٤۔ ٢٨٨ میں مذکور ہیں۔
❷ تاریخ دمشق: ٥٤/ ٢٨٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہوئے سنا: ''مجھے جناب علی رضی اللہ عنہ کی شفاعت کی جتنی امید ہے اتنی ہی مجھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شفاعت کی امید ہے کہ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے دو دفعہ جنا ہے۔''

۸۔ حنان بن سدیر بیان کرتے ہیں کہ جنابِ جعفر سے جب حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا:

''تم مجھ سے ایسے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھ رہے ہو جو اس وقت بھی جنت کے پھل کھا رہے ہیں۔''

۹۔ عمرو بن شمر جابر سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: مجھے جناب محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اے جابر! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض عراقی یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں ہم (اہلِ بیت) سے محبت ہے حالانکہ وہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم پر زبان درازی بھی کرتے ہیں اور گمان کئے بیٹھے ہیں کہ اس بات کا انہیں حکم دیا گیا ہے تو تم انہیں میرا پیغام پہنچا دو کہ میں رب کے حضور ان لوگوں سے بری ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ) کی جان ہے! اگر میں خلیفہ بنا تو ان کی گردنیں مار کر رب تعالیٰ کا قرب حاصل کروں گا۔ اگر میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے لئے استغفار نہ کروں اور ان کے لئے رحمت کی دعا نہ کروں تو روزِ قیامت مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ بے شک اللہ کے دشمن ان دونوں بزرگوں کے حق سے غافل ہیں۔''

۱۰۔ جابر جعفی کے آزاد کردہ غلام شعبہ الخیاط سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: مجھے میرے آقا جابر جعفی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: جب میں نے جناب ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو الوداع کہا تو آپ نے مجھے فرمایا: اہلِ کوفہ کو میرا پیغام پہنچا دو کہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے بری ہے میں ان سے بری ہوں۔''

۱۱۔ عمرو بن حارث الخزاعی کے آزاد کردہ غلام عیسیٰ بن دینار المؤذن بیان کرتے ہیں کہ: میں نے جنابِ ابوجعفر سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اللہ ان دونوں بزرگوں پر رحم فرمائے۔ یہ دونوں اہلِ اسلام تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا میں ان دونوں سے محبت کروں اور ان کے لئے استغفار کروں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ مجھے اس بات کا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ نے تین بار فرمایا: ہاں! اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس بارے میں تمہیں جو گزند پہنچے اس کا بوجھ میری گردن پر ہوگا اور فرمایا: جناب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کوفہ میں پانچ برس تک رہے۔ آپ نے اس دوران حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہ کہا اور میرے والد نے بھی ان کے بارے میں صرف خیر ہی کلمات کہے اور میں بھی ان کے بارے میں صرف خیر کے ہی کلمات کہوں۔

۱۲۔ محمد بن اسحاق، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت نہیں پہچانتا، وہ سنت سے جاہل ہے۔ ❶

❶ یہ سب آثار تاریخ دمشق: ٥٤/ ٢٨٤۔ ٢٨٨ میں مذکور ھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ عبداللہ بن حکیم بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں: مین ایک مجلس میں بیٹھا تھا۔ وہاں شیعوں کے چند افراد بھی بیٹھے تھے۔ اتنے میں وہ حضرات شیخین کے بارے میں بدزبانی کرنے لگے تو میں نے کہا: اب ایسا کہنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس پر ایک آدمی کہنے لگا: ہمیں یہ بات ابوجعفر سے ملی ہے۔ اس پر حکیم بن جعفر کہنے لگے: میں خود ان سے ملا تھا اور پوچھا تھا کہ آپ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس پر آپ نے پوچھا کیا لوگ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: وہ ان دونوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسی بات گھٹیا اور کمینہ پیش لوگ کہتے ہیں۔ تو ان دونوں بزرگوں اس طرح محبت کر جس طرح امیر المومنین علی بن ابی طالب کیا کرتے تھے۔ ❶

ششم: آپ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کرنا:

www.kitabosunnat.com

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

۱۔ داؤد بن عمرو الضبی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں ہمیں شریک نے عمروہ بن عبداللہ سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میں نے جناب ابوجعفر محمد بن عبداللہ سے پوچھا: آپ تلوار کو سونے چاندی سے مزین کرنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟۔ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار کو مزین کیا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ انہیں صدیق کہتے ہیں؟ عروہ بیان کرتے ہیں کہ آپ جست لگا کر قبلہ رو ہوئے اور دوبارہ فرمایا: ہاں ہاں! صدیق صدیق۔ ❷

۲۔ مالک بن اسماعیل اور علی بن جعد دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہمیں زہیر نے عروہ بن عبداللہ سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میں جنابِ ابوجعفر محمد بن علی سے ملا تو انہوں نے مجھے وسمہ بوٹی کے پتوں سے خضاب لگانے کو فرمایا۔ پھر فرمایا: میں بھی وسمہ بوٹی کا خضاب لگایا کرتا تھا یہاں تک کہ میرا منہ جل گیا۔ پھر فرمایا: تمہارے کچھ بے وقوف قاری یہ سمجھتے ہیں کہ مہندی کا خضاب لگانا حرام ہے۔ اور انہوں نے محمد بن ابی بکر سے یا قاسم بن محمد سے اس بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم بوٹی کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ اس پر میں نے کہا: کیا آپ بھی انہیں صدیق کہہ کر پکارتے ہیں؟ فرمایا: ہاں اس صدیق کے رب کی قسم!۔ ❸

۳۔ علی بن عیسی اربلی اثنا عشری بیان کرتا ہے کہ: امام ابوجعفر سے تلوار کو سونے چاندی سے مزین کرنے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ جائز ہے؟ تو فرمایا: ہاں! جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو چاندی سے مزین کیا ہوا تھا!۔ راوی نے کہا: کیا آپ انہیں صدیق کہتے ہیں؟۔ اس پر امام موصوف اپنی جگہ سے اچھلے اور فرمایا: ہاں ہاں! صدیق۔ جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ دنیا و آخرت میں اس کے قول کو سچا نہ کہے۔ ❹

❶ الشریعۃ: ٥/ ٢٢٥
❷ تاریخ دمشق: ٥٤/ ٢٨٣ بالفاظ متقاربة
❸ تاریخ دمشق: ٥٤/ ٢٨٤
❹ کشف الغمة: ٢/ ١٤٧

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہفتم: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا مؤقف:

یحییٰ بن نصر بن حاجب سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ابوحنیفہ نے محمد بن علی سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں جنابِ محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔

اس پر آپ نے فرمایا: اے عراقی! ہمارے پاس مت بیٹھ تمہیں ہمارے پاس بیٹھنے سے روکا گیا ہے۔ راوی کہتا ہے: میں پھر بھی بیٹھا رہا۔

پھر میں نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا جنابِ علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک تھے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا یہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ کا ہی قول نہیں کہ: جس قدر محبوب اعمال کے ساتھ یہ چادر اوڑھے اپنے رب سے جا ملا ہے ایسے محبوب عمل کے ساتھ کوئی بھی اپنے رب سے نہ ملا ہوگا اور مجھے بھی ان سے زیادہ کسی کا عمل محبوب نہیں۔

پھر کیا یہ بات نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی ایک بیٹی جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دی تھی۔ اگر جنابِ علی رضی اللہ عنہ انہیں اپنی بیٹی کے قابل نہ سمجھتے تو کبھی اسے ان کے نکاح میں نہ دیتے۔ اور تیرا باپ نہ رہے! جانتے بھی ہو وہ خاتون کون تھی؟ وہ اپنے زمانہ میں سارے جہان سے باعزت خاتون تھی۔

ان آثار کا ایک جائزہ

یہ روایات کئی اعتبار سے بتلاتی ہیں کہ جناب محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے بے حد محبت تھی۔ ذیل میں ان میں سے چند اہم باتوں کو درج کیا جاتا ہے:

۱۔ جنابِ محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ اس بات کو تاکید کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ اہلِ بیت نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت و تعلق رکھنے پر اجماع کیا تھا۔ سو اس کے بعد کسی ایک کے لئے بھی اس اجماع کے خلاف کرنا جائز نہ تھا۔ یہ اجماع ہر اس قول کے باطل ہونے کی دلیل ہے جو ان حضرات کی طرف منسوب ہو اور اس میں حضرات شیخین کی توہین و تنقیص ہو۔

۲۔ آپ نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے براءت کرنے والے پر انکار فرمایا اور خود اس سے اپنی براءت کا اعلان کیا۔

۳۔ اس کی مزید تاکید یوں ظاہر کی کہ خود اپنے لئے یہ بددعا کی کہ اگر مجھے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے محبت و تعلق نہ ہو اور میرا باطن میرے ظاہر کے خلاف ہو تو روزِ قیامت مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔

۴۔ آپ نے تاکید کے ساتھ اپنا یہ اعتقاد بیان فرمایا کہ مجھے روزِ قیامت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شفاعت کی امید یکساں ہے۔

۵۔ پھر آپ تاکید کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کو حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ سے دوطرفہ نسبی تعلق حاصل ہے۔ اسکے باوجود اگر آپ انہیں برا بھلا کہتے ہیں تو یہ دراصل خود کو ہی برا بھلا کہنا ہے تو کیا آدمی خود کو بھی برا بھلا کہتا ہے؟۔

۶۔ یہ دعویٰ کس قدر خبیث ہے کہ اس کی خباثت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا کرنے والا مباح الدم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔ آپ اس بات کا شدت کے ساتھ انکار کرتے ہیں کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے رائی کے دانہ برابر بھی اہلِ بیت کا کوئی حق چھینا یا دبایا ہو۔ اگر عقیدہ امامت حق ہوتا تو حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے خلافت سنبھالنا ایک ایسا ظلم تھا جو ان میں طعن کو حلال کر دیتا ہے۔ (لیکن آپ تو ان دونوں بزرگوں میں طعن کرنے والے کے مباح الدم ہونے کے اعتقاد رکھتے تھے)۔

۸۔ آپ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اپنے پورے عرصہ خلافت کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک حرف بھی نہیں کہا۔

۹۔ آپ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب دربارِ نبوی سے ملا تھا۔ اور آپ اسکے منکر پر بددعا فرماتے ہیں۔

۱۰۔ آپ تاکید کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک تھے اور اس بات کی تمنا کر رہے تھے کہ کاش آپ بھی اپنے رب سے ان جیسے اعمال کے ساتھ جا ملیں۔ بلاشبہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تزکیہ کے بیان میں سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور سب سے آخر میں ایک ایسی عقلی دلیل پیش کی جاتی ہے جسے کسی طور پر بھی رد نہیں کیا جا سکتا، وہ یہ کہ:

۱۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لختِ جگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا تھا۔ بھلا آپ ایک ایسے شخص کو اپنی نورِ نظر کیسے دے سکتے ہیں جس کی بابت آپ برا اعتقاد بھی رکھتے ہوں؟

سو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کافر یا فاسق سمجھتا ہے، دراصل وہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ پر تہمت لگا رہا ہے کہ انہوں نے ایک کافر یا فاسق کے ساتھ اپنی بیٹی بیاہ دی تھی۔ ارے ایسا تو کوئی ایرا غیرا مسلمان بھی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، تو پھر وہ شخص کیسے کر سکتا ہے جو دین، علم، شجاعت اور شرفت وفضیلت میں چنا ہوا اور برگزیدہ شخص ہو؟

۱۲۔ یہیں سے اس نامراد مغیرہ بن سعید کا کردار بھی ننگا ہو جاتا ہے جس کی آپ نے اور آپ کے فرزندِ ارجمند جعفر نے بر ملا مذمت بیان کی۔ جیسا کہ گزشتہ روایات میں بیان ہوا اور آگے بھی اسکی تفصیل آ جاتی ہے کہ کتب شیعہ میں طعنِ شیخین پر مبنی روایات گھسانا اسی ابن سعید کی دسیسہ کاری تھی۔

یہ ان روایات کا ایک سرسری جائزہ اور خلاصہ ہے جو یہ بتلاتا ہے کہ یہ افواہیں باطل اور مردود ہیں۔

ھشتم: جنابِ ابوجعفر محمد بن علی الباقر کا اپنے اصحاب سے شکوہ

الف: اس بارے میں وارد نصوص کا بیان

شیعہ کتبِ پر نگاہِ عمیق ڈالنے والا ایک بار تو یہ پڑھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ سب کے سب اہلِ بیت اپنے اردگرد اکٹھے ہونے والے لوگوں سے نالاں نظر آتے ہیں، جو ان لوگوں پر ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔

جنابِ ابوجعفر اپنے متبعین کا یہ حال بتلاتے ہیں کہ یہ اس قدر کم ہیں کہ ایک بکری بھی مل کر کھا نہیں سکتے اسکے باوجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شک وارتیاب اور حماقت وسفاہت کے ورطہ میں ڈوبے ہیں۔ یعنی یہ دس تک بھی نہ تھے، بلکہ آپ کے فرزندِ ارجمند تو یہاں تک کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد کے مخلص اصحاب کی تعداد صرف چار تھی۔ اوران چاروں کا حال بھی یہ تھا کہ خود آپ کے والد ماجد سیدنا علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ ان پر طعن فرماتے تھے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

پھر اس قدر کم ہونے کے باوجود ان پر مے نوشی، لوٹ کھسوٹ، چوری چکاری، زنا کاری و بدکاری، لواطت، سود خوری اور نہ جانے کیسے کیسے کبائر کے ارتکاب کی تہمت تھی۔ یہیں سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ چھوٹی سی جماعت اللہ کے دین کے خلاف کیونکر سازشیں کررہی تھی اوراس نے خود کو ان افواہوں کی اوٹ میں چھپا رکھا تھا۔

ذیل میں اسکی قدرے تفصیل ملاحظہ ہو:

۱۔ امام باقر سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''اگر سب کے سب لوگ ہمارے شیعہ بن جائیں تو ان میں تین چوتھائی تو شک کرنے والے جبکہ ایک چوتھائی احمق ہوں۔ ❶

۲۔ ایک روایت میں امام باقر فرماتے ہیں: ''بنان پر اللہ کی لعنت ہو کہ اس لعنتی نے میرے والد پر کذب بیانی کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کے میرے والد رب کے نیک بندے تھے۔ ❷

۳۔ جناب ابوعبداللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: مغیرہ بن سعید میرے والد ماجد پر کذب بیانی کیا کرتا تھا۔ یہ میرے والد کے اصحاب کی کتابیں اور خطوط لے کر ان میں کفر اور زندیقیت بھر دیتا تھا۔ پھر اس سب کو میرے والد کی طرف منسوب کر دیتا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کو تھما کر انہیں شیعوں میں عام کر دینے کا حکم دیتا تھا۔ سو میرے والد کے اصحاب کی کتابوں میں جتنا غلو بھی پایا جاتا ہے وہ اسی مغیرہ بن سعید کی دسیسہ کاری ہے۔ ❸

۴۔ امام باقر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: یہ لوگ ہم سے ایسی باتیں روایت کرتے ہیں جو ہم نہیں کہتے اور یہ ان کا ہم لوگوں پر بے بنیاد الزام اور ہمارے خلاف دروغ گوئی ہے جن کا مقصد کذب وزور کی بیساکھیوں پر چل کر اپنے ولاۃ وقضاۃ کا قرب حاصل کرنا تھا۔ ❹

۵۔ حمران بن اعین سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے جنابِ ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ''میں آپ پر قربان! ہم لوگ کس قدر تھوڑے ہیں کہ ایک بکری کے گوشت پر بھی جمع ہوں تو بکری ختم نہ کرسکیں؟
آپ نے فرمایا: میں تمہیں اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتلاؤں؟ پھر انگلی سے اشارہ کرکے فرمایا: مہاجرین وانصار

❶ اختیار معرفۃ الرجال: ۲/ ۴۲۰، دیکھیں: اعیان الشیعۃ ۳/ ۳۰۴؛ معجم رجال الحدیث للخوئی ۳/ ۲۵۱؛ جامع الرواۃ ۱/ ۹۰؛ خاتمۃ المستدرک ۵/ ۲۸۵؛ مدینۃ المعاجز ۵/ ۱۹۸؛ خلاصۃ الأقوال ۳۲۶۔

❷ اختیار معرفۃ الرجال: ۲/ ۵۹۰، بحار الانوار: ۲۵/ ۲۷۱ ـ ۲۹۷ـ معجم رجال الحدیث للخوئی ۴/ ۲۷۶ـ

❸ اختیار معرفۃ الرجال: ۲/ ۲۹۱، دیکھیں بحار الـ انوار: ۲/ ۲۵۰ـ معجم رجال الحدیث للخوئی ۱۹/ ۳۰۱ ـالحدائق الناضرۃ ۱/ ۱۱ـ قاموس الرجال ۱۰/ ۱۸۹

❹ بحار الانوار: ۲/ ۲۱۸ـ؛أصله من کتاب سلیم بن قیس ص ۱۸۸؛ بتحقیق محمد باقر الأنصار۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے سوائے تین کے سب چلے گئے۔

اس جگہ ان کے معاصر شیخ جناب علی اکبر الغفاری حاشیہ میں لکھتے ہیں: یعنی آپ نے ہاتھ کی تین انگلیوں سے اشارہ کیا تھا اور تین سے مراد سلمان، ابوذر اور مقداد تھے۔ ❶

۶۔ جنابِ جعفر کے سامنے یہ بات کی گئی کہ آپ کے والد ماجد جنابِ باقر کے چار پانچ ہی مخلص شیعہ تھے تو فرمایا: اللہ جب زمین والوں کیساتھ برائی کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کے ذریعہ ان سے برائی کو ہٹا دیتا ہے؛ وہ زندہ اور مردہ ہر حال میں میرے شیعہ کے ستارے ہیں۔ وہ میرے والد کے ذکر کو زندہ رکھتے ہیں، رب تعالیٰ ان کے ذریعے ہر بدعت کو ختم کر دیتا ہے اور اہلِ باطل کی تاویلوں کو اور غلو کرنے والوں کی تاویلوں کو ان کے ذریعے اس دین سے دور کر دیتا ہے۔'' پھر آپ رونے لگے۔ میں نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن پر زندگی میں بھی رب تعالیٰ کی رحمت و برکت ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ وہ عجلی، زرارہ، ابوبصیر اور محمد بن مسلم ہیں۔'' ❷

۷۔ ھشام بن سالم زرارہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے جنابِ ابوجعفر سے ان امراء کے تحفوں کے بارے میں پوچھا؟ تو فرمایا: ان میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرمایا: زرارہ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ ھشام تک یہ بات پہنچا دے کہ میں سلطان کے تحفوں کو حرام سمجھتا ہوں۔ ❸

۸۔ ابن بابویہ اپنی سند کے ساتھ ابواسحاق لیثی بیان کرتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جنابِ ابوجعفر سے پوچھا کہ: اے رسول اللہ ﷺ کی اولاد! مجھے اس صاحبِ بصیرت مومن کے بارے میں بتلایئے کہ جب اسے معرفت اور کمال حاصل ہو جاتا ہے تو کیا وہ زنا کرتا ہے؟۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! نہیں! میں نے پوچھا: کیا شراب نوشی کرتا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے پوچھا: کیا کسی کبیرہ گناہ کا یہ کسی فحاشی کا مرتکب ہوتا ہے؟۔ فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: اے رسول اللہ کی اولاد! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے شیعہ مے نوشی بھی کرتے ہیں، اور ڈاکہ زنی بھی، راہ گیروں کو ڈرا دھمکا کر انہیں لوٹتے بھی ہیں اور زنا ولواطت بھی کرتے ہیں۔ سود بھی کھاتے ہیں اور بے حیائی بھی کرتے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ کا کوئی اہتمام نہیں، قطع رحمی اور کبائر کا ارتکاب کرتے ہیں، بھلا یہ کیسے اور کیوں ہے؟

فرمایا: اے ابراھیم! تمہارے جی میں اس کے علاوہ کوئی کھٹک تو نہیں؟ میں نے کہا: اے رسول اللہ کی اولاد! ہاں۔ ایک اور بات ہے جو ان سب سے بڑی ہے۔ فرمایا: اے ابواسحاق! وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اے رسول اللہ کی اولاد! میں آپ دشمنوں اور طعنہ زنوں کو دیکھتا ہوں کہ نماز روزہ کی کثرت کرتے ہیں، زکوۃ نکالتے ہیں۔ حج اور عمرہ برابر کرتے ہیں۔ جہاد کے حریص ہیں۔ صلہ رحمی اور نیکی کے خوگر ہیں۔ لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں، اپنے مالوں سے ان کی

---

❶ الكافي: ۲/ ۲٤٤، بحار الانوار: ۲۲/ ۳٤٥۔ اختيار معرفة الرجال ۱/ ۳۷۔

❷ وسائل الشيعة: ۲۷/ ۱٤٥۔ اختيار معرفة الرجال: ۱/ ۳٤۹؛ معجم رجال الحديث ۸/ ۲۳۳؛ قاموس الرجال ۹/ ٥۷٤؛ أعيان الشيعة ۷/ ٤۸؛ الأصول الأصلية ص ٥٥۔

❸ اختيار معرفة الرجال: ۱/ ۲۲۹ البحار ۷۲/ ۳۸۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غم خواری کرتے ہیں۔شراب، زنا، لواطت اور سب بے حیائیوں سے دور رہتے ہیں۔ بھلا کیسے؟ اور کس وجہ سے؟ اے رسول اللہ کی اولاد! مجھے اس کی وضاحت کیجئے! اور دلیل و برھان سے بات کیجئے! اللہ کی قسم! اس بات نے مجھے سوچوں میں غرق کر رکھا ہے، میری نیندیں اڑادی ہیں اور میرا دل گھٹ کر رہ گیا ہے۔ ❶

۹۔ ابواسحاق قمی سے مروی ہے، وہ کہتا ہے کہ: میں نے ابوجعفر باقر علیہ السلام سے کہا: میں آپ پر قربان! میں اس موحد مومن کو جو میرے عقیدے کا قائل ہے اور آپ کی ولایت کا بھی قائل ہے اور میرے اور اسکے درمیان کوئی اختلاف بھی نہیں، دیکھتا ہوں کہ وہ شراب پیتا ہے۔ زنا اور لواطت کرتا ہے۔ میں کوئی حاجت اسکے پاس لے جاؤں تو ترش رو ہوتا ہے اور مارے نفرت کے منہ سیاہ کرلیتا ہے اسے میرے کام آنا بے حد بوجھل ہوتا ہے۔ میری حاجت برآوری کو مرکرآتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف میں اپنے مخالف عقیدہ رکھنے والوں کو دیکھتا ہوں کہ خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ توجہ سے بات سنتے ہیں، میرا کام کرنے کو مستعدی سے تیار ہوجاتے ہیں اور فرحت وسرور کے ساتھ میری حاجت پوری کرتے ہیں۔ ان میں نماز، روزہ اور صدقہ کی کثرت ہے اور امانتوں میں امین ہیں۔ ❷

ب: جنابِ محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے اصحاب کے بارے میں موقف

تشیع کی طرف منسوب یہ لوگ اتنی کم تعداد میں ہے کہ سب اکٹھے ہوکر ایک بکری بھی ختم نہیں کرسکتے۔ آپ نے بتلایا ہے کہ: اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کی تعداد آپ کے عہد میں دس سے بھی تجاوز نہ تھی۔

پھر ایک شیعہ نے کہا کہ یہ لوگ ہر قسم کے گناہ، بدکاری اور بے حیائی کے رسیا اور خوگر تھے جبکہ دوسری طرف عبادت سے بے حد غافل تھے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب ان کی بڑی اور واضح خرابیاں تھیں نا کہ کسی ایک فردِ واحد کی۔ تب پھر ان لوگوں پر آخر کتنا بھروسہ کیا جائے؟ دوسری طرف خود امام جعفر صادق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ میرے والد ماجد محمد الباقر کے مخلصین کی تعداد چار اشخاص سے بھی تجاوز نہ تھی، جو یہ ہیں: بریہ العجلی، زرارہ، ابوبصیر اور محمد بن مسلم۔ پھر خود ان چاروں کی بھی جنابِ باقر نے ازحد جرح بیان کی ہے۔ ❸

یہ امر اس راز سے پردہ اٹھاتا ہے جو اہلِ بیت کی طرف منسوب ان روایات کے پیچھے پنہاں ہے۔

یہ ان ائمہ کے اصحاب ہیں جیسا کہ شیعہ مصنفین کا بیان ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ائمہ سے ہزاروں روایات نقل کی ہیں؛ تو کیا پھر اس جرح اور ائمہ کے ان اقوال کے بعد ان کی روایات قبول کی جاسکتی ہیں۔

اس سے ان روایات کے راز سے پردہ چاک ہوتا ہے جو کہ اہل بیت کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

---

❶ بحار الانوار: ٥/ ٢٢٨ ـ ٢٢٩؛ علل الشرائع، ص: ٦٠٦ ـ

❷ علل الشرائع، ص: ٤٩٠، بحار الانوار: ٥/ ٢٤٦ ـ ٢٤٧' تفسیر نور الثقلین للحویزی ٤/ ٣٥؛ مختصر بصائر الدرجات ص ٢٢٣ ـ

❸ میں نے اپنی کتاب "حوارات عقلية مع الطائفة الاثنى عشرية فى المصادر" کی مبحث "تكذيب الآئمة عرواة احاديثهم" میں یہ ساری تفصیل بیان کی ھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھی شخصیت

جنابِ زید بن علی بن حسین رحمہ اللہ (۱۲۱ھ)

آپ کا نام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الھاشمی العلوی المدنی ہے اور کنیت ابوالحسین ہے۔

آپ ابوجعفر الباقر، عبداللہ، عمر، علی اور حسین کے بھائی ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں۔ آپ بڑے علم، جلال اور نیکی کے مالک تھے۔ ❶

آپ کا شمار اہلِ بیت کے علماء اور بہادروں میں ہوتا تھا۔ بے پناہ عزتِ نفس کے مالک تھے ذلت اور پستی پر کسی حال میں بھی تیار نہ ہوتے تھے۔

یہ اس امام کے چند احوال ہیں؛ جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

آپ کے عہد میں تشیع کی دو قسمیں تھیں:

ایک قسم کے شیعہ وہ تھے جو اہلِ بیت کے ساتھ ساتھ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی محبت اور دوستی رکھتے تھے۔ یہ ''زیدیہ'' تھے جو آپ کی طرف منسوب تھے کیونکہ آپ کا یہی مذہب تھا۔

جبکہ دوسری قسم کے شیعہ وہ تھے جو اہلِ بیت کے ساتھ تو محبت ظاہر کرتے تھے پر حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم سے براءت کا اظہار کرتے تھے۔ آپ نے ان کا نام ''رافضہ'' رکھ چھوڑا تھا کیونکہ آپ کی بات کا انکار کر دیا اور آپ کی بات نہ مانی تھی۔

یہیں سے وہ لوگ سامنے آئے جو حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم کے ساتھ علانیہ برا رویہ رکھتے تھے اور علماء مصطلح نے ان کے لئے ''رافضہ'' کی اصطلاح قائم کی۔ لیکن ابھی یہ مستقل کوئی فرقہ نہیں تھا بلکہ شخصی رجحانات تھے۔ تیری صدی ھجری تک یہی سلسلہ رہا۔ پھر اثنا عشری کا نام سامنے آیا اور اس فرقہ نے رافضہ کے مستقل عقائد تخلیق کیے۔

اہلِ سنت انہیں بڑی بدعت والے کہتے ہیں اور ان کی روایات کا رد بھی کرتے ہیں اور ان سے بچنے کی تاکید بھی کرتے ہیں۔

جبکہ سیاسی لوگ انہیں چھوٹی بدعت والا کہتے ہیں یہ ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔

اول: جنابِ زید کا حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں موقف

الف: اس بارے وارد نصوص کا بیان

جنابِ زید سے ایسی متعدد روایات مروی ہیں جن وہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم کا تزکیہ بیان کرتے ہیں اور ان سے

❶ سید اعلام النبلاء: ۵/ ۳۹۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

براءت اختیار کرنے والوں سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ ذیل میں چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ ھاشم بن برید، جناب زید بن علی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شاکرین کے امام تھے۔ اسکے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''

۲۔ جناب زید بن علی کے اصحاب میں سے آدم بن عبداللہ الخثعمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب زید بن علی سے اس ارشاد باری تعالیٰ کے بارے میں پوچھا:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ﴾ (الواقعہ: ۱۰)

''اور جو پہل کرنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔''

کہ یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ: اگر مجھے ان دونوں بزرگوں سے محبت نہ ہو تو روزِ قیامت مجھے میرے نانا کی شفاعت نصیب نہ ہو''۔

۳۔ سدی سے روایت ہے، وہ بیان کرتا ہے: میں بارق نامی کوفہ کے ایک محلّہ میں جناب زید کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ ہمارے سردار ہیں، اور ہمارے والی امر ہیں آپ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ ❶

۴۔ کثیر النواء سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ: میں نے جناب زید سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا: میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ اس پر میں نے پوچھا: اور جو ان دونوں سے براءت رکھے اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو فرمایا: میں مرتے دم تک ان سے بری ہوں۔ ❷

۵۔ علی بن ھاشم بن برید اپنے والد سے اور وہ جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ سے براءت یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے براءت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے براءت وہ ان تینوں سے حضرات سے براءت ہے۔

۶۔ ھاشم بن برید جناب زید بن علی سے بیان کرتے ہیں کہ: آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ھاشم! جان لے۔ اللہ کی قسم! حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے براءت جناب علی رضی اللہ عنہ سے براءت ہے اب چاہے اس کی طرف آگے بڑھ اور چاہے اس سے پیچھے ہٹ جا۔'' ❸

۷۔ حسین بن عیسیٰ بن زید اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: زید بن علی فرماتے ہیں: خوارج گئے

❶ تاریخ دمشق: ۱۹/ ۴۶۲
❷ تاریخ دمشق: ۱۹/ ۴۶۱
❸ تاریخ دمشق: ۱۹/ ۴۶۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے نیچے کے صحابہ رضی اللہ عنہ سے براءت ظاہر کی۔ لیکن ان دونوں بزرگوں کے بارے میں کچھ نہ کہہ سکے۔ لیکن تم لوگ چلے تو قیامت ڈھا دی کہ انہی دونوں بزرگوں سے بری ہو بیٹھے۔ اب بتلاؤ کہ باقی کون رہ گیا؟ اللہ کی قسم! اب کوئی نہیں بچا جس سے تم نے براءت نہ کر لی ہو۔ ❶

۸۔ ھشام ابومخنف سے اور وہ زید بن علی سے بیان کرتا ہے کہ: جنابِ زید بن علی عبدالملک بن مروان کے خلاف خروج کو تیار تھے کہ آپ کا بھید افشاء ہو گیا۔ سو جب آپ کو بیعت کرنے والے ساتھیوں نے دیکھا کہ آپ کے معاملہ کی خبر عبدالملک کے والی یوسف بن عمر کو پہنچ گئی ہے اور یہ کہ اب وہ آپ کی تلاش میں اور آپ کی تدبیر میں ہے۔ تو ان کے رؤوسا کی ایک جماعت نے آپ کے پاس اکٹھے ہو کر آپ سے پوچھا کہ: اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ جنابِ زید نے فرمایا: اللہ ان پر رحم فرمائے اور انہیں بخشے میں نے اپنے اہلِ بیت میں سے کسی کو بھی ان سے براءت بیان کرتے نہیں سنا اور انہیں ہمیشہ ان کے بارے میں خیر کے کلمات کہتے ہی سنا ہے۔

وہ بولے: تب پھر آپ اپنے اہلِ بیت کے خون کا مطالبہ صرف اس بنا پر کر رہے ہیں کہ انہوں نے آپ لوگوں سے آپ کی سلطانی چھین لی تھی؟ آپ نے انہیں فرمایا: تم لوگوں نے ہمارے بارے میں جو سخت ترین بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ: ہم سب لوگوں سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے مستحق تھے لیکن لوگوں نے ہمیں اس پر سے ہٹا دیا اور ہم پر اوروں کو ترجیح دی۔ ہمارے نزدیک یہ کفر نہیں۔ وہ لوگ والی بنے، انہوں نے لوگوں میں عدل سے کام لیا اور کتاب وسنت پر عمل کیا۔

اس پر وہ بولے: تو پھر یہ لوگ آپ پر کیوں ظلم کرتے ہیں کہ جب انہوں نے تم پر ظلم نہ کیا تھا۔ تو پھر آپ ایسے لوگوں سے قتال کی دعوت کیوں دیتے ہیں جو تم پر ظلم کرنے والے نہیں؟

آپ نے فرمایا: یہ لوگ ان جیسے ہرگز نہیں۔ یہ صرف ہم اور تم پر ہی ظلم کرنے والے نہیں بلکہ یہ اپنے اوپر بھی ظلم کرنے والے ہیں، ہم تو تمہیں کتاب اللہ اور سنن کی احیاء کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر تم لوگ ہماری دعوت قبول کرتے ہو تو تمہاری سعادت ہے اور تم نہیں مانتے تو میں تمہارا داروغہ نہیں۔

اس گفتگو کے بعد ان لوگوں نے آپ کی بیعت توڑ کر آپ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور کہنے لگے: امام جو تھا وہ تو گزر گیا۔ (یعنی اب کوئی امام نہیں رہا)۔ ان کے نزدیک زید بن علی کے بھائی ابوجعفر محمد بن علی امام تھے۔ اس وقت وہ وفات پا چکے تھے جب کہ ان کے بیٹے جعفر بن محمد زندہ تھے۔ چنانچہ کہنے لگے: آج کے بعد ہمارا امام اپنے والد کے بعد جعفر بن محمد ہے، اپنے والد کے بعد اس امر کا زیادہ مستحق وہ ہے۔ ہم زید بن علی کی پیروی نہ کریں گے، وہ ہمارا امام نہیں اور آپ کو ''زید الرافضہ'' کا نام دے دیا۔ سو آج یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ انہیں رافضہ کا نام دینے والا مغیرہ ہے کیونکہ یہ انہیں

❶ تاریخ دمشق: ۱۹/ ۴۶۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ گئے تھے۔

اور جنابِ زید کے خروج سے قبل ان کی ایک جماعت جعفر بن محمد بن علی کے پاس گئی اور انہیں کہا: ہم میں زید بن علی ہیں وہ بیعت لیتے ہیں تو کیا ہم ان کی بیعت کرلیں؟۔ آپ نے انہیں فرمایا: ہاں! ان کی بیعت کرلو۔ اللہ کی قسم! وہ ہم میں افضل ہمارے سردار، ہم میں سب سے بہتر ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے لوٹ کر جعفر بن محمد کے حکم کو چھپایا۔ ❶

۹۔ ابنِ عساکر نے ذکر کیا ہے کہ جنابِ زید بن علی کوفہ سے چار ہزار کی جمعیت لے کر نکلے۔ ان میں سے ھشام کے بعض خیر خواہ حیلہ سے آپ کے پاس آ کر پوچھنے لگے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے اللہ ان پر رحم کرے۔ تم لوگ اب تک کہاں تھے؟ اس پر وہ بولے؟ جب تک آپ ان دونوں سے براءت ظاہر نہ کریں گے ہم آپ کے ساتھ نہ نکلیں گے۔ آپ نے فرمایا: میں ایسا نہ کروں گا۔ وہ دونوں امامِ عادل تھے۔ اس پر وہ لوگ آپ سے متفرق ہو گئے۔ ادھر ھشام نے فوج بھیج کر آپ کو یعنی زید بن علی رحمہ اللہ کو قتل کروا دیا۔ ❷

۱۰۔ ابنِ عساکر نے اپنی سند کے ساتھ احمد بن داؤد المدنی سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: عیسی بن یونس سے جب زیدیہ اور رافضہ کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے انہیں یہ کہتے سنا: ''رہے رافضہ تو انہوں سے سب سے پہلا انکار اس وقت کیا تھا جب انہوں نے خروج کے وقت جنابِ زید بن علی کے پاس آ کر یہ کہا تھا کہ ہم اس شرط پر آپ کے ساتھ نکلیں گے کہ آپ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے براءت کا اظہار کریں۔ تو انہوں نے فرمایا: ''بلکہ میں ان سے محبت کرتا ہوں اور اس سے بری ہوں جو ان سے بری ہے۔''

اس پر وہ بولے: تب پھر ہم آپ کو رد کرتے ہیں۔ بس وہیں سے یہ لوگ رافضہ کہلائے۔

اور رہے زیدیہ تو یہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور ان سے بری ہونے والوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ لوگ جنابِ زید کے ساتھ نکلے تھے اس لئے زیدیہ کہلائے۔ ❸

اس تاریخ سے اب شیعہ زیدیہ اور رافضہ میں تقسیم ہیں۔ زیدیہ جناب زید بن علی کی طرف منسوب ہیں اور حضرات شیخین پر سب وشتم نہیں کرتے اور رافضہ ان حضرات پر سب وشتم کرتے ہیں اور ان سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

جنابِ زید صراحۃً فرماتے ہیں کہ رافضہ اہلِ بیت کے خلاف برسرِ پیکار ہیں جیسا کہ اگلے اثر میں آ رہا ہے۔

۱۱۔ سدی بیان کرتے ہیں: زید بن علی فرماتے ہیں: رافضہ میرے اور میرے والد کے خلاف دنیا و آخرت میں برسرِ پیکار ہیں۔ ان رافضہ نے ہم پر ویسے ہی یورش کی جیسے جنابِ علی رضی اللہ عنہ پر خوارج نے کی تھی۔ ❹

۱۲۔ عمرو بن قاسم بیان کرتے ہیں: میں جنابِ جعفر بن محمد کے پاس داخل ہوا۔ آپ کے پاس چند رافضی بیٹھے تھے۔ میں

---

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ٥٦
❷ تاریخ دمشق: ١٩/ ٤٧١
❸ تاریخ دمشق: ١٩/ ٤٦٤
❹ تاریخ دمشق: ١٩/ ٤٦٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کہا: یہ لوگ آپ کے چچا زید سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: کیا واقعی؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: جو میرے چچا سے بری ہو اللہ اس سے بری ہو، اللہ کی قسم! وہ ہم میں کتاب اللہ کی سب سے بڑے قاری، دین کے سب سے بڑے فقیہ اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ انہوں نے ہم میں دنیا اور آخرت دونوں میں اپنا مثل نہیں چھوڑا۔ ❶

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جنابِ زید کے خروج کا سبب ھشام بن عبدالملک کے ہونے والے مظالم تھے اور اہلِ عراق کے یہ وعدے تھے کہ وہ آپ کی مدد کریں گے۔ ھشام کو یہ خبر پہنچی کہ آپ خلافت چاہتے ہیں۔ ھشام نے آپ کو بلوایا اور دونوں میں گفتگو ہوئی۔

ھشام: مجھے تمہارے بارے میں یہ بات پہنچی ہے؟

زید: اے امیر المومنین! بات یوں نہیں جو آپ کو پہنچی ہے۔

ھشام: کیوں نہیں مجھے صحیح خبر آ پہنچی ہے۔

زید: میں آپ کے سامنے قسم اٹھا لیتا ہوں۔

ھشام: اگر تم قسم اٹھا گئے تو بھی میں نہ مانوں گا۔

زید: اللہ ایسے کسی کی قدر نہیں بڑھاتا جس کے لئے اللہ کی قسم اٹھائی جائے اور وہ نہ مانے اور نہ اللہ ایسے کسی کی قدر گھٹاتا ہے جو اللہ کی قسم اٹھائے اور مانی نہ جائے۔

ھشام: میرے پاس سے چلے جاؤ۔

زید: تب پھر آپ مجھے ایسی حالت اور جگہ میں دیکھو گے جو آپ کو اچھی نہ لگے گی۔

سو جب آپ ھشام کے سامنے سے نکلے تو کہا: جو زندگی سے محبت کرتا ہو وہ ذلیل ہوتا ہے۔ ❷

پھر اہلِ عراق نے آپ کو خروج کی طمع دلائی اور اپنی نصرت کا وعدہ کیا۔ لیکن جب گھمسان کا رن پڑا تو آپ کو چھوڑ گئے جیسا کہ اس سے پہلے انہوں نے آپ کے آباء واجداد کو چھوڑا تھا۔ لیکن اب کی بار انہوں نے آپ کو چھوڑنے کا نیا اسلوب اختیار کیا تھا۔ جس کی تفصیل گزر گئی کہ انہوں نے اپنی مدد کو حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم سے براءت کے ساتھ مشروط کیا تھا، سو جواب نفی میں سن کر آپ کو چھوڑ گئے۔ کیونکہ ان کا یہ مقصد دین کے خلاف فساد تھا۔ یوں اس فرقہ کی آپ کے اور آپ کے آباء واجداد کے زمانوں میں فتنہ انگیزی سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔

ب: گزشتہ روایات کا ایک جائزہ

ا۔ جنابِ زید تائید کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ امام الشاکرین تھے اور جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جنابِ عمر رضی اللہ عنہ سابقین

❶ تاریخ دمشق: ۱۹/ ٤٥٨
❷ تاریخ دمشق: ۱۹/ ٤٦٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولین میں سے تھے۔

۲۔ آپ ان دونوں حضرات سے بے حد محبت کرتے تھے۔

۳۔ آپ نے واضح کر دیا کہ حضرات شیخین سے براءت دراصل جناب علی رضی اللہ عنہ سے براءت ہے۔ کیونکہ دین کی نصرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت میں یہ سب حضرات یک جان اور یک مشت تھے۔ لہٰذا ان میں سے کسی ایک میں طعن دراصل باقی سب میں طعن ہے۔

دوم: فدک کے بارے میں جنابِ زید رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

الف: اس بارے میں وارد نصوص کا بیان

۱۔ فضیل بن مرزوق بیان کرتے ہیں کہ زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اگر جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی فدک کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا جو جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ ❶

۲۔ محمد بن سالم بیان کرتے ہیں: ہم زید بن علی کی روپوشی کے زمانہ میں ان کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کا ذکر چھڑ گیا۔ کسی نے ایک اعتراض کر دیا تو آپ نے فرمایا: اے محمد بن سالم! یہیں رک جاؤ۔ اگر تم ہوتے تو کیا کرتے؟ محمد بن اسلم بولے: میں وہی کرتا جو جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: تو پھر جس بات پر علی رضی اللہ عنہ راضی تھے تم بھی اس پر راضی رہو۔ ❷

ب: فدک کی بابت آپ کے موقف کا ایک جائزہ

آپ نے فدک کے بارے میں جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو درست قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی وہی فیصلہ کرتا۔

کیونکہ اس بارے میں جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پیروی کی تھی۔ اور یہ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کے بارے میں ارشاد نبوی کو نہ جانتی تھیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا یہ سمجھتی تھیں کہ جیسے دوسری عورتیں اپنے ماں آباء کے ترکہ کی وارث ہوتی ہیں ویسے ہی آپ بھی اپنے والد ماجد کے ترکہ کی وارث ہیں۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات نہ پہنچی تھی کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس باب میں عام لوگوں کی طرح نہیں ہوتا کیونکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ کی طرف سے امت کی قیادت اور ان کے اموال کی حفاظت کے لئے چنا جاتا ہے۔ وہ بادشاہ نہیں ہوتے جو اپنی اولادوں کے لئے مال اکٹھا کر جاتے ہیں کیونکہ اگر پیغمبر بھی ایسا ہی کریں تو دشمن حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے دامن عفت کی طرف انگشت نمائی کرنے لگیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اگر ان دونوں باتوں کو ترازو کے دو پلڑوں میں تولا جائے۔ ایک پلڑے میں یہ

❶ تاریخ دمشق: ١٩/ ٤٦٣

❷ تاریخ دمشق: ١٩/ ٤٦٣

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات تولی جائے؛ دوسرے لوگوں کی طرح انبیاء کی بھی میراث جاری ہو؛ اور دوسرے پلڑے میں یہ تولا جائے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث جاری نہیں ہوتی۔ تو بلاشبہ عدمِ وراثت والا پلڑا جھک جائے گا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ تب پھر ان کے اہل وعیال کا ان کے بعد گزران کیونکر ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک یہ لوگ زندہ رہیں گے ان کا حقِ کفالت واجب رہے گا اور انہیں اس قدر دینا واجب ہوگا جس سے ضروریاتِ معاش سے بے نیاز ہو جائیں۔ یہ وہ پاکدامنی اور عزتِ نفس ہے جس کے مرتبہ تک صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی پہنچ سکتے ہیں۔

پھر جب اس مسئلہ میں جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجتہد نہ تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے اس ارشاد کے تابع محض تھے کہ: ''بے شک انبیاء کی میراث جاری نہیں ہوتی'' اور یہ ارشاد کہ ''انبیاء درھم و دینار ترکہ میں نہیں چھوڑ جاتے'' اور یہ حدیث سنیوں کے ساتھ ساتھ شیعوں نے بھی روایت کی ہے تو پس جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمانِ رسالت کو حرزِ جاں بنایا۔ اب جو ناراض ہوتا ہے، وہ ناراض ہوتا رہے۔

اہلِ سنت حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رشاد نقل کرتے ہیں:

''اور بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار و درہم کو وراثت نہیں بناتے؛ لیکن وہ علم کو میراث بناتے ہیں پس جس نے اسے حاصل کرلیا تو اس نے پورا حصہ حاصل کرلیا۔'' ❶

اسی حدیث کو شیعوں نے بھی لیا ہے اور اسے ابوعبداللہ جعفر بن محمد کی طرف منسوب کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''علماء نبیوں کے وارث ہیں اور نبی درھم و دینار نہیں چھوڑ جاتے البتہ علم چھوڑ جاتے ہیں سو جس نے اسے حاصل کیا اس نے بڑا نصیب پایا۔'' ❷

اسی لئے جنابِ زید نے بھی اس بات کو مقرر ذکر کیا کہ جنابِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فیصلہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے بھی خلافت سنبھالنے کے بعد جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو کالعدم قرار نہیں دیا جو بتلاتا ہے کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو درست سمجھتے تھے؛ اور جنابِ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس صدیقی رضی اللہ عنہ فیصلے کے خلاف ایک لفظ بھی منقول نہیں۔

---

❶ ۔ (سنن ابی دائود، رقم الحدیث: ۳۶۴۳؛ سنن الترمذی ح: ۲۶۸۲) و صححه الألبانی۔

❷ الکافی: ۱/ ۳۴؛ بحار الأنوار ۱/ ۱۶۴؛ أمالی الصدوق ص ۶۰؛ بصائر الدرجات؛ ووسائل الشیعة ۲۷/ ۷۸؛ مستدرك الوسائل ۱۷/ ۲۹۹؛ الاختصاص ۳؛ ۴۔ ثواب الأعمال ۱۳۱؛ عوالی اللآلی ۱/ ۳۵۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچویں شخصیت

جنابِ جعفر بن محمد رحمہ اللہ [۸۳-۱۱۴ ہجری تا ۱۴۸ ہجری]۔

آپ کا نام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن ابی طالب ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر التیمی رضی اللہ عنہ ہے اور آپ کی والدہ کی والدہ سیدہ اسماء بنتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لئے جنابِ جعفر بن محمد فرمایا کرتے تھے کہ: ''مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دومرتبہ جنم دیا ہے۔''

آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے جلیل القدر علماء میں ہوتا تھا۔ ❶

امامیہ شیعہ حضرات کے نزدیک آپ ان کے چھٹے امام ہیں۔ اپنے زمانہ میں اہلِ بیت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ کی طرف ایسے ایسے اقوال وعقائد منسوب ہیں جن سے آپ ہر اعتبار سے بری ہیں۔ ان میں سے چند اقوال ذیل میں نمونے کے طور پر ملاحظہ ہوں:

اول: علم غیب اور تقیہ کے متعلق آپ کا مؤقف:

الف: اس بارے میں وارد نصوص کا بیان

۱۔ ابنِ سماک بیان کرتے ہیں: میں نے حج کا ارادہ کیا تو عبدالملک بن اعین کے بھائی زرارہ بن اعین نے مجھے یہ کہا: جب جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے تمہاری ملاقات ہو تو انہیں میرا سلام کہنا اور ان سے پوچھنا کہ مجھے بتلایئے کہ میں جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں؟ ابن سماک کہتے ہیں: جناب جعفر بن محمد سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد! کیا آپ زرارہ بن اعین کو جانتے ہیں؟

فرمایا: ہاں وہ بڑا خبیث رافضی ہے۔ میں نے کہا آپ کو سلام کہہ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا کہ میں جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں؟

فرمایا: اسے بتلا دینا کہ وہ جہنم میں جائے گا۔ پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مجھے اس کے رافضی ہونے کا علم کہاں سے ہوا؟۔

وہ یوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں علم الغیب جانتا ہوں اور جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے سوا کسی کے پاس علم الغیب ہے، وہ کافر ہے اور کافر جہنم میں جائے گا۔ ❷

❶ تاریخ دمشق: ٦/ ٢٥٥ ـ ٢٦٩
❷ المعرفة و التاریخ: ١/ ٣٤٠

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا۔ ایک دوسری روایت میں ابنِ سماک بیان کرتے ہیں: جب میں مکہ کے لیے نکلا تو قادسیہ کے مقام پر مجھ سے زرارہ بن اعین ملا؛ اور مجھ سے کہا: ''تم تک میرا ایک کام ہے؛ اور میں پر امید ہوں کہ آپ یہ کام کر دیں گے۔ اور اس نے اس کام کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ میں نے کہا: ''کیا کام ہے''؟۔ کہنے لگا: جب جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تمہاری ملاقات ہو تو انہیں میرا اسلام کہنا اور ان سے پوچھنا کہ مجھے بتلایئے کہ میں جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں؟

ابن سماک کہتے ہیں: میں نے انکار کیا؛ تو اس نے مجھ سے کہا: وہ یہ باتیں جانتے ہیں؛ اور برابر اصرار کرتا رہا؛ حتی کہ میں نے اس کی بات مان لی۔ پس جب جناب جعفر بن محمد سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے انہیں اس سارے واقعہ کی خبر دی۔ تو آپ نے فرمایا: ''ہاں وہ جہنمی ہے''۔ تو آپ کے اس جواب سے میرے دل میں خیالات پیدا ہونے لگے۔ تو میں نے پوچھا: ''آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟۔

تو آپ نے فرمایا: ''جو کوئی سمجھتا ہے کہ میں علم الغیب جانتا ہوں تو وہ جہنم میں جائے گا''۔

جب میں واپس لوٹا تو میری ملاقات زرارہ بن اعین سے ہوئی؛ اور اس نے پوچھا؛ میں نے اس کے کام کا کیا کیا؟۔ تو میں نے اسے بتلا دیا کہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ جہنم میں جائے گا''۔

تو زرارہ نے کہا: ''اے عبداللہ! انہوں نے تمہارے ساتھ ''جراب نورہ'' سے کام لیا۔ میں نے پوچھا: ''جراب نورہ'' کیا چیز ہے؟ تو کہنے لگا: ''انہوں نے تمہارے ساتھ تقیہ سے کام لیا'' [1]۔

ب: وقفہ: کچھ دیر علم غیب کے رد پر جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے ساتھ:

علم غیب کو کسی بھی بشر کی طرف منسوب کرنا اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ [التغابن ۱۸]

''ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا (26) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (27) لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا﴾ [الجن ۲۶،۲۸]

''(وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کر لے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔ تاکہ جان لے کہ بے شک انھوں نے واقعی اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے۔''

[1] رواہ العقیلی ببسندہ ۲/ ۹۶؛ ذکرھا الذھبی فی المیزان ۲/ ۷۰؛ و ورد لعن زرارہ ھذا فی کتب الشیعۃ؛ راجع حوارات عقلیۃ مع الطائفۃ الاثنی عشریۃ فی المصادر ص ۱۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ☆﴾[الانعام ۵۰]

''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۳۱)﴾[هود ۳۱]

''اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں ایک فرشتہ ہوں اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنھیں تمھاری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں، یہ کہتا ہوں کہ اللہ انھیں ہرگز کوئی بھلائی نہیں دے گا، اللہ اسے زیادہ جاننے والا ہے جو ان کے دلوں میں ہے، یقیناً میں تو اس وقت ظالموں سے ہوں گا''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ علم غیب جاننے میں اکیلا وحدہ لاشریک ہے۔ اور پھر یہ بھی بتایا کہ وہ لوگوں کی ایک مختصر سی جماعت کو اس غیب کے کچھ حصہ سے مطلع بھی کر دیتا ہے؛ اور وہ جماعت انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا غیب نہیں جانتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں علم غیب کا مدعی ہونے کی نفی کریں۔

حضرت جعفر رحمہ اللہ بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ علم غیب کا دعوی کرنا کتاب اللہ کی تعلیمات کے منافی ہے۔ اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی انسان اپنی ذات کے لیے یا کسی دوسرے کے لیے علم غیب کا دعوی کرے؛ اور پھر وہ مومن باقی رہے۔ تو اسی لیے اس عقیدہ کی وجہ سے آپ نے زرارہ پر جہنمی ہونے کا حکم لگایا۔ یعنی وہ کتاب اللہ کی تکذیب کی وجہ سے کافر ٹھہرا تھا۔

اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ زرارہ نے کیسے آپ پر بہتان تراش کر آپ کی بات جھٹلا دی اور کہنے لگا: ''انہوں نے تقیہ کرتے ہوئے حقیقت کے خلاف بات بتائی ہے۔ اس گروہ کے ماننے والوں کا یہی طریقہ کار ہے؛ وہ اپنے عقائد کے خلاف ائمہ کے اقوال وافعال کو یہی کہہ کر جھٹلا دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوم: دعوی امامت و عصمت اور علم الٰہی کے متعلق آپ کا مؤقف

أ: اس سلسلہ میں وارد نصوص:

ا۔ عبدالجبار بن عباس ہمدانی سے روایت ہے: ''بیشک اس کے پاس جعفر بن محمد تشریف لائے؛ اور وہ اس وقت مدینہ سے کوچ کرنا چاہتے تھے۔ تو فرمایا: ''ان شاء اللہ - بیشک تم لوگ اہل مصر کے بہترین لوگ ہو؛ آپ ان لوگوں تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ: ''جو کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ میں امام معصوم ہوں؛ اور اللہ تعالیٰ نے میری اطاعت گزاری فرض کی ہے؛ تو بیشک میں اس سے بری ہوں'' ❶۔

۲۔ ایوب سے مروی ہے؛ فرمایا: ''میں نے جعفر بن محمد کو سنا؛ آپ یہ فرما رہے تھے: ''اللہ کی قسم! ہم ہر وہ بات نہیں جانتے جو ہم سے پوچھتے ہیں۔ اور ہمارے علاوہ دوسرے لوگ ہم سے بڑے علماء ہیں'' ❷۔

ب: کچھ دیر ان دونوں روایات کے ساتھ:

ا۔ آپ دعوائے امامت سے برأت کا اظہار کر رہے ہیں؛ جو کہ جھوٹے لوگوں نے آپ کی طرف منسوب کر رکھی تھی؛ اور آپ ان سب سے بڑھ کر سچے تھے۔ ہمارے لیے یہ کسی بھی طرح جائز نہیں کہ ہم جھوٹے لوگوں کی تصدیق کریں اور سچے لوگوں کو جھٹلانے لگ جائیں''۔

۲۔ آپ انکار کر رہے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی خاص علم الٰہی ایسا ہے جس کی وجہ سے آپ ہر ایک چیز جانتے ہیں۔ اور آپ اعتراف کر رہے ہے کہ آپ لوگوں سے بڑے عالم نہیں ہیں؛ اور بیشک باقی لوگوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ان سے بڑے عالم ہیں؛ اور اگر آپ کے پاس خصوصی علم الٰہی ہوتا تو کوئی دوسرا آپ سے بڑا عالم نہ ہوتا۔

سوم: حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق آپ کا مؤقف

أ: اس سلسلہ میں وارد نصوص:

ا۔ حضرت جعفر بن محمد فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی؛ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت تشریف لے گئے جب آپ کی نعش کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: ''پوری زمین میں کوئی انسان ایسا نہیں جس کے اعمال جیسے اعمال لیکر اللہ کے ہاں حاضر ہونا مجھے محبوب ہو سوائے اس نعش والے کے''۔ یحییٰ [راوی] کہتے ہیں: پھر حضرت جعفر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا؛ اور آپ کی تعریفیں بیان کیں ؛اور فرمایا: ''ابوبکر نے مجھے دوبار جنم دیا ہے''۔ [تاریخ دمشق ٤٤/ ٤٥٤]

۲۔ سالم سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں: مجھ سے جعفر بن محمد نے کہا: ''اے سالم! کیا کوئی انسان اپنے نانا کو گالی دے سکتا

---

❶۔ سیر اعلام النبلاء ٦/ ٢٥٥؛ تاریخ الإسلام بذکر سنده ١/ ١٠٥٤۔
❷۔ شرح أصول اعتقاد أهل السنة و الجماعة ٦/ ٢٧١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے نانا ہیں۔ مجھے بروز قیامت محمد ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان دو سے محبت نہ کرتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار نہ کرتا ہوں''۔ ابوعیسیٰ کہتے ہیں: ''جعفر بن محمد کی ماں کا نام ام فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھا۔ مجھے اس کی خبر حضرت ابوبکر کی اولاد میں سے کسی نے دی ہے۔

۳۔ ابن فضیل سے روایت ہے؛ وہ سالم ابن ابی حفصہ سے روایت کرتے ہیں؛ فرماتے ہیں: میں نے ابوجعفر اور جعفر سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا؛ تو ان دونوں نے فرمایا: ''ان دونوں سے محبت رکھو؛ اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرو؛ بیشک یہ دونوں حضرات ائمہ رشد وہدایت تھے''۔ یہ گزر چکا ہے۔

۴۔ حکیم بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوجعفر سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے؛ تو آپ نے فرمایا: ''ایسا کرنے والے دین سے خارج لوگ ہیں''۔

۵۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے؛ فرماتے ہیں: ''مجھ سے میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے! بیشک حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اور جو کوئی ایسا کرتا ہو؛ تو اس کے پیچھے نماز مت پڑھو''۔ [تاریخ دمشق ۴۵/ ۲۸۷]

۶۔ عمرو بن قیس ملائی سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں: میں نے حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا؛ آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ اس انسان سے بیزار ہو جو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر تبرأ کرتا ہو''۔ [تاریخ دمشق ۳۰/ ۴۰۱]

۷۔ عبدالجبار بن عباس الہمدانی سے روایت ہے؛ اس کا پہلا حصہ امامت کی بحث میں گزر چکا ہے؛ اس میں ہے: بیشک حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جس کا یہ خیال ہو کہ میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے برأت کا اظہار کرتا ہوں تو یقیناً میں ایسے آدمی سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں''[1]۔

۸۔ یحیٰ بن سلیم نے جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے؛ وہ اپنے والد سے اور وہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں؛ آپ فرماتے ہیں: ''ہم پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے؛ تو آپ بہترین خلیفہ تھے؛ آپ ہم پر بہت زیادہ شفیق مہربان اور رحمدل تھے''۔

۹۔ یحیٰ بن کثیر نے حضرت جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے؛ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں؛ فرمایا: ''میرے والد صاحب - یعنی حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ - کے پاس ایک آدمی آیا؛ اور اس نے کہا: مجھے ابوبکر کے بارے میں کچھ بتائیں؟ - تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھتے ہو؟

کہتے ہیں: میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! کیا آپ بھی انہیں صدیق کہتے ہیں؟ تو فرمانے لگے: ''تیری ماں تجھے گم پائے! ان کا نام صدیق اس ہستی نے رکھا ہے جو مجھ سے اور تم سے بہتر ہیں؛ یعنی رسول اللہ ﷺ؛ اور

[1] - رواہ الدار قطنی و رواہ الذہبی بسندہ عنہ؛ سیر اعلام النبلاء ٦/ ٢٥٥؛ و تاریخ الاسلام بسندہ ١/ ١٠٥٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہاجرین و انصار نے۔ جو کوئی آپ کو صدیق نہ کہے؛ اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں جھوٹا کر دے۔ جاؤ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرو؛ اور ان سے دوستی رکھو؛ اس پر اگر کوئی گناہ ہوا تو وہ میرے گردن پر ہے''❶۔

کچھ دیر سابقہ روایات کے ساتھ

۱۔ حضرت جعفر رحمہ اللہ ان لوگوں پر انکار کرتے ہیں جن کا خیال ہے کہ آپ امام معصوم ہیں؛ اور لوگوں پر آپ کی اطاعت گزاری فرض ہے؛ اور غلطی اور گناہ سے بالکل پاک ہیں۔ اور آپ ان لوگوں سے برأت کا اظہار کرتے ہیں جو آپ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں''۔

۲۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف بیان کی ہے؛ اور ان لوگوں سے برأت کا اظہار کیا ہے جو ان حضرات پر تبرأ کرتے ہیں؛ اور آپ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ آپ کا نسب والدہ کی طرف سے ان سے ملتا ہے۔

۳۔ پھر اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصف صدیق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ ہے۔ اور جو کوئی اس وصف کا انکار کرتا ہے گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کرتا ہے۔

ایک معاصر شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ الموسوی نے حضرات خلفاء راشدین پر جرح کی شیعہ روایات کا انکار کیا ہے۔ یہ ایسا انسان تھا جس کے ضمیر نے اسے جھنجھوڑا؛ اور اس نے اپنے اس گروہ کے ہاتھوں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے گئے ان گندے الزامات کی ہولناکی کو سمجھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: ''یہاں پر ایک اور چیز بھی قابل اہتمام ہے؛ اور اس پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے؛ تاکہ ان تمام روایات کا بوداپن ظاہر کیا جائے؛ ان میں وہ روایات بھی ہیں جن میں خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر جرح ہے؛...... امامیہ اثنا عشریہ مذہب کے رئیس اور مؤسس حضرت امام صادق رحمہ اللہ آپ پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''مجھے ابوبکر نے دو بار جنا ہے''۔

امام صادق رحمہ اللہ کا نسب نامہ دو طرح سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے:

۱۔ آپ کی والدہ؛ فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر

۲۔ آپ کی نانی: حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر؛ جو کہ فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر کی والدہ ہیں۔

لیکن عجیب و غریب بات یہ ہے کہ ہمارے راوی - اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے - انہوں نے اس امام سے جو کہ اپنے نانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فخر کرتا ہے؛ بے شمار و لاتعداد ایسی روایات نقل کی ہیں؛ جو اس نانا کی شخصیت کو مجروح بناتی ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اور کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ امام مذکور رحمہ اللہ ایک طرف سے تو اپنے نانا پر فخر کر رہے ہوں؛ اور دوسری طرف ان پر طعنہ زنی بھی کر رہے ہوں؛ بیشک ایسی سوقیانہ باتیں کوئی بازاری اور جاہل قسم کا انسان ہی کر سکتا ہے؛ لیکن ہم اس بات سے اللہ

❶۔ [و قد تقدم فی مؤقف جعفر؛ لانہ رواہ مقرا لہ ولکن علی بن الحسین ھو الذی قالہ۔]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ایک بڑے فقیہ امام؛ اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے متقی سے ایسی باتیں صادر ہوں" ❶۔

چہارم: حضرت جعفر الصادق رحمہ اللہ علیہ کا اپنے گردونواح کے لوگوں سے شکوہ:

أ اس سلسلہ میں وارد نصوص:

جو حضرات حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ علیہ کے اپنے ساتھیوں سے متعلق شکووں سے آگاہ ہیں؛ ان پر اہل بیت نبوت سے متعلق پھیلائی جانے والی ایسی افواہوں کے اسباب منکشف ہو چکے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ علیہ کا کہنا تھا کہ: "ان کے ماننے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو یہود و نصاری سے بھی بدتر ہیں؛ آپ نے اس مذمت سے سوائے ایک شخص کے کسی کو مستثنیٰ نہیں ٹھہرایا۔ آپ تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش آپ کے ساتھیوں میں تین لوگ ایسے ہوتے جن کے ساتھ آپ بات کر سکتے۔ پھر آپ اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ آپ کی باتوں میں ملاوٹ کی جاتی ہے؛ بلکہ آپ سے یہ بھی وارد ہے کہ آیات نفاق شیعہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

آپ سے کثرت روایات کا سبب ان روایتوں پر تجارت کرنا ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے جھوٹی احادیث اس لیے بیان کرتے تھے کہ اس پر لوگوں سے مال وصول کر سکیں۔

آخری بات: عبداللہ بن یعفور؛ جس کی صفائی خود امام صاحب نے پیش کی ہے؛ وہ امام صاحب کی طرف منسوب شیعہ لوگوں کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ ان میں نہ ہی امانت ہے نہ ہی صداقت۔

ذیل میں ان سے منقول روایات کو اجمالی طور پر بیان کیا جارہا ہے:

۱۔ ابوعبداللہ جعفر بن محمد سے روایت ہے؛ فرمایا: "ہم اہل بیت سچے لوگ ہیں؛ لیکن ہم ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہتے جو ہم پر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے لوگوں میں ہماری سچائی بھی ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے سچے لب ولہجہ والے تھے؛ بلکہ کائنات کے تمام لوگوں سے بڑے سچے تھے۔ مگر مسیلمہ کذاب آپ پر جھوٹ بولا کرتا تھا۔ ایسے ہی امیر المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس مخلوق میں سب سے بڑے سچے انسان تھے؛ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے بری کیا تھا۔ مگر عبداللہ بن سبأ آپ پر جھوٹ بولتا؛ اور آپ کی سچائی کو جھٹلانے کے لیے جھوٹ گھڑنے میں لگا رہتا؛ اور آپ پر بہتان تراشی کرتا؛ اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔

ابوعبداللہ حسین بن علی علیہ السلام کو مختار سے آزمایا گیا۔ پھر ابوعبداللہ علیہ السلام حارث شامی اور بنان کا ذکر کیا؛ اور فرمایا: "یہ دونوں حضرت حسین علیہ السلام پر جھوٹ بولا کرتے تھے۔ پھر مغیرہ بن سعید اور بزیغ کا؛ اور سری؛ ابوخطاب؛ معمر؛ بشار الاشعری؛ اور حمزہ یزیدی؛ اور صائد النہدی - یعنی آپ کے ساتھیوں - کا ذکر کیا۔ اور فرمایا:

"ان پر اللہ کی لعنت ہو؛ ہم کبھی ان جھوٹوں سے خالی نہیں رہتے جو ہم پر جھوٹ گھڑتے ہیں؛ یا پھر کمزور اور

---

❶۔[الشیعۃ و التصحیح ۱/ ۵۰۔]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عاجز رائے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر جھوٹے کے شر سے بچالے؛ اوران کو لوہے کا عذاب چکھائے''❶۔

۲۔ ابوبصیر نے کہا ہے:''میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو سنا؛ آپ فرمارہے تھے:''اللہ تعالیٰ اس انسان پر رحم کرے جو ہمیں لوگوں میں محبوب بنائے؛ اور ہمیں ان کے ہاں مبغوض نہ بنائے۔ ہاں اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ہمارے کلام کے محاسن روایت کرتے تو اس کی وجہ سے عزت پاتے۔ اور کوئی ایک ان پر کسی بھی چیز میں کوئی بات کرنے کی ہمت نہ کرسکتا؛ لیکن ان میں سے کوئی ایک ایک بات سنتا ہے تو اس میں دس اپنی طرف سے ملالیتا ہے''❷۔

۳۔ امام جعفر رحمہ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت ہے؛ آپ نے فرمایا:''بیشک جو لوگ اپنے آپ کو شیعیت کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ وہ یہود ونصاریٰ؛ مجوس اور مشرکین سے بھی بدتر ہیں''❸۔

۴۔ یہ بھی روایات میں ہے کہ: حضرت جعفر رحمہ اللہ علیہ کے سامنے کہا گیا کہ: بعض شیعہ اس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہیں:

﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾ [الزخرف ۸۴]

''اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی حکمت وعلم والا ہے''۔

کہا ہے:''اس سے مراد امام ہے''۔ تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا:''اللہ کی قسم ہر گز نہیں؛ اللہ مجھے اور اس کو ایک چھت کے نیچے کبھی بھی جمع نہ کرے؛ یہ لوگ یہود ونصاریٰ؛ مجوس اور مشرکین سے بھی بدتر ہیں''۔

''اللہ کی قسم! انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت میں جیسی کمی کی ہے؛ ایسی کسی چیز میں کمی نہیں کی۔ اللہ کی قسم! اگر میں اس چیز کا اقرار کرلوں جو کچھ میرے متعلق اہل کوفہ کہتے ہیں؛ تو زمین مجھے نگل جائے۔ میں تو صرف ایک غلام بندہ ہوں کسی نفع ونقصان کا کچھ بھی مالک نہیں ہوں''❹۔

۵۔ حضرت جعفر رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں:''اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں جو بھی آیات نازل کی ہیں؛ وہ ان لوگوں پر صادق آتی ہیں جو اپنے آپ کو شیعہ کی طرف منسوب کرتے ہیں''❺۔

۶۔ حضرت جعفر رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں:''اب ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ: ان لوگوں سے بڑا ہمارا کوئی

❶۔ اختيار معرفة الرجال ٢/ ٥٩٣؛ مستدرك الوسائل ٩/ ٩٠؛ البحار ٢/ ٢١٧؛ معجم رجال الحديث ٤/ ٢٠٥؛ أعيان الشيعة ٣/ ٥٦٤؛ ٣/ ٦٠٦۔

❷۔ الكافي ٨/ ١٩٢؛ جامع أحاديث الشيعة للبروجردي ١/ ٢٣٨؛ مستدرك سفينة البحار ص ١٦٦؛ ميزان الحكمة ٢/ ١٥٤٤؛ مكيال المكارم ٢/ ١٢٦۔

❸۔ اختيار معرفة الرجال ٢/ ٥٨٧؛ البحار ٦٥/ ١٦٦؛ دراسات في علم الدراية لعلي أكبر غفاري ١٥٤۔

❹۔ اختيار معرفة الرجال ٢/ ٥٩٠؛ مستدرك الوسائل ٩/ ٩٠؛ البحار ٢٥/ ٢٩٤؛ معجم رجال الحديث ١٥/ ٢٦٢؛ قاموس الرجال ٩/ ٥٩٩۔

❺۔ اختيار معرفة الرجال ٢/ ٥٨٩؛ مستدركات علم رجال الحديث ٣٧٥؛ البحار ٦٥/ ١٦٧؛ معجم رجال الحديث ١٥/ ٢٦٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی دشمن نہیں ہے جو لوگ ہماری محبت کا دعوی کرتے ہیں''❶۔

۷۔ قاسم صیرفی سے روایت ہے؛ کہا: میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا؛ وہ فرماتے تھے: ''کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ میں ان کا امام ہوں؛ اللہ کی قسم میں ان کا امام نہیں؛ ان کو کیا ہو گیا ہے: ان پر اللہ کی لعنت ہو؛ جب کبھی بھی میں اس پر پردہ ڈالتا ہوں؛ یہ اس کو چاک کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بے پردہ کرے۔ میں تو یہی کہتا ہوں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ان کا امام ہوں جو میری اطاعت کریں''❷۔

۸۔ حضرت جعفر رحمہ اللہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! اگر میں تم میں تین ایسے مؤمن لوگ پاؤں جو میری بات کو چھپا سکیں؛ تو میں کبھی بھی ان سے اپنی بات چھپانا حلال نہ سمجھوں''❸۔

۹۔ حضرت جعفر رحمہ اللہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں: ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؛ اور لوگوں کو کیا ہوا جو تم لوگوں کو میرے خلاف ابھارتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ صرف ایک ہی آدمی ہے جو میری اطاعت کرتا ہے اور میری بات سنتا ہے؛ اور وہ ہے عبداللہ بن یعفور؛ بیشک میں نے اسے حکم بھی دیا؛ اور ایک وصیت بھی کی؛ اس نے میرے حکم کی اطاعت کی؛ اور میری بات مان لی''❹۔

۱۰۔ یہ روایت کیا گیا ہے کہ فیض المختار نے ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس ان کے کثرت اختلاف کی شکایت کی۔ اور عرض کی: ''آپ کے شیعہ میں یہ کیسا اختلاف پایا جاتا ہے؛ میں کوفہ میں ان کے حلقوں میں بیٹھتا ہوں تو مجھے ان کی احادیث اور اختلاف میں شک پڑتا ہے''۔ تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے فیض! یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے تم نے بیان کیا۔ بیشک لوگ ہم پر جھوٹ بولنے کے دھنی ہو گئے ہیں۔ اور بیشک میں ان میں سے کسی ایک سے حدیث بیان کرتا ہوں تو وہ ابھی میرے پاس سے اٹھ کر بھی نہیں جاتا کہ اس کی ایسی تأویل کرتا ہے جو ہم ہرگز نہیں کرتے۔ اور وہ ہماری احادیث اس لیے نہیں طلب کرتے کہ ہماری محبت پر اللہ کے ہاں انعام ہے؛ بیشک وہ اس پر دنیا کے طلبگار ہیں؛ اور وہ اس کے بدلہ میں چاہتے ہیں انہیں سردار سمجھا جائے''❺۔

۱۱۔ یحیی بن عبدالحمید الحمانی سے روایت کیا گیا ہے؛ اس نے اپنی کتاب ''إثبات إمامة أمیر المؤمنین علیہ السلام'' میں بیان کیا

❶۔ اختيار معرفة الرجال ٢/ ٥٩٦؛ مستدرك الوسائل ١٢/ ٢٩٣؛ البحار ٢٦/ ٤٥ بلفظ مقارب۔

❷۔ اختيار معرفة الرجال ٢/ ٥٩٠؛ مستدرك الوسائل ١٢/ ٢٩٣؛ جامع أحاديث الشيعة ١٤/ ٥٤٩؛ كتاب الغيبة للنعماني ٤٤ ۔ البحار ٢/ ٨٠؛ معجم رجال الحديث ١٥/ ٢٨ ۔

❸۔ الكافي ٢/ ٢٤٢؛ مختصر بصائر الدرجات ٩٨ ۔ البحار ٦٤/ ١٦٠؛ مستدرك سفينة البحار ٥٨٠۔ ميزان الحكمة ١/ ٥٥١۔

❹۔ اختيار معرفة الرجال ٢/ ٥١٩؛ خاتمة المستدرك ٤/ ٤١٢؛ مشكاة الأنوار لعلي الطبرسي ١٣١؛ معجم رجال الحديث ٨/ ٢٦٢؛ قاموس الرجال ٩/ ٥٩٩ ۔

❺۔ بحار الأنوار ٢/ ٢٤٦؛ جامع احاديث الشيعة ١/ ٢٢٦؛ م فرائد الأصول للأنصاري ١/ ٣٢٥ اختيار معرفة الرجال ١/ ٣٤٧؛ معجم رجال الحديث ٨/ ٢٣٢؛ أعيان الشيعة ٧/ ٤٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آپ نے حضرت شریک رحمہ اللہ سے کہا: ''بیشک کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ جعفر بن محمد حدیث میں ضعیف ہے۔ پھر کہا: ''میں آپ کو قصہ بتاتا ہوں۔ بیشک جعفر بن محمد ایک نیک متقی اور اچھا مسلمان تھا۔ کچھ جاہل لوگ اس کے آس پاس جمع ہو گئے۔ وہی اس کے پاس آتے جاتے۔ اور کہتے : ہم سے جعفر بن محمد نے یہ حدیث بیان کی۔ اور پھر وہ ایسی احادیث بیان کرتے جو ساری کی ساری منکر؛ من گھڑت اور جعفر بن محمد کی زبان پر تراشی ہوئی ہوتیں ؛ وہ اس طرح لوگوں کا مال کھاتے۔ اور ان سے دراہم وصول کرتے۔ اس طرح وہ ہر ایک برائی تراشنے میں پیش پیش ہوتے۔ عوام نے یہ باتیں سن لیں؛ ان میں سے کچھ ان میں پڑ کر ہلاک ہو گئے؛ اور کچھ نے ان روایات کا انکار کر دیا'' ❶۔

۱۲۔ کشی نے زرارہ سے روایت کیا ہے؛ بیشک اس نے کہا ہے: ''جہاں تک جعفر کا تعلق ہے: تو میرے دل میں اس کے متعلق کچھ خیالات ہیں''۔

زرارہ سے اس خبر کے راوی نے یہ علت بیان کی ہے: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ: ''ابو عبداللہ نے اس کی رسوائیوں کو آشکار کیا تھا'' ❷۔

❀ زرارہ کی جرأت و ہمت اتنی بڑھ گئی تھی کہ وہ ابو عبداللہ علیہ السلام کی باتوں کی بھی تکذیب کرتا تھا'' ❸۔

۱۳۔ کشی نے اپنی کتاب الرجال میں زرارہ سے روایت کیا؛ زرارہ کہتا ہے: میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے تشہد کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

میں نے کہا: التحیات و الصلوات بھی تشہد کا حصہ ہے؟

انہوں نے فرمایا: ہاں التحیات و الصلوات بھی اس کا حصہ ہے۔ جب میں ان کے پاس سے نکلا میں نے کہا اگر کل ملاقات ہوئی تو میں یہ مسئلہ پھر پوچھوں گا۔ میں نے اگلے دن تشہد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کل جیسا جواب دیا۔ میں نے کہا: '' التحیات و الصلوات '' بھی؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! '' التحیات و الصلوات '' بھی اس کا حصہ ہے۔ میں نے پھر دل میں سوچا کہ کل پھر یہی سوال کروں گا۔

اگلے دن میں نے پھر یہی سوال کیا تو انہوں نے پھر وہی جواب دیا۔ میں نے پوچھا: '' التحیات و الصلوات

❶۔ اختيار معرفة الرجال ٢/ ٦١٦ بحار الأنوار ٢٥/ ٣٠٢ ؛ معجم رجال الحديث ١٠/ ٢٥ ؛ قاموس الرجال ١٠/ ٢١٢ ۔أعيان الشيعة ٣/ ٦٠٧ ؛ الرسائل الرجالية ٢٨٩۔

❷۔ اختيار معرفة الرجال ١/ ٣٥٦؛ معجم رجال الحديث ٨/ ٢٤٢ ؛ أعيان الشيعة ٧/ ٤٩۔

❸۔ اختيار معرفة الرجال ١/ ٣٧٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

,, بھی پڑھوں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں یہ بھی پڑھا کرو۔ جب میں ان کے پاس سے اٹھا تو میں نے ان کی داڑھی میں گوز مارا (زور سے ہوا خارج کی) اور کہا یہ کبھی فلاح نہیں پائے گا ❶۔''

۱۴۔ زرارہ جان بوجھ کر جھوٹ بولتا تھا؛ اور پھر اس کی نسبت امام کی طرف کرنے پر اصرار کرتا۔ جیسا کہ اس کے متعلق مشہور ہے۔ محمد بن ابی عمیر سے مروی ہے؛ وہ کہتا ہے: ''میں ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس گیا؛ تو انہوں نے پوچھا: زرارہ کو تم نے کس میں حال میں چھوڑا ہے؟ تو میں نے عرض کی: اس حال میں کہ وہ سورج کے غروب ہونے تک عصر کی نماز نہیں پڑھتا''۔ تو فرمایا: ''تو اس کی طرف میرا ایلچی ہے؛ اس سے کہنا کہ: اسی وقت پر نماز پڑھے جس میں میرے اصحاب نماز پڑھتے ہیں؛ بیشک میں جلا جا رہا ہوں''۔ [راوی] کہتا ہے: ''میں نے اس تک یہ بات پہنچائی تو زرارہ کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تم امام پر جھوٹ نہیں بول رہے؛ لیکن مجھے انہوں نے ایک ایسی چیز کا حکم دیا ہے کہ مجھے اس کا چھوڑنا ناپسند ہے'' ❷۔

اس کا خیال تھا کہ اسے جعفر نے ہی حکم دیا ہے کہ سورج غروب ہونے تک عصر کی نماز نہ پڑھے؛ جب کہ امام جعفر اس بہتان سے بالکل بری ہیں۔

۱۵۔ عبداللہ بن یعفور سے روایت ہے؛ وہ کہتا ہے: ''میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے کہا: ''میں لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہوں؛ تو مجھے ان لوگوں پر بہت زیادہ تعجب ہوتا ہے جو آپ سے تو دوستی نہیں رکھتے؛ فلاں اور فلاں سے دوستی رکھتے ہیں؛ حالانکہ وہ امانت دار؛ سچے اور وفادار لوگ ہیں۔ اور جو لوگ آپ سے دوستی رکھتے ہیں نہ ہی ان میں امانت ہے نہ ہی صداقت اور نہ ہی وفاداری'' ❸۔

۱۶۔ روایت کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے ابو عبداللہ سے کہا: ''میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک آدمی جو کہ ہمارے عقیدہ پر ہوتا ہے؛ وہ زبان کا بڑا گندہ خبیث اور خبیث میل جول والا اور بہت کم وعدہ وفا کرنے والا ہوتا ہے؛ تو اس پر میں بہت زیادہ رنجیدہ اور پریشان ہوتا ہوں۔ جب کہ ہم اپنے مخالفین میں سے کسی ایک کو دیکھتے ہیں تو وہ بہترین گفتار والا؛ اچھا ہدایت یافتہ اور وعدہ وفا کرنے والا ہوتا ہے تو مجھے اس پر بہت زیادہ غم ہوتا ہے'' ❹۔

❶۔ رجال الكشي: ۲/ ۱٤٤۔ نمبر: ٦۳۔ ح: ٥٨۔ (زرارة بن أعين)۔ اختيار معرفة الرجال ۱/ ۳۷۹۔ معرفة رجال الحديث ٨/ ۲٤٥۔

❷۔ اختيار معرفة الرجال ۱/ ۳٥٥۔ وسائل الشيعة ۳/ ۱۱۳؛ بحار الأنوار ٨٠/ ٤۱؛ معجم رجال الحديث ٨/ ۲۲٨؛ جواهر الكلام ۷/ ۱٦۳؛ خاتمة المستدرك ٥/ ۱۳۷؛ قاموس الرجال ۹/ ۳٦۔ أعيان الشيعة ۷/ ٥٥؛ تاريخ آل زراره ٦۹۔ جامع أحاديث الشيعة ٤/ ۱٥۹۔

❸۔ الكافي ۱/ ۳۷٥؛ جامع المدارك للخوانساري ٦/ ۱۰۲؛ مستدرك الوسائل ۱٨/ ۱۷٤؛ كتاب الغيبة ص ۱۳۱؛ البحار ٦٥/ ۱۰٤؛ جامع أحاديث الشيعة ۲٦/ ٥۱؛ تفسير العياشي ۱/ ۱۳٨؛ تفسير الصافي ۱/ ۲٨٥؛ تفسير كنز الدقائق ۱/ ٦۱۹۔

❹۔ المحاسن للبرقي ۱/ ۱۳۷؛ بحار الأنوار ٥/ ۲٥۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ب: وقفات: حضرت جعفر رحمہ اللہ علیہ کا اپنے ساتھیوں پر شکوہ؟

[أ۔ اس سلسلہ میں وارد نصوص:]

شیعہ کے ہاں اکثر روایات حضرت امام جعفر الصادق رحمہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہیں۔ اور اہل بیت میں سے یہی وہ شخصیت ہیں جنہیں اپنے ساتھیوں سے بہت زیادہ شکوہ رہا ہے؛ ذیل میں ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

ا۔ حضرت جعفر الصادق رحمہ اللہ علیہ تاکید و تائید کر رہے ہیں کہ اہل بیت ایسے جھوٹوں سے خالی نہیں رہتے جو ان پر جھوٹ باندھتے رہتے ہیں؛ اور پھر ان لوگوں کی ایک پوری جماعت کا تذکرہ کیا جو ان سے پہلے لوگوں پر جھوٹ بولتے رہے ہیں۔ پھر اپنے ساتھیوں میں سے آٹھ ان لوگوں کا ذکر کیا جو ان پر جھوٹ بولتے ہیں؛ پھر ان پر لعنت کی۔

ہم نہیں جانتے کہ ان جھوٹوں نے جو جھوٹ ان حضرات پر بولا اس کی نوعیت کیا تھی؛ اور نہ ہی یہ پتہ ہے کہ انہوں نے اس جھوٹ کے لیے کون سا طریقہ استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے حضرت جعفر رحمہ اللہ علیہ سے وارد ہونے والی ہر ایک روایت احتمالات کا شکار ہو کر رہ گئی۔

ہمیں حضرت جعفر رحمہ اللہ علیہ کی اس بات پر پورا یقین ہے کہ آپ کے ساتھی آپ کے متعلق جھوٹا بولا کرتے تھے؛ لیکن ہمیں اس کا علم نہیں کہ وہ جھوٹ کس نوعیت کا تھا؟ اور کیا اس جھوٹ سے آپ کے ساتھی کسی دوسرے کو دھوکہ دے سکے ہیں یا نہیں؟۔ اور اس کے بعد کا ذکر نہیں ملتا؛ کیا اس کے بعد بھی کوئی جھوٹ ہے؟ اور انہوں نے اپنے ماننے والوں کے لیے کوئی چیز بیان کی ہو؛ تاکہ وہ اس سے بچ کر رہیں۔ جس کی وجہ سے ان سے وارد تمام تر روایات احتمالات کی نظر ہو گئی ہیں۔

۲۔ آپ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ آپ سے روایت کرنے والے جب آپ سے کوئی بات سنتے ہیں تو اس کے ساتھ دس باتیں مزید ملا لیتے ہیں۔ ان زائد ملائی ہوئی باتوں کے متعلق علم نہیں؛ [کہ وہ کون سی ہیں؟] اور نہ ہی ان اشخاص کے متعلق علم ہے جنہوں نے یہ دس باتیں اضافہ کی ہیں؛ جس کی وجہ سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہی روایت مقصود ہو۔ اور آپ کے ساتھیوں میں سے ہر ایک راوی کے متعلق یہ احتمال رہتا ہے کہ شاید وہی مطلوب ہو؛ حتی کہ ان روایات اور راویوں کے خلاف دلیل وارد ہو جائے۔

پس اس صورت میں ان تمام روایات کو قبول کرنے سے توقف کرنا واجب ہو جاتا ہے؛ اور اس احتمال کی وجہ سے کسی ایک راوی کی بھی توثیق نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ یہ احتمال رہے گا کہ شاید یہی وہ روایت ہے جو زیادہ کی گئی ہے؛ اور یہی وہ راوی ہے جو روایات میں اضافہ کرنے والا ہے۔

۳۔ آپ نے شیعہ مذہب کی طرف نسبت کرنے والے لوگوں پر بہت بڑا حکم لگایا ہے؛ آپ کہتے ہیں کہ: یہ لوگ یہود و نصاریٰ؛ مشرکین اور مجوس سے بھی بدتر ہیں۔ اور یہ نہیں بتایا کہ آپ کے متبعین اور اصحاب میں سے کون سے لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو اس حکم میں مراد لیے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے تمام تر راوی تہمت کے دائرہ میں آ جاتے ہیں؛ حتی کہ کسی کے بارے میں نص وارد ہو جو انہیں اس تہمت کے دائرہ سے نکال دے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ساتھی ثقہ نہیں ہیں؛ اس لیے کہ ان میں سے کوئی بھی اس تہمت سے بری نہیں۔

۴۔ آپ اس بات کی بھی تائید و تاکید کرتے ہیں کہ آیات نفاق ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو شیعہ مذہب کی طرف نسبت رکھتے ہیں۔ یہ ایک عام حکم ہے؛ اس سے کوئی بھی شیعہ مستثنیٰ نہیں۔ اس سے یہ طے پاتا ہے کہ شیعہ میں سے کوئی ایک بھی قابل اعتبار نہیں؛ اس لیے کہ ان کے امام نے ان پر منافق ہونے کا حکم لگایا ہے۔

❀ پس جو بھی روایت ان کی سند سے آئے وہ مامون نہیں رہتی۔ اس لیے کہ ہمیں اس راوی کے ایمان کے بارے میں ہی علم نہیں۔ حتی کہ خود جعفر رحمہ اللہ سے کوئی دوسری نص آ جائے جس میں اسے نفاق سے بری کہا گیا ہو؛ تاکہ ہم اس کی روایت کو قبول کر سکیں۔

۵۔ امام جعفر صادق رحمہ اللہ یہ طے کر رہے ہیں کہ لوگوں میں سے اہل بیت کے سب سے بڑے دشمن وہ ہیں جو اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتے ہیں اور اہل بیت کی محبت کا دعوی کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: ''اب ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ: ان لوگوں سے بڑا ہمارا کوئی بھی دشمن نہیں ہے جو لوگ ہماری محبت کا دعوی کرتے ہیں''۔

❀ یہ لوگ جو اہل بیت کی محبت ظاہر کر رہے ہیں؛ امام جعفر انہیں جھٹلا رہے ہیں؛ اور اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ لوگ اہل بیت کے دشمن ہیں جو ان کی محبت کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آ رہے ہیں۔ اور اپنے اصحاب میں سے کسی ایک کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ پس یہی وجہ ہے کہ وہ تمام لوگ جو اہل بیت کو گھیرے ہوئے ہیں وہ خود اہل بیت کی طرف سے اس تہمت کا شکار ہیں کہ وہ لوگوں میں سے اہل بیت کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ پس اس وجہ سے ہم ان میں سے کسی ایک راوی کی روایت اس وقت تک قبول نہیں کر سکتے جب تک دوسری روایت نہ آئے جو اسے اس تہمت سے بری قرار دیتی ہو۔ جب کہ امام صاحب سے کسی ایک کے اس تہمت سے باہر ہونے کی کوئی روایت منقول نہیں۔

۶۔ یہاں سے اس تقیہ کے پلان کا مقصد واضح ہوتا ہے جو اہل بیت کے دشمنان نے گھڑ لیا ہے۔ اہل بیت خود کہتے ہیں کہ یہ لوگ ان کے کلام کی ظاہر سے ہٹ کر تاویل کرتے ہیں۔ اور اس ظاہر کو تقیہ کا نام دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: میں یوں کہتا ہوں؛ تو وہ اس کی تاویل کر کے کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے۔ حالانکہ امام صاحب اسی دین کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں جو اہل سنت کے ساتھ متفق ہے؛ اور یہی حق ہے۔

پھر جو لوگ انہیں گھیرے ہوئے ہیں؛ وہ کہتے ہیں: ''ان کی تصدیق نہ کرو؛ کیونکہ اس سے ظاہر مراد نہیں ہے۔ بیشک آپ کے کلام کا ایک اور معنی بھی ہے جو کہ ظاہر نہیں ہے۔ اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کے ارد گرد کے لوگ روایات کی نسبت کرنے میں امین نہیں ہیں؛ کیونکہ وہ بہت ہی جلد اس کلام کو بدل دیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔ یہاں پر امام جعفر رحمہ اللہ تاکید کے ساتھ بتا رہے ہیں کہ آپ کے تمام ساتھی غیر مامون ہیں۔ اور جن لوگوں پر آپ کو اعتماد ہے ان کی تعداد دو سے زیادہ تک بھی نہیں پہنچتی۔ اگر ان میں تین افراد ثقہ اور مامون پائے جاتے تو آپ ان سے احادیث بیان کرتے۔ بلکہ یہاں پر تاکید و تائید کر رہے ہیں کہ آپ کی بات ماننے والوں میں صرف ایک ہی آدمی ہے؛ اس کا نام ہے عبداللہ بن یعفور؛ اس لیے باقی لوگوں سے حدیث بیان نہیں کی۔ کیونکہ آپ کو مطلوبہ تعداد میسر نہیں آسکی۔ پھر یہ اتنی روایات کہاں سے آگئیں جو امام جعفر کی طرف منسوب ہیں؛ اور ان کا وزن ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہے۔

❀ حالانکہ یہ گواہیاں بھی موجود ہیں کہ شیعہ مصادر میں ان روایات کا وجود اتباع جعفر رحمہ اللہ کی قلت کے باوجود ہے۔ مگر شیعہ میں عجیب قسم کی مبالغہ آرائیاں پائی جاتی ہیں؛ ان کا خیال ہے کہ امام جعفر رحمہ اللہ کے ثقہ شاگردوں کی تعداد چار ہزار ہے۔ تو پھر ان تمام طلباء کی تعداد کیا ہوگی جنہوں نے آپ سے علمی استفادہ کیا ہے؟۔ تو اس صورت میں جب ثقہ راویوں کی یہ تعداد ہے تو مجموعی تعداد تقریباً کم از کم دس ہزار تو ہوگی۔ پس ہم کس کو سچا کہیں؟ کیا ہم امام جعفر رحمہ اللہ کو سچا کہیں یا بعد کے شیعہ کو؟۔ بلا شک وشبہ ہم امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی ہی تصدیق کریں گے۔

۸۔ یہاں سے بدقسمتی کا ایک اور بڑا دروازہ کھلتا ہے؛ کہ امام صاحب کے ایک شاگرد اس کثرت اختلاف اور روایات میں تناقضات سے دل برداشتہ ہو جاتا ہے؛ اور جعفر رحمہ اللہ اس کی بات کو تسلیم کرتے ہیں؛ اور پھر اہل بیت پر جھوٹ تراشے جانے کا سبب بھی واضح کرتے ہیں؛ اس لیے کہ ان لوگوں نے اہل بیت کے نام پر اپنی تجارت جمائی ہوئی ہے۔ اور ان کے نام پر دنیا کے طلبگار بنے بیٹھے ہیں۔ اور جھوٹ بولتے ہیں کہ اہل بیت اوصیاء ہیں؛ اور ہم ان سے قرابت اور تعلق والے ہیں؛ اور انہوں نے ہمیں ان امور کی خبر دی ہے؛ تاکہ لوگ ان کی عزت وتکریم کریں اور ان کی خدمت میں اپنے اموال پیش کریں۔

یہی چیز تھی جس کی تائید امام شریک رحمہ اللہ نے کی ہے؛ کہ: "کچھ جاہل لوگ ان کے آس پاس جمع ہو گئے۔ وہی ان کے پاس آتے جاتے۔ اور کہتے: ہم سے جعفر بن محمد نے یہ حدیث بیان کی۔ اور پھر وہ ایسی احادیث بیان کرتے جو ساری کی ساری منکر؛ من گھڑت اور جعفر بن محمد کی زبان پر تراشی ہوئی ہوتیں؛ وہ اس طرح لوگوں کا مال کھاتے۔ اور ان سے دراہم وصول کرتے"۔

یہ ایک حقیقت ہے؛ وہ لوگ حضرت جعفر پر جھوٹ بول کر ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آپ نے یوں کہا ہے؛ حالانکہ آپ نے کچھ بھی نہیں کہا ہوتا۔ اور جب حضرت جعفر رحمہ اللہ ان کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں تو آپ کے چیلے چانٹے کہتے ہیں: آپ نے تقیہ کر لیا ہے۔ تو پھر ہم جھوٹ اور سچ کو کیسے پہچان سکتے ہیں۔ یہاں سے ہمیں اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ آپ کے پاس آنے جانے والے آپ پر جھوٹ بولا کرتے تھے؛ اور آپ کی طرف منسوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے یوں کہا ہے؛ حالانکہ آپ نے کچھ بھی نہیں کہا ہوتا۔ پس درایں صورت آپ سے وارد کون سی روایات ایسی ہو سکتی ہیں جن کو ہم صحیح کہیں اور کن روایات کو ہم جھوٹ اور دروغ گوئی سے مبرا کہہ سکتے ہیں؟ یہ چیز ان تمام روایات کی تصدیق کرنے میں مانع ہے؛ جو ظاہر کے خلاف ہوں؛ اور پھر تمام شیعہ راویوں پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے؛ جو کہ آپ کی باتوں کے ظاہر کے خلاف چیزیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۹۔ یہ ان لوگوں کی چند مثالیں تھیں جو حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کو گھیرے ہوئے تھے؛ جو شیعہ کے نزدیک حضرت جعفر کے سب سے قریبی لوگ تھے۔ یہ زرارہ ہے جس کے دل میں حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ناپسندیدگی ہے؛ اور وہ آپ کی بات کو جھٹلاتا ہے۔ پھر وہ یہ بھی گمان کرتا ہے کہ اس نے حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی میں گوز ماردی؛ اور یہ بھی کہا کہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ آپ نے اسے حکم دیا ہے کہ سورج غروب ہونے تک عصر کی نماز نہ پڑھے۔

جب ان لوگوں کا یہ حال ہے جن کو اس فرقے کی عوام مقرب اور ثقہ شمار کرتے ہیں؛ تو پھر دوسروں کا کیا حال ہوگا؟ اور کیا ایسے راوی کو دین روایت کرنے میں امانت دار سمجھا جا سکتا ہے؟۔

۱۰۔ آخری بات! یہ اس شخص کی گواہی ہے جو روایات کے مطابق حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے مقربین خاص اور اہل بیت کے موالین میں سے ہے؛ ان میں نہ ہی کوئی امانت ہے؛ نہ ہی صداقت اور نہ ہی وفاداری۔ اور ان میں گندی زبان اور گندی صحبت و معاشرت کے بیوفا لوگ بھی ہیں تو کیا اللہ کے دین میں ان لوگوں کی روایات قبول کی جا سکتی ہیں؟۔

چھٹی شخصیت:

عبداللہ بن الحسن [......تا ۱۴۵ ہجری]۔

عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب؛ ان کی والدہ حضرت فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ عبداللہ کی کنیت ابو محمد تھی۔ محمد بن عمر کہتے ہیں: "عبداللہ بن حسن عبادت گزار لوگوں میں سے تھے۔ آپ کو بہت بڑا شرف اور مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ باہیبت شخصیت اور پر اثر زبان کے مالک تھے"۔ [تاریخ دمشق ۲۷/ ۳۶۹۔]

آپ کی وفات کوفہ میں عید الاضحیٰ کے دن؛ خلیفہ منصور عباسی کی قید میں ہوئی۔ یہ سن ۱۴۵ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ز ے سال تھی"۔[تاريخ دمشق ٢٧/ ٣٨٩۔]

اہل بیت کے دانشمند اور نیک کردار لوگوں میں سے ایک تھے۔ فاسد عقائد کے ابطال میں آپ کے بے شمار اقوال ہیں۔ جن میں آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں خوب مدح سرائی کی ہے۔ ان اقوال میں سے:

اول: خلفاء سے متعلق آپ کا مؤقف

اس سلسلہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے:

۱۔ ابو خالد الاحمر سے روایت ہے؛ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن الحسن سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں؛ اور جو انسان ان کے لیے رحمت کی دعا نہ کرے؛ اس پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے"۔[تاريخ دمشق ٢٧/ ٣٧٣۔]

۲۔ عمار الضبی نے حضرت عبداللہ بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے؛ فرمایا:

"میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی انسان حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہو اور پھر اسے کبھی بھی توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے"۔[تاريخ دمشق ٢٧/ ٣٧٥۔]

۳۔ عمرو بن القاسم سے روایت ہے؛ فرمایا: میں نے عبداللہ الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ فرما رہے تھے:

"اللہ تعالیٰ اس انسان کی توبہ قبول نہیں فرمائیں گے جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر تبرا کرتا ہو۔ یہ دونوں حضرات میرے دل میں رہتے ہیں؛ اور میں ہر وقت ان کے لیے دعا گو رہتا ہوں' اور اس دعا پر اللہ تعالیٰ کی قربت کا طلبگار رہتا ہوں"۔[تاريخ دمشق ٢٧/ ٣٧٤۔]

۴۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ کے غلام حفص بن عمرو حضرت نے عبداللہ بن عبداللہ بن حسن سے روایت کیا ہے؛ فرمایا:

"میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن حسن نے وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ میں نے پوچھا: کیا آپ بھی مسح کرتے ہیں؟ تو فرمایا: "ہاں؛ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسح کیا تھا۔ اور جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حضرت عمر کو واسطہ بنا لیا؛ اس نے بہت پختہ وسیلہ اختیار کر لیا"۔[تاريخ دمشق ٢٧/ ٣٧٥۔]

۵۔ ابو ابراہیم قاسم الاسدی فرماتے ہیں: "میں نے عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی کو دیکھا؛ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ بیان کیا؛ اور اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی اور قمیص تر ہو گئے"۔[أيضاً ٢٧/ ٢٧٦۔]

دوم: دعوئ تقیہ سے متعلق آپ کا مؤقف:

۶۔ حفص بن قیس سے مروی ہے؛ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن الحسن سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسح کیا تھا"۔ میں نے کہا: میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ بھی مسح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں؟ تو فرمایا: ''یہ بات تجھے زیادہ عاجز کرنے والی ہے میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ حضرت عمر نے ایسا کیا تھا؛ اور تم مجھ سے میری رائے دریافت کرتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اور مجھ جیسے زمین بھر کے لوگوں سے افضل تھے''۔ میں نے کہا: اے ابومحمد! بہت سارے لوگ آپ کے بارے میں کہتے ہیں: آپ اس سلسلہ میں تقیہ کر رہے ہیں؟ تو آپ نے مجھ سے فرمایا- ہم اس وقت رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر اور منبر کے درمیان میں تھے-:

''اللہ کی قسم خلوت وجلوت میں میرا یہی قول اور عقیدہ ہے۔ میرے بعد تم کسی کی بات نہ سننا''۔

پھر ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مقہور و مجبور تھے؟ اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کسی چیز کا حکم دیا تھا؛ مگر آپ اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کوتاہی اور گستاخی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ خیال رکھا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کسی بات کا حکم دیا تھا؛ مگر آپ نے وہ حکم نافذ نہیں کیا''۔ [تاریخ دمشق ۲۷/ ۳۷۵۔]

۷۔ ابو خالد الاحمر سے روایت ہے: فرمایا: میں نے عبداللہ بن الحسن سے ان لوگوں کے پیچھے نماز کے متعلق سوال کیا؟ تو آپ نے فرمایا: ''جو کوئی بھی اپنے وقت پر نماز پڑھے؛ اس کے پیچھے نماز پڑھ لو؛ اور جو کوئی وقت پر نماز نہ پڑھے؛ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نہ ہوں''۔

سوم: ائمہ کے پاس علم لدنی ہونے کے دعوی سے متعلق آپ کا موقف

۸۔ سدی سے روایت ہے؛ فرمایا: مجھ سے عبداللہ بن الحسن نے کہا: اے سدی! اپنے ہاں کوفہ میں ہمارے شیعہ کے متعلق ہمیں کچھ بتاؤ؟۔ کہتے ہیں: میں نے کہا: کچھ لوگ اپنے آپ کو آپ لوگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ اور ان کا عقیدہ تناسخ الارواح کا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''اے سدی! وہ کذاب لوگ ہیں۔ نہ ہی وہ ہم میں سے ہیں اور نہ ہی ہم ان میں سے۔

میں نے پھر کہا: ہمارے ہاں کچھ لوگ اپنے آپ کو آپ لوگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے دلوں میں علم ڈال دیا جاتا ہے؟ تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے سدی!۔ نہ ہی وہ ہم میں سے ہیں اور نہ ہی ہم ان میں سے۔ اے سدی! ہم میں سے جو کوئی فقہاء کی مجلسوں میں شرکت کرتا ہے؛ تو وہ علم حاصل کر لیتا ہے؛ اور جو ان کے پاس نہیں جاتا؛ وہ جاہل رہ جاتا ہے''۔

۹۔ عبداللہ بن اسحاق جعفری سے مروی ہے؛ کہتے ہیں: عبداللہ بن الحسن کثرت کے ساتھ ربیعہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے سنتوں کا تذکرہ کیا؛ تو مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا: ''اس سنت پر عمل نہیں رہا''۔ تو حضرت عبداللہ بن الحسن نے فرمایا: ''کیا تم دیکھتے ہو اگر جہلاء کی کثرت ہو جائے؛ اور وہ حکمران بن جائیں تو کیا وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سنت پر حجت ہو سکتے ہیں؟۔ کہا: ''ربیعہ! اس بات کے گواہ رہنا یہ انبیاء کی اولاد کا کلام ہے''۔[سابقہ مرجع ۲۷/ ۳۷۵]

چہارم: اپنے وقت کے شیعہ کے متعلق آپ کا مؤقف

۱۔ سلیمان بن قرم سے مروی ہے؛ کہا: میں نے عبداللہ بن الحسن سے کہا: ''کیا ہمارے اہل قبلہ میں کفار بھی ہیں؟۔ تو آپ نے فرمایا: ''ہاں؛ وہ رافضہ ہیں''۔[سابقہ مرجع ۲۷/ ۳۷۵]

۲۔ فضیل بن مرزوق سے روایت ہے؛ وہ کہتے ہیں: ''میں نے عبداللہ بن الحسن بن الحسن رحمہ اللہ سے سنا؛ وہ ایک رافضی سے فرما رہے تھے: ''اللہ کی قسم! اگر پڑوس کا حق نہ ہوتا؛ تو میں اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے تجھے قتل کر دیتا''۔[سابقہ مرجع ۲۷/ ۳۷۷]

وقفات:

۱۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے متعلق آپ کا مؤقف: ''آپ کا بھی وہی اپنے آباء واجداد والا مؤقف تھا: آپ ان حضرات سے محبت اور دوستی کا اظہار کرتے؛ اور ان کے دشمنوں سے بیزاری ظاہر کرتے۔

۲۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل پیرا رہتے جس کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں۔

۳۔ آپ نے ایک عقلی دلیل بیان کی ہے جو امامت کے دعوی کو باطل ثابت کرتی ہے؛ بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ جس سے بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے امامت کا عہد لیا گیا تھا؛ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کی وجہ سے یہ عہد نہیں نبھایا۔ ایسا کہنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بہت بڑا الزام اور ان کی توہین ہے۔ یہ سب سے واضح عقلی دلیل ہے۔ کیونکہ کسی انسان کو امامت کے منصب کے لیے چن لینا؛ اور پھر اس کا اس منصب کی ادائیگی سے پہلو تہی اختیار کرنا اس کی عاجزی اور کمزوری کی دلیل ہے؛ حاشا وکلا کہ امیر المؤمنین ایسے ہوں۔ اگر آپ کے لیے کوئی عہد لیا گیا ہوتا تو آپ ضرور اسے پورا کرتے۔ جیسا کہ یہ بیان گزر چکا ہے۔

۴۔ پھر حفص ابن قیس اس سائل پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ کیسے ظاہری بات کو رد کرتا ہے۔ اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے''۔

حضرت عبداللہ بن الحسن فرماتے ہیں: ''میرا وہی عقیدہ ہے جس کا میں اظہار کرتا ہوں؛ پس کوئی دوسرا مجھ سے کوئی چیز نہ لے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اصل میں میں اس اپنے اظہار/ ظاہر کے خلاف پر ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں سے ان کی ظاہری بات ہی قبول کی جاتی ہے؛ وہ نہیں مانی جاتی جو دوسرے لوگ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں''۔ تقیہ کا دعوی باطل ہونے کی یہ سب سے بڑی اور واضح دلیل ہے۔

۵۔ پھر آپ اسی چیز کی تائید کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ہر مسلمان؛ اور امت اسلامیہ میں آنے

www.KitaboSunnat.com

والے مسلمان حکمران کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ان سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی؛ نہ گناہ کا صدور ہو سکتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ مجمل طور پر وہ مسلمان ہیں؛ اور کسی بھی مسلمان کے پیچھے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

۶۔ یہاں سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ علم کے میدان میں اہل بیت بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہیں۔ اور جو کوئی علماء کی مجلس میں بیٹھتا ہے؛ اور ان سے علم حال کرتا ہے تو وہ عالم ہے ورنہ نہیں۔ یہ معاملہ انتہائی واضح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ: آپ کثرت کے ساتھ ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن؛ جو کہ ربیعہ الرائے کے نام سے مشہور ہیں-؛ اور مدینہ طیبہ کے اپنے معاصر دوسرے علماء کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی یہ مجالس ایک دوسرے سے استفادہ کے لیے ہوا کرتی تھیں؛ جیسا کہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ ایک دن باہم سنت کا مذاکرہ کرتے۔ یعنی جو احادیث زبانی یاد ہوتیں؛ وہ ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے''۔

۷۔ رافضی گروہ سے متعلق آپ کا مؤقف: یہ [رافضہ] امامیہ گروہ کا پہلا نام ہے؛ یہ لوگ اپنے آپ کو اثنا عشری کہلانے سے پہلے اسی نام سے موسوم کرتے تھے۔ کیونکہ اثنا عشریہ نام تو تیسری صدی ہجری کے بعد رکھا گیا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان آگے آئے گا؛ ان شاء اللہ۔ آپ نے اس گروہ کے ان عقائد اور رسول اللہ ﷺ کے خلفاء کو گالی دینے کی وجہ سے ان پر کفر کا فتوی لگایا ہے۔ اس جلیل قدر امام کی یہ آراء ہیں جو اپنے ماقبل اہل بیت کی آراء سے انتہائی ملتی جلتی ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھا مرحلہ:

من گھڑت روایات [افواہوں] میں کمزوری

[۱۴۸ ہجری تا ۲۶۰ ہجری]

یہ مرحلہ اعتقادی باتوں کے پھیلاؤ کے اعتبار سے کمزوری والا مرحلہ شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس مرحلہ میں کوئی ایسی باتیں ہوتی ہوئی نظر نہیں آتیں۔ شاید اس کے پیچھے یہ دو وجوہات تھیں:

1۔ اہل بیت سے تعلق رکھنے والے وہ افراد جنہیں شیعہ لوگ اپنے امام نہیں مانتے، انہوں نے عباسی حکومت کے خلاف خروج کو اختیار کیا اور ہتھیار اٹھا لیے۔ اس لیے لوگ انہی میں مشغول ہو گئے۔

2۔ بعض دیگر اہل بیت جن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں شیعہ اپنے ائمہ مانتے ہیں، انہوں نے عباسی حکومت سے صلح کو اختیار کیا لیکن خروج اور امامت کی افواہیں ان کے بعض ساتھیوں کی وجہ ان سے منسلک رہیں، جس کی وجہ سے انہیں قید و بند کا سامنا کرنا پڑا۔

اس مرحلہ میں شیعہ ائمہ میں سے پانچ شخصیات تھیں:

موسی بن جعفر	علی بن موسی
محمد بن علی	علی بن محمد
حسن بن علی	

ان پانچوں شخصیات نے صلح صفائی اور حکومتی معاملات سے عدم توجہی کا رویہ اختیار کیا۔ جبکہ اسی وقت ان کے خاندان کے دیگر لوگ حکومت مخالفین شمار ہوتے تھے۔ ان کے اس رویہ نے ان کی طرف امامت کی نسبت میں شکوک وشبہات پیدا کر دیے کیونکہ اگر یہ واقعتاً امامت کے حق دار ہوتے، جس طرح ان کی طرف امامت کی نسبت کی جا رہی تھی تو یہ کبھی بھی ہتھیار اٹھانے اور شیعہ کے اعتقاد کے مطابق اللہ کی طرف سے بخشی ہوئی امامت کے قیام کے لیے جہاد کرنے سے پیچھے نہ رہتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب لوگ شیعہ سے سوال کرتے کہ تمہارے ان اماموں کو کیا ہو گیا ہے کہ نہ کسی برائی کا انکار کرتے ہیں اور نہ خروج کا اعلان کرتے ہیں، حالانکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے امام ہیں۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں ان کے دیگر اہل خاندان جو کہ امام نہیں ہیں، وہ ہتھیار اٹھا کر خروج کا اعلان کیے ہوئے ہیں؟

یہ بڑا پریشان کن سوال تھا۔ اس موقع پر عقیدہ امامت کو رائج کرنے والوں کا حیلہ سامنے آیا کہ ہمارے ائمہ نے دراصل تقیہ کیا تھا۔ تقیہ دین کا ایسا حصہ ہے جسے اپنانا واجب ہے۔ پھر انہوں نے اپنی بات کو پختہ کرنے کے لیے احادیث گھڑیں اور انہیں نبی کریم ﷺ اور اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا اور اس طرح یہ اشکال ختم کرنے کی کوشش کی ہے......!

لیکن اشکال ختم نہیں ہوا کیونکہ پھر دیگر اہل بیت کا کیا معاملہ تھا جو امام نہیں تھے، لیکن انہوں نے ہتھیار اٹھائے اور اصلاح کی کوشش کی جبکہ وہ امام نہیں تھے۔ اور یہ امام تھے اور ان جیسا بہادر اور کوئی تھا ہی نہیں۔

عقیدہ امامت کو رائج کرنے والوں نے انہی روایات کے ذریعہ اپنے لوگوں کو راضی کر لیا کہ اسی تقیہ کے سبب ان کے ائمہ نے حکومت سے اعراض کیا تھا اور ہتھیار نہیں اٹھائے تھے۔ ان لوگوں نے ایسی تاویلات پیش کیں جنہیں عقل تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔

ذیل میں ہم ان ائمہ کا تعارف اور ان کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے، وہ پیش کر رہے ہیں:

پہلی شخصیت: موسیٰ بن جعفر 128ھ 148-183ھ۔

موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوالحسن ہاشمی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ مدینہ میں 128ھ میں پیدا ہوئے۔ دوسرے قول کے مطابق آپ 129ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ اہل بیت میں سے اصلاح اور عبادت کے اعتبار سے بہترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ لیکن علمی طور پر اپنے والد جیسے نہ تھے۔ آپ نے اپنی بیشتر زندگی مدینہ میں گزاری۔ پھر عباسی خلیفہ مہدی آپ کو بغداد لے آیا اور قید کر دیا۔ پھر اس نے ایک خواب دیکھنے کے بعد انہیں اس شرط پر رہا کر دیا کہ یہ کبھی مہدی کے خلاف خروج نہیں کریں گے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔ ایک مرتبہ پھر یہ مدینہ چلے گئے۔ پھر خلیفہ رشید نے انہیں 179ھ یعنی اپنی خلافت کے نویں سال دوبارہ قید کر دیا۔ جیل میں ہی 183ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ [تاریخ بغداد: 13/27، 28]

اول: امام صاحب کا امامت اور اطاعت خلفاء کے متعلق موقف:

1۔ مجھے اس بارے میں موسیٰ بن جعفر سے مروی صرف دو روایتیں ملی ہیں۔ ایک سنی کتب میں ہے؛ اور دوسری شیعہ کتب میں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

۔ کتب اہل سنت میں روایت یوں ہے کہ فضل بن ربیع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب مہدی نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ بن جعفر کو قید کیا تو مہدی نے خواب میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے: اے محمد!

﴿ فهل عسيتم إن توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم ﴾ [محمد: 22]

''تم لوگوں سے کیا بعید ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاتو زمین پر فساد کرنے لگو اور قطع رحمی کرنے لگو''۔

ربیع کہتے ہیں: مہدی نے رات کو ہی مجھے بلا بھیجا۔ میں اس کا بلاوا سن کر ڈر گیا۔ جب اس کے پاس پہنچا تو وہ اسی آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ کہنے لگا: موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لا۔ میں انہیں لے آیا۔ جب ہم دونوں مہدی کے پاس پہنچے تو اس نے اٹھ کر موسیٰ سے معانقہ کیا اور انہیں اپنی ایک جانب بٹھا لیا۔

مہدی کہنے لگا: اے ابوالحسن! میں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ہے، وہ اسی آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔ کیا آپ اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ آپ میرے خلاف یا میری اولاد میں کسی کے خلاف بھی خروج نہیں کریں گے؟

موسیٰ بولے: اللہ کی قسم! میں نے کبھی ایسا کیا ہے، نہ میرا یہ کام ہے۔ مہدی بولا: آپ نے سچ کہا۔ ربیع! انہیں تین ہزار دینار دے دو اور انہیں ان کے اہل خانہ کے پاس مدینہ پہنچا دو۔ ربیع کہتے ہیں: میں نے ان کے لیے رات بھر تیاری کی اور صبح سویرے وہ روانہ ہو گئے اور راستہ بھر وہ رکاوٹوں سے ڈرتے رہے''۔

[تاریخ بغداد: 13/31]

جہاں تک طبری کا تعلق ہے جو بغدادی سے پہلے کے ہیں، وہ یہ قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مہدی نماز پڑھ رہا تھا تو یہ آیت سامنے آ گئی۔ نماز کے بعد اس نے موسیٰ کو بلا بھیجا۔ اور باقی سارا قصہ ویسے ہی ہے جیسے تاریخ بغداد میں بیان ہوا ہے۔ طبری نے خواب کا تذکرہ نہیں کیا۔ [تاریخ الطبری: 6/39]

[مروج الذھب: 3/356 میں] مسعودی کا کہنا ہے کہ خواب رشید نے دیکھا تھا، مہدی نے نہیں۔

2۔ کتبِ شیعہ میں روایت یوں ہے کہ عبداللہ بن ابراہیم جعفری کہتے ہیں: یحییٰ بن عبداللہ بن حسن نے موسیٰ بن جعفر کو خط لکھا: حمد وثنا کے بعد! میں اپنے آپ کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں بھی اسی چیز کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ پہلوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی یہی وصیت ہے؛ اور بعد والوں کو بھی۔ مجھے ایک دیندار معتبر آدمی نے خبر دی ہے کہ تم اپنی امامت کے اظہار کا شوق رکھتے ہو باوجود یہ کہ اللہ نے اپنی مدد کو تم سے روک کر تمہیں ذلیل بنا دیا ہے اور تم نے میری امامت، جو موافق رضائے الٰہی ہے، کی راہ میں رخنہ ڈالا ہے۔ تم نے ہماری امامت کے بارے میں پوشیدہ طور پر اس طرح مخالفت کی ہے جس طرح تم سے پہلے تمہارے باپ نے کی تھی۔ تم ہمیشہ سے اس چیز کے دعویدار ہو جو تمہارے لیے معین نہیں۔ تم نے اپنی آرزوؤں کو اس چیز کے لیے پھیلا رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا نہیں کیں۔ تم خواہشات میں پھنس کر گمراہ ہو گئے اور میں تم کو اس چیز سے ڈراتا ہوں جس سے خود اللہ نے تم کو ڈرایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوالحسن موسیٰ بن جعفر نے جواباً لکھا:

یہ خط موسیٰ بن جعفر اور علی رضا [بحیثیت ولی عہد آپ نے امام رضا کو بھی شامل کرلیا] کی طرف سے، جو خضوع وخشوع اور اطاعت میں برابر کے شریک ہیں، یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کے لیے ہے۔

اما بعد! میں تمہیں اور اپنے نفس کو اللہ سے ڈراتا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک عذاب، سخت عتاب اور اس کے پورے پورے انتقام سے آگاہ کرتا ہوں۔ تمہیں اور اپنے نفس کو وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقویٰ کی جو زینتِ کلام ہے اور نعمتوں کو قائم رکھتا ہے۔ تمہارا خط آیا جس میں تم نے لکھا ہے کہ میں مدعی امامت ہوں اور مجھ سے پہلے میرے باپ یہی دعویٰ کرتے تھے۔ مجھ سے تو دعویٰ نہ سنا ہوگا:

﴿ ستکتب شهادتهم ويسئلون ﴾ [الزخرف: 19]

''ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے باز پرس ہوگی''۔

دنیا کی حرص اور اس کی طلب نے لوگوں کے لیے آخرت کا کوئی مقصد باقی ہی نہیں رکھا۔ دنیا ہی کے اغراض ومقاصد ان کے لیے رہ گئے۔ تم نے لکھا ہے کہ میں لوگوں کو تم سے روک رہا ہوں کہ میری خواہش اس چیز کی طرف ہے جو تمہارے پاس ہے۔ [یعنی مال ومتاع اور حکومت] حالانکہ تمہارے گروہ میں داخل ہونے سے مجھے نہیں روکا، مگر اسی چیز نے جس میں تم پھنسے ہوئے ہو۔

اگر میں اس چیز کی طرف راغب ہوتا تو یہ سنت رسول پر قائم رہنے میں کمزوری ہوتی، نہ کہ برہان الٰہی میں کمی بصیرت کی وجہ سے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مخلوط پیدا کیا ہے۔ جو طبائع میں مختلف ہیں اور عادات میں بیگانہ ہیں۔ (اگر تم مدعی امامت ہو) تو تمہارے علم کی جانچ کے لیے دو لفظوں کے معانی پوچھتا ہوں: تمہارے بدن میں اعتراف کیا ہے؟ اور انسان میں صہلج کیا چیز ہے؟

اس کا جواب دو۔ پھر امر مذکور کے بارے میں لکھنا۔ میں تمہیں خلیفہ کی مخالفت سے بچانا چاہتا ہوں اور تمہیں اس کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی رغبت دلاتا ہوں۔ اور اس سے امان چاہو قبل اس کے کہ تم اس کے پنجہ میں پھنسو اور ہر طرف سے تمہاری گردن میں رسی بندھے اور تم اپنے لیے ہر طرف سے راحت طلب کرو اور کوئی کامیابی حاصل نہ ہو یہاں تک کہ اللہ تم پر اپنا احسان کرے اور خلیفہ کو تم پر مہربان کرے۔ اللہ اس کو باقی رکھے تاکہ تمہیں امان دے، تم پر رحم کرے اور تمہارے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری کا لحاظ کرے۔ [اور یہ آیت لکھ دی]:

﴿قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (۴۷) اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى﴾ [طٰہٰ ۴۷۔۴۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور سلامتی اسی کے لیے ہے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ہم پر یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ عذاب اس کو ہوگا جو (حق کو) جھٹلائے، اور منہ موڑے''۔

جعفری کہتا ہے: حضرت کا یہ خط ہارون کے ہاتھ لگ گیا۔اس نے پڑھ کر کہا: لوگ مجھے موسی بن جعفر کے خلاف اکسا رہے تھے حالانکہ وہ اس تہمت سے بری ہیں جو لوگ ان پر لگا رہے تھے [1]۔

2۔ان روایات پر چند ملاحظات:

۔پہلی روایت کے مطابق خلیفہ مہدی عباسی موسی بن جعفر کو جیل سے نکلواتا ہے اور ان سے عہد لیتا ہے کہ وہ اس کے یا اس کی کسی اولاد کے خلاف خروج نہیں کریں گے۔اس پر موسی بہت عجیب جواب دیتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے کبھی ایسا کیا ہے، نہ ہی میرا یہ کام ہے۔

یہاں دو باتیں ہیں:

الف۔ موسی اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ مہدی یا اس کی کسی اولاد کے خلاف خروج نہیں کریں گے۔

یہ اسی بات کو تقویت دیتا ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ انہیں امامت کا کوئی حق نہیں ہے۔کیونکہ اگر ان کا عقیدہ امامت کا ہوتا تو وہ اس کے قیام کے لیے کوشش کرتے۔شیعہ کے نزدیک تو ان کی امامت اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کردہ تھی۔اور خلافت کا تعلق امامت سے ہے۔اگر خلافت ہی نہیں تھی تو انہوں نے قسم کیسے کھالی کہ وہ ایسا نہیں کریں گے؟

ب۔ خلیفہ کے خلاف خروج نہ تو ان کے دل میں تھا اور نہ انہوں نے اس بارے میں کبھی سوچا تھا۔اگر وہ امامت کے قائل ہوتے تو کم از کم اس سے پہلے تو اس بارے میں ضرور سوچتے۔عبارت بتا رہی ہے کہ انہوں نے ماضی میں اس کے بارے میں سوچا، نہ مستقبل میں سوچیں گے۔اس سے یہی بات پختہ ہو کر سامنے آتی ہے کہ وہ کسی ایسے چھینے ہوئے حق کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے جسے دوبارہ حاصل کرنا ان پر لازم ہو۔

۔ دوسری روایت شیعہ کی قدیم ترین اور ثقہ ترین کتب میں مروی ہے۔اس میں دو خطوط کا تذکرہ ہے:

پہلا خط یحیی بن عبداللہ بن حسین کی طرف سے ہے جس میں وہ موسی بن جعفر اور ان کے والد جعفر پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کا خیال تھا کہ وہ دونوں امامت کے زیادہ حقدار ہیں، حالانکہ امامت ان کا حق نہیں تھی۔ وہ دونوں اس دعوی کے ذریعہ لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے۔یحیی بن عبداللہ موسی بن جعفر کو خود پسندی سے منع کرتا ہے۔

دوسرا خط موسی بن جعفر کی طرف سے جوابی خط ہے جو یحیی کو لکھا گیا۔اس میں کئی باتیں ہیں:

پہلی بات: موسی یہ ذکر کرتے ہیں کہ وہ خود اور ان کے والد اس چیز کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔یہ تو صرف افواہیں تھیں اور یحیی نے انہیں سچا مان لیا، حالانکہ اس نے بذات خود موسی یا ان کے والد سے ایسا دعوی کبھی نہیں سنا۔موسی اسے ایسی چیز کی

[1]۔(الکافی: 1/367 و اصول کافی مترجم: 2/352 351 تھوڑے سے تغیر و تبدل کے ساتھ۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گواہی دینے پر اللہ کا خوف دلاتے ہیں جو اس نے موسیٰ سے یا ان کے والد سے کبھی سنی ہی نہیں۔

اگر وہ دعویٰ صحیح ہوتا اور وہ دونوں اس کے دعویدار ہوتے چاہے یحییٰ کے سامنے یا کسی اور کے سامنے تو موسیٰ کبھی بھی اس کا انکار نہ کرے اور نہ اس کی تصدیق کی ذمہ داری یحییٰ پر ڈالتے۔ کیونکہ حق حق ہی ہوتا ہے چاہے وہ حق کہنے والے سے سنا جائے یا اس کے کسی ساتھی سے۔

دوسری بات: موسیٰ نے یحییٰ سے ایک سوال کیا ہے جس میں دو مسئلے پوچھے ہیں:

- بدن میں عترف؟
- صہلج؟

دراصل اس سوال کا ایسے خط میں آنا جو دھمکی آمیز ہو اور اس میں جھوٹ کا الزام لگایا جا رہا ہے، ایسا دعویٰ کیا جا رہا ہے جو موجود ہی نہیں، جو سادگی پر دلالت کرتا ہے جس دعویٰ سے ہم موسیٰ کو مبرا سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ من گھڑت خط ہے۔ کیونکہ انسانی جسم میں ایسا کوئی عضو نہیں پایا جاتا جس کا نام عترف ہو۔ کتب لغت میں ایسے نام کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ بلکہ ان میں اس لفظ کے ایسے معانی ذکر کیے گئے ہیں جن کا انسان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی بھی لغت کی کتاب میں نہیں لکھا ہوا کہ یہ کسی انسانی عضو کا نام ہے۔

جہاں تک صہلج کی بات ہے تو کتبِ لغت میں تو یہ لفظ ہی موجود نہیں ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کسی زبان کا لفظ ہے۔ پھر اگر اس کا کوئی معنی موجود بھی ہے تو اس خط میں اسے ذکر کرنے کا کیا فائدہ تھا؟ پھر کیا اس لفظ کو جاننے کا امامت سے کوئی تعلق ہے؟

تیسری بات: موسیٰ نے یحییٰ کو اس خط میں خلیفہ کی نافرمانی سے روکا ہے۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کو خلیفہ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں تھا اور دوسرا یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس خلیفہ کی اطاعت فرض تھی۔

اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا کہ وہ خود اللہ عزوجل کی طرف سے مامور کردہ امام ہیں اور خلیفہ ان کی خلافت کا غاصب ہے تو ان کے لیے اسے خلیفہ کے نام سے پکارنا جائز نہیں تھا اور نہ ہی اس کی نافرمانی سے منع کرنا جائز تھا۔

چوتھی بات: موسیٰ اس خط میں یحییٰ کو خلیفہ سے بھلائی کرنے اور اس کی فرمانبرداری اختیار کرنے پر ابھار رہے ہیں۔ بھلائی دراصل انتہائی خیرخواہی کا نام ہے۔ اگر موسیٰ یہ سمجھتے تھے کہ خلیفہ نے ان کی خلافت چھین رکھی ہے تو کیسے انہوں نے اس کی انتہائی خیرخواہی کرنے کا حکم دیا؟

پانچویں بات: موسیٰ نے یحییٰ کو اس بات سے ڈرایا ہے کہ کہیں اسے خلیفہ کے لشکر گھیر نہ لیں اور پھر اسے بھاگنے کی کوئی جگہ میسر نہ آئے، یہاں تک کہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری کا خیال رکھتے ہوئے خود اس پر احسان نہ کر دے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ موسیٰ کے نہاں خانہ دل میں خلیفہ کا انتہائی خوف تھا۔ شیعہ خط سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبکہ ہم اہل سنت موسی کو اس گری پڑی بات سے مبرا سمجھتے ہیں جو صرف کمزور طبع کے لوگوں کے لائق ہے۔ یہ بات ایسے شخص میں کیونکر پائی جاسکتی ہے جسے شیعہ لوگ امام سمجھتے ہیں؟

چھٹی بات: موسی نے اپنے خط میں اس آیت سے استدلال کیا ہے جس میں جھٹلانے اور منہ پھیرنے والے کو عذاب پہنچنے کی بات کی گئی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس سے ان کی مراد مذکورہ بالا بات جھٹلانے والا ہے یا کوئی اور بات؟

لیکن بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد اسی بات کو جھٹلانے والا ہے۔ کیونکہ اسے اس خط میں درج کیا گیا ہے جس میں خلیفہ کی اطاعت کی بات کی گئی ہے۔ یہاں یہ آیت پیش کرنا اس بات کی توثیق کے لیے بہت عمدہ طریقہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ ذکر کیا ہے، وہ سب صحیح ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا عذاب کا مستحق ہے۔

مذکورہ بالا تمام باتیں اس دعوی امامت کو باطل قرار دیتی ہیں جس کا موسی اور ان کے آبا واجداد کے لیے اقرار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ باتیں اس خط میں موجود ہیں جو شیعہ کی صحیح ترین کتاب میں درج ہے۔

دوسری بات: موسی کا دعوی عصمت کے بارے میں موقف:

1۔ اس بارے میں موجود روایات:

حسن بن محمد بن یحیی علوی سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے دادا نے بتایا، وہ کہتا ہے کہ موسی بن جعفر کو ان کی انتہائی عبادت گزاری کی وجہ نیک بندہ کہا جاتا تھا۔ ہمارے ساتھی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور رات کے ابتدائی حصہ میں سجدہ کیا اور سجدہ میں یہ دعا پڑھنی شروع کی:

عظم الذنب عندي فليحسن العفو عندك ، يا أهل التقوى ، ويا أهل المغفرة[1]

''میرے نزدیک گناہ بہت بڑھ چکے ہیں، لہذا آپ کے پاس جو معافی ہے، اس سے کام لیجیے؛ اے تقوی اور مغفرت کے مالک''۔ اور صبح ہونے تک اسی دعا کو دہراتے رہے''۔

صحابہ کے بارے میں ان کا موقف:

- شیخ مفید نے ''موسی بن جعفر کی اولاد کی تعداد اور ان کے چند حالات کا بیان'' کے تحت لکھا ہے: ابوالحسن موسی کے بیٹے اور بیٹیوں کی کل تعداد 37 تھی۔ ان میں علی بن موسی رضا،....، فاطمہ،....، عائشہ، اور ام سلمہ ہیں[2]۔
- ابوالفتح اربلی نے ان میں ابوبکر اور عمر، کے نام بھی بیان کیے ہیں۔ [كشف الغمه: 3/10، ط: دار الأضواء]

2۔ چند ملاحظات:

ا۔ پہلی عبارت میں موسی اپنے گناہ گار ہونے کا اعتراف کر رہے ہیں اور اللہ تعالی سے معافی کے خواستگار ہیں۔

---

[1] [تاريخ بغداد: 13/27]

[2] ۔ [الإرشاد، ص: 302، 303، الفصول المهمة: 242، كشف الغمة: 2/237]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ یہ اعتراف شیعہ کے اپنے ائمہ کے گناہوں سے پاک ہونے کے دعوی کے برخلاف ہے کیونکہ جب معصوم سے کوئی گناہ ہوگا تو وہ اللہ سے معافی کا طالب گار بنے گا۔ حق یہ تھا کہ وہ اپنے اوپر اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کا سوال کرتے، نہ کہ انہیں گناہوں سے پاک کرنے اور خطاؤں سے محفوظ رکھنے کی دعا کرتے۔

۳۔ ان کا اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر اور عمر رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں ان دونوں ہستیوں سے محبت تھی اور وہ ان کی تعظیم کے قائل تھے۔ شیعہ روایات کے برعکس وہ ان کے ظلم وستم اور تکفیر کے ہرگز قائل نہیں تھے۔

شیعہ کے سیدہ عائشہ کے کفر کا قائل ہونے اور ان کے خیال کے مطابق سیدنا علی سے سیدہ عائشہ کی دشمنی جو کہ جنگ کی صورت میں سامنے آئی، کے باوجود، موسی کا اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھنا، جبکہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم سے دشمنی کفر ہے، تو شیعہ کے اعتقاد کے مطابق ایک دوسرے امام معصوم نے اپنی بیٹی کا نام بڑے امام کی دشمن کے نام پر کیسے رکھ دیا؟

❀ درحقیقت موسی کا اپنی بیٹی کا یہ نام رکھنا اسی بات کو پختہ کررہا ہے کہ وہ عقیدہ امامت کے قائل نہیں تھے۔ اور اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ سیدنا علی اور سیدہ عائشہ کے درمیان جو کچھ ہوا، وہ دراصل اجتہادی امور تھے جس پر کفر وایمان کا دارومدار نہیں ہے۔ نہ ہی سیدہ عائشہ کا عمل الوہی امامت کے خلاف خروج تھا۔ وہ تو دراصل بشری امامت کے خلاف تھا جس کے مخالف پر کفر وایمان کا فتوی نہیں دیا جاتا۔ بلکہ اس پر غلطی یا درستی کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اس طرح امامت کا دعوی باطل قرار پاتا ہے۔

اصل میں موسی نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے یہ نام اپنے آباواجداد کے منہج پر چلتے ہوئے رکھے تھے۔ اس سے یہ بات پختہ ہوکر سامنے آتی ہے کہ اہل بیت ان شخصیات کی تعظیم پر متفق تھے اور یہ چیز دعوی امامت کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔

تیسری بات: شیعہ کتب کے مطابق موسی بن جعفر کا اپنے پیروکاروں سے شکوہ:

أ۔ اس بارے میں مروی روایات:

یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ان کے گروہ میں ایک بھی قابل اعتبار اور قابل بھروسہ شخص نہ تھا۔ اگر ان کا امتحان لیا جاتا تو سارے کے سارے مرتد ہوجاتے اور ہزار میں سے ایک بھی قابل اعتماد شخص سامنے نہ آتا۔ بلکہ انہی کی کتابوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ موسی کے قتل کے پیچھے انہی کے پیروکاروں کا ہاتھ تھا۔

- شیعہ مصنفوں نے موسی بن بکر واسطی کی طرف منسوب کیا ہے کہ اس نے کہا: ابوالحسن نے مجھ سے کہا: اگر میں اپنے شیعوں کو دیگر لوگوں سے جدا کروں تو صرف زبانی جمع خرچ کرنے والے ہی ملیں گے۔ اگر ان کی آزمائش کروں تو مرتد ہی ملیں گے۔ اگر انہیں چھلنی سے چھانوں تو ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہیں ملے گا❶۔

۲۔ ان کے ساتھیوں میں سے ہی ایک شخص ان کی قید اور پھر قتل کا باعث بنا تھا۔ اس کا نام ہشام بن حکم تھا۔ رجال کشی

❶۔ (الکافی: 8/228، مزید دیکھیے: میزان الحکمہ: 2/1540، الانتصار للعاملی: 9/234)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا ہے: بلاشبہ ہشام بن حکم خود بھی گمراہ تھا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا تھا۔ ابوالحسن کے قتل میں شریک تھا۔ جبکہ یہی ہشام وہ راوی ہے جس پر شیعہ مذہب کا دارومدار ہے۔ شیعہ کے نزدیک معتبر کتابوں کے مصنفین نے اس سے روایات لی ہیں۔

۳۔ ہشام بن حکم نے اس بات کو پھیلایا کہ عقیدہ امامت کے بارے میں وہ جو کچھ بھی کہتا ہے، وہ دراصل موسیٰ کاظم کے حکم سے کہتا ہے۔ اس نے ان کی نسبت اس قدر پروپیگنڈا کیا کہ مہدی عباسی نے انہیں قید کر دیا۔ پھر انہیں جیل سے نکالا اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ کبھی بھی اس کے یا اس کی اولاد میں سے کسی کے بھی خلاف خروج نہیں کریں گے۔ اس پر موسیٰ نے کہا: اللہ کی قسم! نہ میرا یہ کام ہے اور نہ کبھی میں نے دل میں بھی ایسا سوچا ہے۔❶

❀ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ موسیٰ کاظم پر بادشاہ کے خلاف خروج کی تہمت لگائی گئی تھی جس کی وجہ سے پہلے مہدی نے انہیں قید کیا اور اس کے بعد رشید نے۔ [منهاج السنة: 2/155]

❀ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان کے خلاف خفیہ افواہوں کے پھیلانے میں یہی ہشام بن حکم اور اس کے ساتھی ملوث تھے۔ اسی وجہ سے شیعہ روایات اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ موسیٰ کی قید کا باعث ہشام تھا۔ کیونکہ اس نے ان کی طرف بہت سے اقوال منسوب کر رکھتے تھے اور یہ ان کی طرف سے عقیدہ امامت اور اس کے حق ہونے کے بارے میں بہت سی من گھڑت باتیں پھیلاتا تھا۔ جب ہشام کے واسطہ سے ہارون تک چند باتیں پہنچیں تو اس نے ابوالحسن موسیٰ کو بلا بھیجا اور انہیں قید کر دیا اور اپنے عامل سے کہا: اس کو اور اس کے ساتھیوں کو شکنجہ میں جکڑ دو۔ دیگر اسباب کے علاوہ ان کی قید کا ایک سبب یہ بھی تھا❷۔

شیعہ روایات یہ الزام لگاتی ہیں کہ ہشام ہی موسیٰ کاظم کے قتل میں شریک تھا، جیسا کہ پیچھے حوالہ گزر چکا ہے۔ کیونکہ شیعہ کے مطابق انہیں رشید کے جیل خانہ میں زہر دے کر قتل کیا گیا ہے۔

۴۔ شیعہ روایات کے مطابق ابوالحسن موسیٰ بن جعفر نے ہشام سے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ وہ اس طرح کی باتیں کرنے سے باز آجائے۔ ایک ماہ تو اس نے صبر کیا اور رکا رہا، پھر دوبارہ وہی کام شروع کر دیا۔ تو ابوالحسن نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: کیا کسی مسلمان کے قتل میں شریک ہونا تمہیں پسند ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تو میرے قتل میں کیوں شریک ہوتے ہو؟ اگر تم خاموش نہ ہوئے تو قتل ہی ہوگا۔ لیکن وہ خاموش نہ ہوا حتی کہ ان کے ساتھ جو ہونا تھا، وہ ہوگیا❸۔

❶۔[البدایه والنهایه: 10/197]

❷۔[اختیار معرف الرجال: 2/538، البحار: 48/192، معجم رجال الحدیث: 20/304، قاموس الرجال: 10/526]

❸۔[اختیار معرف الرجال: 2/549، مزید دیکھیے: معجم رجال الحدیث: 20/314، قاموس الرجال: 10/534، 535]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ کتب شیعہ کی روایت کے مطابق ابوالحسن رضا نے کہا: ہشام بن حکم ہی وہ شخص ہے جس نے ابوالحسن کے ساتھ کیا جو کیا۔ اس نے لوگوں سے (جھوٹ) کہا اور انہیں (من گھڑت) خبریں پہنچائیں۔ کیا تمہارے خیال میں اللہ تعالیٰ اس شخص کو بخش دیں گے جس نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا؟ ❶۔

۶۔ قاضی عبدالجبار ہمدانی نے ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے نص کا دعوی کیا اور لوگوں کو ابو بکر، عمر، عثمان اور مہاجرین وانصار [رضی اللہ عنہم اجمعین] پر تبرا کرنے کی جرأت دی، وہ ہشام بن حکم تھا۔ اسی نے یہ طریقہ وضع کیا تھا اور اس کی ابتدا کی تھی۔ اس سے پہلے کسی نے بھی اس نص کا دعوی نہیں کیا تھا۔ [تثبیت دلائل النبوہ: 1/225، شاید کہ نص سے قاضی صاحب کی مراد اہل بیت کے چند افراد ہوں کیونکہ نص تو صرف علی کے بارے تھی جسے ابن سبا نے گھڑا تھا۔]

۷۔ رجال کشی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہشام بن حکم کی مسئلہ امامت کے متعلق سازشوں کا احوال ہارون رشید تک پہنچ گیا تھا۔ جب یحیی بن خالد برمکی نے اسے کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے ہشام کا پتہ چل گیا ہے۔ اس کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں مقرر کردہ ایک ایسا امام موجود ہے جس کی اطاعت فرض ہے، لیکن وہ آپ نہیں ہیں۔ ہارون رشید بولا: سبحان اللہ! واقعی؟ یحیی نے کہا: جی ہاں! بلکہ اس کا تو یہ بھی ماننا ہے کہ اگر وہ امام اسے آپ کے خلاف خروج کا حکم دے، وہ تو خروج کر ڈالے ❷۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون یہ سن کر حیران رہ گیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بہت سنجیدہ معاملہ تھا۔

۸۔ شیعہ کتب انکشاف کرتی ہیں کہ ہشام نے بعض زندیقوں کے ہاں پرورش پائی تھی۔ رجال کشی میں لکھا ہے کہ ہشام ابوشاکر کا غلام تھا اور ابوشاکر زندیق تھا❸۔

ب۔ ان روایات پر چند ملاحظات:

ا۔ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اگر ان کے اردگرد گھومنے والوں کا امتحان لیا جائے تو یہ انکشاف ہوگا وہ سب غیر مسلم ہیں۔ ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہیں نکلے گا۔ سرگوشیاں کرنے والے کی تعداد معلوم نہیں کتنی ہوگی؟ اس سے یہ بات مزید پختہ ہو جاتی ہے کہ اہل بیت ان تاجروں سے کس قدر بیزار تھے جو ان کی طرف سے باتیں گھڑ کر پھیلا رہے تھے۔

---

❶۔[اختیار معرفۃ الرجال: 2/562، مزید دیکھیے: قاموس الرجال: 10/535، معجم رجال الحدیث للخوئی: 20/316، مختصر بصائر الدرجات، ص: 105]

❷۔[اختیار معرفۃ الرجال: 2/534، مزید دیکھیے: البحار: 48/189، مواقف الشیع: 1/347، معجم رجال الحدیث: 20/302، قاموس الرجال: 10/524]

❸۔[اختیار معرف الرجال: 2/561، یہ شخص ابوشاکر دیصانی تھا۔ اسی نے ہشام بن حکم کو گمراہ کیا تھا۔ دیکھیے: الرافعی، تحت رای القرآن، ص: 176، مزید دیکھیے: رجال ابن داؤد، ص: 200، قاموس الرجال: 10/535 517، 11/182، معجم رجال الخوئی: 10/277، 20/299، 314، 21/224]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ان باتیں گھڑنے والوں میں سے بطور مثال ان روایات میں ایک نام ذکر کیا گیا ہے جو موسیٰ بن جعفر کے لیے اذیت کا باعث بنا تھا، حالانکہ انہوں نے اس مفتری کو تکلیف دینے سے روکا بھی تھا، لیکن وہ باز نہ آیا حتیٰ کہ موسیٰ بن جعفر اس کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

۳۔ امامت کا دعویٰ ہارون رشید کے دور تک غیر مانوس تھا۔ اسی لیے تو ہارون سن کر متعجب ہوا کیونکہ اگر یہ دعویٰ اس وقت مشہور و معروف ہوتا تو ہارون کبھی اس طرح تعجب کا اظہار نہ کرتا۔

۴۔ یہ مفتری جس نے موسیٰ بن جعفر کو تکلیف دی اور وہ ان کے قریب اہل بیت کی محبت کا دعویدار ہونے کی وجہ سے قریب رہتا تھا، دراصل زندیقوں کے گھر میں پلا بڑھا تھا۔

۵۔ قاضی عبدالجبار کی رائے میں ہشام بن حکم اور اس کے ساتھی ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے عبداللہ بن سبا کے امیر المؤمنین علی کے متعلق اس نظریہ کو زندہ کیا تھا۔ پھر انہوں نے اسے عمومی حیثیت دے کر اہل بیت کے دیگر چند افراد پر منطبق کر دیا اور اہل بیت کے ساتھ جو کچھ ماضی میں ہوا تھا، اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا، مثلاً: علی اور حسین کی شہادت کی داستانیں گھڑنا شروع کر دیں جس کی وجہ سے لوگوں کے جذبات بھڑک اٹھے اور اس پردہ کی آڑ میں انہوں نے اسلامی حکومت کے خلاف اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے لوگوں کے دل بگاڑ دیے۔

موجودہ دور میں شیعوں کے ایک آیت اللہ عبدالحسین موسوی پر تعجب ہے جو معتبر شیعہ کتبِ رجال کے مطابق ان سارے مصائب کی جڑ ہشام کے بارے میں کہتا ہے: مخالفین نے اس کی طرف جن باتوں کی نسبت کی ہے، ہمارے اسلاف میں سے کسی کو بھی ان میں سے کوئی بات نہیں ملی'' ❶۔

ہمیں تو سمجھ نہیں آ رہی کہ مذکورہ کتب جن میں ہشام کا تذکرہ موجود ہے اور اس پر درج بالا الزامات لگائے ہیں، سنیوں کی کتابیں ہیں یا شیعوں کی؟ اگر وہ شیعہ کتب ہیں تو عبدالحسین اپنی بات میں سچا ہے یا نہیں؟

دراصل عبدالحسین اس کی تعدیل پر حریص ہے کیونکہ یہ ان روایات کو نقل کرنے میں ایک بڑا سہارا ہے جن روایات نے امت کو توڑا ہے۔ حالانکہ اس جیسے شخص کے حالات معلوم ہونے کے بعد اس پر اعتماد کرنا اور اس کی روایات قبول کرنا جائز نہیں۔ عبدالحسین اپنے مذہب کے عقائد اور ان کے راویوں کا دفاع کرتا ہے چاہے باطل ذریعہ سے ہی سہی۔ تمہاری بات مانی جا سکتی تھی اگر تمہاری کتابیں غائب ہی رہتیں۔ لیکن اب تو وہ طبع ہو چکی ہیں اور لوگوں کے مطالعہ میں آ چکی ہیں۔ لہٰذا حقیقت کی اس کڑوی گولی کو نگلنا ہی بہتر ہے۔ پھر اس کا علاج ڈھونڈنا چاہیے، نہ کہ جھوٹ اور انکار پر کمر باندھنی چاہیے۔

❶۔[المراجعات لعبد الحسین الموسوی، ص: 420]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری شخصیت: علی بن موسی

148۔ -183 202ھ

علی بن موسی بن جعفر صادق، ابوالحسن، آپ اہل بیت کے جلیل القدر سردار اور فضیلت مآب فرد تھے۔شیعہ کے نزدیک آپ آٹھویں امام ہیں۔مدینہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔آپ کا رنگ کالا تھا۔آپ کی والدہ ایک حبشن تھیں۔

مامون عباسی کو آپ سے پیار تھا، اس لیے اس نے 201ھ میں آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا اور اپنی بیٹی ام حبیبہ سے آپ کی شادی کر دی۔اس کے علاوہ آپ کے بیٹے محمد بن علی بن موسی سے اپنی دوسری بیٹی ام فضل کی شادی کر دی۔مامون نے آپ کا نام درہم و دینار پر کندہ کروایا۔آپ کی وجہ سے اس نے حکومتی سطح پر عباسیوں کا شعار یعنی کالا رنگ چھوڑ کر اہل بیت کا شعار یعنی سبز رنگ اختیار کر لیا۔[تاریخ الطبری:7/139]

پہلی بات: حضرت ابو بکر اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں علی بن موسی کا نقطہ نظر:

آپ نے اپنی کنیت ابو بکر جبکہ اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا ہوا تھا۔

اصفہانی شیعہ کہتا ہے: آپ کی کنیت ابو بکر تھی۔پھر وہ عیسی بن مہران سے روایت کرتا ہے، اور وہ ابوصلت الہروی سے بیان کرتا ہے کہ اس نے کہا: ایک دن مامون نے مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔میں نے کہا: اس مسئلہ میں ہمارے ابو بکر کا یہ موقف ہے۔عیسی بن مہران کہتا ہے کہ میں نے ابوصلت سے پوچھا: تمہارے ابو بکر کون ہیں؟ اس نے کہا: علی بن موسی رضا۔ابو بکر آپ کی کنیت تھی اور آپ کی والدہ ایک لونڈی تھیں ❶۔

آپ کی کوئی روایت مجھے نہیں ملی۔شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مدینہ میں ہی رہے جو کہ ان من گھڑت باتوں کے مرکز عراق سے کافی دور ہے۔دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مامون نے آپ کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔

آپ کے حالات میں بس یہی ملتا ہے کہ آپ نے اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا۔بلاشبہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک سیدہ عائشہ کے بارے میں کی جانے والی باتیں درست نہیں۔

امام ابن عساکر بغداد کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ابن جریر کے علاوہ کسی اور نے ذکر کیا ہے کہ جب علی رضا فوت ہوئے تو ان کی اولاد میں سے محمد، حسن، جعفر، ابراہیم، حسین اور عائشہ زندہ تھے ❷۔

دوسری بات: علی بن موسی کا اپنے ساتھیوں سے شکوہ:

❶-[مقاتل الطالبیین، ص: 561، 562]

❷-[تاریخ دمشق: 4/142]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیعہ مصنفین علی بن موسی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بنان نامی شخص علی بن حسین پر جھوٹ گھڑا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے لوہے کی گرمی چکھا دی۔ مغیرہ بن سعید نامی شخص ابو جعفر پر جھوٹ بولا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے بھی عذاب کا مزہ چکھایا۔ محمد بن بشیر نامی شخص ابوالحسن موسی پر جھوٹ باندھا کرتا تھا تو اسے بھی یہی سزا ملی۔ ابوالخطاب نامی شخص ابوعبداللہ سے جھوٹی باتیں منسوب کر کے بیان کیا کرتا تھا، اسے بھی اسی سزا سے دوچار ہونا پڑا۔ مجھ پر جھوٹ بولنے والا محمد بن فرات ہے ❶۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علی بن موسی ان لوگوں میں گھرے ہوئے تھے جو اہل بیت پر جھوٹ گھڑا کرتے تھے۔ اس سے اس سازش کا پردہ چاک ہوتا ہے جس نے اہل بیت کو گھیرا ہوا تھا اور اسی کے نتیجہ میں یہ من گھڑت روایات اور باتیں سامنے آئی ہیں۔ اہل بیت میں سے زیادہ تر لوگوں نے یہی شکوہ کیا ہے۔

تیسری شخصیت: محمد بن علی

195ھ = 203- 220ھ

محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، آپ مدینہ میں 195ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوجعفر تھی۔

مامون نے اپنی بیٹی ام فضل کی آپ سے شادی کی۔ رخصتی 215ھ میں بغداد میں ہوئی۔ ایام حج میں وہ اپنے اہل وعیال سمیت بغداد سے نکلے اور مکہ پہنچے، پھر مدینہ میں اپنے گھر تشریف لے گئے اور انہیں وہیں ٹھہرایا۔

220ھ میں بغداد میں آپ فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال اور کچھ ماہ تھی ❷۔

ان سے اس طرح کی من گھڑت باتیں منسوب نہیں ہیں۔ جس سے یہ بات پختہ طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ان کے زمانہ میں اس طرح کی من گھڑت باتوں کی نشر و اشاعت کمزور پڑ گئی تھی کیونکہ مامون کے زمانہ میں ان کے والد کو قبولیت عامہ حاصل ہو گئی تھی۔

---

❶۔[اختیار معرفة الرجال: 2/591، مزید دیکھیے: معجم رجال الحدیث: 15/262، 263، قاموس الرجال: 9/600، أعیان الشیع: 3/606، مسند الإمام الرضا: 2/446]

❷۔[تاریخ الطبری: 7/190، سمط النجوم العوالی: 2/352]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھی شخصیت: علی بن محمد

[214ھ 220 جواب 254ھ

علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر۔ 214ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور 254ھ میں سر من رای میں فوت ہوئے اور وہیں اپنے گھر میں دفن ہوئے۔

جب متوکل کے پاس ان کی بہت زیادہ بدگوئی کی گئی تو اس نے انہیں مدینہ سے بلوایا جو کہ ان کی جائے ولادت تھی۔ اور انہیں سر من رای میں ٹھہرایا جسے عسکر کہا جاتا تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ جب معتصم نے اس شہر کو بنایا تھا تو اپنے لشکر سمیت یہاں منتقل ہو گیا تھا تو اسے عسکر کہا جانے لگا۔ اسی وجہ سے مذکور ابوالحسن کو عسکری کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اسی شہر کی طرف منسوب تھے۔ یہاں پر آپ بیس سال اور نو ماہ رہے۔ یہیں پر 254ھ میں آپ فوت ہوئے۔ اور اپنے گھر میں ہی دفن ہوئے"❶۔

آپ نے اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا۔ مفید نامی شیعہ مصنف لکھتا ہے: ابوالحسن کا انتقال رجب 254ھ میں ہوا اور آپ سر من رای (سامراء) میں اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد میں ابومحمد حسن نامی ایک بیٹا .... اور عائشہ نامی ایک بیٹی تھی❷۔

اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھنا دراصل سیدہ عائشہ کی تعظیم اور ان سے محبت کی دلیل ہے، وگرنہ وہ کبھی بھی اپنی بیٹی کا نام عائشہ نہ رکھتے۔

پانچویں شخصیت: حسن بن علی عسکری

(232- 254 جواب 260ھ

حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوالحسن ہاشمی، آپ کی والدہ ایک لونڈی تھیں جن کا نام سوسن تھا۔

❶-[وفیات الاعیان: 3/272، تاریخ بغداد: 12/56، سمط النجوم: 2/352]
❷-[کشف الغمہ، ص: 334، الفصول المهمہ، ص: 283]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کا لقب بھی عسکری ہے۔ بلکہ بعد میں آپ ہی اس لقب سے مشہور ہوئے ہیں۔آپ مدینہ میں 231ھ یا 232ھ میں پیدا ہوئے۔معتمد کی خلافت کی ابتدا میں 260ھ میں سر من رائی (سامراء) میں آپ نے وفات پائی۔اس وقت آپ کی عمر 28 سال تھی۔[سمط النجوم: 2/352]

آپ ساری زندگی بے اولاد رہے۔ پھر جس وقت آپ کی وفات ہوئی، اس وقت آپ کے پسماندگان میں کوئی اولاد نہیں تھی۔لیکن شیعہ کا دعوی ہے کہ آپ کا ایک بیٹا تھا۔کتب احادیث میں آپ سے کوئی روایت منقول نہیں ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ اس مرحلہ میں شیعیت مرجھانا شروع ہوچکی تھی۔

نوبختی اور قمی نے ذکر کیا ہے کہ 260ھ میں حسن کی وفات کے بعد آپ کا کوئی جانشین نہیں تھا اور نہ کوئی ظاہری بیٹا تھا۔اس لیے ان کی میراث ان کے بھائی جعفر اور ان کی والدہ کے حصہ میں آئی ❶۔

شیعہ مصنف مسعودی لکھتا ہے: 260ھ میں معتمد کی خلافت کے دوران ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا انتقال ہوا۔اس وقت آپ کی عمر 29 سال تھی۔امامیہ میں سے قطعیہ کے نزدیک یہ مہدی منتظر اور بارہویں امام کے والد تھے۔قطعیہ سے جمہور شیعہ مراد ہیں۔

حسن بن علی کی وفات کے بعد شیعہ کے آل نبی سے ظاہر ہونے والے منتظر کے بارے میں جھگڑا ہو گیا اور وہ بیس فرقوں میں بٹ گئے۔ان میں سے ہر گروہ کی دلیل ہم اپنی کتاب سر الحیا اور المقالات فی صول الدیانات میں ذکر کر چکے ہیں۔اسی طرح ان کا بارہویں امام کے غائب ہونے وغیرہ جیسے موقف بھی بیان کر چکے ہیں ❷۔

امام عسکری کا اپنے پیروکاروں میں سے ایک بچے سے خط وکتابت کرنا اور اپنی مہر اس کے حوالہ کرنا:

کتب شیعہ میں اس امام کی طرف منسوب ایک عجیب وغریب روایت ملتی ہے۔اس روایت کے مطابق امام عسکری کے معاصر بچوں میں سے ایک بچہ علی بن حسین بن بابویہ قمی تھا جو شیعہ کے نزدیک الصدوق الاب سچا باپ کے لقب سے معروف ہے۔اس کی وفات 329ھ میں ہوئی یعنی حسن عسکری کے وفات کے ستر سال بعد۔یہ بچہ حسن عسکری کی زندگی میں پانچ سال کا تھا یا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔اس روایت کے مطابق حسن عسکری نے اس بچے کو خط لکھا جس میں امام عسکری اس بچے یعنی قمی کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ان کا استاد ہے اور اسی پر ان کا اعتماد اور بھروسا ہے......"۔

شیخ نوری اپنی کتاب مستدرک الوسائل میں اس بچے قمی کو متعارف کرواتے ہوئے کہتا ہے: قدیم شیخ اور پہاڑوں جیسے بلند ابوالحسن علی بن حسین بن بابویہ قمی، عالم، فقیہ، جلیل القدر محدث، صاحب بلند وبالا مقام ودرجات، ان درجات کا پتہ امام عسکری کی ان سے خط وکتابت اور اپنی مہر ان کے حوالہ کردینے سے ہوتا ہے۔یہ گیارہویں امام حسن عسکری سلام اللہ علیہ

❶۔[المقالات والفِرق، ص: 102، فِرق الشیع، ص: 96]
❷۔[مروج الذهب: 2/124]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے معاصرین میں سے ہیں۔ کیونکہ امام صاحب نے اپنی مہر شریف ان کے حوالہ کی تھی۔ ان کے فخر وناز اور عزت وشرف کے لیے یہی بات کافی ہے کہ ایک معصوم امام نے ان واضح قدسی الفاظ سے ان سے خطاب کیا جو صدوق اول کی عظمت اور بلند مقام ومرتبہ بیان کرتے ہیں۔ خط کے الفاظ یہ ہیں:

''اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ بہترین انجام متقین، جنت موحدین اور جہنم ملحدین کے لیے مخصوص ہے اور ظالموں کے علاوہ کسی پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔ بہترین تخلیق کار اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اللہ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول اس کی مخلوق میں سے بہترین بندے محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی پاکیزہ اولاد پر ہو۔ اس حمد وثنا کے بعد!

اے میرے استاد محترم اور لائق اعتماد ہستی یعنی ابوالحسن علی بن حسین قمی! میں آپ کو اللہ تعالی کے تقوی، نماز کے قیام اور زکواۃ کی ادائیگی کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالی آپ کو اپنے پسندیدہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمت سے آپ کی اولاد کو نیک اور صالح بنائے۔

آپ میری وصیت پر عمل کریں اور میرے تمام شیعہ کو اسی کا حکم دیں تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔ آپ پر صبر کرنا اور کشادگی کا انتظار کرنا لازم ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی ہے: میری امت کے بہترین اعمال میں سے ایک عمل کشادگی کا انتظار ہے۔ ہمارے شیعہ ہمیشہ رنج والم اور غم میں رہیں گے یہاں تک کہ میرا وہ بیٹا ظاہر ہوگا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی تھی کہ وہ زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وزیادتی سے بھری ہوئی ہوگی۔ اس لیے میرے شیخ! صبر کیجیے اور میرے تمام شیعہ کو صبر کی تلقین کیجیے۔ کیونکہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، اس کا وارث بناتا ہے۔ بہترین انجام تو متقین کا ہی ہے۔ آپ پر اور ہمارے تمام شیعہ پر اللہ تعالی کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکتوں کا نزول ہو۔ ہمارے لیے اللہ کافی ہے۔ وہ بہترین کارساز، بہترین مالک اور بہترین مددگار ہے''[1]۔

چند ملاحظات:

1۔ حسن عسکری تقریباً تیس سال زندہ رہے اور تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر شیعہ گمان کے مطابق ان کی زندگی کے آخری لمحہ میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کی اور کوئی مثال ہمیں تاریخ میں نہیں ملتی۔

[1]-[روضات الجنات: 6 .4/273، مستدرك الوسائل: 3/527، ایك حصه المناقب لابن شهر آشوب: 4/425 میں ہے۔ پھر اسی کے حوالے سے البحار: 50/317 اور مجالس المؤمنين للقاضي نور الله الشوشتري: 1/453 میں ہے۔ اس کے حوالے سے رياض العلما: 4/7 اور روضات الجنات: 4/273 میں احتجاج وغیرہ کے حوالے سے ہے۔ اسی طرح لؤلؤة البحرين، ص: 438، مكاتيب الأئمة: 2/265 اور النوار البھی میں بھی ہے۔]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچہ پیدا ہوا، پروان چڑھنا شروع ہوا اور چالیس دنوں میں آدمی بن گیا اور پھر غائب ہوگیا۔ جس کا پتہ صرف ایک عورت کو چلا۔ شیعی روایات یہی کچھ بیان کرتی ہیں اور شیعہ عقلیں اس پروپیگنڈہ کو قبول کرتی ہیں اور اسی پر اپنے دین کی بنیاد قائم کرتی ہیں اور پھر اسی دین کی بنیاد پر پوری امت مسلمہ سے دشمنی کرتی ہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ رب العالمین اپنے دین کو اس طرح کھیل کود بنا کر رکھ دے کہ امام کی بیوی یا لونڈی اندھیرے میں بچہ کو جنم دے اور یہ مادر زاد امام اندھیروں میں ہی چھپ جائے اور پھر اللہ تعالیٰ ساری انسانیت کا اس امام کی وجہ سے محاسبہ کرے؟ کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اس بچہ کی ولادت کے اعلان سے عاجز آ گیا تھا؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ جس نے فرعون کے گھر میں موسیٰ کی پرورش کروائی، اس بچہ کی حفاظت سے عاجز آ گیا تھا؟ یقیناً نہیں! میرے رب! تو ان نقائص اور عیوب سے پاک ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں نے تیری ایسے قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا۔

2۔ پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس امام کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ اس نابالغ اور ہر چیز سے ناواقف بچہ کے سامنے اس طرح عاجزی کا اظہار کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے نائب اور امام اس بچہ کو ان شاندار اوصاف سے متصف کر رہے تھے؟ کیا امام کے سارے پیروکار اسی کے شاگرد اور اس کے علم کے خوشہ چین اور اس کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے والے نہیں ہوتے؟ ایک امام اپنے پیروکار کا شاگرد کیسے بن گیا اور وہ بھی نابالغ بچے کا؟

عقلیں عطا کرنے والا ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک ہے۔ جھوٹ گھڑنے والے پر اتنا تعجب نہیں ہے جتنا ان شیعہ علما پر تعجب ہے جو اس طرح کی من گھڑت روایات کو بھی قبول کر لیتے ہیں جن کا جھوٹ ہونا ابتدائی درجہ کے طلبا پر بھی مخفی نہیں ہوتا۔ لیکن دراصل ان روایات کو قبول کرنے سے اصل مقصد مہدی کی ولادت اور اس کے غائب ہونے ثبوت مہیا کرنا ہے، اگرچہ زندہ امام کی پگڑی اچھل جائے۔

پھر ذرا اس قمی کی تعظیم میں مبالغہ آرائی دیکھیں جو اس جھوٹے پروپیگنڈے کا ماسٹر مائنڈ ہے، جس نے مہدی کی ولادت اور غائب ہونے کے بارے میں جھوٹی روایات گھڑیں، حتیٰ کہ ان دونوں باتوں کو مان لیا گیا کیونکہ گیارہواں امام خود اس کے حضور عاجزی اختیار کرتا تھا۔ پھر علماءِ شیعہ نے اسے صدوق بہت سچا کا لقب دیا کیونکہ اس کی ان گھڑی ہوئی باتوں کو قبولیت حاصل ہو چکی تھی جنہیں ابتدائی شیعہ جانتے تک نہیں تھے۔ اس لقب کا تعلق ان امور سے ہے جن میں چیزوں کو ان کے مزاج سے الٹ نام دیے جاتے ہیں۔

جیسا کہ ایک شیعہ محقق آج اس بات کو ثابت کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی اس کا تذکرہ بھی آ رہا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم من گھڑت خبروں کے پھیلاؤ والے مرحلہ سے گزر کر شیعہ کے اپنے عقیدہ سے ملحق ابہام کی وجہ سے حیران پریشان ہونے اور مختلف فرقوں میں بٹنے والے مرحلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا زمانہ

[حیرانگی اور تفرقہ بازی کا زمانہ] (۲۶۰ ہجری تا ۱۳۸۱ ہجری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہید

یہ وہ زمانہ ہے جب شیعہ مذہب انتہائی حیرانی اور سرگردانی کا شکار رہا۔اس کی وجہ ان کے آخری امام ظاہر کی موت تھی۔اوراس امام نے اپنے پیچھے کوئی ظاہری اولادنہیں چھوڑی تھی جوشیعہ مذہب کے مطابق اس امام کی جانشین بنتی۔اس وجہ سے اس طائفہ کے ماننے والے اختلاف اورتفرقہ بازی کا شکار ہو گئے۔

اس دور میں سرگردانی اور حیرانگی میں مبتلا کرنے والے دو اہم کام ہوئے:

ا۔نسل منقطع ہونے کی سرگردانی۔یہ مصیبت تمام شیعہ کے لیے عام تھی۔

۲۔دوسری سرگردانی اثنا عشریہ گروہ کے ساتھ خاص تھی؛ جو کہ ان کے مہدی اوراس کی غیبوبت سے متعلق تھی۔

بہت سارے وہ علمائے شیعہ جو اس زمانہ میں موجود تھے؛یا انہوں نے اس کا قریبی زمانہ پایا ہے؛ وہ اس حیرت و سرگردانی کا بطور خاص شکار بنے۔ان میں سے ہم صرف چھ علماء کے ذکر پر اکتفاء کریں گے۔

1۔نوبختی (310ہجری)

2۔سعد القمی (301ہجری)

3۔المسعودی (346ہجری)

4۔النعمانی (چوتھی صدی ہجری کے شروع میں اس کی وفات ہوئی)

5۔ابن بابویہ قمی (381ہجری)

6۔الطوسی (460ہجری)

ہم عسکری کی تاریخ وفات پر اعتماد کرتے ہوئے ان مذکورہ بالا علماء شیعہ کے کلام کا کچھ حصہ یہاں پر ذکر کرنے پر کفایت کریں گے۔اس تاریخ سے ان کی سرگردانی اور تفرقہ کی ابتداء ہوتی ہے جو کہ ابن بابویہ قمی کی تاریخ وفات پر ختم ہوتی ہے۔کیونکہ اس کا سبب یہ تھا کہ امام عسکری کی وفات کسی ظاہری اولاد کے بغیر ہوگئی۔ہماری معلومات کے مطابق اس بارے میں سب سے آخری گواہی ابن بابویہ قمی کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی حیرانگی/ دوسرا زمانہ

[شیعہ امامیہ کی حیرانگی اور تفرقہ بازی کا پہلا دور] (۲۶۰ ہجری تا ۳۸۱ ہجری)

اول: شیعہ امامیہ کی حیرانگی

شیعہ اس بات کا اعتقاد رکھتے تھے کہ امام کی نسل قیامت تک باقی رہے گی۔ اور ان کی موجودگی میں نسل ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ اس کی وجہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے امامت کو ان کے ساتھ معلق رکھا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ امام کی نسل قیامت قائم ہونے تک باقی رہے۔ کیونکہ ایسا ممکن نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ امامت کسی ایسے گھرانے میں رکھیں جس کی نسل ہی بعد میں ختم کردی جائے۔

لیکن حسن عسکری کی وفات بغیر کسی ظاہری اولاد کے ہوگئی۔ پس شیعہ امامیہ ایسی حیرت میں مبتلا ہوگئے جس نے ان کے عقائد کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کردیا؛ ان کی جماعت کا شیرازہ بکھر گیا؛ اور احوال میں اضطراب و بے چینی پھیل گئی۔ اس امر کی گواہی خود اس دور کے شیعہ علماء نے دی ہے۔ اس کے بعد شیعہ امامیہ چودہ سے زیادہ گروہوں میں بٹ گئے۔

جہاں تک شیعہ کے عقیدہ استمرارِ امامت کا تعلق ہے؛ تو وہ ان کے معاصر علماء کے کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ ذیل میں ان میں سے چند علماء کے کلام کو بطور نمونہ و مثال کے پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔ معاصر شیعہ عالم: محدث حسین مدرسی طباطبائی: بارہ خلفاء کی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے: پہلے دور کے شیعہ اس کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ قیامت تک امامت کے مستمر رہنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس نے یہ قول بھی ذکر کیا ہے کہ: ''عموماً شیعہ کا عقیدہ یہی تھا۔ کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ امامت کا سلسلہ دنیا ختم ہونے تک چلتا رہے گا۔ اور ان کی توقع یہ تھی کہ ائمہ کی تعداد کہیں اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہوگی۔

[اس کی پوری بحث عصر ثالث؛ مرحلہ اولی کے مسلک ثانی میں آئے گی۔ ان شاء اللہ]

یہ شیعہ محدث اس بات کی تائید کرتا ہے کہ امامیہ کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ ائمہ کی تعداد کسی متعین عدد میں محصور ہے۔ اور نہ ہی اس حدیث پر کچھ کلام کیا جاتا تھا جس میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے؛ اور اسے اہل سنت بڑے اہتمام سے نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس لیے کہ اس حدیث میں امامت کے متعلق کوئی بات ہی نہیں ہورہی ہے؛ یہاں پر تو خلافت کی بات ہورہی ہے۔ اور پھر یہ کہ اس میں خلفاء کی ایک متعین تعداد کا بیان ہے؛ جب کہ قدیم شیعہ ائمہ کی محدود تعداد پر ایمان نہیں رکھتے تھے: اس لیے انہوں نے اس روایت کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن جب حسن کا انتقال بغیر اولاد کے ہوگیا؛ تو انہوں نے ایک اور لڑکا ہونے کا اعلان کر دیا تا کہ اس تعداد کو مکمل کیا جا سکے۔ اور پھر ایسی احادیث کو لوگوں میں مشہور کرنے لگے۔ یہ خود اس شیعہ محدث کی گواہی ہے۔ پھر اس کے بعد تاریخ سے شہادت پیش کرنے لگے۔ مؤرخین بالخصوص شیعہ مؤرخین نے تیسری صدی ہجری سے پہلے مطلق طور پر ایسی کوئی بات ذکر تک نہیں کی۔ اور ایسی کوئی بھی بات اس سے پہلے نہ ہی کسی سنی کی کتاب میں پائی جاتی ہے؛ اور نہ ہی شیعہ اثنا عشریہ کی کسی کتاب میں۔ اس وقت میں ان لوگوں کو اہل سنت والجماعت شیعہ امامیہ کہہ کر پکارتے تھے؛ جیسا کہ خود بھی یہ لوگ اپنے آپ کو یہی نام دیا کرتے تھے۔

۲۔ ایک معاصر شیعہ محقق و بحث نگار اور عالم احمد الکاتب شیعہ کے امام غائب کی کہانی پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:

''گیارھویں امام کی وفات تک شیعہ کے ہاں یہ عقیدہ نہیں تھا کہ امامت کا سلسلہ منقطع ہوگا؛ اس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ شیعہ ہرگز یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ امامت بارہ کی تعداد میں محصور ہے۔ سن دو سو ساٹھ ہجری میں سامراء میں گیارہویں امام کی غیر اعلانیہ؛ بغیر وصیت اور بغیر اولاد کے وفات نے شیعہ موسویہ امامیہ کو ایک اور بڑے حادثہ کے سامنے لا کھڑا کیا؛ اور ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ جب کہ شیعہ امامیہ موسویہ کا عقیدہ تھا کہ امامت الٰہی ضروری طور پر قیامت تک جاری رہے گی'' [1]۔

دوم: شیعہ امامیہ میں تفرقہ بازی

أ۔ جو کچھ اس بارے میں وارد ہوا ہے:

حسن عسکری کی موت کے بعد شیعہ امامیہ چودہ سے زیادہ گروہوں میں بٹ گئے۔ جیسا کہ خود شیعہ علماء نے بھی ذکر کیا ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے جن تین شیعہ علماء نے اس تفرقہ بازی کو خوب اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں: نوبختی؛ قمی؛ اور مسعودی۔ ان میں سے ہر ایک مؤرخ نے اس تفرقہ کا ذکر کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حق کے طلبگاروں کے لیے اس تفرقہ بازی کے واضح دلائل موجود ہیں۔ اور یہ بھی کہ ان میں سے ہر ایک امام کی متعین امامت پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔

حسن عسکری کے شیعان کی تعداد چودہ فرقوں تک جا پہنچتی ہے؛ جیسا کہ نوبختی نے کہا ہے۔ یا پھر پندرہ فرقے بن گئے تھے جیسے قمی نے کہا ہے۔ ان دونوں کا تعلق شیعہ امامیہ سے ہے؛ اور ان کا زمانہ بھی تیسری صدی ہجری کے ان واقعات کا زمانہ ہے۔ [فرق شیعہ ص ۹۶۔ المقالات والفرق ص ۱۰۶]

بلکہ شیعہ مؤرخ مسعودی نے ان فرقوں کی تعداد بیس تک بیان کی ہے۔ [مروج الذہب ۴/۱۹]

یہاں پر ہم نوبختی کی عبارتوں کا خلاصہ پیش کریں گے جو کہ قمی کی عبارتوں کے ساتھ بہت معمولی سے اختلاف رکھتی ہیں۔

---

[1]۔ [التطور الفكر السياسي الشيعي من الشورى إلى ولاية الفقيه ص ١١٤]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوبختی حسن عسکری کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے: ''ان کے ساتھی کئی فرقوں میں بٹ گئے:

پہلا فرقہ: ان کا عقیدہ ہے کہ: حسن عسکری زندہ ہے وہ مرا نہیں۔ وہ غائب ہوگیا ہے؛ اور وہی قائم ہے۔ اس کے لیے مرنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ اس کی کوئی ظاہری اولاد نہیں۔ اور اس لیے کہ زمین امام سے خالی نہیں ہو سکتی۔

دوسرا فرقہ: ان کا عقیدہ ہے کہ: حسن بن علی تو مر گیا ہے؛ مگر مرنے کے بعد بھی وہ زندہ ہے۔ اور قائم مہدی وہی ہے۔ بیشک ہم قائم کا معنی پہلے بیان کر چکے ہیں۔ قائم اسے کہتے ہیں جو موت کے بعد اٹھ کھڑا ہو۔ وہ قائم ہو اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اس لیے کہ امامت تو اس کی اولاد کے لیے ثابت ہوتی تھی۔ اور آپ نے کسی کے لیے وصیت نہیں کی؛ اب اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہ گیا کہ آپ ہی قائم ہیں۔

تیسرا فرقہ: یہ کہتے ہیں: حسن بن علی کی وفات ہو چکی ہے؛ اور اس کے بعد امام اس کا بھائی جعفر بنا ہے۔ جس کی خود حسن نے وصیت بھی کی تھی۔ اور جن لوگوں نے جعفر کی امامت کو تقویت پہنچائی اور لوگوں کو اس طرف مائل کیا؛ ان میں سے ایک علی بن طاہر الخراز بھی ہے۔ یہ ایک متکلم اور کٹ حجتی کرنے والا انسان تھا۔ اس سلسلہ میں اس کی مدد فارس بن حاتم بن ماہویہ قزوینی نے کی۔

چوتھا فرقہ: کہتے ہیں: حسن کے بعد امام اس کا بھائی جعفر ہے؛ مگر امامت اسے باپ کی طرف سے ورثہ میں ملی ہے۔ نہ ہی اس کے بھائی محمد یا دوسرے بھائی حسن کی طرف سے ملی ہے۔ اس سے پہلے حسن کا دعوائے امامت باطل تھا۔ اس لیے کہ امام اس وقت تک نہیں مرتا جب تک وہ وصیت نہ کر لے اور اس کا کوئی جانشین متعین نہ ہو جائے۔ جب کہ حسن فوت ہوا تو نہ ہی اس نے وصیت کی تھی اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد تھی۔ امام ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے اس کی کوئی معروف ظاہر اولاد ہی نہ ہو جس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہو۔ اور ایسے ہی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بعد ایک ہی گھر میں دو بھائی بھی امام نہیں بن سکتے۔ جیسا کہ امام جعفر سے اس بارے میں نص ثابت ہے۔

پانچواں فرقہ: یہ لوگ محمد بن علی کی امامت کا کہتے ہیں؛ جو کہ اپنے والد کی زندگی میں فوت ہو گیا تھا۔ ان کے نزدیک حسن اور جعفر نے ایسی چیز کا دعوی کر دیا تھا جو کہ ان کے لیے جائز نہیں تھی۔ اس لیے کہ جعفر میں ایسی بری عادات پائی جاتی تھیں جن میں وہ مشہور تھا۔ وہ کھلم کھلا فاسق تھا؛ اور اپنے آپ کو کسی بھی برائی سے بچاتا نہیں تھا۔ اور اعلانیہ گناہ کے کام کرتا تھا۔ ایسا انسان تو ایک درہم کی گواہی دینے کے لیے مناسب نہیں تو پھر نبی کا قائم مقام کیسے بن سکتا ہے؟۔ جب کہ حسن کی وفات ہوئی تو اس کی کوئی اولاد ہی نہیں تھی۔

چھٹا فرقہ: کہتے ہیں: علی بن حسن کا ایک بیٹا تھا جس کا نام اس نے محمد رکھا تھا؛ وہ امام علی کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ اس کے بارے میں خیال ہے کہ وہ مستور ہے؛ اس لیے کہ وہ جعفر سے ڈر رہا ہے۔

ساتواں فرقہ: کہتے ہیں: یہ بیٹا امام علی بن حسن کی وفات کے آٹھ ماہ بعد پیدا ہوا؛ جن لوگوں کا دعوی ہے کہ ان کی زندگی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں ہی کوئی بیٹا پیدا ہوگیا تھا؛ وہ باطل پرست اور اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں۔اس لیے کہ اگر واقعی ایسا ہوتا تو پھر اس بیٹے کو نہ چھپایا جاتا؛ اور نہ ہی کسی بات کا ڈر ہوتا۔ بلکہ یہ امام گزر چلا اور اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔جبکہ امام کی وفات کے وقت حاکم وقت اور عام لوگوں کو ان کی بیوی کے حمل کی اطلاع تھی۔ اسی وجہ سے میراث کی تقسیم روک دی گئی تھی۔حتی کہ حاکم وقت نے اس کو باطل کر دیا؛ اور معاملہ کو مخفی کر دیا۔پس اپنے والد کی وفات کے آٹھ ماہ بعد یہ بچہ پیدا ہوا۔اور یہ حکم دیا تھا کہ اس کا نام محمد رکھا جائے۔اور اس کی وصیت کی تھی۔اور یہ بچہ مستور ہے؛ اسے نہیں دیکھا جاسکتا۔

آٹھواں فرقہ : کہتے ہیں: بیشک حقیقت میں حسن کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔اس لیے کہ ہم نے اس چیز کا امتحان لیا؛ اور تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اس کی تحقیق کی؛ مگر ایسا کوئی سراغ نہیں ملا۔اگر ہمارے لیے حسن کے بارے- جو کہ بغیر کسی اولاد کے فوت ہوگیا تھا- یہ کہنا جائز ہوسکتا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا بھی تھا؛ تو پھر ایسا دعوی ہر اس میت کے متعلق کیا جاسکتا ہے جس کی کوئی اولاد نہ ہو۔اور ایسا ہی دعوی نبی کریم ﷺ کے متعلق کرنا بھی جائز ہوگا کہ: آپ نے اپنا ایک نبی یا رسول بیٹا جانشین چھوڑا تھا۔اور ایسی ہی بات عبداللہ بن جعفر بن محمد کے متعلق ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا تھا۔اس لیے کہ حسن کے لا ولد مرنے کی خبر ایسے ہی وارد ہوئی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہے کہ آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی کوئی اولاد [نرینہ] نہیں تھی۔اور نہ ہی عبداللہ بن جعفر کا کوئی بیٹا تھا۔اور نہ ہی رضا کے چار بیٹے تھے۔ بیٹے کا دعوی تو یہاں سے لازمی طور پر باطل ہوگیا۔لیکن ایسا ہوسکتا ہے کہ مخفی حمل موجود ہو۔اور اس سے ایک نرینہ اولاد امام کی ولادت ہوسکتی ہے؛ بھلے وہ جب بھی ہو۔اس لیے کہ ایسا ہرگز جائز نہیں کہ امام اس دنیا سے چلا جائے؛ اور اس کا کوئی جانشین نہ ہو۔اس سے نظریہ امامت باطل ٹھہرتا ہے اور زمین کا اللہ تعالیٰ کی حجت [امام] سے خالی ہونا لازم آتا ہے۔

ان اصحاب نے اس پر دلائل پیش کیے ہیں؛ وہ کہتے ہیں: جس کا بات کا تم ہم پر انکار کرتے ہو؛ خود تم بھی ویسی ہی بات کہتے ہو۔پھر تم نے اسی پر بس نہیں کیا؛ بلکہ اس کی طرف ایسی چیزیں منسوب کر دیں عقل جن کا انکار کرتی ہے۔ تم نے کہا کہ: حمل قائم تھا۔اگر تم نے بیٹے کی تلاش میں اپنی بھرپور کوشش کے باوجود کچھ بھی ایسا نہیں پایا؛ تو تم نے اس کا انکار کر دیا۔ایسے ہی ہم نے حمل کی تحقیق و تفتیش بھی تمہاری تحقیق سے بڑھ کر کی تھی۔اور اس تحقیق میں ہم ہر انتہاء تک پہنچ گئے تھے؛ مگر ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔تو ہم بیٹے کے بارے میں جو کہتے ہیں؛ اس میں تم سے بڑھ کر سچے ہیں۔اس لیے کہ عقل؛ عادت اور عرف کے اعتبار سے یہ جائز ہے کہ کسی انسان کا کوئی بیٹا مستور ہو؛ جس کے ظاہر کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہ ہو۔لیکن بعد میں وہ ظاہر اور اس کا نسب بھی صحیح ثابت ہو۔جب کہ جس چیز کا دعوی تم کرتے ہو؛ وہ ایک ایسی بری اور شنیع چیز ہے کہ ہر عاقل کی عقل اس کا انکار کرتی ہے۔عرف اور عادت اس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رد کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ائمہ صادقین سے وارد صحیح روایات بتاتی ہیں کہ حمل کی مدت نو ماہ سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اور جس حمل کا تم لوگ دعوی کرتے ہو؛ اس پر تو کئی سال گزرے ہیں۔ تمہارے قول کی نہ ہی کوئی درستگی معلوم ہوتی ہے؛ اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل پائی جاتی ہے۔

نوواں فرقہ: کہتے ہیں: حسن بن علی کے والد اور ان کے آباؤ اجداد کی وفات صحیح سند کے ساتھ درست اور ثابت ہے۔ پس جیسے ان کی وفات ایسی روایات سے ثابت ہے جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا؛ ایسے ہی یہ بھی صحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ حسن کے بعد کوئی امام نہیں ہے۔ اور آج کے دن میں زمین امام حجت سے خالی ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو آل محمد میں سے قائم کو مبعوث کردیں؛ تو زمین کو بھی اس کی موت کے بعد دوبارہ زندگی مل جائے۔ جیسا کہ محمد ﷺ کو رسولوں کے بعد ایک زمانہ گزرنے کے بعد مبعوث فرمایا تھا۔

دسواں فرقہ: کہتے ہیں: بلا ریب ابوجعفر محمد بن علی کا انتقال ان کے والد کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا۔ یہی تو اپنے والد کی وصیت کے مطابق امام تھا۔ پھر اس نے اپنے ایک چھوٹے سے غلام کو امام بنانے کی وصیت کی تھی جو کہ آپ کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔ اس غلام کا نام نفیس تھا۔ اس نے ابوجعفر کی موت کے بعد یہ وصیت جعفر کو منتقل کردی تھی۔

گیارھواں فرقہ: کہتے ہیں: ہم پر یہ معاملہ مشتبہ ہوگیا ہے۔ اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ امام اب کون ہے؟۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین حجت الٰہی سے خالی نہیں ہوتی۔ پس ہم توقف کرتے ہیں؛ اس سے آگے کچھ بھی نہیں بڑھتے۔ حتی کہ معاملہ ہمارے سامنے صاف اور واضح ہوجائے۔

بارہواں فرقہ: کہتے ہیں: معاملہ ایسے نہیں جیسے ان باقی لوگوں نے کہا ہے۔ بلکہ یہ جائز نہیں کہ زمین حجت الٰہی سے خالی ہو۔ اگر ایسا ہو تو زمین اور روئے زمین کی تمام مخلوقات دھنس جائیں۔ یہ امام یا تو اللہ تعالیٰ کے چھپانے سے چھپا ہوا مستور ہے؛ تو نہ ہی اس کا نام پوچھنا جائز ہے؛ اور نہ ہی اس کی جگہ کے بارے میں دریافت کرنا جائز ہے۔ اور نہ ہی ہمیں اس کو تلاش کرنا ہے۔ بلکہ اس کے متعلق بحث کرنا اور اسے تلاش کرنا حرام ہے۔

تیرھواں فرقہ: کہتے ہیں: بیشک حسن بن علی کی وفات ہوگئی تھی۔ اور وہی اپنے والد کے بعد امام تھا۔ اور اس کے بعد امام جعفر بن علی تھا۔ جیسا کہ موسی بن جعفر؛ عبداللہ بن جعفر کے بعد امام تھا۔ جیسا کہ خبر میں وارد ہوا ہے کہ اگر امام مر جائے تو امامت اس کے بڑے بیٹے میں منتقل ہوگی۔ بیشک جو خبر صادق سے مروی ہے؛ کہ: حسن و حسین کے بعد دو بھائی امام نہیں بن سکتے"۔ یہ روایت صحیح ہے۔ کسی دوسرے کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

"یہ اس وقت ہوتا ہے جب امام گزر جائے اور اپنی صلبی اولاد چھوڑ دے۔ تو اس صورت میں امامت امام سے اس کے بھائی کی طرف نہیں نکل سکتی۔ بلکہ اس کی اولاد میں چلی جاتی ہے۔ اور جب امام اس حالت میں مرجائے کہ اس کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہو تو بنا برضرورت امامت اس کے بھائی میں منتقل ہوجاتی ہے"۔ ان لوگوں کے نزدیک اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت کا یہی معنی ہے۔

* ایسے ہی یہ لوگ اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں جس میں ہے: ''امام کو امام کے علاوہ کوئی دوسرا غسل نہیں دے سکتا'' یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے۔ کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جعفر بن محمد کو موسیٰ نے غسل دیا تھا۔ اور ان کا دعوی ہے کہ عبداللہ نے اسے یہ حکم دیا تھا۔ کیونکہ وہی اس کے بعد امام تھا۔ اگر چہ یہ جائز تھا کہ غسل نہ دیں۔ مگر چونکہ وہ عبداللہ کی موجودگی میں امام صامت [خاموش] تھا......

یہ شیعہ کا گروہ ہے جسے فطحیہ کہتے ہیں؛ ان کے ہاں دو بھائیوں میں امامت کا ہونا جائز ہے۔

چودھواں فرقہ: کہتے ہیں: امام تو اس کے بعد اس کا بیٹا محمد تھا۔ یہی منتظر ہے۔ بس اتنا ہوا کہ وہ مر گیا ہے وہ دوبارہ تلوار لیکر آئے گا۔ اور زمین کو ایسے ہی عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و زیادتی سے بھری ہوگی'' [1]۔

ب: کچھ دیر اس تفرقہ بازی کے ساتھ

۱۔ شیعہ کی صفوں میں یہ تفرقہ بازی اور بے چینی جس کی وجہ سے یہ لوگ نوبختی کے نزدیک چودہ گروہوں میں بٹ گئے؛ اور دوسرے علماء کے نزدیک اس سے بھی زیادہ منقسم ہو گئے؛ اس سے ایک بات قطعی طور پر واضح ہوتی ہے کہ دعوائے امامت پر کوئی دلیل نہیں۔ اس لیے کہ اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہوتی تو پھر اس اختلاف کا شکار نہ ہوتے۔

۲۔ یہ بات بالکل محال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امامت فرض کی ہو؛ اور دین کو اس کے ساتھ منسلک کر دیا ہو؛ اور اس پر ایمان اور جنت مرتب ہوتے ہوں؛ اور اس پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے جہنم واجب ہوتی ہو؛ پھر اسے دین کے اہم ترین مصدر یعنی قرآن کریم میں بیان نہ کیا جائے۔

۳۔ یہ بات بھی محال ہے کہ حسن عسکری اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ امام ہو؛ اور اپنے پیچھے کوئی اولاد نہ چھوڑے۔ یا اولاد تو چھوڑے مگر وہ لوگوں سے چھپتی پھرے؛ اور لوگوں کو اس کی بہت سخت ضرورت ہو۔

۴۔ یہ بات محال ہے کہ امام اتنا بزدل اور ڈرپوک ہو کہ وہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے لوگوں سے چھپتا پھرے۔ بھلے دین ضائع ہوتا ہے تو ہوتا رہے؛ مگر وہ بارہ سو سال سے چھپا ہوا ہے۔

۵۔ ان شیعہ مؤرخین نے ان فرقوں کا بتایا ہے مگر ان میں اثنا عشریہ کا نام ہی نہیں لیا۔ اس لیے کہ اس وقت تک ان لوگوں کا یہ نام ہی نہیں پڑا تھا۔ انہوں نے اپنے لیے یہ نام بہت بعد میں گھڑا ہے۔

۶۔ شیعہ تاریخ میں یہ تفرقہ بازی کوئی پہلی بار واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ جب بھی کوئی ایسا آدمی مرتا جس کے متعلق ان کا امام ہونے کا عقیدہ ہوتا؛ تو ایک نیا فرقہ ظہور میں آجاتا۔

دونوں شیعہ مؤرخین نوبختی اور قمی نے اپنی کتابوں ''الفرق والمقالات'' میں ان فرقوں کی خبر دی ہے۔ اور انہوں نے

[1] [ملخص از کتاب "فرق الشیعة" از علامه نو بختی ص ۱۱۹؛ دار الرشید]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہر خود ساختہ امام کی وفات کے بعد ایک نئے فرقہ کے ظہور کی خبر دی ہے۔

نوبختی نے کہا ہے: ''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو؛ جو فرقے آپ کی امامت کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے فرض اور واجب قرار دیتے تھے؛ وہ تین فرقوں میں بٹ گئے ......اور جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ کے ساتھیوں کا ایک گروہ حیرانگی اور اضطراب کا شکار ہوگیا؛ اور کچھ ہی عرصہ میں یہ تین گروہوں میں بٹ گئے۔

پھر اس کے بعد ان فرقوں کا مزید گروہوں میں تقسیم ہونا لکھا ہے؛ حتی کہ ان گروہوں کی تعداد پچاس سے بھی تجاوز کر گئی......۔ پھر آگے چل کر کہا ہے کہ: ''...... پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مزید گروہ بن گئے۔......آگے چل کر کہا ہے:...... ''ایسے ہی جب ابو جعفر کا انتقال ہوا تو ان کے ساتھی بھی دو گروہوں میں بٹ گئے......''۔

پھر جب ابو عبد اللہ جعفر بن محمد کا انتقال ہوا تو ان کے ساتھی چھ فرقوں میں بٹ گئے؛ ان میں سے چھٹے فرقہ کا عقیدہ ہے: ''امام موسی بن جعفر ہے''۔ پھر اس نے ان فرقوں نے نکلنے والے مزید فرقے ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا ہے۔ اور ان کے خون کو حلال/مباح قرار دیتا ہے۔

پھر آگے چل کر کہا ہے:...... ''پھر علی بن موسی الرضا کی وفات کے بعد ان کے ساتھیوں میں اختلاف ہوگیا؛ اور وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے؛......پھر یہ پانچ [نئے] فرقے ذکر کیے۔

پھر لکھا ہے کہ: الرضا کے ساتھی ان کے بیٹے محمد کی صغرسنی کی وجہ سے دو گروہوں میں بٹ گئے؛ کیونکہ ان کی کم عمری کی وجہ سے ان میں ابھی امامت کی صلاحیت ہی نہیں تھی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: ''یہ بات ان دو گروہوں میں تفریق کا سبب بنی۔ ان میں سے ایک نے کہا: اس کے بعد امامت احمد بن موسی کے حق میں آئی۔ جب کہ دوسرے گروہ نے توقف [خاموشی] کو اختیار کیا۔ کیونکہ جب ابو الحسن الرضا کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا محمد صرف سات سال کا تھا۔ پس انہوں نے اسے چھوٹا اور بچہ سمجھتے ہوئے اس کی امامت کا انکار کر دیا۔

اور لکھا ہے کہ: پھر اس کے بعد یہ لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک فرقے نے کہا کہ: اب امام سابقہ امام کا بیٹا علی بن محمد ہے۔ پھر بتایا ہے کہ یہ شیعہ بھی دو گروہوں میں بٹ گئے۔

پھر یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حسن کے اتباع کار مزید فرقوں میں بٹ گئے۔ ان کی تعداد چودہ تک پہنچتی ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امامت اپنی طرف سے من گھڑت عقیدہ ہے؛ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ورنہ ان لوگوں میں اتنا اختلاف نہ پیدا ہوتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کسی ایسے پیچیدہ معاملہ کا مکلّف نہیں ٹھہراتے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوسری حیرانگی

طائفہ اثنا عشریہ کی حیرانگی

یہ حیرانگی ان امامیہ شیعہ کے ساتھ خاص ہے جو سابقہ حیرانگی کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی حیرت اور سرگردانی کے بعد جتنے بھی فرقے پیدا ہوئے ان ہی میں سے ایک فرقہ اثنا عشریہ بھی تھا۔ اس لیے کہ امامیہ فرقہ کے بعض علماء نے نسل ختم ہونے کے داغ کو ختم کرنے کے لیے ایک نیا دعوی کر دیا کہ: حسن کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد امام یہی بیٹا ہے۔ لیکن یہ بیٹا اپنے دشمنوں کے خوف سے چھپ گیا ہے۔ وقتی طور پر یہ بات مان لی گئی؛ مگر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ان کے اتباع کاروں میں امام مہدی کے مخفی [چھپے ہوئے] ہونے کے بارے میں شک گزرنے لگا۔ یہی نہیں بلکہ انہیں پورے مذہبِ شیعہ میں شکوک وشبہات نے گھیر لیا۔ جس کی وجہ سے ان میں سے بہت سارے لوگ دین سے دوری اور طرح طرح کی برائیوں کا شکار ہو گئے۔

اس حیرت کے بارے میں شیعہ امامیہ کے علماء کا کلام:

علماء نے اس مختصر سے دور کے متعلق اپنے تاثرات قلم بند کیے ہیں۔ اور ان احوال کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ان میں سے کچھ احوال یہ ہیں:

۱۔ چوتھی صدی ہجری کے شروع کے ایک بڑے شیعہ امامیہ عالم شیخ مفید نے کہا ہے:

"بلاشک وشبہ ہم نے اس طائفہ کے کئی گروہ دیکھے ہیں جو شیعیت کی طرف منسوب ہیں؛ جو کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کی طرف نسب اور امامت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ...... ان لوگوں میں تفرقہ بازی واقع ہوئی؛ اور مذاہب مختلف ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور فرائض میں اہانت کے مرتکب ہوئے؛ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو بے وقعت سمجھنے لگے۔ اور ان میں غلو بڑھتا ہی رہا۔ اور ان میں سے بعض بہت سخت کوتاہی کے مرتکب ہوئے۔ اور سوائے چند ایک کے یہ تمام لوگ اپنے امام زمانہ؛ ولی امر اور اپنے رب کی حجت کی غیوبت کے زمانہ میں آزمائشوں کا شکوہ کرتے رہے"۔ [الغیبة للنعمانی ص ۱۱]

نیز انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ: "ان کے جمہور یہی سوال اٹھاتے ہیں کہ: ان کا جانشین کہاں ہے؟ یہ کیسے ممکن ہو گیا؟ اور امام آخر کب تک غائب رہے گا؟۔ اور کتنا عرصہ زندہ رہے گا؟۔ آج اس کو اسی سال سے کچھ زیادہ کا عرصہ گزر گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے؛ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔ اور بعض تو یک زبان ہو کر اس کی ولادت کا ہی انکار کرتے ہیں؛ اور اس کے وجود کے منکر ہی نہیں بلکہ اس کی تصدیق کرنے والوں کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اس اتنی لمبی مدت تک زندہ رہنے کو بعید از قیاس جانتے ہیں۔ اور اس کے قائل ہیں.....''۔[الغیبة للنعمانی ص ۱۰۳]

۲۔ چوتھی صدی ہجری کے ایک دوسرے عالم ابن بابویہ قمی (متوفی ۳۸۱ہجری) نے کہا ہے:

''میں جب نیشا پور واپس آیا اور وہاں پر قیام کیا؛ تو میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ زیادہ اختلاف کرنے والے خود شیعہ تھے۔ انہیں اس غیبت (پوشیدگی) کے معاملہ نے حیرانگی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اور وہ قائم کے بارہ میں شبہات کا شکار ہو گئے تھے''۔[مقدمة إكمال الدين ص ۲]

۳۔ پانچویں صدی ہجری کے ایک عالم طوسی (متوفی ۴۶۰ہجری) نے کہا ہے:

''میں نے قائم کی ولادت اور غیبت اور تاخیر کے بارے میں اچھی طرح سے غور و فکر کیا؛ اور یہ کہ ان کے بعد اس زمانہ کے لوگوں کو کن آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے لمبے زمانہ تک غائب رہنے کی وجہ سے ان کے شیعہ کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے؛ اور ان میں سے اکثر لوگ اپنے دین سے مرتد ہو گئے'' ❶۔

کچھ دیر اس دیدہ ٔحیرت کے ساتھ:

۱۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت ہی آپ کے نائب بنیں گے تو اسے اپنی کتاب میں واضح کر دیتے۔ یا پھر رسول اللہ ﷺ کی زبانی ہی ایسی وضاحت کر دی ہوتی جس سے میں کوئی شبہ یا التباس باقی نہ رہ جاتا ؛ اور نہ ہی اس میں کوئی پیچیدگی باقی رہتی۔ اور لوگوں میں یہ نصوص تواتر کے ساتھ منقول ہوتیں؛ اور کوئی بھی انسان حیرت اور سرگردانگی کا شکار نہ ہوتا۔

۲۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت ہی آپ کے نائب بنیں اور امت کی قیادت کریں تو آپ کی نسل کو منقطع کیے بغیر باقی رکھا جاتا۔ یہ معاملہ ایک تفصیلی بیان کا محتاج ہیں۔

۳۔ اس گروہ میں جو امامت کے بارے میں جو اضطراب اور شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نعمانی نے ذکر کیا ہے۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں جو کچھ دینی انحراف پیدا ہوا؛ اور لوگ حرام کاری میں واقع ہوئے ....'' الخ۔

یہ ایک معمولی سی بات ہے؛ جس کا انکشاف اعتقاد میں خلل اور خرابی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کے اخلاق اور سلوک کی پہرہ داری کرنے والی چیز اس کا عقیدہ ہے۔ جب دین اور عقیدہ میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے تو انسان دینی قیود اور پابندی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی متعین نسل کی اطاعت فرض کریں؛ اور پھر اس نسل کو ہی کاٹ کر رکھ دیں؛ ختم کر دیں۔

❶۔[الغيبة للنعماني ص ۱۳۷ - ۱۳۸]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کے لیے اپنے رب کی عبادت بجا لانا کیسے ممکن رہے گا جب کہ اس نے ایسی نسل کی اطاعت فرض کی ہے؛ جسے خود ہی ختم کر کے رکھ دیا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم نہیں تھا تو یہ اس کی ربوبیت پر طعنہ زنی ہے۔ کیونکہ رب کو غیبی امور کا علم ہوتا ہے۔ وہ ما کان و ما یکون سے آگاہ ہوتا ہے۔ تو پھر اسے یہاں کیسے یہ علم نہیں ہوسکا کہ یہ نسل ختم ہوجائے گی۔ حالانکہ کائنات کی تخلیق وتدبیر کا نظام اسی پر ہے۔

یہ چند ایک سوالات ہیں جو ان لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات اور قدح پیدا کرتے ہیں جو اس مضطرب اور بے چین گروہ کی اتباع کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت سارے لوگ ایسے بھی نکلے جو مکمل طور پر دین سے منحرف ہو گئے۔

۴۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اس سرگردانگی کی وجہ سے یہ مذہب ہی باطل ٹھہرے نہ کہ دین۔ اس لیے کہ مذہب دین نہیں ہوتا؛ مذہب کی ایجاد تو اشخاص کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ اور پھر اسے دین کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔ اور اس کی دلیل اس نسل کا منقطع ہونا ہے جس کے ساتھ اس مذہب کو معلق کیا گیا ہے۔ اگر یہ مذہب دین ہوتا تو پھر یہ نسل کبھی منقطع نہ ہوتی۔

شیعہ مذہب کے عقائد کے بطلان کا انکشاف اور دین سے فرار بڑی حد تک ان واقعات سے ملتا ہے جو کہ یورپ میں اس وقت پیش آئے ہیں جب نصرانی عقیدہ کی خرابی کا انکشاف ہوا۔ پس یہ لوگ تمام ادیان سے متنفر ہو کر اس لیے بھاگ کھڑے ہوئے کہ ان کے نزدیک تمام ادیان ہی ایک جیسے ہیں۔ اور پھر اس نظریہ اور سوچ نے انہیں دین حق کے بارے تحقیق کرنے سے محروم کردیا۔

درایں صورت اس کا حل یہی ہے کہ دین حق کے بارے میں تحقیق کی جائے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ عزوجل بغیر کسی واضح دلیل اور ہدایت کے بشریت کو گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس محفوظ ترین کتاب میں حق بیان کرنے اور اس کی طرف رہنمائی کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا زمانہ

[شیعہ اثنا عشریہ کی تاسیس اول کا زمانہ] (۳۰۰ ہجری تا ۴۶۷ ہجری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہید

اس مرحلہ میں ان میں سے بہت سارے فرقے زیر زمین چلے گئے؛ ان میں سے محدود چند فرقے ہی سامنے باقی رہ گئے۔ ان میں سب سے مشہور فرقہ وہ تھا جس نے بعد میں اپنا نام ''اثنا عشریہ'' رکھا۔

انہوں نے ان روایات کو بنیاد بنایا جو ائمہ کے دور میں ظاہر ہوئی تھیں؛ اور انہی سے اس فرقہ کے لیے عقائد کی بنیاد رکھی؛ اور پھر ایسی روایات گھڑی گئیں جن پر اس مذہب کی بنیاد قائم ہوا اور اسے ثابت قدمی ملے۔

دوسرے فرقے ایسی جرأت نہ کر سکے جیسی جرأت اثنا عشریہ نے کی۔ یہی وجہ ہے کہ باقی فرقے ختم ہوگئے؛ ان میں سے جو کوئی باقی رہا؛ وہ اپنے ان ہی کمزور اور بودے عقائد پر ایک محدود اور ضعیف دائرہ میں محصور باقی رہا۔

ظاہر یہ ہوتا ہے کہ تأسیسی مرحلہ میں تیسری صدی ہجری کے آخر تک تاخیر ہوئی ہے۔ اس لیے کہ اس حیرت و سرگردانی نے عقیدہ امامت کے قائلین کے دماغ ماؤف کر دیے تھے۔ انہیں نہیں پتہ چلتا تھا کہ وہ کیا کریں۔ لیکن ان میں سے ایک فرقہ اس تاریخ کے بعد چوکنا ہوا؛ اور انہوں اس عقیدہ پر کام کرنے اور اسے باقی رکھنے کی ضرورت محسوس کی؛ تو انہیں نے جلدی جلدی اس کا استدراک کرنے کی ٹھان لی۔ شیعہ مؤرخین نوبختی اور قمی جو کہ تیسری صدی ہجری کے آخر میں تک موجود تھے؛ اور انہوں نے شیعہ کو ایک پناہ گاہ مہیا کرنے میں کردار ادا کیا؛ ان کی وفات کے بعد یہ کام کیا گیا۔ ان مؤرخین نے اس گروہ کا نام ان فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے کہیں بھی نہیں لیا؛ جو فرقے حسن عسکری کی وفات کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔ بلکہ یہ فرقہ اس نام سے ان دونوں مؤرخین کی وفات کے بعد سامنے آیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے یہ لوگ مہدی کی ولادت کا دعوی کر چکے تھے۔

شاید کہ یہ افسانہ گھڑنے والے اس فرقہ کے لوگوں کی مراد کلینی کی موت کے ساتھ ساتھ (۳۲۸ ہجری میں) پوری ہوگئی تھی۔ کلینی کی کتاب میں اس فرقہ کے عقائد کو روایات کی صورت میں کچھ ایسے جمع کیا ہے جس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ اس کا مصدر و مرجع کیا ہے۔ اس کے بارے میں بالکل کچھ بھی معلوم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس دور میں نہ ہی شیعہ کی مساجد ہوا کرتی تھیں اور نہ ہی ان کی علمی درسگاہیں تھیں۔ اور نہ ہی شیعہ کے لیے خاص کوئی منبر [ٹھکانے] ہوا کرتے تھے جہاں اس مذہب کے مطابق ان کے شیعہ کو تعلیم دی جاسکتی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ یہ روایات کہاں سے آئیں؟۔

یہ بھی تو اس صورت میں ہوگا جب اس کتاب (الکافی) کی نسبت کلینی کی طرف درست ثابت ہوجائے۔ تو پھر یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب کچھ اسی کا کیا گھڑا ہے۔ کیونکہ ہمیں تو اس میں بھی شک ہے کہ یہ کتاب اس کے زمانے میں لکھی گئی ہو۔ اس لیے کہ اہل سنت والجماعت نے اپنی تمام تر ردود میں کہیں بھی اس کتاب کا ذکر تک نہیں کیا۔ ایسے ہی ابن ندیم شیعہ عالم نے جو فہرست مرتب کی ہے؛ جس میں اس نے شیعہ کی وہ تمام کتابیں جمع کی ہیں؛ جو اس سے پہلے لکھی گئی ہیں۔ یہ ابن ندیم کلینی کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہا ہے۔ اس کی وفات (۴۳۸ ہجری) میں ہوئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کتاب میں ایسی اصطلاحات پائی جاتی ہیں جو کہ آٹھویں صدی ہجری میں سامنے آئی ہیں۔ جیسا کہ شیعہ عالم علی شریعتی نے اپنی کتاب " التشیع العلوی و التشیع الصفوی " میں اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں مدلل ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ بحث بذات خود اپنی جگہ پر ایک مستقل بحث ہے۔

جب کہ بقیہ مسلک [مسالک] بویہی حکومت کے ختم ہونے تک ہی باقی رہے۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ اثنا عشریہ کے تاسیسی مسالک

فرقہ اثنا عشریہ اپنے عقیدہ کی تاسیس میں کئی مسالک پر گامزن رہا ہے؛ ان میں سے کچھ یہ ہیں:

اول: نظریہ امام مہدی کا استعمال

دوم: مہدی کے غائب ہونے اور واپس آنے کی روایات گھڑنا۔

سوم: اس فرقہ ''اثنا عشریہ'' کے نام کی تائید میں روایت گھڑنا۔

چہارم: اپنے عقیدہ کی تائید کے لیے اساسی روایات گھڑنا۔

پنجم: اپنے مذہب کی نصرت میں روایات گھڑنا۔

ان کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلا مسلک

نظریہ امام مہدی کا استعمال

اول: مہدی کی ولادت کا دعوی:

أ۔ اس بارے میں وارد روایات:

ان روایات کا مطالعہ کرنے والا عجائب وغرائب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس لیے کہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ چھپ کر ہی پیدا ہوا؛ اور پھر خاموشی سے چھپا رہا؛ اس کے بارے میں سوائے ایک عورت کے کسی کو کوئی علم نہیں تھا۔ اس عورت کا نام حکیمہ بنت محمد بن علی بن موسی بن جعفر الصادق ہے۔ ان لوگوں کے من گھڑت خیالات اور دعووں کے مطابق مہدی کے والد نے اس عورت سے کہا تھا:

> ''جب میری شخصیت کو اللہ تعالیٰ غائب کردے؛ اور مجھے فوت کردے؛ اور تم دیکھو کہ میرے شیعہ اختلاف میں پڑ گئے ہیں تو تم ان میں سے ثقہ لوگوں کو یہ بتا دینا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولی امر کو اپنی مخلوق سے غائب کردیں گے؛ اور اسے اپنے بندوں سے حجاب میں کردیں گے۔ کوئی ایک بھی اسے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا؛ حتی کہ جبریل امین اس کا گھوڑا لا کر اسے پیش کردے تاکہ اللہ تعالیٰ وہ معاملہ پورا کردیں جو ہونے والا ہے''[1]۔

ب: سابقہ روایت کے ساتھ کچھ دیر:

وہ مہدی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام منصوب ہے؛ اور شیعہ عقیدہ کے مطابق جس سے امت کسی طرح بھی بے نیاز نہیں ہوسکتی۔ اور جو کوئی اس امام کو پہچان نہ سکے؛ جب وہ مرے گا تو مردار موت مرے گا۔ ان کے علاوہ بھی ڈھیروں دعوے کر رکھے ہیں۔ اور اسے اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے چھپا لیتے ہیں؛ ایک عورت کے علاوہ کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکا۔

ایسا دین ان لوگوں کو ہی مبارک ہو جس کے ماننے والوں سے بھی یہ دین مخفی اور پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ مگر پھر بھی لوگوں سے اس پر محاسبہ ہوگا۔ اور اس کی خبر دینے والا ایک عورت کے علاوہ کوئی بھی نہیں۔

پھر ایک اتنے بڑے معاملہ صرف ایک عورت کی گواہی کیسے قبول کر لی جائے گی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ دنیاوی امور کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1]-[الغيبة للطوسي ص ١٤٢]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ﴾ [البقرۃ ۲۸۲]

''اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو گواہ بنا لو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان میں سے جنھیں تم گواہوں پسند کرتے ہو؛ کہ دونوں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے''۔

تو پھر کیا تمام شیعہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ملا جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہو؟۔

جب شیعہ میں کوئی بھی قابل اعتماد نہیں مل سکا؟ تو پھر وہ روایات کیسے بیان کی ہیں جن میں وہ پوری امت کے عقیدہ کے مکمل خلاف ہیں۔ اس وقت تک تو نہیں ڈرے؛ مگر اپنے امام کے متعلق اطلاع دیتے وقت ڈرنے لگ گئے؟۔

پھر ہم شیعہ کی ان روایات پر کیسے اعتماد کر لیں جن میں ان کے امام کے متعلق کوئی سچی بات نہیں پائی جاتی ؟۔

پھر یہ لوگ کیسے یہ خیال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس امت کی نگہبانی اور رعایت کے لیے اپنا نائب مقرر کیے بغیر انتقال کر جائیں۔ اور ان کے ہی عقیدہ کے مطابق یہ حضرت مہدی جی ہیں؛ جو اس امت کو بغیر کسی نگہبان اور امام کے چھوڑ کر چھپ چلے ہیں؟

اہل خرد و دانش کو ان سوالات پر جاگ جانا چاہیے۔

دوم: مہدی کے غائب ہونے اور واپس آنے کی روایات:

أ۔ جو کچھ اس بارے میں وارد ہوا ہے:

عسکری کی کسی ظاہری اولاد کے بغیر موت اور شیعہ امامیہ کی چودہ سے زیادہ گروہوں میں دھڑا بندی کے بعد؛ ان میں سے ایک فرقہ؛ جس نے بعد میں اپنا نام اثنی عشریہ رکھا؛ خوب جلدی دکھائی؛ اور ایسی روایات گھڑنا شروع کر دیں جن سے مہدی کے غائب ہونے کی تائید ہوتی ہو۔ اور اس میں اس کے غائب ہونے کی مدت بھی متعین کی گئی تھی؛ اور غائب ہونے کے اسباب؛ اور کچھ دیگر امور بھی بتائے گئے تھے۔

ذیل میں بطور نمونہ کچھ وہ روایات پیش کی جارہی ہیں جن میں اس غیبت کے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔

۱۔ اصبغ بن نباتہ کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ اس نے کہا ہے: ''میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا؛ آپ کو دیکھا کہ آپ زمین میں انگلی رکھے سر جھکائے کچھ سوچ رہے تھے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا معاملہ ہے کہ آپ کو زمین میں انگلی دبائے کچھ سوچ رہے ہیں؟ کیا آپ اس زمین میں رغبت رکھتے ہیں؟۔ تو آپ نے فرمایا:

''نہیں؛ اللہ کی قسم! میں اس میں کوئی رغبت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی کبھی ایک دن بھی دنیا میں رغبت رکھی۔ لیکن میں اس بچے کے متعلق سوچ رہا ہوں؛ جو میری پشتی اولاد ہوگا؛ وہ میری اولاد میں سے گیارہویں نمبر پر ہوگا۔ یہی وہ مہدی ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے ایسے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی۔ اس کا ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غائب ہونے اور حیرانگی میں ڈالنے کا دور ہوگا۔ اس عہد میں کچھ لوگ گمراہ ہوں گے اور کچھ دوسرے ہدایت پا جائیں گے''۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! غائب ہونے اور حیرانگی کی مدت کتنی ہوگی؟۔

تو آپ نے فرمایا: چھ دن؛ یا چھ ماہ؛ یا پھر چھ سال۔

میں نے کہا: ''کیا ایسے ہونے والا ہے؟۔

تو آپ نے فرمایا: ''ہاں! گویا کہ وہ ابھی پیدا شدہ ہے۔ لیکن اے اصبغ! تمہیں ان کی صحبت کہاں نصیب ہوگی؟ وہ اس امت کے بہترین لوگ ہوں گے جو اس عترت کے بہترین انسان کے ساتھ ہوں گے''۔

میں نے عرض کی: پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ جو چاہیں گے؛ کریں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو کئی بار بدأ بھی ہوتا ہے؛ اور اس کے اپنے ارادے بھی ہیں۔ اور اپنے مقاصد و منتہی ہیں'' ❶۔

۲۔ ایسے ہی انہوں نے ام ھانی کی طرف یہ روایت منسوب کی ہے؛ کہ اس نے کہا ہے: میں نے ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے اس فرمان الٰہی کی تفسیر پوچھی:

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (15) الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (16)﴾ [التکویر ۱۵-۱۶]

''پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والوں کی! جو چلنے والے ہیں، چھپ جانے والے ہیں''۔

فرمایا: ''سن دو سو ساٹھ ہجری میں چھپ جائے گا۔ پھر وہ ایک شہابیے کی مانند ظاہر ہوگا۔ جس سے اندھیری رات روشن ہو جائے گی۔ اگر تمہیں وہ زمانہ ملا؛ تو اس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی'' ❷۔

۳۔ زرارہ کی طرف منسوب ہے؛ اس نے کہا ہے: ''میں نے ابو عبداللہ سے سنا: وہ فرما رہے تھے: ''اس لڑکے کے قائم ہونے سے پہلے وہ غائب ہو جائے گا۔ یہی وہ منتظر ہے جس کی ولادت میں کوئی شک کیا جائے گا۔ ان میں ایسے بھی لوگ ہوں گے جو کہیں گے: اس کا والد بغیر کسی اولاد کے ہی مر گیا تھا۔

اور ان میں سے بعض کہیں گے: ''وہ حمل تھا''۔ اور بعض کہیں گے: ''وہ اپنے والد کی وفات سے دو سال قبل پیدا ہو گیا تھا۔ یہی تو وہ منتظر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند تھا کہ وہ شیعہ کا امتحان لے۔ پس ایسے موقع پر باطل پرست شک میں پڑ جائیں گے'' ❸۔

۴۔ یمان التمار کی طرف منسوب ہے اس نے کہا ہے: ''ہم ابو عبداللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہم سے کہا: ''بیشک صاحب الامر غائب ہوگا۔ پس اس دور میں اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہنے والا جیسے کانٹوں کو اپنی مٹھی میں پکڑنے والا ہوگا۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو کانٹوں کو اپنی مٹھی میں بند کر سکتا ہو؟۔ پھر آپ نے تھوڑی دیر سر جھکایا پھر فرمایا: ''بیشک یہ صاحب زمان غائب ہوگا؛ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنے دین پر مضبوطی

---

❶۔ [الکافی ۱/ ۳۳۸]

❷۔ [الکافی ۱/ باب الغیبة ۱۱۳؛ الإمامة و التبصرة ۱۱۹]

❸۔ [اصول الکافی ۱/ ۳۳۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے قائم رہے''۔

۵۔ سدیر صیرفی کی طرف منسوب ہے؛ اس نے کہا ہے: ''بیشک میں نے ابو عبداللہ سے سنا؛ وہ فرما رہے تھے؛ بیشک تمہارے اس صاحب زمان کی حضرت یوسف علیہ السلام سے مشابہت ہے۔ میں نے ان سے عرض کیا: ''کیا آپ اس کی زندگی کی بات کر رہے ہیں؛ یا غائب ہونے کی؟۔ کہتے ہیں: تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: ''تمہیں اس میں کونسی بات اچھوت لگتی ہے؟۔ یہ امت خنزیروں سے مشابہت رکھتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی تو اسباط تھے؛ جو کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اولاد تھے؛ جنہوں نے یوسف علیہ السلام پر تجارت کی تھی؛ آپ کو بیچا؛ اور اذیت پہنچائی۔ وہ اور آپ کے بھائی؛ اور آپ کے بھائی اور آپ۔ وہ اس وقت تک انہیں نہیں پہچان سکے جب تک انہوں نے خود نہ کہہ دیا کہ میں یوسف ہوں؛ اور یہ میرا بھائی ہے۔ تو یہ ملعون امت بھی اللہ تعالیٰ کی حجت کے ساتھ اس سے بڑھ کر برا سلوک کرے گی؛ جیسا سلوک یوسف کے بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔

۶۔ اور زرارہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ اس نے کہا ہے: ''میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے سنا؛ وہ کہہ رہے تھے: ''بیشک وہ لڑکا قائم ہونے سے پہلے غائب ہوگا۔ میں نے پوچھا وہ کیوں؟۔ تو فرمایا: ''وہ ڈر رہا ہوگا؛ اور پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

پھر فرمایا: ''اے زرارہ! وہی منتظر ہے؛ جس کی ولادت میں شک کیا جائے گا۔ ان میں ایسے بھی لوگ ہوں گے جو کہیں گے: اس کا والد بغیر کسی اولاد کے ہی مر گیا تھا۔

اور ان میں سے بعض کہیں گے: ''وہ حمل تھا''۔ اور بعض کہیں گے: وہ اپنے والد کی وفات سے دو سال قبل پیدا ہو گیا تھا۔ یہی تو وہ منتظر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند تھا کہ وہ شیعہ کا امتحان لے۔ پس ایسے موقع پر باطل پرست شک میں پڑ جائیں گے''۔

۷۔ اور محمد بن مسلم کی طرف منسوب کیا ہے کہ آپ نے کہا ہے: ''میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے سنا؛ وہ کہہ رہے تھے: ''جب تمہیں اپنے اس ''صاحب'' کے غائب ہونے کے بارے میں معلوم ہو تو اس کا انکار نہ کرنا''❶۔

۸۔ اور علی بن جعفر کی طرف منسوب کیا ہے؛ انہوں نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے روایت کیا ہے؛ آپ نے کہا ہے: ''جب ساتویں امام کی اولاد سے پانچویں پشت کا بیٹا غائب ہو جائے تو اللہ اللہ! تو اپنے دین کے بارے میں ڈرنا۔ تمہیں کوئی بھی اس دین سے ہٹا نہ دے۔ اے میرے بیٹو! صاحب زمان کے لیے غائب ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے عقیدت مند اپنا عقیدہ چھوڑ جائیں۔ بیشک یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہوگی۔ جس کے ذریعہ مخلوق کا امتحان لیا جائے گا۔ اور اگر تمہارے آباؤ اجداد کو اس سے بہتر کسی دین کا علم ہوتا تو وہ ضرور اس کی اتباع کرتے۔ میں نے عرض کی! میرے آقا! ساتویں امام کی پانچویں پشت سے؟ تو آپ نے فرمایا: ''میرے بیٹے اس کے سمجھنے

❶۔ [یہ روایات اصول کافی میں ھیں: ۱/ ۲۴۰ - ۳۳۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے تمہاری عقلیں چھوٹی پڑ جائیں گی۔ اور تمہاری سمجھ اور خرد اس کو برداشت نہیں کر سکے گی۔ لیکن اگر تم لوگ زندہ رہے تو اسے عنقریب ہی پا لو گے''❶۔

کچھ دیر مہدی غائب ہونے کی روایات کے ساتھ:

یہ آٹھ روایات ہیں؛ ان میں سے:

پہلی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

دوسری روایت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے ہے۔

تیسری سے ساتویں تک روایات جعفر بن محمد سے ہیں۔

آٹھویں روایت موسیٰ بن جعفر سے ہے۔

ان میں سے ایک روایت بھی حسن عسکری سے نہیں ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حسن عسکری ایسی روایات اپنے ساتھیوں کے سامنے بیان کرتا۔ کیونکہ مہدی اس کا بیٹا تھا۔ جیسا کہ ان لوگوں کا خیال اور عقیدہ ہے۔

۲۔ یہ روایات اگر حسن عسکری کی موت سے پہلے شیعہ میں مشہور ہوتیں تو پھر یہ لوگ چودہ سے زیادہ فرقوں میں کیوں بٹتے۔ اور پھر اس سرگردانی میں کیوں واقع ہوتے جس کی گواہی خود ان کے علماء بھی دیتے ہیں۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت:

راوی دیکھ رہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زمین میں انگلی دبائے بیٹھے تھے۔ تو اس نے پوچھا: کیا آپ اس زمین میں رغبت رکھتے ہیں؟۔ یہ تو قبیح کلام ہے۔ کیونکہ زمین پر انگلی مارنے کی اس صورت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایسا کرنے والا زمین میں رغبت رکھتا ہے۔ کسی بھی معاشرہ میں ایسی کوئی چیز معروف نہیں۔ اور نہ ہی کسی لغت میں کوئی ایسی بات ہے۔ بلکہ یہ اس انسان کی تصویر پیش کی جا رہی ہے جو انتہائی گہری سوچ میں ہے؛ اور زمین پر کسی ٹہنی یا لاٹھی وغیرہ سے مار رہا ہے۔

ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛ آپ فرماتے ہیں: ''ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے تشریف رکھی تو ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک لاٹھی تھی۔ آپ نے اسے الٹا؛ اور اس لاٹھی سے زمین کریدنے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کوئی بھی سانس لینے والا نفس ایسا نہیں مگر اس شخص کا جہنم کا یا جنت کا ٹھکانا لکھا جا چکا ہے''۔ اور لکھا جا چکا ہے کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت''۔

ایک مسلمان نے اس پر عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر کیوں نہ ہم اس پر بھروسہ کر لیں؛ اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟

---

❶۔ [الكافي للكليني ١/ ٣٣٦؛ إكمال الدين ٣٣٧؛ الغيبة للطوسي ١٠٤؛ البحار ٥١/ ١٥٠-٥٢/ ١١٣]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم میں سے جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ اہل سعادت کے کام کرے گا۔ اور جو شخص بد بخت ہوگا وہ بدبختوں کی طرز پر جائے گا"۔

آپ نے فرمایا: نیک لوگ نیک بختی کے عمل کے لئے آسان کئے جائیں گے اور بد بخت لوگ بدبختی کے عمل کے لئے آسان کئے جائیں گے پھر آپ نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿ فاما من اعطى واتقى ﴾۔ [الليل 7]۔

"پس جس نے راہ اللہ کی راہ میں دیا اور تقوی اختیار کیا"۔

تو کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ زمین میں اس لیے کرید رہے تھے کہ آپ اس میں رغبت رکھتے تھے۔

جب کہ علمائے لغت کہتے ہیں: " بينما هو ينكت إذ انتبه " ۔ وہ زمین میں کرید رہا تھا کہ اچانک ہوشیار ہو گیا؛ یعنی وہ کچھ سوچ رہا تھا اور اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ اصل میں یہ کنکری مارنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ زمین کو لاٹھی سے اس طرح کریدنا کہ اس میں نشانی پڑ جائے۔ یہ ایسے انسان کا کام ہوتا ہے جو پریشانی کے عالم میں کچھ سوچ رہا ہو [1]۔

تو زمین کو کریدنا اس میں رغبت رکھنے پر کہاں دلالت کرتا ہے۔ کیا یہ روایت اس کے گھڑنے والی کی سادگی پر دلالت نہیں کرتی جس نے اسے اپنی طرف سے اہل بیت کے سر تھوپ دیا ہے۔

سوم: امام مہدی کی واپسی کا دعوی

اس بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے:

مہدی کی واپسی کے بارے میں تین قسم کی روایات وارد ہوئی ہیں۔

* وہ روایات جو اس کی واپسی کا وقت متعین کرتی ہیں۔
* وہ روایات جو اس بارے میں متعین موعد کے سچ ثابت نہ ہونے کے بارے میں عذر پیش کرتی ہیں۔
* وہ روایات جو ان دونوں قسم کی روایات کو جھٹلاتی ہیں۔ اور یہ کسی بھی متعین وقت کی نفی کرتی ہیں۔

اس تناقض کا سبب روایات گھڑنے والوں کے مابین اختلاف ہے۔ ان میں سے ہر انسان اپنے نظریہ اور سوچ کے مطابق اس مشکل کا حل پیش کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ جب کہ اسے اپنے جیسے دوسرے جھوٹے اور روایات گھڑنے والے کے بارے میں کوئی علم نہیں ہوا کرتا تھا۔ تو اس طرح ان تناقضات کی بھرمار ان روایات میں در آئی۔ ذیل میں ان تناقضات کی کچھ مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔:

وہ روایات جن میں مہدی کی واپسی کے زمانے کا تعین ہے:

ا۔ ابو جعفر کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے:" قائم علیہ السلام اور نفس زکیہ کے قتل کے درمیان صرف اور

[1]۔[لسان العرب ٢/ ١٠٠؛ تاج العروس ١/ ١١٩٤]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف پندرہ راتوں کا فاصلہ ہوگا''۔[الإرشاد للمفید ص ٢٦٠]

٢۔ اور جعفر کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے: ''جب مسجد کوفہ؛ جو کہ دار ابن مسعود سے متصل ہے؛ کی دیواریں گرادی جائیں؛ تو اس وقت ان لوگوں کا ملک ختم ہوجائے گا۔ اور جب ملک ختم ہوجائے تب القائم کے خروج کا وقت ہوگا''۔[الإرشاد للمفید ص ٢٦٠]

٣۔ اس سے پہلے اصبغ کی روایت گزر چکی ہے کہ جس میں کہا ہے: ''اے امیر المؤمنین! حیرانگی اور غائب ہونے کی مدت کتنی ہوگی''۔

تو آپ نے فرمایا: ''چھ دن؛ یا چھ ماہ؛ یا چھ سال''۔

وہ روایات جن میں واپسی کا وقت منسوخ کردیا گیا ہے

١۔ اسحق بن عمار کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے: ''ابو عبداللہ علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اے ابو اسحق! اس سے پہلے یہ معاملہ دوبار متاخر کیا[ٹالا] جاچکا ہے''۔[الغیبة للنعماني ص ٢٩٥]

٢۔ ثابت کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ انہوں نے ابو جعفر سے روایت کیا ہے؛ انہوں نے کہا: اے ثابت! بیشک اللہ تعالیٰ نے اس امر کی مدت ستر کی دھائی میں متعین کی تھی۔ پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوگئے تو اہل زمین پر اللہ تعالیٰ بہت سخت غصہ ہوئے؛ اور اس معاملہ کو ایک سو چالیس تک مؤخر کردیا۔ ہم نے تم سے حدیث بیان کی؛ تم نے اسے لوگوں میں مشہور کردیا۔ تو تم نے ایک خفیہ بات کو آشکار کردیا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں کوئی متعین وقت نہیں بتایا۔ بس:

﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾[الرعد ٣٩]

''اللہ مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے''۔

مارزندانی نے کہا ہے: ''اس امر کے ظہور کی توقیت؛ ایک بدائی توقیت ہے۔ اسی وجہ سے اس میں کئی بار بداء پیش آیا ہے ❶۔

وہ روایات جو وقت کے تعین کو جھٹلاتی ہیں۔

١۔ ابو بصیر کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ وہ ابو عبداللہ سے روایت کرتے ہیں؛ انہوں نے کہا ہے: ''متعین وقت بتانے والوں جھوٹ بولا؛ جلدی مچانے والے ہلاک ہوئے اور مسلمان نجات پاگئے'' ❷۔

٢۔ ایسے ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ: ''متعین وقت بتانے والوں جھوٹ بولا! بیشک ہم اہل بیت کوئی متعین وقت

❶۔[شرح جامع ٦/ ٣١٤۔ نیز دیکھیں: الغیبة للطوسی]

❷۔[الکافي ١/ ٣٦٨؛ الغیبة للطوسی ص ٢٦٢۔ الغیبة للنعمانی ص ١٩٨۔ بحار الأنوار ٥٢/ ١٠٣۔]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں بتایا کرتے'' ❶۔

3۔ ایسے ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ: ''نہ ہی ہم نے ماضی میں کوئی متعین وقت بتایا؛ اور نہ ہی مستقبل میں کوئی متعین وقت بتانے والے ہیں'' ❷۔

4۔ ایسے ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ: ''جو کوئی لوگوں کو کوئی متعین وقت بتائے؛ اسے جھٹلانے میں کوئی خوف محسوس نہ کریں۔ ہم کسی ایک کے لیے کوئی وقت متعین نہیں کرتے'' ❸۔

5۔ ایسے ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے انکار کیا ہے؛ مگر یہ کہ متعین وقت بتلانے والوں کو جھٹلائے'' ❹۔

عہد قریب میں وقت کے تعین کی روایات کے دھوکہ بازی ہونے کا اعتراف

یقطین کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ علی بن یقطین سے روایت کیا ہے؛ بیشک انہوں نے کہا ہے: ''بلا ریب مجھ سے ابوالحسن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا؛ فرمایا:

''بیشک شیعہ دو سو سال سے صرف امیدوں اور خواہشات کے بل بوتے پر بڑھ رہے ہیں''۔ اور یہ بھی کہ یقطین نے اپنے بیٹے علی بن یقطین سے کہا: ''ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ جو کچھ ہم سے کہا گیا؛ وہ ویسے ہی ہو گیا۔ یعنی بنو عباس کے معاملہ میں-؛۔ اور جو کچھ تم سے کہا گیا: وہ نہیں ہوا۔ کہتے ہیں کہ: پھر علی نے ان سے کہا: بیشک جو کچھ ہم سے کہا گیا؛ اور جو کچھ آپ سے کہا گیا؛ وہ کلام ایک ہی جگہ سے صادر ہوا تھا۔ بس اتنا فرق ہے کہ: جو کچھ تم سے کہا گیا؛ وہ ویسے ہی پورا ہو گیا۔ اور تمہیں وہ ویسے ہی مل گیا؛ تو وہی ہوا جو تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور جو کچھ ہم سے کہا گیا؛ وہ ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ پس ہم امید کے سہارے خود کو تسلی دے رہے ہیں۔ اگر ہم سے یہ کہا جاتا کہ: یہ معاملہ دو سو سال تک یا تین سو سال تک پیش نہیں آئے گا؛ تو دل سخت ہو جاتے؛ اور عوام الناس کی بڑی تعداد دین اسلام کو ترک کر دیتی۔ لیکن ہم سے یوں کہا گیا:

بیشک یہ معاملہ بہت ہی قریب ہے؛ بہت ہی جلدی پیش آنے والا ہے؛ تاکہ لوگوں کے دلوں کو نرم کیا جائے۔ اور ظہور کے زمانہ کو قریب کر کے پیش کیا جائے ❺۔''

وقفہ: کچھ دیر عقیدہ مہدی؛ اس کا غائب ہونا اور واپسی کے عقیدہ کے ساتھ

ا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ تفصیلی روایات ہیں۔ اگر اس واقعہ کے پیش آنے سے پہلے یہ روایات مشہور و معروف ہوتیں تو

❶۔[الكافي ١/ ٣٦٨؛ الغيبة للطوسى ص ٢٦٢۔ الغيبة للنعمانى ص ١٩٨۔]

❷۔[الغيبة للنعمانى ص ١٩٨۔ بحار الأنوار ٥٢/ ١٠٣۔]

❸۔[الغيبة للطوسى ٢٦٢؛ الغيبة للنعمانى ص ١٩٨۔ بحار الأنوار ٥٢/ ١٠٤۔]

❹۔[اصول الكافي ١/ ٣٦٨۔ الغيبة للنعمانى ص ١٩٨۔]

❺۔[الكافى ؛كتاب الحجة ؛باب كراهية التوقيت ١/ ٣٦٩۔ كتاب الغيبة للنعماني ٢٩٥؛ الغيبة للطوسى ص ٢٠٧ ؛ بحار الأنوار ٥٢/ ١٠٢۔]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ حیرت اور سرگردانی اور دیوانگی تک نوبت نہ آتی۔ اور نہ ہی تفرقہ بازی پیدا ہوتی۔

۲۔ یہ روایات متناقض ہیں۔ اس کی وضاحت اس تحدید زمنی سے ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض میں وقت کی تحدید کی گئی ہے۔ اور بعض روایات میں ایسی کسی بھی تحدید کا انکار رہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ وقت کی تحدید تو موجود تھی؛ مگر پے درپے پیش آنے والے حوادث وواقعات کی وجہ سے اس کو ختم کر دیا گیا۔

۳۔ شیخ مفید والی روایت میں اس کے خروج کا متعین زمانہ نفس زکیہ کے قتل کا وقت بتایا گیا ہے۔ یہ سب سے بڑی عجیب خبر ہے۔

نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن الحسن ابن الحسن بن علی بن ابی طالب کو کہا جاتا ہے؛ جس نے ۱۳۶ ہجری میں خروج کیا تھا۔ اور اس خروج کے ستر دن بعد قتل ہوگیا۔ [مروج الذہب ۱/ ۴۷۸]

تو پھر اب کیسے کہا جا سکتا ہے کہ نفس زکیہ کے قتل اور قائم کے خروج کے مابین صرف پندرہ راتوں کا فاصلہ ہوگا۔؟

پھر مفید کی دوسری روایت بتاتی ہے کہ: ''جب مسجد کوفہ؛ جو کہ دار ابن مسعود سے متصل ہے؛ کی دیواریں گرادی جائیں؛ تو بنو عباس کی حکومت کے ختم ہونے کو القائم کے خروج کا وقت بتاتی ہیں''۔ اور یقیناً اس مسجد کی دیواریں گرادی گئیں؛ اور مسجد کو دسویں بار گرا کر دوبارہ تعمیر کیا گیا؛ اور سینکڑوں سال قبل بنو عباس کی حکومت ختم ہوگئی؛ مگر امام صاحب ابھی تک باہر تشریف نہیں لائے۔

۴۔ چوتھی روایت جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے؛ ان میں مہدی کے خروج کا زمانہ ''چھ دن؛ یا چھ ماہ؛ یا چھ سال'' کے بعد بتایا گیا ہے۔ یہ دیکھ لو؛ چھ سو سال کے بعد پھر دوسرے چھ سو سال بھی گزر چکے ہیں۔ مگر قائم صاحب ابھی تک تشریف نہیں لائے۔

اس سارے جھوٹ کا مقصد حیران و پریشان لوگوں کو دھوکے میں رکھنا تھا۔

پھر ان کے علاوہ دوسری بھی روایات آتی ہیں؛ تاکہ وہ کہیں سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر کیا تھا؛ اور اس کی حد بتائی تھی۔ لیکن لوگوں کی وجہ سے اس حد بندی سے رجوع کر لیا۔ پس اس صورت میں غلطی ائمہ کی نہیں ہے؛ بلکہ یہ خطا۔ ان کے عقیدہ کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خروج مہدی کے وقت کی خبر دی تھی؛ مگر پھر اچانک ہی دیکھا کہ یہ وقت لوگوں میں بحث و مباحثہ کا مرکز ومحور بن گیا ہے؛ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر غصہ ہو کر اس وقت کو ٹال کر اس میں دیر کردی۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہیں تھا کہ لوگ آپس میں اس وقت کے بارے میں گفتگو کریں گے؟۔ سو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چیز کے بارے میں خبر دیں اور پھر اسے تبدیل کر دیں؟۔

خبر اور اطلاع میں نسخ نہیں ہوتا؛ اس پر تمام امت کے علماء کا اتفاق ہے۔ سوائے علمائے شیعہ اثنا عشریہ کے۔ نسخ تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان احکام میں ہوتا ہے جو وقتی طور پر لوگوں کی ضرورت کے مطابق مشروع ٹھہرائے جاتے ہیں؛ پھر بعد میں منسوخ کر دیے جاتے ہیں۔

خبر یا اطلاع کی دو اقسام ہیں: جھوٹ اور سچ۔ سچ کو بدل کر جھوٹ نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی جھوٹ کو بدل کر سچ کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کام صرف شیعہ اثنا عشریہ کے ہاں ہی ہو سکتا ہے۔

مازندرانی نے کہا ہے: ''اس معاملہ میں وقت کا تعین ایک بدائی [غلطی پر مبنی] معاملہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں بداء پیش آیا۔ یعنی دوسرے لفظوں میں یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ کسی چیز کے بارے میں خبر دیں؛ مگر پھر ویسا نہ ہو''۔ اللہ تعالیٰ ایسی چیزوں سے منزہ اور پاک ہیں۔ اس لیے کہ جو کوئی ایسی خبر دے جو کہ پوری نہ ہو؛ وہ غیب نہیں جانتا۔ جب کہ ہمارے رب سبحانہ وتعالیٰ پر ماضی و حاضر اور مستقبل کی کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی معاملہ کی خبر دیتے ہیں تو اس کا ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔

جب کہ یہ جھوٹے دعوے دروغ گو قصہ گوؤں نے گھڑ لیے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بری ہیں۔ اور ائمہ بھی ان سے مبرا ہیں۔ اور یہ واقعات گھڑنے والوں کا حساب لینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔

۶۔ پھر اگر یہ معاملہ اتنا مخفی ہی تھا؛ تو ائمہ نے اسے بیان کیوں کیا؟۔ بلکہ اگر ایسا ہی تھا کہ یہ نہ ہی لوگوں کو بتایا جائے؛ اور نہ ہی اس کی خبر کو پھیلایا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان کیوں فرمایا؟۔ پھر یہ لوگ کیوں ایسی حرکت [وہ چیز بیان] کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے؟۔ اور پھر یہ بھی کہ: کیا اللہ تعالیٰ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر لوگوں کو اس چیز کا علم ہو گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے طے شدہ منصوبے کو ناکام بنا دیں گے؟۔

اللہ کی شان بلند ہے۔ ان لوگوں کی عقول کیسے کسی ایسی چیز کو قبول کر لیتی ہیں جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں ہوتی؟۔

۷۔ پھر اس کے بعد ایسی دیگر روایات آتی ہیں جو پہلی دونوں اقسام کی روایات کو جھٹلاتی ہیں۔ اور ایسی بھی روایات ہیں جو اس بات کی تاکید کرتی ہیں کہ اصل میں خروج امام کا کوئی وقت متعین تھا ہی نہیں۔ اور جس نے اپنی طرف سے کوئی وقت بتایا اس نے جھوٹ بولا۔ ایسے یہ روایات آپس میں ایک دوسری کو جھٹلاتی ہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک جھوٹا اپنے گھڑے ہوئے جھوٹے عقائد کا اپنے اسلوب میں دفاع کرنا چاہتا ہے۔ اور پھر ان عقائد کو اہل بیت کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ تاکہ کوئی ایک ان روایات کو جھٹلانے کی جرأت و ہمت نہ کر سکے۔

لیکن اللہ عزوجل ان تمام لوگوں کی دروغ گوئی کو آشکار فرما رہے ہیں۔ وہ اس طرح سے کہ یہ خود ہی ایک دوسرے کو جھٹلانے لگ گئے ہیں۔ بعض مقررہ وقت کی تائید کرتے ہیں؛ اور بعض کا خیال ہے کہ پہلے تو ایک وقت طے شدہ تھا مگر پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسے بدل دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تیسرا گروہ ان تمام روایات کا انکاری ہی نہیں کرتا بلکہ انہیں جھٹلاتا ہے۔

۸۔ طے شدہ متعین وقت بتانے کا اصل مقصد اپنے ماننے والوں کو دھوکہ دینا ہے۔ کیونکہ امام کی نسل منقطع ہونے کے واقعہ کی شدت نے انہیں ہلا کر رکھ دیا۔ پھر یہ ایک نیا نظریہ گھڑ لیا گیا کہ ایک امام پیدا تو ہوا تھا؛ مگر ڈر کے مارے چھپ گیا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ائمہ کی زندگی میں امامت کا تسلسل جاری رہتا ہے؛ لیکن انہیں بہت بڑی حیرت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا؛ جس کی وجہ سے ان میں سے بہت سارے لوگ شیعیت کو خیر آباد کہہ کر مذہب ہی چھوڑ گئے۔ اب مذہب کی حفاظت بھی بہت ضروری تھی۔ اس وجہ سے ایسی روایات گھڑ کر پیش کی گئیں جو اپنے ماننے والوں کے دلوں میں امام کے عنقریب ظاہر ہونے کی تمنا پیدا کرتی ہیں۔ ان روایات گھڑنے کا سبب یہ ہے۔ یقطین کی اپنے والد علی بن یقطین سے روایت اسی جانب اشارہ کرتی ہے۔

۹۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم تھا کہ شیعہ حیرانگی و سرگردانگی اور اختلاف کا شکار ہوگئے ہیں۔ تو پھر ان کے اس امام غائب کو ظاہر کیوں نہ کر دیا تاکہ ان کی اس حیرانگی کو ختم کیا جاسکے؟۔ پھر اس تمام بشریت کا کیا گناہ ہے؛ جنہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے؛ اور اسی عبادت کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے صلہ میں جنت وجہنم تیار کر رکھے ہیں۔ پھر اس عبادت کو امام کی معرفت؛ اس کی اطاعت اور اس سے علم حاصل کرنے کے ساتھ مربوط کر دیا؛ اس لیے کہ وہ معصوم ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس امام کو بھی لوگوں سے چھپا دیا؛ اور لوگوں کو ایسے اندھیروں میں بھٹکتے چھوڑ دیا۔ اگر حق کی معرفت امام کے بغیر ممکن ہے؛ تو پھر امام کی ضرورت کیوں پیش آئی؟۔ اور اگر حق کی معرفت امام کے بغیر ممکن نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں سے غائب کیوں کر دیا؟۔ اور لوگوں کو یوں گمراہیوں میں سرگرداں زندگی گزارتے کیوں چھوڑ دیا؟۔

۱۰۔ ہم شیعہ سے ایک سوال کرتے ہیں: ''کیا وہ آج کے دن میں امام کے بغیر حق کی معرفت رکھتے ہیں؟ اگر وہ کہیں: ہاں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ: پھر تو امام کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی۔ اور اگر وہ کہیں: نہیں۔ تو پھر تم تو اس وقت سے گمراہی میں زندگی بسر کر رہے ہو جب سے تمہارا امام غائب ہوا ہے۔

۱۱۔ ہم شیعہ سے یہ سوال بھی کرتے ہیں: ''یہ امام کب نکلے گا؟ اگر وہ کہیں کہ: جب فساد عام ہو جائے۔ تو پھر اس صورت میں ظہور امام کی راہ میں رکاوٹ خود تم لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔ کیونکہ تمہارے مذہب کے مطابق ہم اہل سنت والجماعت فاسد لوگ ہیں۔ ہم نے تو پھر خروج مہدی کی راہ ہموار کر دی ہے۔ تو اصلاح کار اور نیک شیعوں کے علاوہ کوئی دوسرا باقی نہیں رہا۔ اب تم پر لازم ہوتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ اس فاسد مذہب میں داخل ہو جاؤ تاکہ مہدی نکل آئے۔ ورنہ ثابت ہوگا کہ تم لوگ سچے دل سے مہدی کا خروج نہیں چاہتے۔

۱۲۔ آخری بات: یہ کہ امام مہدی کے لیے غائب ہونا کیسے جائز ہوگیا جب کہ تمہارے مذہب کے علماء امام غائب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امامت کو جائز نہیں سمجھتے ؟۔

آپ کی خدمت میں یہ روایات پیش کی جارہی ہیں:

محمد بن مسلم کہتا ہے:''میں نے ابو جعفر سے سنا؛ وہ کہہ رہے تھے:''ہر وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنے نفس پر خوب محنت کرے؛ اور اس کا کوئی امام نہ ہو؛ تو اس کی یہ تمام کوششیں نا قابل قبول ہیں۔ وہ گمراہ اور سرگرداں ہے؛ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ناپسند [اور برباد] کرنے والے ہیں۔ پھر ان کو اس بھیڑ سے تشبیہ دی ہے جو ریوڑ سے بھٹک گئی ہو۔ پھر فرمایا:''اے محمد! اللہ کی قسم! اس امت میں سے جو کوئی اس حال میں صبح کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا کوئی ظاہر عادل امام نہ ہو۔ تو اس نے گمراہی اور سرگردانی میں صبح کی۔ اور اگر وہ اسی حال میں مر گیا تو وہ کفر اور نفاق کی موت پر مرا''۔ [الکافی ۸/ ۳۷۵]

* ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ اس کا ان کے پاس کیا جواب ہے۔ لیکن اس میں کوئی تعجب والی بات نہیں۔ ان کی تمام تر روایات کا یہی حال ہے کہ وہ آپس میں متناقض ہیں۔ حتیٰ کہ یہی بات بہت سارے لوگوں کے مذہب شیعہ ترک کرنے کا سبب بھی بنی۔ جیسا کہ چوتھی صدی ہجری کے بہت بڑے شیعہ عالم طوسی نے اپنی کتاب ''تہذیب الاحکام '' کے مقدمہ میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک جھوٹا اپنے اپنے دور میں اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے روایات گھڑتا رہا۔ پھر جب ان روایات کو جمع کیا گیا تو یہ تمام روایات آپس میں متناقض ہی تھیں۔

دعویٰ غیبت مہدی کے باطل ہونے پر عقلی دلائل:

اگر عقل مند انسان اپنے آپ کو ان روایات کی نیند سے بیدار کر کے کچھ دیر کے لیے غور وفکر کرے تو وہ حقیقت کا ادراک کر سکتا ہے۔ اس وضاحت ذیل میں ہے:

۱۔ حسن عسکری یا اس سے پہلے کے دو اماموں نے یہ روایات ذکر نہیں کیں۔ اگر ان ائمہ کو ان روایات کا علم ہوتا تو وہ ضرور انہیں بیان کرتے۔ اور اگر انہوں نے کوئی ایسی چیز بیان کی ہوتی تو راوی اسے روایت کرتے اور [یہ روایات لوگوں میں مشہور ہوتیں] اور اس مذہب کے ماننے والے تفرقہ بازی سے محفوظ رہتے۔

۲۔ ان ائمہ کے حالات زندگی لکھنے والوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں لکھی کہ جو لوگ ان ائمہ کی صحبت یا شاگردی میں ان کے آس پاس رہتے تھے؛ ان میں سے کسی ایک نے ان سے دوسری من گھڑت روایات جیسے: امامت؛ عصمت اور رجعت اور تقیہ کے بارے میں کوئی سوال کیا ہو۔ جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا۔

۳۔ چوتھی صدی ہجری سے قبل اس فرقہ کا ذکر نہ ہی شیعہ مؤرخین نے کیا ہے؛ اور نہ ہی شیعہ یا اہل سنت کی کتابوں میں کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہے۔ بلکہ شیعہ مؤرخ نوبختی (متوفی ۳۱۰ ہجری)؛ سعد القمی (متوفی ۳۰۱ ہجری) نے شیعہ کی تاریخ لکھی ہے اور اس میں انہوں نے ان تمام شیعہ فرقوں کا ذکر کیا ہے؛ اس میں اثنا عشریہ کا نام تک نہیں پایا جاتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں شیعہ مؤرخین کے معاصر ہیں؛انہوں نے بھی کوئی ایسی چیز ذکر نہیں کی۔آپ نے مذکورہ بالا سابقہ [شیعہ] عقائد کے متعلق ائمہ کا موقف اوران کے خیالات تو ذکر کیے ہیں؛لیکن اس میں کہیں ایک بار بھی شیعہ کا نام تک نہیں آیا۔

۴۔ ان فرقوں میں سے بعض اپنے اپنے امام کے مہدی ہونے کا دعوی بھی کرتے تھے۔اور یہ کہ ان کا امام مرانہیں۔اور عنقریب مہدی کو اٹھایا جائے گا۔اوراس امام کی موت کا بھی انکار کیا۔اوراپنے اپنے امام کے بارے میں غائب ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے تھے۔لیکن ان کے پاس کوئی ایسی روایت نہیں پہنچی جو یہ بتاتی ہو کہ مہدی بارھواں امام ہوگا ؛اوروہ جلد ہی غائب بھی ہو جائے گا۔پس جن لوگوں نے اپنے امام کے متعلق مہدی ہونے کا دعوی کیا تھا؛ان میں سے ایک مختار بھی ہے۔اس نے محمد بن علی ابن ابی طالب کے متعلق مہدی ہونے کا دعوی کیا تھا۔لیکن اس پر کسی نے یہ کہہ کر رد نہیں کیا کہ نہیں بلکہ مہدی بارھواں امام ہوگا۔یہ تاریخ کی کتابیں موجود ہیں[کوئی بات پوشیدہ نہیں]۔

۵۔ یہ روایات جو مہدی کے متعلق گفتگو کرتی ہیں؛انہیں ائمہ میں سے صرف چار کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔جن کی ابتداء حضرت علی بن ابی طالب سے ہوتی ہے۔اور انتہا موسی بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ پر ہو جاتی ہے۔اس میں سے کوئی بھی چیز حسن عسکری کی طرف منسوب نہیں ہے۔حالانکہ اسے چاہیے تھا کہ اس کا تعارف کرواتا اورلوگوں میں اس کی تبلیغ کرتا؛تاکہ اپنے ماننے والوں کے عقائد کی حفاظت کر سکے۔اس سے پتہ چلا کہ اسے اس بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ کلینی نے ''الکافی'' میں اکتیس روایات نقل کی ہیں؛ان میں سے ایک بھی حسن عسکری سے روایت نہیں کی گئی۔

ان کی تفصیل بذیل ہے:

* حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں۔
* محمد بن علی ابن حسین سے پانچ روایات۔
* جعفر بن محمد سے بیس روایات۔
* موسی بن جعفر سے تین روایات۔
* ابوالحسن رضا علی بن موسی سے ایک روایت۔[الکافی ۱/۳۳۶]

لگتا ہے جن لوگوں نے یہ روایات گھڑ لائی ہیں؛وہ اس دیدہء حیرت اورتفرقہ بازی کی وجہ سے بہت زیادہ جلدی میں تھے؛تاکہ اس سارے معاملہ کا مقابلہ کرسکیں۔یا انہیں اس بات کا بھی علم تھا کہ اگر وہ ان روایات کو متاخرین کی طرف منسوب کریں گے تو ان کے معاصرین انہیں تسلیم کرنے سے انکار کردیں گے۔کیونکہ ان میں ایسے بھی تھے جن کا آپس میں دوستانہ تھا۔یا پھر ان کے دوستوں سے دوستانہ تھا۔اوران میں سے کسی ایک سے کوئی ایسی روایت نہیں سنی گئی۔تو پھر اسی بات کو ترجیح دی گئی کہ اس دور کے زمانہ کے لوگوں کی طرف ان روایات کو منسوب کیا جائے؛تاکہ اگر جھوٹ کا حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئے تو انہی پر آئے۔

٦۔ پھر یہ کہ معصومین کے دور میں یہ روایات کیسے غیر معصوم سے روایت کی گئی ہیں۔ جب کہ شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ کے مطابق دین کی تبلیغ کے مکلّف صرف ائمہ معصومین ہیں۔

* بلاشک شیعہ کے ائمہ متاخرین نوواں ؛ دسواں اور گیارہواں امام ان سے کچھ بھی نہیں سیکھا گیا۔ اور نہ ہی ان کی سند سے کوئی روایت کہیں پر پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ روایات ان دوسرے لوگوں سے نقل کی گئی ہیں جو کہ معصوم نہیں ہیں۔ جب کہ اس دور میں ائمہ زندہ موجود تھے؛ یہ دعوت و تبلیغ کا کام ان کی ذمہ داری تھی۔ عجیب بات ہے کہ ائمہ کو چھوڑ کر ان روایات کی تصدیق کیسے کر لی گئی؛ اور ان سے کیسے ایک قدم آگے بڑھ گئے۔

* آخری امام جس کی طرف روایات منسوب ہیں؛ وہ علی بن موسی رحمہ اللہ ہے۔ جو ان کے ہاں ساتواں امام ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس سے اس کا بیٹا محمد روایت کرتا؛ اور پھر اس سے اس کا بیٹا علی روایت کرتا۔ پھر اس کا بیٹا حسن بن علی العسکری روایت کرتا۔ جب ان کی موجودگی میں کوئی غیر معصوم روایت کرتا ہے تو یہ ان روایات کے من گھڑت اور خود تراشیدہ ہونے کی دلیل ہے۔ پس اس سے مہدویت ؛ امامت ؛ معصومیت اور غیبت کے تمام تر دعووں پر کلہاڑا چل جاتا ہے [اور یوں یہ پوری عمارت تار عنکبوت بن کر رہ جاتی ہے]۔

چہارم: مہدی کے چھپ جانے کا سبب

اس بارے میں وارد کچھ روایات:

بہت ساری روایات ایسی وارد ہوئی ہیں جو کہ ائمہ کی طرف منسوب ہیں: اور ان میں مہدی کے چھپ جانے کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت جی قتل ہو جانے کے خوف سے روپوش ہو گئے ہیں۔

1 ۔زرارہ کی طرف منسوب ہے؛ اس نے کہا ہے: ''میں نے ابو عبداللہ سے سنا؛ وہ فرما رہے تھے: ''القائم قائم ہونے سے پہلے غائب ہو جائے گا؛ میں نے پوچھا: وہ کیوں؟ فرمایا: ''وہ ڈر رہا ہے'' اور یہ کہتے ہوئے: اپنے ہاتھ سے پیٹ کی طرف اشارہ کیا؛ یعنی قتل ہو جانے کے خوف سے'' [1]۔

2 ۔ان کے ہاں اس معنی میں کئی روایات پائی جاتی ہیں [2]۔

3 ۔شیخ الطائفہ طوسی کہتا ہے: ''اس کے ظہور میں کوئی اور ایسی علت نہیں ہے جو اسے ظاہر ہونے سے مانع ہو؛ سوائے اس کے کہ اسے اپنی جان کا خوف ہے؛ کہیں وہ قتل نہ ہو جائے۔ بیشک اگر اس کے علاوہ کوئی اور سبب ہوتا تو پھر اسے یوں روپوش ہونا مناسب نہ تھا۔ وہ ہر قسم کی مشقت اور اذیت برداشت کر لیتا۔ یہی حال تو انبیاء کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ بیشک ان کی عظمت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے لیے بہت بڑی مشقتیں

[1] ۔[أصول الكافي للكليني ١/ ٣٣٨ . الغيبة للنعماني ص ١١٨ . إكمال الدين ص ٤٤٩ .]

[2] ۔[أصول الكافي للكليني ١/ ٣٣٨ . الغيبة للنعماني ص ١١٨ . إكمال الدين ص ٤٤٩ .]

" محكم دلائل سے مزين متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برداشت کرتے ہیں۔[الغیبة للطوسی ص ۱۹۹]

ب: وقفات

شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام ہے۔ یعنی امام مہدی نے اپنی طرف سے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ نہ ہی وہ خود ساختہ امام ہیں۔ بلکہ اسے امام بنانے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ کیونکہ لوگوں کو اس چیز کی بہت سخت ضرورت تھی۔

پھر جس نے اسے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل کردیا؛ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ پھر جس نے اس کی حفاظت کی اور آج تک کے لیے اس کی عمر کو لمبا کردیا؛ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

پس ہم ایک بات کہتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ ہی نبی کے نائب امام کو مقرر کرنے والے ہیں؛ اور پھر اسی نے اس امام کو لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل کردیا۔ اور اسی نے اپنی مخلوق میں جاری اپنی عادت کی سنت کے خلاف آج تک کے لیے اس کی عمر بڑھا دی ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اسے سامنے لاکر لوگوں کے شر سے اس کی حفاظت کیوں نہیں کرتے؟ تاکہ دین قائم ہو اور بشریت کو ہدایت ملے؛ بجائے اس کے کہ وہ چھپا رہے اور لوگ اس کے فائدہ سے محروم رہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خلاف عادت سلوک کر چکے ہیں۔

بلا ریب یہ دعویٰ اللہ احکم الحاکمین کی حکمت کے منافی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کو اس کے ساتھ مربوط [منحصر] کردیں؛ اور پھر اسے چھپا لیا جائے؛ اور چھپا چھپا کر اس کی حفاظت بھی کی جائے؛ اور لوگوں کے لیے اس کی امامت کا مقصد پورا ہی نہ ہوتا ہو۔

۲۔ یہ روایات جو حسن عسکری کے غائب ہونے کی خبر دیتی ہیں؛ ان کا اظہار حسن عسکری نے اپنے ماننے والوں کے سامنے نہیں کیا۔ اگر اسے ان روایات کے بارے میں کوئی علم ہوتا؛ تو پھر اس کے لیے اس علم کا چھپانا جائز نہیں تھا۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ روایات امام پر مخفی رہی ہوں؛ جبکہ اس کے معاصرین اتباع کاروں کو اس بارے میں علم ہو۔ اور وہ ان روایات کو ان دوسرے ایسے افراد سے نقل کر رہے ہوں جو کہ معصوم نہیں ہیں۔

۳۔ شیعہ اثنا عشریہ کے من گھڑت عقائد میں سے بدأ کا عقیدہ بھی ہے۔ جس کے ذریعہ ان تمام روایات کا حل نکالا گیا ہے جو کہ بتائی گئی خبر کے مطابق واقع نہ ہوئی ہوں۔ پس پھر وہ مجبوراً اس خبر کے خلاف واقع ہونے یا نہ ہونے کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان ہی روایات میں سے:

اسماعیل بن جعفر کا قصہ ہے۔ اس کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ اس کے باپ نے کہا تھا: ''وہ میرے بعد امام ہوگا''۔ مگر پھر اسماعیل اپنے باپ کی زندگی میں ہی مر گیا۔ تو کہنے لگے: ''اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی ہوگئی''۔ کہ اس نے جعفر کو بتایا تھا کہ اس کا بیٹا اسماعیل اس کے بعد امام ہوگا۔ تو جعفر نے اللہ تعالیٰ کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے ماننے والوں کو اس بارے میں خبر بھی دیدی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کو اس بتائی ہوئی خبر کے برعکس بداء ہوا؛ تو اس نے اسماعیل کو ماردیا تاکہ اس کے بعد امام موسیٰ بن جائے''❶۔

پس اس سلسلہ میں انہوں نے جعفر سے روایت کیا ہے؛ کہا:

''اللہ تعالیٰ کو ایسا بداء کسی چیز میں نہیں ہوا جیسا بداء اسماعیل کے بارے میں ہوا ہے❷۔

❀ یعنی اللہ تعالیٰ پر یہ آشکار ہوا کہ جو کچھ ان کے والد کو بتایا ہے؛ اب اسے بدل دیا جائے۔ پس اس وعدہ خلافی کا سارا بوجھ اللہ تعالیٰ پر ڈال دیا گیا۔-استغفر اللہ العظیم؛ یہ کتنی گندی؛ ناروا اور گستاخانہ بات ہے۔-لیکن شیعہ اثنا عشریہ کے ہاں یہ ان کا عقیدہ ہے۔ یہاں پر یہ لوگ اپنے اسی عقیدہ اور کلام کو دہراتے ہیں۔ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بتادیا تھا کہ مہدی مختفی ہوگا[یعنی چھپے گا] اور پھر اتنے اتنے عرصہ میں دوبارہ ظاہر ہوگا۔ پھر اسے بداء ہوا؛ اور اس نے اس خبر کو بدل دیا؛ اور اپنے وعدہ کے خلاف کیا۔ بیشک اس سے پہلے بھی ایسے واقعات پیش آچکے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بداء کی وجہ سے وعدہ خلافی کی تھی۔

---

❶۔شیعہ عالم مجلسی کے نزدیک البداء کے دو معانی ہیں:۱: کسی چیز کا ظاہر اور منکشف ہونا۔۲: نئی رائے کا پیدا ہونا۔[بحار الأنوار:۴/۱۱۴۔۱۲۲ باب البداء والنسخ۔] اپنے اصل کے اعتبار سے البداء گمراہ کن یہودی عقیدہ ہے، حالانکہ خود یہودی نسخ کے قائل نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ نسخ سے البداء لازم آتا ہے۔[سفر التکوین، الفصل السادس فقرہ: ٥۔ سفر الخروج: فصل: ٣٢۔ فقرہ: ١٢۔ ١٤ سفر القفاۃ: فصل ثانی: فقرہ: ١٨۔ وغیرہ۔ مزید دیکھیے: مسائل الامامۃ: ٧٥۔]

البداء کا عقیدہ شیعہ فرقے السبئیہ میں منتقل ہوا تو وہ سب اسی عقیدے کے قائل ہوگئے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت ساری چیزوں کا انکشاف ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کو بہت سارے حالات وواقعات کا پہلے علم نہیں ہوتا۔ جب وہ واقع ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ہوتا ہے۔''[التنبیہ والرد:۱۹۔]

البداء شیعہ عقیدے کے اصولوں میں سے ایک ہے۔ ابو عبداللہ نے فرمایا: البداء جیسی اللہ کی کوئی اور عبادت نہیں ہے۔''[أصول الکافی:۱/۱۰۴۔۱۰۵۔ کتاب التوحید۔ ح:۱۔ باب البداء۔ التوحید:۳۲۲۔ ح:۱باب البداء۔ بحار الأنوار:۴/ ۱۰۷۔ ح:۱۹۔ باب البداء والنسخ۔ اس میں ۷۰ روایات ذکر کی ہیں۔]

مزید الزام تراشی کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اگر لوگوں کو عقیدہ البداء کا اجر وثواب معلوم ہو جائے تو وہ ہر وقت البداء کے متعلق گفتگو کریں۔[أصول الکافی:۱/ ۱۰۶۔ التوحید ۳۳۴۔ ح: ۷۔ بحار الأنوار:۴/ ۱۰۸۔ ح:۲۶۔]

یہ عقیدہ شیعہ علماء کے نزدیک متفقہ عقیدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں:''شیعہ علماء نے البداء کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شامل کرنے پر اتفاق کیا ہے۔[أوائل المقالات: ٤٦۔ القول فی الرجعة والبداء ......''۔]

شیعہ نے امام ابو الحسن: پر بہتان بازی کرتے ہوئے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ابو جعفر کے بعد ابو محمد کے بارے میں وہ معلومات ملیں جو پہلے سے معلوم نہ تھیں۔''[۔شرح أصول الکافي ٦/ ٢٢٢؛ (باب الأشارۃ والنص علی أبی محمد۔]

درحقیقت بداء کا عقیدہ ایک حیلہ ہے تاکہ وہ اپنے ائمہ کی خلاف واقع اور جھوٹی باتوں پر پردہ ڈال سکیں۔ اس عقیدہ کی روشنی میں شیعہ علماء اپنے پیروکاروں کو تناقض واختلاف اور جھوٹ مان لینے کا حکم دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ جھوٹ گھڑ لیا کہ اگر ان کا امام کوئی خلاف واقع خبر دے [تو اسے اس عقیدہ کی روشنی میں مان لیا جائے]۔ ان کے ائمہ کہتے ہیں:''جب ہم تمہیں کوئی خبر دیں اور وہ اسی طرح واقع ہو جائے تو تم کہو اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ اور اگر اس کے خلاف واقع ہو جائے تو تم کہو اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے، تمہیں دہرا اجر ملے گا۔''[تفسیر القمی: ١/ ٣١١۔ بحار الأنوار: ٤/ ٩٩۔ حدیث نمبر: ٨۔ باب البداء والنسخ۔]

❷۔[التوحید لابن بابویه ٣٣٦ . کمال الدین ٧٥ . بحار الأنوار ١٣/ ٣٧ .]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ پھر بات یہ ہے کہ: مہدی کو قتل کیوں کیا جائے گا؟۔ خود یہ امام اور اس سے پہلے کے باقی ائمہ میں سے کوئی ایک بھی نہ ہی بنو امیہ کے دور میں قتل ہوا اور نہ ہی بنو عباس کے دور میں؛ سوائے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے۔ اور انہیں بھی ان کے گھر میں قتل نہیں کیا گیا۔ آپ اس وقت شہید کر دیے گئے؛ جب آپ اہل عراق سے بیعت لینے ان کی دعوت پر عراق جا رہے تھے۔ یقیناً آپ کو بہت ہی مظلومیت کے ساتھ قتل کیا گیا۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد میں جتنے لوگ بھی آئے؛ جنہیں امام بتایا گیا؛ اور ان میں سے کسی ایک نے خروج نہیں کیا؛ اور نہ ہی اس نے لوگوں کو بغاوت یا خروج کی دعوت دی؛ تو ان میں سے کوئی ایک بھی قتل نہیں ہوا۔ تو پھر ان باقی تمام ائمہ کو چھوڑ کر صرف بارہویں امام کو کیوں قتل کیا جاتا؟۔

۵۔ پھر خود ان شیعہ کو دیکھیں۔ ان کی تاریخ میں کئی بار ان کی حکومتیں قائم ہوئیں؛ بویہی حکومت ۳۲۲ھ سے لیکر ۴۶۷ھ تک تھی (چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں)۔ بنو عبید کی حکومت: جسے فاطمی حکومت بھی کہا جاتا ہے؛ ان کی بنیاد مغرب میں ۲۹۶ھ میں رکھی گئی۔ ان لوگوں نے ۳۶۲ھ میں مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور پھر ۵۶۷ھ میں ان کا سقوط ہوا۔ اور دولت صفویہ/صفوی حکومت جو کہ ۹۰۶ھ میں قائم ہوئی؛ اور ۱۱۴۴ھ میں ختم ہوئی۔ ان حکومتوں میں شیعہ علماء شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ تو پھر ان زمانوں میں مہدی باہر کیوں نہیں نکلے جب ان کے چاہنے والے شیعہ برسر اقتدار تھے۔ پھر آج کے اس دور میں ایران/ جہاں پر شیعہ حکومت ہے؛ یہ اپنے علاقہ میں عسکری اعتبار سے طاقت ور ترین حکومت ہے [بلکہ اب ایٹمی اسلحہ اور میزائل ٹیکنالوجی سے لیس ہے] تو امام صاحب پھر بھی نہیں نکلتے۔

* ایک شیعہ عالم أحمد الکسروی کہتا ہے: ''جب ان کا منتظر اپنی جان کے خوف سے چھپ گیا؛ تو پھر اس وقت ظاہر کیوں نہ ہوا جب بغداد پر آل بویہ شیعہ کی حکومت قائم ہوئی؛ اور انہوں نے عباسی خلفاء کو اتنا مجبور کر دیا تھا کہ وہ ان کی بات مان کر چلتے تھے۔ اور پھر اس وقت کیوں نہ ظاہر ہوا جب شاہ اسماعیل صفوی نے اپنی حکومت قائم کر دی۔ اور اہل سنت کے خون سے نہریں بہادیں۔ اور اس وقت کیوں نہ ظاہر ہوا جب ایران میں طاقتور ترین شیعہ بادشاہ عبدالکریم زندی کی حکومت تھی؛ اور وہ سکے پر امام زمان کا نام کندہ کرواتا تھا [یعنی امام کے نام کا سکہ چلتا تھا]۔ اور وہ اپنے آپ کو امام کا نائب اور وکیل سمجھتا تھا۔ اور آج اس کا ظہور کیوں نہیں ہو جاتا جب شیعہ کی تعداد ساٹھ ملین سے زیادہ ہوگئی ہے۔ اور وہ سارے اس کا انتظار کر رہے ہیں [1]۔

۶۔ پھر یہ روایات کیا اور کیسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی چنی ہوئی منتخب امت کو خنزیر سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ان پر لعنت کی جاتی ہے۔ ہائے افسوس! یہ لوگ اسلام پر اپنی طرف سے کتنے بہتان گھڑ لائے ہیں؛ وہ امت جس کے امام جناب محمد بن عبداللہ؛ رب العالمین کے رسول مقبول؛ سید البشر ہیں؛ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس امت میں اہل اللہ علماء؛ شہداء؛ اور صالحین کی کوئی کمی نہیں۔ جن میں اہل بیت بھی ہیں اور دوسرے بھی۔ مگر اس کے باوجود انہیں کہا جا رہا ہے کہ یہ

[1] ۔[التشیع و الشیعۃ للکسروی ص ۴۲.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ خنزیر کے مشابہ اور معلون امت ہیں؛ کیا ایسے کلام کا بیت نبوت سے صادر ہونا ممکن ہے؟ حاشا وکلا۔

❀ لیکن ہم پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ دروغ گوؤں اور دشمنان دین کی دسیسہ کاری ہے؛ جن کا کام ہی روایات گھڑنا ہے اور امت کے لوگوں پر گالم گلوچ کرنا ہے؛ وہ امت جو باطل عقائد کو قبول نہیں کرسکتی۔ پس اب ان لوگوں کے سامنے [دلیل سے] عاجز آ کر ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ اُس بہترین امت کے لوگوں پر سبّ وشتم کریں جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ ارشادالٰہی ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

''تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جولوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں''۔ [آل عمران ۱۱۰]

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچا کون ہوسکتا ہے؛ اور اس کے کلام سے سچا کلام کس کا ہوسکتا ہے۔؟

وہ امت جس نے ایک عالم کو فتح کیا؛ اور دنیا کو اسلام کے نور سے روشن کردیا۔ جس کے لیے ان کا رب گواہی دے کہ وہ بہترین امت ہیں۔ تو پھر اہل بیت کے نام پر یہ ایک من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی روایت آتی ہے؛ تاکہ ان لوگوں کی مذمت کی جائے جن کی مدح وتعریف اللہ تعالیٰ بیان کررہے ہیں۔

یہی وہ مسلک ہے جو شیعہ دین کی بنیاد رکھنے والوں کا منشاء ومقصود تھا۔ تاکہ وہ اس گروہ کو امت سے جدا کرکے اپنے من گھڑت عقائد کو باقی رکھنے کا ذریعہ بنالیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ان کا حساب لینے والے ہیں جو اس گناہ میں ان کے شریک کار بنیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مسلک:

اس گروہ کے نام کی تائید میں روایات وضع کرنا

أ۔ اس سلسلہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے:

معاصر شیعہ علماء اپنے مذہب کی کتب کا پرسکون اور اطمینان بخش اور تسلی پر مبنی مطالعہ کرنے کے بعد اس امر کا اقرار کرتے ہیں: ''چوتھی اور پانچویں صدی ہجری وہ زمانہ ہے جب شیعہ مذہب کو تقویت دینے کے لیے روایات گھڑی گئیں اور کتابیں تالیف کی گئیں۔ اور اس نظریہ پر ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں شیعہ اثنا عشریہ نام کی صحت وارد ہوئی ہے۔ ذیل میں اس کی کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ا۔ ایک شیعہ عالم حسین المدرسی طباطبائی نے بارہ خلفاء والی روایت ذکر کر کے اس پر ایک طویل کلام کیا ہے۔ اور پھر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ عصر اول کے شیعہ اس [حدیث کی روایت] کا کوئی اہتمام نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ امامت قیامت تک باقی رہے گی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: ''یہ عموم شیعہ کا عقیدہ تھا۔ کیونکہ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ امامت کا سلسلہ قیامت قائم ہونے تک چلتا رہے گا۔ اور ائمہ کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہوسکتی ہے''۔

حقیقت یہی ہے کہ دوسری اور تیسری صدی کی جو بھی شیعہ کتاب اپنی اصل پر باقی ہے؛ یا جو بھی کتاب تیسری صدی ہجری سے پہلے لکھی گئی ہے اور وہ دیسیہ کاروں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہی ہے؛ اس میں اس چیز کا اثر/ نام و نشان تک نہیں ملتا کہ شیعہ مؤلفین نے اس حدیث کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا بھی ہو۔ یا پھر کسی ایک کے ذہن میں آیا ہو کہ یہ حدیث ان کے مذہب سے متعلق ہے۔ بلکہ یہ واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مشہور حدیث پر مکمل طور پر خاموش رہے۔ کیونکہ وہ لوگ اس حدیث کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ اس بات کا مشاہدہ کر چکے تھے کہ عثمانیہ اس کا اقرار کرتے ہیں؛ اور اس سے اپنے ان مصالح میں استدلال کرتے ہیں جو کہ خلافت کے آخری ایام میں پیش آئے۔

* بنو نوبخت ❶ نے اس حدیث کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ اور نہ ہی یہ حقیقت ہے کہ ائمہ بارہ ہیں۔ اور نہ ہی سعد بن عبداللہ الاشعری اور نہ ہی ابن قبہ نے اپنی کتابوں میں ایسی کسی بات کا تذکرہ تک کیا ہے۔ ان کی کتابیں ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں۔ اور یہ لوگ تیسر صدی ہجری کے آخر میں ہوگزرے ہیں۔ جو کہ غیبت امام کا زمانہ ہے۔

---

❶۔ بنو نوبخت سے شیعہ عالم کی مراد وہ شیعہ علماء ہیں جنہوں نے مختلف فرقوں اور تفرقہ بازی کے اسباب پر کتابیں لکھی ہیں۔ ان علماء نے نہ ہی اس حدیث کا ذکر کیا ہے؛ اور نہ ہی کسی اثنی عشری شیعہ گروہ کا نام لیا ہے۔ اگر ان لوگوں کو ائمہ کی متعین تعداد کا علم ہوتا؛ اور ان کے پاس اس طرح کی کوئی روایت ہوتی؛ تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے کہ ائمہ بارہ ہوں گے۔ اور اپنی کتابوں میں اس حدیث کو بھی جگہ دیتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آگے چل کر کہتے ہیں: سب سے پہلے اثنی عشرہ کا مسئلہ پیش کرنے والے؛ اور اس فکر کو جگہ دینے والے دو بڑے شیعہ محدث ہیں؛ ا۔علی بن بابو یہ قمی ۲۔محمد بن یعقوب کلینی۔ یہ دونوں صاحب غیبت صغری کے آخری مرحلے میں گزرے ہیں۔اوران کی وفات ۳۲۸ھ اور ۳۲۹ھ کے دو سالوں میں ہوئی ہے۔

علی بن بابو یہ قمی اپنی کتاب "الامامة والتبصرة" کے مقدمہ میں کہتا ہے:"بیشک جب میں نے دیکھا کہ اس کے زمانہ کے بہت سارے شیعہ شکوک وشبہات کا شکار ہورہے ہیں؛ کہ ان کے مذہب کی بنیاد کس چیز پر قائم ہوئی ہے؟ تو میں نے یہ کتاب تالیف کی؛ جو بعض ان احادیث کو شامل ہے جن میں انتہائی دقت کے ساتھ ائمہ کی تعداد کا تعین ہے۔ تاکہ شیعہ کو اطمینان حاصل ہوجائے کہ ان کا مذہب ہی صراط مستقیم ہے۔

کلینی نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب "الکافی" میں ایک فصل ان روایات کے لیے مختص کی ہے جن میں بارہ ائمہ کا تذکرہ ہے۔حالانکہ یہ فصل اپنی مناسب جگہ پر نہیں رکھی گئی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فصل بہت بعد میں اضافہ کیا گیا ہے؛ بھلے یہ اضافہ خود مصنف ہی کی طرف سے ہو"❶۔

۲۔ ایک معاصر شیعہ محدث بہبودی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احادیث میں وارد ائمہ کی تعداد درست نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دور اول کے شیعہ جو پہلی تین صدیوں میں گزرے ہیں؛ ان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ امامت کا سلسلہ منقطع ہوگا۔بہبودی نے کہا ہے:" آپ کو اس بحث میں نظام امامت میں شذوذ کا علم تو ہو گیا ہوگا۔ وہ احادیث مسئلہ امامت پر دلیل کے طور پر روایت کی جاتی ہیں؛ جو کہ جملہ طور پر ساری کی ساری من گھڑت ہیں؛ انہیں غیبت وحیرت کے دور میں یا اس سے کچھ قبل گھڑ لیا گیا ہے۔اگر یہ نصوص شیعہ امامیہ کے پاس متوفر اور موجود ہوتیں تو انہیں ائمہ اطہار کی معرفت کے سلسلہ میں اس رسوا کن اختلاف کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔اور نہ ہی اساطین مذہب؛ اور ارکان الحدیث کے مابین اتنا لمبا عرصہ حیرت وسرگردانگی گھر کئے رہتی۔تو پھر وہ اس علم سے مالا مال ہوتے اور غیبت کے اثبات اور امامت کے دلوں سے اس کثرت کے ساتھ اس حیرت کے خاتمہ کے لیے کتابیں تالیف کرتے"❷۔

۳۔ ڈاکٹر موسی الموسوی؛ آخر میں ہم اپنی اس بحث کو ڈاکٹر موسی الموسوی کے کلام پر ختم کرتے ہیں؛ جو کہ مذہب میں درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے شیعہ عالم تھے"❸۔

❶۔ تطور المبانی الفكرية للتشيع في القرون الثلاثة الأولىٰ (ص ١٥٦-١٦٢).

❷۔ معرفة الحديث ص ١٧٢.

❸۔[یہ ایک بڑے شیعہ عالم سید ابوالحسن الموسوی الاصفہانی کا پوتا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں نجف اشرف میں پیدا ہوا۔اور رسمی تعلیم اپنے ہی جامعہ میں حاصل کی۔اور شریعت اسلامیہ میں فقہ کے مضمون میں اجتہاد کی اعلی ڈگری حاصل کی۔اور ۱۹۵۹ء میں جامعہ پیرس سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔اور جامعہ طہران سے ۱۹۵۵ء میں شریعت اسلامیہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔جامعہ بغداد میں ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۸ء کے دوران فلسفہ کے استاذ رہے۔۱۹۷۹ء میں مغربی امریکہ میں مجلس اسلامی کے چیئرمین چنے گئے۔دنیا کی کئی یونیورسٹیوں میں زائر استاذ کی حیثیت سے کام کیا]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موصوف شیعہ روایات میں ظاہر ہونے والی اس دسیسہ کاری؛ اوراس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''انصاف کا متلاشی دیکھے گا کہ جو روایات شیعہ راویوں نے اپنی تالیف کردہ کتابوں میں چوتھی اور پانچویں صدی کے دوران درج کی ہیں؛ ان کا نتیجہ انتہائی اندوہناک اور پریشان کن ہے۔ وہ یہ کہ: بعض شیعہ راویں نے اسلام کو بدنام کرنے کے لیے اپنی جو کوششیں بروئے کار لائی ہیں؛ وہ اتنی کوششیں اور محنتیں ہیں کہ اپنے بوجھ میں زمین و آسمان کے برابر ہیں۔ جن سے یہ خیال اور نظریہ پختہ ہو جاتا ہے کہ ان روایات سے ان کا مقصد لوگوں کے دلوں میں شیعہ عقائد کو پختہ کرنا نہیں تھا؛ بلکہ ان کا مقصد اسلام اور اسلام سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو بدنام کرنا تھا'' ❶۔

وقفات

ا۔ طباطبائی اس امر کی تائید کرتا ہے کہ: شیعہ امامیہ ہرگز یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ ائمہ کا سلسلہ کسی متعین عدد پر رک جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی متعین عدد ہوگا؛ نہ ہی بارہ؛ نہ ہی اس کے علاوہ کوئی دوسرا عدد۔ کیونکہ چوتھی صدی ہجری سے قبل کوئی شیعہ روایت ایسی نہیں تھی جو اس سلسلہ میں گفتگو کرتی ہو۔ اور اس موقف پر وہ ان شیعہ مؤلفین کی کتابیں بطور شہادت کے پیش کرتا ہے جو تیسری صدی ہجری کے آخر میں لکھی گئیں؛ یعنی زمانہ غیبت کے بعد۔ ان کتابوں میں شیعہ فرقوں کے نام موجود ہیں؛ مگر ان میں اثنا عشریہ کا کہیں ذکر تک نہیں۔ اگر اس نام کا کوئی فرقہ اس عہد میں موجود ہوتا؛ جن کے ہاں ائمہ کی یہ تعداد متعین ہوتی؛ تو ضرور ان کا نام بھی لیا جاتا۔ لیکن جب ان مؤلفین نے اس نام کے کسی فرقہ کا کوئی ذکر تک نہیں کیا؛ اور نہ ہی ائمہ کی اس تعداد کا ذکر کیا ہے؛ تو اس سے ثابت ہوا کہ اس نام کا کوئی فرقہ اس دور میں موجود/ یا معروف نہیں تھا۔

* اس سے اس بات کی تائید بھی ہوتی ہے کہ وہ تمام روایات جو اس سلسلہ میں ائمہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں؛ وہ ساری کی ساری من گھڑت اور جھوٹ ہیں۔ اس دور کے شیعہ ان روایات سے نا آشنا تھے۔

۲۔ اس سلسلہ میں طباطبائی نے شیعہ علماء میں سے ان دو علماء کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے جن کی کتابیں بعد میں اہم مصادر سمجھی جاتی تھیں۔ ان میں سے پہلے نمبر پر:

اول: علی بن بابویہ القمی؛ جسے یہ لوگ ''الاب الصدوق'' کے نام سے موصوف کرتے ہیں۔

دوم: محمد بن یعقوب الکلینی۔

ان دونوں پر یہ الزام لگایا ہے یہ وہ پہلے دو انسان ہیں جنہوں نے بارہ ائمہ کا مسئلہ گھڑ لیا۔ یعنی ان دو نے یہ روایات اپنے شیعہ کے عقیدہ کی حفاظت کے لیے گھڑ لیں۔ طباطبائی نے اپنے موقف پر بذیل امور سے استشہاد کیا ہے:

❶۔ الشیعة و التصحیح (ص ۱۲).

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

* وہ سبب جس نے ابن بابویہ کو اپنی کتاب ''الإمامة و التبصرة '' کی تألیف پر ابھارا۔ چنانچہ وہ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے: ''بیشک جب میں نے دیکھا کہ اس زمانہ کے بہت سارے شیعہ شکوک وشبہات کا شکار ہورہے ہیں؛ کہ ان کے مذہب کی بنیاد کس چیز پر قائم ہوئی ہے؟ تو میں نے یہ کتاب تألیف کی؛ جو بعض ان احادیث کو شامل ہے جن میں انتہائی دقت کے ساتھ ائمہ کی تعداد کا تعین ہے۔ تاکہ شیعہ کو اطمینان حاصل ہو جائے کہ ان کا مذہب ہی صراط مستقیم ہے............''۔

* پس اس نے یہ کتاب اس لیے لکھی ہے کہ وہ غیبت کے دعوی کی وجہ سے پیدا ہونے والے اس شک کو ختم کر سکے؛ جس شک کے پیدا ہونے کا اس گروہ کو کوئی یقین ہی نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے اس گروہ کے لوگوں میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوگئے۔ اور اس بنا پر بہت سارے شیعہ نے اپنے اس عقیدہ سے توبہ کرلی۔ تو اس عالم کو اپنے مذہب کے تعصب نے اس چیز پر برانگیختہ کیا کہ وہ غیبت کے حق میں احادیث گھڑے؛ اور یہ باور کرائے کہ ائمہ نے اس بارے میں خبر دی تھی۔ اب عاقل کو چاہیے کہ وہ سوال کرے: اس وقت سے پہلے یہ آثار وروایات کہاں تھیں؟ ان کے بارے میں غیبت کے دعوی سے پہلے خبر کیوں نہ دی گئی۔

* کلینی نے استدلال کیا ہے: بیشک وہ فصل جو ائمہ اثنی عشریہ کی احادیث کو متضمن ہے؛ وہ اس جگہ پر نہ تھی جہاں پر اسے موضوع کے تسلسل کے اعتبار سے ہونا چاہیے تھا۔ یقیناً یہ فصل کتاب ''امامت'' کے آخر میں ذکر کی گئی ہے جس کا عنوان ہے: ''الحجۃ'' ص ۱۶۸ تا ۵۳۵۔ حالانکہ اس سے پہلے اس نے ائمہ کے نام ذکر کیے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس فصل کو ائمہ کے ذکر سے پہلے ابتداء میں ذکر کیا جاتا۔ کیونکہ یہ فصل ان ائمہ کے اسماء اور ان کی امامت کے بارے میں وارد احادیث کو متضمن ہے۔ لیکن لگتا ہے کہ حضرت جی پہلے ائمہ کے بارے میں روایات کے گھڑنے میں مشغول ہوگئے؛ پھر بعد میں ان کے ذہن میں یہ خیال بھی آگیا۔

۳۔ بہبودی اس بات کی تائید اور تاکید کرتا ہے کہ وہ تمام روایات جو امامت کے متعلق نصوص سمجھی جاتی ہیں؛ وہ غیبت اور حیرت کے دور میں گھڑی گئی ہیں۔ پھر وہ اپنے اس دعوی کی درستگی پر ان الفاظ میں دلیل پیش کرتا ہے:

''اگر یہ نصوص شیعہ امامیہ کے پاس موجود اور متوفر ہوتیں تو ان کے مابین ائمہ اطہار کی معرفت کے سلسلہ میں اس رسوا کن اختلاف کا واقعہ پیش نہ آتا۔ اور نہ ہی اساطین مذہب؛ اور ارکان الحدیث کے مابین [اتنا لمبا عرصہ] کئی سال تک حیرت وسرگردانگی گھر کیے رہتی ......''۔

* یہ عقلی استدلال اپنی جگہ بہت قوی ہے؛ اس کو ختم کرنا/یا اس کا توڑ پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس اس صورت میں پتہ چلتا ہے کہ اگر ان شیعہ کے پاس نبی کریم ﷺ سے ائمہ کے سلسلہ میں منقول نصوص موجود ہوتیں تو انہیں ائمہ کی تعداد کا علم ہوتا۔ اور ان کے لیے گیارھوں یا بارھویں امام پر نسل امام کا انقطاع؛ ان کے دعوی کے مطابق کوئی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ناگہانی خبر نہ ہوتی''۔

* پھر اس دور کے ان علماء پر؛ جنہوں نے جلدی سے غیبت کے مسئلہ پر کتابوں کی تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا؛ انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے:'' انہوں نے غیبت کے اثبات پر روایات گھڑیں اور اس جھوٹ کو ائمہ کی طرف منسوب کر دیا''۔

* ہاں! اللہ کی قسم! وہ اس بات سے غنی تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ گھڑتے۔ اللہ تعالیٰ ان کا محاسبہ کرنے والے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ امت میں تفرقہ بازی کا سبب بنے ہیں۔ اس کے بجائے کہ اپنے اس عقیدہ کی غلطی کو واضح کرتے؛ جس نے انہیں باقی امت سے جدا کئے رکھا؛ اور اس عقیدہ کے باطل ہونے کا اعلان کرتے؛ اور اپنے اتباع کاروں کو بچانے کے لیے اپنے دین کی تصحیح کرتے؛ اور وحدت امت کی طرف لوٹ کر آتے؛ مگر ایسا کچھ نہ ہوا؛ الٹا وہ اپنے اس باطل پر مصر رہے۔ وہ اپنی طرف سے روایات گھڑتے اور انہیں اہل بیت کی طرف منسوب کر دیتے؛ تا کہ لوگوں کو اس جھوٹ پر قانع کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ [یونس ۶۹]

'' کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ [النحل ۱۱۶]

'' اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تا کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے''۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

'' جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا؛ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں بنالے''۔ [البخاری ۱۰۷؛ مسلم ۴]

ان لوگوں نے جان بوجھ کر مسلمانوں کو گمراہ کیا؛ اور ان کے مابین تفرقہ پیدا کیا۔ یا تو روایات گھڑ کر۔ یا پھر دروغ گوؤں سے ان کی روایات قبول کر کے۔ اس بات کی تائید ڈاکٹر موسوی نے بھی کی ہے۔

۴۔ ڈاکٹر موسوی اس کی تائید کرتے ہیں کہ: ان روایات کے گھڑنے والوں کا مقصد ہرگز حق کو سچ ثابت کرنا نہیں تھا؛ اور نہ ہی دین کی نصرت کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ ان کا مقصد دین کو ہدم کرنا؛ اور اہل دین میں تفرقہ پیدا کرنا تھا۔ ہاں اللہ کی قسم! ان جھوٹی روایات نے دین کے ساتھ بہت برا سلوک کیا؛ اور اس کی اصل صورت کو مسخ کر ڈالا۔ اور لوگوں میں سے بہت سارے گروہوں کی گمراہی کا سبب بن گئے۔ اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناپسندیدہ اشخاص بنایا؛ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر طعنہ زنی کی۔ یہی نہیں بلکہ کتاب اللہ پر طعنہ زنی کرنے سے بھی باز نہیں آئے۔

اور دین میں بہت ہی کم کوئی چیز ایسی ہوگی جس کے بارے میں انہوں نے ایسی روایات نہ گھڑلی ہوں؛ جو اسے فاسد کرتی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اس جرم میں شریک؛ اور ان کی مدد کرنے والے اور اس فعل پر راضی رہنے والے ہر انسان کا محاسبہ کرنے والے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا مسلک:

من گھڑت خبروں کی عقیدہ میں تبدیلی

أ۔ اس سلسلہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے:

اس عرصہ میں وہ من گھڑت قصے اور کہانیاں۔ جنہیں ائمہ کرام جھٹلاتے اور ان کا انکار کرتے چلے آرہے تھے۔ انہیں امامیہ دین کی بنیادوں میں تبدیل کر دیا گیا؛ جنہیں آگے چل کر ''اثنا عشریہ'' کے لقب سے نوازا گیا۔ اس عرصہ میں بذیل امور کو جان دینے کے لیے روایات گھڑ کر انہیں رواج دیا گیا:

۱۔ یہ دعوی کہ امامت منصب الٰہی ہے۔

۲۔ یہ دعوی کہ امام معصوم ہوتا ہے۔

۳۔ یہ دعوی کہ صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خیانت کی؛ اور انہیں اپنی امامت قائم نہیں کرنے دی۔

۴۔ یہ دعوی کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی بتائی ہوئی باتوں میں بداء ہو جاتا ہے۔

۵۔ قیامت سے پہلے رجوع کرنے/ واپس آنے کا دعوی۔

۶۔ یہ دعوی کہ تقیہ جائز ہے۔

پہلی تین صدیوں تک یہ عقائد صرف منتشر خبروں/ یا لوک کہانیوں کا حصہ تھیں۔ اور اب پختہ عقائد کی شکل اختیار کر چکی ہیں؛ اور انہیں روایات کی روشنی میں تحفظ اور تائید حاصل ہے۔

ایک شیعہ عالم ڈاکٹر موسی الموسوی اس بات کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے: ''بیشک شیعہ کے یہ عقائد انہیں لیکر بیٹھ گئے؛ اور وہ حسن عسکری کی موت کے بعد نئے عقائد گھڑنے میں لگ گئے۔ اس مرحلہ کو ''شیعہ اور شیعیت کے درمیان کشمکش'' کے مرحلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اسے ''عہدِ انحراف'' بھی کہتے ہیں۔ اور عقلی ادلہ اس کی تائید کرتی ہیں۔

پس ڈاکٹر موسی الموسوی کہتا ہے: ''امام مہدی کے غایب ہونے کے رسمی/ باقاعدہ اعلان (۳۲۹ھ) کے بعد شیعہ سوچ وفکر میں عجیب وغریب قسم کے عقائد پیدا ہوئے؛ اس دور کو/ اس مرحلہ کو ''شیعہ اور شیعیت کے درمیان کشمکش'' کے مرحلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اسے ''عہدِ انحراف'' بھی کہتے ہیں۔

اس فکری انحراف میں انتہائی ابتدائی اور اہم امور وہ افکار اور آراء تھیں؛ جو اس عقیدہ پر مبنی تھیں کہ: نص الٰہی کی روشنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی آل میں ہوگی۔ صحابہ میں سے چند ایک کے علاوہ بھی نے اس نصِ الٰہی کی مخالفت کرتے ہوئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا''۔

جیسا کہ اسی وقت بعض دوسری آراء بھی ظاہر ہوئیں؛ جو کہتی ہیں: امامت پر ایمان رکھنا اسلام کی تکمیل ہے۔حتی کہ بعض شیعہ علماء نے دین کے تین بنیادی اصولوں توحید؛ نبوت اور معاد کے ساتھ دو چیزوں کا اضافہ کیا؛ ایک امامت اور دوسرا عدل۔اور بعض نے انہیں اصول مذہب شمار کیا ہے؛ اصول دین نہیں۔اور ائمہ سے منقول کچھ اور روایات بھی سامنے آئیں؛ جن میں خلفائے راشدین اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر جرح اور نقد کی گئی تھی۔

یہاں پر یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ خلافت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبروں پر گالی دیے جانے کے احکام جاری ہوتے تھے؛ اور حتی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کے بعد بھی؛ اور پھر ان کے انتقام کے نام پر اٹھنے والی انقلابی تحریکوں کے دوران؛ اور ان ادوار میں جب شیعہ خلافت امویہ کی کمر توڑنے کی کوشش کر رہے تھے؛ اور خلافت عباسیہ کے لیے راہیں ہموار کر رہے تھے؛ ہم کوئی ایک ایسا اثر تک نہیں پاتے کہ شیعان علی یا اہل بیت کے ہاں اس طرح کے کوئی عجیب وغریب آراء وافکار پائے جاتے ہوں۔جو اچانک اسلامی معاشرہ میں غیبت کبری کے بعد سامنے آئیں؛ جن کو شائع اور عام کرنے میں بعض شیعہ علماء نے حصہ لیا۔اور بعض علمائے مذہب نے سادہ لوح شیعہ عوام کی اولاد کے ذہنوں میں یہ افکار وخیالات پیدا کر کے یہ عقائد پیوستہ کر دیے۔

پس اسی دور میں تقیہ کا ظہور ہوا؛ جس میں شیعہ کو یہ حکم اور ترغیب دی جاتی تھی کہ وہ اظہار کسی چیز کا کریں اور دل میں کچھ چھپائے رکھیں۔اس کی وجہ ان نئے افکار وآراء کی حفاظت کرنا تھا؛ جو ابھی ابھی ایجاد کیے گئے تھے۔تاکہ انہیں چھپا کر حکومت وقت سے؛ یا پھر ان عقائد کی نشر واشاعت سے حفاظت وامان حاصل کی جائے۔اور اس لیے کہ ان نئے عجیب و غریب عقائد وافکار کو وہ دینی پشت پناہی مل جائے جس میں شک وشبہ کرنا جائز نہیں؛ اور ان نئی اور غریب روایات کو ائمہ شیعہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ان میں سے بالخصوص امام باقر؛ اور امام جعفر الصادق رحمہ اللہ۔ان روایات کی صحت کے اثبات اور ان میں اور ان کے مضامین اور قبول کرنے میں کسی بھی غور وخوص/ [تحقیق و تفتیش] کا راستہ بند کرنے کے لیے عصمت ائمہ شیعہ کا عقیدہ ایجاد کیا گیا۔یہ بھی اسی عہد کی کارروائی ہے تاکہ یہ ایک اور پشت پناہی ہو جائے۔جس سے ان روایات کو تقدیس اور احترام کا مرتبہ مل جائے۔اور پھر کسی بھی قسم کا مناظرہ؛ بحث ومباحثہ اور رد ونقض ان روایات پر نہ آئے۔

[الشيعة و التصحيح ١/ ١٠]

چنانچہ ڈاکٹر صاحب ائمہ کی سیرت؛ اور ان کی زندگی میں تقیہ کے عدم ظہور کو پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یقیناً ہم نے ائمہ شیعہ کی زندگی کا یہ خلاصہ یہاں پر پیش کیا ہے؛ تاکہ ہم ثابت کر سکیں کہ تقیہ کی سوچ وفکر اس خاص شیعہ مفہوم میں چوتھی صدی ہجری کے شروع میں ظاہر ہوئی؛ یہ زمانہ بارھویں امام کی غیبت کے بعد کا زمانہ ہے۔یہ سوچ وفکر شیعہ اور شیعہ کے مابین تصادم کے مرحلہ کے بالکل شروع میں سامنے آئی۔یہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت ہوا جب شیعہ کے سیاسی : مذہبی اور فکری لیڈروں نے اس وقت کی عباسی حکومت کو ختم کرنے کے لیے خفیہ خطوط پر کام شروع کیا؛ اور انہوں نے بنو عباس کی حکومت کے غیر شرعی حکومت ہونے کا اعلان کیا''۔

اب ایسے موقع پر یہ ضروری ہو گیا تھا کہ شیعیت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی سوچ وفکر کے ساتھ کچھ مزید امور کا اضافہ کیا جائے؛ جو اس نئی فکر کے لیے بڑے مددگار عنصر ثابت ہوں۔ تو خلافت پر نص الٰہی کی سوچ وفکر کا اضافہ کیا گیا۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ تو اس وقت سے ایک بڑی تعداد اپنے صمیم عقیدہ کی بنا پر اس سوچ کو عملی شکل دینے میں لگ گئی۔

اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ خفیہ مذہبی عمل اس وقت شروع ہوا جب سے ان کے ہاں تقیہ کا ظہور ایک شرعی واجب کی شکل وصورت میں ہوا؛ جس کی اتباع ہر دینی و مذہبی سوچ وفکر رکھنے والے پر واجب تھی۔ اور اس بات سے ڈرایا جاتا تھا کہ برسر اقتدار حکومت یا اکثریتی مسلمانوں کے سامنے ان چیزوں کا اظہار کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ کی وہ بڑی مذہبی قیادت جن کا ظہور غیبت کبری کے بعد ہوا؛ ان کو سہارا دینے میں تقیہ کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ پس اسی تقیہ کی بدولت ان کی مذہبی قیادت حکومت وقت کی پکڑ سے بچ کر پر امن طور پر اپنے خفیہ مشن پر گامزن رہی۔ اور ایسے تقیہ کی بدولت ہی اسی چادر کے سائے میں ان لوگوں تک مال پہنچتا تھا۔ یوں تقیہ کو شیعہ سوچ وفکر اور شیعہ عمل میں کئی صدیوں کے اس طویل سفر میں کلیدی حیثیت حاصل رہی۔ اور اس نے شیعہ سوچ وفکر میں ایک خطرناک بلکہ اندوہناک جگہ بنالی''❶۔

کچھ دیر ان عقائد کے ساتھ:

اب یہ موقعہ ان روایات پر رد کرنے کا موقع نہیں ہے۔ کیونکہ ان مباحث کا باطل ہونا کئی ایک کتابوں میں ثابت ہو چکا ہے۔ لیکن یہاں پر ہم تھوڑی دیر کے لیے ایک عقلی سوچ و بچار کرتے ہیں؛ تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ روایات گھڑ کر اہل بیت کی طرف منسوب کی گئی ہیں ❷۔

پہلا دعوی [امامت] : اس شخصیت کے متعلق جو پہلا دعوی کیا گیا؛ وہ امامت الٰہیہ کا دعوی تھا۔ یہ سب سے بڑا دینی دعوی تھا۔ اور ان کے عقیدہ کے مطابق یہ منصب کسی بھی طرح نبوت کے منصب سے کم نہیں ہوتا۔

❋ اگر یہ دعوی درست ہوتا؛ تو اس کے بارے میں ضرور بالضرور کتاب وسنت میں کوئی واضح دلیل موجود ہوتی۔ جیسا کہ اس جیسے دوسرے امور؛ جو کہ دین کی اساس سمجھے جاتے ہیں؛ ان کے بارے میں کتاب اللہ میں واضح دلائل موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دینی فرائض جیسے: اپنی وحدانیت؛ نماز؛ روزہ اور زکاۃ اور حج کو اپنی کتاب میں صاف اور واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اگر امامت کا بھی دین میں وہی مقام ومرتبہ اور درجہ ہوتا تو کتاب اللہ میں اس کے

❶ ۔[الموسوي / الشیعة و التصحیح ۱/ ٦٣ .]

❷ ۔[اس سلسلہ میں کتاب ہذا کے مؤلف کی دوسری کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ہوگا؛ خصوصاً حوارات عقلیہ مع الطائفہ اثنی عشریہ فی المصادر اور براۃ آل بیت مما نسبتہ إلیہم الروایات۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے ترجمہ کی توفیق بھی مل جائے۔ آمین]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں صاف اور واضح دلیل موجود ہوتی۔

۲۔ **دعوی عصمت:** عصمت کے دعوی کی اصل بنیاد امامت کا دعوی ہے۔ کتاب اللہ میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی ایک کے بھی معصوم ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے علاوہ بھی کسی کا معصوم ہونا ثابت ہوتا تو کتاب اللہ میں اس کا ذکر ضرور کیا جاتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے کہ فلاں شخص گناہ اور سہو اور نسیان سے معصوم ہے۔

۳۔ **[کتاب اللہ کا مقصد]**: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب اس لیے نازل فرمائی ہے کہ بشریت کو گمراہی سے نجات دلائے۔ اس لیے اس کی حفاظت ونگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ لوگ اس کے حقائق کو جان کر اس کی اتباع کرسکیں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس دین کے لیے ایسے افراد مہیا کردیں جو کہ اس دین کو اچھی طرح سے سمجھیں اور پھر لوگوں میں اس کی تبلیغ کریں۔ اور اسے نسل درنسل آگے منتقل کریں۔ اگر ایسا نہ ہوتو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حجت اس کی مخلوق پر قائم نہیں ہوسکتی۔

* پس اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے یہ دین نازل فرمایا تو اس کے لیے ایسے لوگ مہیا کیے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی نصرت کی؛ اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لیکر وفات تک صبح وشام رب کا دین لوگوں تک پہنچایا۔ پہلے انہوں نے خود اس دین کو محفوظ کیا؛ اور پھر لوگوں تک پہنچایا۔ اور اس راہ میں ہر طرح سے جہاد کیا۔ دنیا کے اکثریتی حصہ پر اس دین کو نافذ کیا۔ پس ان کے دور میں کوئی ایسا نہیں رہا جو اس دین کی دعوت میں حائل ہوتا؛ یا اس سے برسرپیکار جنگ ہوتا۔ پھر یہ دین ان حضرات سے تابعین کرام رحمہم اللہ کو وراثت میں ملا۔ انہوں نے یہ دین اپنے بعد والوں تک نقل کیا۔ اور آج تک مسلمان اس دین کو ایسے ہی نقل کرتے چلے آرہے ہیں؛ اور یہ دین ایسے ہی سرسبز و شاداب اور تروتازہ ہے جیسے اپنے نزول کے وقت تھا۔

* اگر یہ اللہ تعالیٰ کا دین نہ ہوتا؛ تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں پر واضح نہ فرماتے۔ اور اس کے ذریعہ سے اس کی مخلوق پر حجت قائم نہ ہوتی۔ اس کی وضاحت آنے والے فقرہ سے ہوگی۔

۴۔ **دعوی تقیہ:** اہل بیت پر لگائی گئی تہمتوں اور دعووں میں سے سب سے بُرا دعوی تقیہ کا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ امامت کے منصبْ الٰہی کے لیے؛ جو کہ کسی بھی طرح - شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک - نبوت کے منصب سے کم نہیں؛ اور جس کا کام دین کی دعوت اور اس کی حفاظت ہے؛ ایسے آدمی کو متعین کرسکتے ہیں جو اس واجب کے قیام سے عاجز آجائے اور پھر حق چھپاتا پھرے۔ بلکہ کبھی کبھار اپنی جان بچانے کے لیے باطل باتیں بھی کردے۔ پس وہ اپنی جان بچا کر پوری امت پر ان کے دین کو ضائع کردے؛ تا کہ اپنی جان کی حفاظت کرسکے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام اور اہل ایمان کے اوصاف اس کے برعکس بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾[احزاب ۳۹]

''وہ لوگ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا''۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[توبة ۱۱۱]

''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے''۔

کبھی کبھار انبیائے کرام علیہم السلام اور ائمہ کے متبعین کے لیے تقیہ ضرورت کے تحت جائز ہوسکتا ہے؛ مگر یہ دین نہیں ہو سکتا۔ جہاں تک انبیائے کرام علیہم السلام اور ائمہ کا تعلق ہے؛ اگر وہ بھی تقیہ کرنے لگ جائیں تو دین ضائع ہو جائے۔ پھر یہ کہ شیعہ کے ہاں تقیہ میں ائمہ کے لیے حق بات کو چھپانا اور پوشیدہ رکھنا جائز ہے۔ جو کہ عند اللہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ(۱۵۹) اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾[البقرة ۱۵۹۔۱۶۰]

''بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں واضح بیان کر دیا ہے، ایسے لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا، تو یہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں''۔

دعویٰ تقیہ اور شیعہ دین پر اس کے اثرات:

تقیہ کا دعویٰ وہ خطرناک ترین اور جھوٹا دعویٰ ہے جس سے وہ ہر جھوٹ پر پردہ ڈال دیتے ہیں؛ اور اس دعویٰ کی بنیاد پر ان کے دین کی عمارت کھڑی ہے۔ یہاں پر سابقہ معلومات میں اضافہ کیلئے کچھ دیر اس دعویٰ پر غور وخوض کرنا بہتر ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلا شک وشبہ علمائے شیعہ اس دعوی کے ذریعہ ان اختلافات اور تناقضات سے باہر نکلنا چاہتے تھے جو اہل بیت کی جانب منسوب روایات میں پایا جاتا ہے۔ متعدد واضعین کے سبب ان روایات کی کثرت کے ساتھ ساتھ ان میں اختلاف بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے۔ حتی کہ کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں پائی جاتی جس کے متناقض کوئی دوسری روایت نہ پائی جاتی ہو۔ جس کا اعتراف اس مذہب کے چوٹی کے علماء کو رہا ہے۔

طوسی نے اپنی کتاب ''تہذیب الاحکام'' کے مقدمہ میں کہا ہے:

''مجھے میرے بعض ان ساتھیوں نے یاد دلایا؛ - اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے - جن کا حق ہم پر واجب ہے؛ ہمارے اصحاب - أیدھم اللہ - کی وہ احادیث اور سلف رحمہم اللہ کی روایات؛ جن میں اختلاف واقع ہوا ہے اور ان روایات میں جو تباین؛ اختلاف؛ تضاد اور منافاۃ پائی جاتی ہے؛ حتی کہ کوئی ایک بھی روایت ایسی نہیں ہے جس کے مقابلہ میں اس کے متضاد کوئی دوسری خبر نہ ہو۔ اور کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس کے منافی ایک دوسری حدیث موجود نہ ہو''۔ [تهذيب الاحكام ١/ ٣-]

برصغیر کے شیعہ علماء بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شیعہ عالم دلدار لکھنوی اس کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے:

''ائمہ سے ماثور احادیث میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ حتی کہ کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ہے جس کے مقابلہ میں اس کے منافی دوسری روایت موجود نہ ہو۔ اور کوئی ایک خبر بھی ایسی نہیں ہے، جس کے متضاد دوسری خبر موجود نہ ہو۔ حتی کہ یہ امر بعض لوگوں کے حق سے رجوع کرنے کا سبب بن گیا''۔
[أساس الأصول ص ٥١]

پس ان اختلافات کے لیے ایک آسان حل کا ہونا انتہائی ضروری تھا۔ جس کے لیے انہوں نے تقیہ گھڑ لیا۔ یعنی ائمہ نے خود اپنے ساتھ ہی تناقض اور تضاد کا معاملہ برتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ڈر رہے تھے۔ پس انہوں نے ایک ایسی چیز کا فتوی دیا جس کی ضد تقیہ تھا؛ پس یہ سارا کچھ انہوں نے اپنی جانوں کی حفاظت کے لیے کیا تھا۔ پھر اس تقیہ کو مذہبی بنیادیں فراہم کرنے کے لیے روایات گھڑنا شروع کر دی؛ اور انہیں آل بیت کی طرف منسوب کرنے لگے؛ تاکہ انہیں قدسیت [تقدیس] کا مرتبہ حاصل ہو جائے؛ اور انہیں ہر حال میں قبول کیا جائے؛ بھلے وہ عقل و منطق کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

ذیل میں ان روایات کے کچھ نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''تقیہ میرا دین ہے اور میرے آباء کا دین ہے۔ اس کا کوئی ایمان نہیں - اور ایک روایت میں ہے: کوئی دین نہیں - جو تقیہ نہیں کرتا'' (1)۔

(1) -[الكافي ٢/ ٢١٩. من لا يحضره الفقيه ٢/ ١٢٨. البحار ١٣/ ١٥٨. الوسائل ١٦/ ٢٠٤. المستدرك ١٢/ ٢٥٥. جامع الأخبار ص ٩٥.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ امام صادق سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: ''اگر میں یہ کہوں کہ تقیہ کا تارک نماز کے تارک جیسا ہے تو میں سچا ہوں گا [1]۔''

۳۔ اور حضرت صادق سے ہی روایت کرتے ہیں: فرمایا: ''دین کے دس میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں۔ اور جو شخص تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہے'' [2]۔

۴۔ اور ان ہی سے روایت ہے؛ فرمایا: ''بیشک تقیہ مؤمن کی ڈھال ہے؛ اور تقیہ مؤمن کی پناہ گاہ ہے۔ اور اس کا کوئی ایمان نہیں جو تقیہ نہیں کرتا'' [3]۔

۵۔ اور ان ہی سے روایت ہے؛ فرمایا: ''اس میں کوئی خیر نہیں جس کا تقیہ نہیں۔ اور جو شخص تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہے'' [4]۔

۶۔ محمد بن علی بن الحسین بن بابو یہ قمی؛ جو کہ ان کے ہاں صدوق کے لقب سے ملقب ہے؛ اور جو شیعہ کے مصادر اربعہ میں سے ایک کا مؤلف ہے- نے کہا ہے: ''تقیہ واجب ہے؛ اس کو ختم کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک قائم کا خروج نہ ہو جائے۔ جس نے خروج امام غائب سے قبل تقیہ ترک کر دیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے اور امامیہ کے دین سے خارج ہو گیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی؛ اس کے رسول کی اور ائمہ کی مخالفت کی''۔[الاعتقادات ص ۱۰۸]

۷۔ خمینی نے کہا ہے: ''تقیہ ترک کرنا ان ہلاکت خیز گناہوں میں سے ہے جن کا مرتکب جہنم کے گڑھوں میں ہوگا۔ اور یہ نبوت کا انکار کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کے برابر ہے'' [5]۔

* اور پھر اس طائفہ کے علماء اقرار کرتے ہیں کہ ائمہ اپنے وقت میں شدید خوف کی وجہ سے حق بات لوگوں کے سامنے کھول کر بیان نہ کر سکے تھے۔

۱۔ مازندرانی ابو جعفر کی طرف منسوب اس روایت کی شرح کرتے ہوئے؛ جس میں ان کے راز افشاں کرنے سے منع کیا گیا ہے؛ لکھتا ہے: ''ہماری باتوں کو عام کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے ہمارا انکار کرنے والا''۔[الکافی ۲/ ۳۷۰]

''جان لیجیے کہ آپ اپنے نفس مقدسہ اور اپنے شیعہ کے بارے میں بہت زیادہ خائف تھے۔ اور ان سے بہت سخت تقیہ کرتے تھے۔ اسی لیے آپ اپنی امامت اور اپنے آباء کی امامت پر دلالت کرنے والی خبروں کے

[1]۔[البحار ۷۲/ ٤١٤ . من لا يحضره الفقيه ۲/ ۱۲۷ . الوسائل ۱۰/ ۱۳۱ . المستدرك ۲/ ۲٥٤ .]
[2]۔[أصول الكافي: ۲/ ۵۷۲۔ح:۲۔البحار ۶۳/ ۷۵ . الوسائل ۱٦/ ۲۱۵ . المستدرك ۲/ ۲٥٤ . الخصال ص۲۲].
[3]۔[الكافي ۲/ ۲۲۱ . البحار ۷۲/ ۳۹٤ . الوسائل ۱٦/ ۲۰۵ .]
[4]۔[البحار ۷۲/ ۳۹۷ . المحاسن ۱/ ۲۵۷ . المستدرك ۱۲/ ۲٥٤ .]
[5]۔[المكاسب المحرمة ۲/ ۱٦۲ . شیعہ کے امام خمینی کا کہنا ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو تمام مخلوق پر فضیلت ان کے دینی دشمنوں کے ساتھ نرم رویہ اور بہترین تقیہ کی وجہ سے دی''۔المكاسب المحرمة: ۲/ ۱٦۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھیلانے سے منع کیا کرتے تھے''۔[شرح أصول الكافي ۱۰/ ۳۳.]

۲۔مازندرانی اس حدیث کی شرح میں علت بیان کرتا ہے جو کہ حضرت کی طرف منسوب ہے؛ جس میں ان کے اسرار افشاں کرنے سے ڈرایا گیا ہے؛ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''جب آپ کے دور میں بہت سخت تقیہ تھا: تو انہوں نے اپنے شیعہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے اسرار خفیہ رکھیں؛ اوران کی امامت اوراحادیث اور مذہب کے مخصوص احکام کو بھی پوشیدہ رکھیں'' ❶۔

۳۔خوئی نے کہا ہے:''بیشک ائمہ کے اصحاب نے اگر چہ اپنی تمام تر توانائیاں حدیث کی تعلیم وحفاظت اور ائمہ کے احکام کی تعمیل میں لگا دی تھیں؛ مگر ہوا یہ کہ یہ لوگ تقیہ کے دور میں جی رہے تھے۔اورانہیں اعلانیہ اپنی احادیث نشر کرنے کا موقع نہ مل سکا۔تو پھر یہ احادیث حد تواتر کو یا اس کے قریب کیسے پہنچ سکتی ہیں ❷۔

اس طائفہ کے علماء نے اس من گھڑت تقیہ کے تناقض اور جھوٹ کا بوجھ بھی ائمہ کے سر پر ہی ڈال دیا۔چنانچہ ایک شیعہ عالم یوسف البحرانی اس کا اعلان کرتا ہے کہ:''ان ائمہ سے ان کے دین کے بہت تھوڑے سے احکام ہی معلوم ہو سکے ہیں؛ان کا بنیادی سبب تقیہ تھا۔چنانچہ وہ کہتا ہے:

''پس ان سے یقینی طور پر دین کے احکام بہت تھوڑے ہی معلوم ہو سکے ہیں۔کیونکہ ان کی روایات تقیہ والی روایات سے مل گئی تھیں'' ❸۔

شیخ جعفر الشاخوری اپنی کتاب ''حرکیۃ العقل الاجتہادی'' میں کہتا ہے:

''بیشک ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے شیعہ علماء تقیہ کے بارے میں صادر روایات کی تحدید میں اور ان روایات میں اختلاف کرتے ہیں جو حقیقی حکم کے بارے میں صادر ہوئی ہیں'' ❹۔

دعوئ تقیہ کے ساتھ کچھ لمحات:

بیشک وہ حضرات جن کی طرف امامت منسوب کی گئی ہے؛ وہ مسلم معاشرہ میں پلے بڑھے اور پروان چڑھے؛ جیسے ان کے علاوہ دوسرے صالحین نے ان معاشروں میں زندگی گزاری۔ان میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ واضح نہیں ہوسکا کہ اس نے امامت کا دعوی کیا ہو۔اوراہل سنت نے ان سے اس بارے میں کوئی ایک چیز بھی روایت نہیں کی جو شیعہ نے ان کی طرف منسوب کر رکھی ہیں۔حالانکہ علمائے اہل سنت نے ان کے احوال زندگی اور سیرت و کردار پر قلم اٹھایا ہے۔

❶۔[شرح أصول الكافي ۹/ ۱۲۷. یہ روایت اس دوسری روایت کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتی جس میں ہے کہ جعفر الصادق سے روایت کرنے والے چار ہزار شاگرد تھے۔اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر آپ کا صاف واضح اور ظاہر تھا؛ پھر کسی تقیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔اور آپ کے چار ہزار طالب کیسے ہوسکتے تھے جب کہ مازندرانی کہتا ہے:''آپ بہت سخت تقیہ کرتے تھے''۔]

❷۔[معجم رجال الحديث ۱/ ۲۲]

❸۔[الحدائق الناضرة ۱/ ۵]

❹۔[حركية العقل الاجتهادي لدى فقهاء الشيعة الإمامية ص ۷۲- ۷۵. حوارات عقلية مع الطائفة اثنى عشرية ۵۱.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ یہ حضرات بھی ویسے ہی کرتے تھے؛ اور اسی چیز پر تھے جو کہ اہل سنت کرتے ہیں۔

جب ان پر ان کے مخالفین کی طرف سے ان کے طور طریقوں کے برعکس بہت کثرت کے ساتھ جھوٹ بولا جانے لگا ؛ تو انہوں نے اس جھوٹ سے منع کیا؛ اور جھوٹ بولنے والوں سے آگاہ اور خبردار کیا۔ تو ان لوگوں نے ایک اور عقیدہ گھڑ کر ان پر تھوپ دیا جسے ''تقیہ'' کہتے ہیں۔ تاکہ غافل لوگوں کو اس وہم میں ڈالا جاسکے کہ جو کچھ وہ ظاہر کر رہے ہیں؛ وہ سچ نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے دوسروں سے ڈر کر تقیہ کرتے ہوئے ایسے کیا ہے۔ اس وجہ سے یہ حضرات ائمہ اپنے اردگرد پھیلے ہوئے لوگوں سے شاکی رہتے اور ان پر لعنتیں کرتے۔ اور ان کی باتوں کو جھٹلاتے۔ پھر ان لوگوں نے اسی پر بس نہیں کیا؛ بلکہ یہ خیال کرنے لگے کہ: یہ ائمہ تقیہ کرتے ہوئے ان پر لعنت کرتے ہیں اور ان کو جھٹلاتے ہیں۔

اس تقیہ کی بدولت یہ لوگوں کو اس بات پر قانع کرنے کے قابل ہو گئے کہ ائمہ کا اعلانیہ اور ظاہر حقیقت نہیں ہے۔ اب ان اندھیروں میں حق بات کب ظاہر ہو سکتی ہے؟۔

تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس دین کو اللہ رب العالمین کی طرف منسوب کیا جائے؟

۵۔ جہاں تک روایات گھڑنے اور کتابیں تالیف کرنے کا تعلق ہے؛ تو اس سلسلہ میں اس طائفہ کے لوگ خود گواہی دے رہے ہیں؛ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس پر عقلی اور نقلی دلائل بھی موجود ہیں۔

جہاں تک اس طائفہ کے لوگوں کی گواہی کا تعلق ہے؛ تو اس کا کچھ بیان پہلے گزر چکا ہے؛ اور کچھ بیان آگے چوتھے مسلک میں آرہا ہے۔ ان شاء اللہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھا مسلک:

عقائد کی بنیاد کے لیے روایات کی تخلیق

أ۔ جو کچھ اس بارے میں وارد ہوا ہے:

شیعہ تاریخ میں اپنے مذہب وعقیدہ کی نصرت کے لیے روایات گھڑنے کا سلسلہ بہت پہلے ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ اور پھر قدیم سے ائمہ کرام رحمہم اللہ اس جھوٹ سے خبردار کرتے رہے ہیں۔ تو اب اس میں کوئی ایسی اچھوتی بات نہیں کہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن رہتے ہوئے جھوٹی روایات گھڑا کریں۔

اہل بیت نبوت رحمہم اللہ کو پہلے دور سے ہی اپنے اپنے زمانے میں اس جھوٹ کی اطلاع مل گئی تھی۔ اور انہوں نے اس جھوٹ سے خبردار کردیا تھا؛ اور انہوں نے اعلان کردیا تھا کہ ان کی طرف منسوب ہر وہ بات جس کی تصدیق قرآن سے نہ ہوتی ہو؛ وہ ان پر گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ لیکن ارباب طائفہ نے ان تحذیرات پر کان نہیں دھرے۔ اپنے ائمہ کے خبردار کرنے کے باوجود انہوں نے وہ روایات روایت کیں؛ اور ان پر اپنے دین کی بنیادیں رکھیں۔ حالانکہ ان کا تناقض اور اختلاف ان پر صاف واضح تھا۔ مگر جھوٹ بولنے والوں نے اس کا مخرج تقیہ کی شکل میں نکالا۔ پھر روایات گھڑنے کا یہ سلسلہ کسی محدود زمانے تک نہ ٹھہر سکا۔

جب ان روایات کا گھڑنے والا نہ ہی کوئی ایک شخص تھا؛ اور نہ ہی ایک زمانہ۔ بلکہ ان روایات کے تخلیق کار بھی متعدد تھے؛ اور ان کے اوقات بھی مختلف تھے؛ تو ان روایات میں اتنا سخت اختلاف واقع ہوا کہ اس طائفہ کے علماء کسی ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینے کے اس سادہ طریقہ سے عاجز آگئے جس میں کہتے تھے: ہر وہ روایت جو ہمارے مخالفین کے موافق ہو؛ وہ باطل ہے۔

فکر مہدی کے متعلق گذشتہ روایات میں ہم اس تناقض کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ اور ذیل میں کچھ دیگر روایات پیش کرتے ہیں جو کہ ائمہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ جن میں ائمہ کرام رحمہم اللہ تو ان جھوٹے کذابوں سے ڈراتے ہیں؛ مگر روایات کی ٹیکسال چلانے والے اسے تقیہ کا نام دیکر اختلاف وتناقض سے جان چھڑاتے ہیں۔

ائمہ کا اپنے اوپر جھوٹ گھڑنے والوں سے خبردار کرنا۔

اس سلسلہ میں ائمہ سے جو روایات منقول ہیں:

امام ابوعبداللہ سے روایت کیا گیا ہے: بیشک آپ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مغیرہ بن سعید جان بوجھ کر میرے والد صاحب پر جھوٹ بولا کرتا تھا۔ اور اپنے ساتھیوں سے تحریریں لیتا تھا۔ اور اس کے ساتھی میرے والد صاحب کے ساتھیوں میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ ان سے والد صاحب کی تحریریں لے لیا کرتے تھے۔ اور پھر انہیں مغیرہ بن سعید تک پہنچا دیتے۔ وہ ان میں اپنی طرف سے کفر اور زندیقیت شامل کر کے والد صاحب کی طرف منسوب کر دیتا۔ اور پھر دوبارہ اپنے ساتھیوں کو دیکر کہتا: اب یہ تحریر شیعہ میں پھیلا دو۔ پس وہ تمام غلو جو میرے والد صاحب کی طرف منسوب ہے؛ وہ مغیرہ بن سعید کی طرف سے ان کی تحریروں میں کی گئی ملاوٹ ہے''❶۔

۲۔ ایک دوسری روایت میں ابوعبداللہ سے مروی ہے؛ آپ نے فرمایا:

''مغیرہ بن سعید پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو؛ بیشک وہ میرے والد محترم - محمد علی الباقر - کے ساتھیوں کی تحریروں میں ان احادیث کی ملاوٹ کیا کرتا تھا جو انہوں نے بیان نہیں کیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ہم سے کوئی ایسی روایت قبول نہ کرو جو ہمارے رب کے فرمان اور نبی محمد ﷺ کی سنت کے خلاف ہو۔ بیشک جب ہم حدیث بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''❷۔

۳۔ ابوالحسن الرضا کے ساتھیوں میں سے ایک؛ یونس بن عبدالرحمن سے روایت ہے؛ کہا:

''میں جب عراق آیا تو مجھے حضرت ابوجعفر اور ابوعبداللہ کے اصحاب میں سے ایک گروہ ملا؛ جو کہ وافر تعداد میں تھے۔ میں نے ان سے روایات سنی؛ اور ان کی تحریروں سے بھی روایات لیں؛ اور پھر بعد میں انہیں ابو الحسن الرضا پر پیش کیا۔ تو آپ نے ان میں سے بہت زیادہ روایات کا انکار کیا۔ اور فرمایا: ''ابوالخطاب نے ابو عبداللہ پر جھوٹ بولا ہے؛ ابوالخطاب پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور یہی حال ابوالخطاب کے ساتھیوں کا بھی ہے؛ وہ بھی آج تک اصحاب ابوعبداللہ کی تحریروں میں ان احادیث میں ملاوٹ کرتے چلے آرہے ہیں۔ پس ہم سے قرآن کے خلاف کوئی چیز مت قبول کرو۔ بیشک اگر ہم حدیث بیان کرتے ہیں؛ تو وہی حدیث بیان کرتے ہیں جو قرآن وسنت کے موافق ہو۔ ہم اللہ اور اس کے رسول کی بات ہی کرتے ہیں''۔ [سابقہ مصادر]

ائمہ سے منسوب روایات کے جھوٹ ہونے پر علمائے مذہب کا اعتراف

* طائفہ شیعہ کے علماء اعتراف کرتے ہیں کہ ائمہ کی طرف منسوب روایات میں ملاوٹ اور دسیسہ کاری موجود ہے۔

شیعہ اثنی عشریہ کے متعدد علماء نے اعتراف کیا ہے کہ: شیعہ روایات میں ملاوٹ کرنے اور ان کی کتابوں میں فساد

❶ - [البحار ۲/ ۲۵۰ . موسوعة أحاديث أهل البيت ۸/ ۱۶۳ . إختيار معرفة الحديث ۲/ ٤۹۱ . عبد الله بن سبأ ۲/ ۲۰۵ . معجم رجال الحديث ۱۹/ ۳۰۰ . قاموس الرجال ۱۰/ ۱۸۹ . كليات في علم الرجال ٤۱٦ .]

❷ - [البحار ۲/ ۲۵۰ . جامع احاديث الشيعة ۱/ ۲٦۲ . الحدائق الناضرة ۱/ ۹ . إختيار معرفة الرجال ۲/ ٤۸۹ . رجال ابن داؤد ص ۲۷۹ . توضيح المقال في علم الرجال ص ۳۸ . رجال الخاقاني ص ۲۰۹ -]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا کرنے کے لیے ایک خفیہ سازش موجود تھی۔ ذیل میں ان کے اس اعتراف کے نمونے درج کیے جا رہے ہیں:

۱۔ محمد باقر الصدر نے کہا ہے: ''احادیث میں تعارض اور اختلاف کے جملہ اسباب میں سے ایک سبب دسیسہ کاری کا عمل بھی تھا؛ جو کہ ان خواہشات پرست غرض مندوں کا کام تھا جو اہل بیت کے دشمن تھے؛ جیسا کہ تاریخ نے یہ بات ہمارے لیے نقل کی ہے۔ اور سیرت اور سوانح حیات کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور ایسا بہت کچھ خود ائمہ کے زمانہ میں بھی ہوگیا تھا۔ جیسا کہ ان کے سامنے بعض ایسی احادیث آئی تھیں جن سے انہوں نے خبردار کیا؛ اور ان روایات کے گھڑنے والوں سے بھی۔ یہ اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ دسیسہ کاری اور جھوٹ گھڑنے کے لیے ایک تحریک موجود تھی جو ان احادیث کو روایت کرتے تھے۔ اور ائمہ کی طرف سے اس تزویر/اور جھوٹ گھڑنے پر آگاہ کرنا اس عمل کے وجود کی خبر دے رہا ہے''۔[بحوث في علم الأصول ۷/ ۳۹.]

۲۔ شیعہ اثنی عشری محدث ہاشم معروف الحسنی نے کہا ہے: ''مجامع الحدیث جیسے: کافی؛ اور دیگر کتاب میں منتشر احادیث کے تلاش کرنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ ہدایت سے حسد رکھنے والے غالیوں نے ان ابواب میں سے کوئی ایک باب بھی ایسا نہیں چھوڑا جس میں انہوں نے احادیث ائمہ کو خراب کرنے اور ان کو بدنام کرنے کے لیے دخل اندازی نہ کی ہو۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی انہوں نے قرآن کی طرف بھی رجوع کیا تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنی زہر اور دسیسہ کاری کے لیے جگہ بنا سکیں۔ کیونکہ قرآن وہ واحد کلام ہے جس میں کسی بھی ایسی چیز کا امکان نہیں جس کا امکان دوسرے کسی بھی کلام میں پایا جا سکتا ہے۔ اور پھر سینکڑوں آیات کی من مانی تفسیر کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے جھوٹ بول کر انہیں ائمہ رشد و ہدایت کے سر تھوپ دیا''[1]۔

❀ مزید برآں وہ کہتا ہے: جیسا کہ ائمہ کے دشمنان کے ساتھ ساتھ شیعہ قصہ خوانوں نے بھی ائمہ ہدایت؛ ائمہ تقوی و طہارت کے نام پر روایات کی ایک بڑی تعداد گھڑ لی۔ جب کہ ائمہ کرام ان تمام چیزوں سے غنی اور بے نیاز تھے۔ اور انہوں نے ان تمام لوگوں پر لعنت کی ہے جو انہیں انسانی درجات سے بلند گردانتے ہیں۔ اور اس منزلت سے بڑھا کر پیش کرتے ہیں جس منزلت پر اللہ تعالیٰ نے انہیں رکھا ہے۔[الموضوعات فی الآثار والأخبار ص ۱٦٥.]

❋ ہاشم معروف حسنی نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے؛ وہ کہتا ہے: ''شیعیت پر دخل اندازی کرنے والی سب سے خطرناک جماعت ان لوگوں کی تھی جو اہل بیت سے محبت اور دوستی کا اظہار کرتے تھے۔ اور وہ ایک طویل عرصہ تک ائمہ اور راویوں کے درمیان گھسے رہے۔ اس دوران وہ امام باقر اور امام صادق کی قربت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور تمام راویوں کو ان پر اطمینان ہوگیا۔ تو انہوں نے احادیث کا ایک بہت بڑا مجموعہ گھڑ کر اسے ائمہ کی احادیث اور کتبِ اصول حدیث میں داخل کر دیا۔ جیسا کہ بعض روایات میں اس کا اشارہ پایا جاتا ہے[2]۔

[1]۔[الموضوعات فی الآثار والأخبار ص ۲۵۳.]

[2]۔[الموضوعات فی الآثار والأخبار ص ۱٤۸-۱٤۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

* پھران دسیسہ کاروں میں سے بطور نمونہ عمر بن الجوشن کا ذکر کیا ہے؛ جو کہ جابر الجعفی سے روایت کرتا ہے۔ اس کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے کہا ہے: ''علم الرجال کے مؤلفین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: اس نے جابر الجعفی کی کتابوں میں بہت ساری احادیث داخل کردی تھیں''❶۔

اور یہ بھی کہا ہے: ''یہ انسان احادیث گھڑ کر جابر الجعفی کی کتابوں میں لگا دیتا؛ اور پھر انہیں اس کی طرف منسوب کرتا''❷۔

اور ہاشم معروف نے یہ بھی کہا ہے کہ:

''امام صادق اور دیگر ائمہ سے صحیح مرویات اس بات کی تائید و تاکید کرتی ہیں کہ مغیرہ بن سعید اور بیان اور صائد اور عمر النبطی اور مفضل اور دیگر شیعہ منحرفین جو کہ شیعہ کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے؛ انہوں نے مختلف موضوعات پر ائمہ کے نام پر بہت بڑی تعداد میں روایات گھڑ لیں...... حتی کہ آگے چل کر وہ کہتا ہے:

مغیرہ بن سعید کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے جعفر بن محمد کے نام پر بارہ ہزار احادیث گھڑی ہیں''۔

یہ۔ مغیرہ بن سعید۔ اور اس کے چیلے ایک لمبا عرصہ شیعہ کی صفوں میں گھسے رہے۔ اور شیعہ کے ساتھ ائمہ کی مجالس میں بھی آتے جاتے تھے۔ اور ان کے احوال کا علم اس وقت ہوا جب حدیث کی بنیادی کتابیں ان کی روایات سے بھر گئی تھیں''۔

۳۔ ابن بابویہ قمی؛ جو کہ شیعہ کے ہاں ''الصدوق'' کے لقب سے مشہور ہے؛ اور معتمد کتب اربعہ میں سے ایک کا مصنف ہے۔ اس نے ان روایات کی کچھ مثالیں بیان کی ہیں جو اس مذہب میں داخل کردی گئی ہیں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''یہ وہ صحیح اذان ہے جس میں نہ ہی کوئی زیادتی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی کمی۔ لیکن مفوضہ [ایک فرقہ ہے] پر اللہ کی لعنت ہو؛ انہوں نے اذان میں: (محمد و آل محمد خیر البریہ) کے الفاظ زیادہ کردیے۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ (أشهد ان محمد رسول الله) کے بعد (أشهد أن علياً ولي الله) دوبار؛ کے کلمات اضافہ کیے گئے ہیں۔ اور کچھ نے اس کے بدلے (أشهد أن علياً أمير المؤمنين حقاً) دوبار؛ کے کلمات اضافہ کیے ہیں۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ اور آپ برحق امیر المؤمنین ہیں۔ اور بیشک محمد ﷺ اور آپ کی آل خیر البریہ ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز اصل اذان میں نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ان کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ زیادہ الفاظ مفوضہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اور یہ ملاوٹ کرنے والے ہمارے ہی لوگ ہیں''۔ [من لا يحضره الفقيه ١/ ٢٩٠]

۴۔ ابن ابی الحدید نے کہا ہے: ''جان لیجیے کہ: فضائل کی احادیث میں جھوٹ کی اصل بنیاد شیعہ کی طرف سے رکھی گئی۔ شروع میں انہوں نے اپنے امام کے حق میں جھوٹی احادیث گھڑیں۔ اس کی وجہ مخالفین کے ساتھ ان کی عداوت تھی

❶۔[دراسات في الحديث والمحدثين ص ١٩٥.]
❷۔[الموضوعات في الآثار والأخبار ص ٢٣٤.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۔جیسے حدیث سطل ؛ اور حدیث رمانہ وغیرہ۔...... پھر آگے چل کر وہ کہتا ہے: '' یہ بہت ساری من گھڑت احادیث جن کا تقاضا اس قوم کے بڑوں اکابر صحابہ اور تابعین اولین کے کفر و نفاق کا تھا...... ''۔[شرح نهج البلاغة ۱۱/ ۴۸]

۵۔ ایک معاصر شیعہ محدث الغریفی کہتا ہے: '' بہت ساری احادیث ایسی ہیں جو ائمہ سے صادر نہیں ہوئی۔ بلکہ جھوٹے لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ اور پھر انہیں یا تو ان کے اصحاب کی کتابوں میں ملا دیا ہے؛ یا پھر دیگر کتابوں میں جگہ دیدی ہے۔ یہ بات طبعی طور پر معلوم ہے کہ اس مقصد کے لیے انہوں نے ان تمام یا پھر اکثر احادیث کے لیے صحیح اسناد کا استعمال کیا ہوگا تاکہ ان روایات کو قبول کیا جائے۔ یہ سب کام اس ملاوٹ اور تدلیس کے حساب سے ہوا ہے...... ''۔[قواعد الحدیث ص ۱۳۵]

۶۔ شیخ محمد باقر البہبودی نے کہا ہے: '' بیشک عبد الکریم بن ابی العوجاء نے قتل ہونے سے پہلے کہا تھا:

'' اللہ کی قسم! تم مجھے قتل تو کر رہے ہو؛ مگر میں نے چار ہزار احادیث گھڑی ہیں؛ جن میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرایا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے تمہیں روزہ کے دن روزہ تڑوایا ہے؛ اور افطار کے دن روزہ رکھوایا ہے''۔...... پھر اس کی گردن ماردی گئی ❶ ''۔

بہبودی نے مزید کہا ہے:...... '' افسوس کی بات یہ ہے کہ: ہم ان احادیث کے نمونے/مثالیں پاتے بھی ہیں جن میں ہمیں روزہ کے دن افطار کروایا جاتا ہے اور افطار کے دن روزہ رکھوایا جاتا ہے۔ اور یہ چیزیں شیعہ روایات میں اہل سنت کی روایات کی نسبت بہت زیادہ اور کثرت کے ساتھ ہیں۔ اور ان کا آدھا حصہ ابو جعفر یعقوب الکلینی نے اپنی کتاب '' الکافی '' میں روایت کیا ہے۔ اور ان میں سے بہت ساری روایات کو ابو جعفر بن علی بن بابویہ القمی نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ اور اس طرح کی اکثر روایات آپ کو سید ابو القاسم ابن طاؤس کی کتاب '' الاقبال '' میں ملیں گی '' ❷۔

۷۔ اس کلام کی تائید شیعہ عالم آیت اللہ العظمی برقعی نے بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: '' اس مذہب کے ایجاد کنندگان اپنے ان مقالات کے برے نتائج کی طرف دھیان نہیں دے سکے۔ ان کی ساری توجہ اسلام میں تخریب اور اہل اسلام میں تفرقہ بازی پیدا کرنے پر تھی۔ ہم نے نصوص ائمہ کے باب میں یہ بات بیان کر دی ہے کہ ائمہ کا سلسلہ با قاعدہ رسمی/[تحریر اور طے شدہ] نہیں تھا۔ بلکہ ہر ایک امام کے ساتھی اس سے بار بار سوال کیا کرتے تھے کہ اس

❶۔[بہبودی کا اشارہ ایک مشہور زندیق کے قصہ کی طرف ہے۔ اس کا نام عبد الکریم بن ابی العوجاء تھا۔ جو جھوٹی روایات گھڑ کر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا کرتا تھا۔ اسے ابو جعفر المنصور کے دور میں کوفہ کے گورنر محمد بن سلیمان نے گرفتار کر لیا۔ اور اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اب وہ قتل کر دیا جائے گا تو اس نے یہ جملہ کہا: '' اللہ کی قسم! تم مجھے قتل تو کر رہے ہو؛ مگر میں نے چار ہزار احادیث گھڑی ہیں؛ جن میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرایا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے تمہیں روزہ کے دن روزہ تڑوایا ہے؛ اور افطار کے دن روزہ رکھوایا ہے''۔ پھر اس کی گردن ماردی گئی۔ '' اس کی تفصیل کے لیے دیکھیں: میزان الاعتدال ۲/ ۶۴۴]

❷۔[صحيح الكافى / از بهبودى ؛ طبع دار الدراست الاسلاميه ۱۹۸۱ء]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد امام کون ہوگا؟

آگے چل کر وہ کہتا ہے: ''یہی وجہ ہے کہ کئی لا دین اور اغراض پرست لوگوں نے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور پھوٹ ڈالنے کا ایک سنہری موقعہ پا کر اس طرح توجہ دی؛ اور اپنی تمام وسعت کے مطابق احادیث گھڑ کر پھیلا دیں۔ پس بہت سارے مذہبی گروہ ان جھوٹی احادیث کی پیداوار تھے۔ اور اس پر بھی افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان علماء اور مذہبی لوگوں نے اپنی بساط علمی کے مطابق ان جھوٹی روایات کی تصدیق کی اور انہیں اپنی کتابوں میں جمع کر لیا۔ اور ان موضوع روایات کا اکثر حصہ تیسری صدی ہجری میں وجود میں آیا جب اسلامی حکومت اپنے اوج کمال پر تھی......۔

❀ یہ مطلب پرست اسلامی حکومت کا عروج و کمال؛ تہذیب و ثقافت اور تمدن دیکھ کر اس پر حسد سے جلتے تھے۔ وہ لازمی طور پر کچھ خرابیاں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ تو یہ لوگ اسلامی لبادہ پہن کر سامنے آئے اور اسلام کے خلاف خفیہ سازشیں کرنے لگے۔ اور یہی ان کا مشن تھا۔ پس انہوں نے جھوٹی احادیث گھڑ کر پیش کیں تا کہ مذہبی تعصب رکھنے والوں کو دھوکہ دے سکیں۔ تو ان لوگوں نے وہ احادیث اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لیے قبول کر لیں۔ اور انہیں صحیح خیال کرنے لگے۔ اس کے لیے ایسی باطل تاویلات اور وجوہات پیش کیں جن کا اصل میں کوئی آپس میں اس موضوع سے تعلق ہی نہیں تھا؛ بھلے اس حدیث کا باطل ہونا صاف ظاہر ہی کیوں نہ ہو۔

❀ اور دوسری طرف ان احادیث کا نوے فیصد حصہ قرآن کے مخالف ہے۔ ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ ان گروہوں کی مغفرت نہیں فرمائیں گے جنہوں نے یہ تفرقہ پیدا کیا۔ جو کہ جہالت اور دشمنی کے بنیاد پر قائم ہوا۔ اور ان کی جرأت کی انتہاء یہ تھی کہ ایسا مذہب قائم کر دیا جس کے علماء اور عام ماننے والوں کے اقوال قرآن کے اقوال سے موافقت نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ہی قرآن میں ان کا کوئی ذکر ہے۔ اور وہ ہر اس چیز کو دین کا اصول اور رکن قرار دیتے تھے جسے اللہ اور اس کے رسول نے رکن نہیں قرار دیا۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ: وہ ان تمام چیزوں کو اس نئے دین کے اصول وارکان سمجھتے تھے جو خود انہوں نے ایجاد کر لیا تھا۔

مثال کے طور پر: انہوں نے ہزاروں روایات اور معجزات صرف اس لیے گھڑ لیے کہ امام کا منصوص من اللہ ہونا ثابت کر سکیں۔ اور اب اس کے انکار کو کفر اور خرافات اور جھوٹ اور پتہ نہیں کیا کیا قرار دینے لگے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے بعد مخلوق پر کسی کے بھی حجت ہونے کی نفی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾[النساء ١٦٥]

''ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تا کہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''۔

لیکن اس مذہب کے ایجاد کنندگان کہتے ہیں: ''امام نے کہا ہے: ''پیش آمدہ واقعات کے حل کے لیے ہماری احادیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو۔ بیشک وہ تم پر میری حجت ہیں؛ اور میں ان پر اللہ کی حجت ہوں''۔

پس اس واسطہ سے انہوں نے گھڑے ہوئے لوگوں کے نام پر گھڑی ہوئی روایات کو ہماری عوام پر حجت بنا کر انہیں اپنے غلام بنائے رکھنے کا مصدر و وسیلہ بنا لیا''۔ [کسر الصنم از برقعی ص ۳۲۸-۳۲۹۔]

یہ ان علماء کے اقوال کا ایک مختصر سا نمونہ تھا۔ جس میں ان عوارض کا انکشاف کیا گیا ہے جو اہل بیت کی روایات کے ساتھ پیش آئے؛ اور جو کچھ ان کتابوں میں ہے جو ان لوگوں نے تحریر کی ہیں جو ان ائمہ کے گرداگرد انہیں گھیرے ہوئے تھے؛ اور انہوں نے تزویر واختراع ودسیسہ کاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

یہ ان علمائے طائفہ کا دین ہے جنہوں نے ان روایات کو تو قبول کر لیا مگر ائمہ کی تحذیرات پر کان نہیں دھرے۔

وقفہ: کچھ دیر ائمہ اور علمائے طائفہ کے ان اقوال پر غور وفکر:

اول: ائمہ کی روایات: جعفر الصادق بتا رہے ہیں کہ مغیرہ جان بوجھ کر حضرت باقر پر جھوٹ بولا کرتا تھا۔ اور مغیرہ کے ساتھیوں کی ایک پوری جماعت تھی جو کہ امام باقر کے اصحاب کے ساتھ گھل مل گئے تھے۔ وہ امام باقر رحمہ اللہ علیہ کے اصحاب کی تحریریں لیتے؛ اور پھر انہیں مغیرہ تک پہنچا دیتے۔ مغیرہ اپنی طرف سے ان میں کفر وزندیقیت کی ملاوٹ کر کے انہیں جعفر کی طرف منسوب کر دیتا۔ اور پھر واپس امام جعفر کے ساتھیوں تک پہنچا دیتا۔ وہ انہیں اپنے شیعہ میں پھیلاتے؛ جو ان روایات کو قبول کر لیتے۔ یہ کام ایک منظم طریقے سے ہو رہا تھا۔ اور یہ گواہی خود ان حضرات میں سے ایک کی گواہی ہے جنہیں شیعہ اپنے امام تسلیم کرتے ہیں؛ کہ شیعہ نے امام باقر کے زمانہ میں روایات ایجاد کیں اور پروان چڑھے؛ اور یہ کہ ان کی کتابوں میں جھوٹی روایات کو شامل کیا گیا ہے۔

* دراصل امام باقر کے تمام ساتھیوں کی کتابوں میں ملاوٹ ہوئی ہے۔ خود حضرت باقر نے اس کی گواہی دی ہے۔
* پھر اس نے نہ امام باقر سے نہ ہی ان کے بعد آنے والے کسی امام سے کوئی ایسی چیز نقل کی ہے جس میں ان روایات کی حد بندی ہو جو کہ دسیسہ کاری کی گئی ہیں۔ جس کی وجہ سے تمام تر روایات تہمت کے دائرہ میں آ گئی ہیں۔ حتی کہ ان دوسرے ائمہ کی روایات بھی جنہوں نے اس ملاوٹ کی طرف توجہ دلائی تھی اور خبردار کیا تھا۔
* اس کے لیے ہم ایک فقہی مثال بیان کرتے ہیں۔ اگر خواتین کی ایک جماعت ہو؛ ان میں سے کوئی ایک کسی شخص کی بہن ہو؛ لیکن اس کو علم نہ ہو کہ اس کی بہن کونسی ہے؟ تو اس صورت میں اس پر ان تمام خواتین کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ حتی کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اس کی بہن کون سی ہے اور اسے دوسری خواتین سے علیحدہ کر دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔

ایسے ہی اگر کہیں پر پاک پانی ہو؛ جو کہ ناپاک پانی کے ساتھ مل گیا ہو؛ اور کوئی وضوء کرنا چاہتا ہو تو اسے اس سارے پانی سے اجتناب کرنا ہوگا حتی کہ پاک وصاف پانی کا تعین ہو جائے۔

سنی عالم شیرازی [متوفی ۶۶۰ھ] نے کہا ہے:

''حرام مفاسد کو ختم کرنے میں احتیاط کی کئی ایک مثالیں ہیں؛ ان میں سے ایک مثال: جب پاک پانی نجس پانی کے ساتھ مشتبہ ہو جائے؛ یا پاک قمیص نجس کے ساتھ مشتبہ ہو جائے؛ اور ان میں سے کسی ایک کی پہچان کرنا ممکن نہ ہو؛ تو نجس کے مفاسد سے بچنے کے لیے دونوں سے اجتناب کرنا واجب ہو جاتا ہے''۔ [قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۱/۴۷۹]

امور احکام میں اشتباہ ان تمام سے دوری اور اجتناب کو واجب کر دیتا ہے۔ تو پھر تشریعی امور کا کیا حال ہوگا؟ پس امام صاحب کی گواہی اس بات کی تائید وتاکید کرتی ہے کہ امام باقر کی روایات میں منظم طریقہ سے دسیسہ کاری کی گئی ہے۔ اب یہ دسیسہ کاری ہی اصل بنیاد ہے۔ اب بغیر دلیل کے اس طرف نہیں جاسکتے۔ اور یہاں پر کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس میں دسیسہ کاری والی روایات اور دوسری روایات میں کوئی فرق موجود ہو۔ پس اس قاعدہ کی بنیاد پر ان روایات میں سے کسی ایک کی تصدیق کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

یہاں پر ہم ایک دوسری مثال بھی بیان کرتے ہیں:

''اگر کسی شخص کو پانی کی تلاش ہو۔ تو کوئی دوسرا شخص اس سے کہے: اس حجرہ میں بہت ساری بوتلوں میں پانی بھرا ہوا ہے۔ لیکن ان میں سے کچھ بوتلوں میں زہر بھی ہے۔ لیکن مجھے پتہ نہیں کہ ان میں سے کون سی بوتل میں زہر ہے۔ آپ جائیں اور ان میں سے جو چاہیں لے لیں''۔

تو کیا اس پیاسے کے لیے ممکن ہے کہ وہ: ان بوتلوں میں سے کوئی بوتل اٹھا کر پی لے؛ یا پھر وہ دوبارہ پانی کی تلاش شروع کر دے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دوبارہ پانی کی تلاش شروع کرے گا۔

یہ تو صرف پانی کا مسئلہ ہے۔ جس کی آخری انتہاء یہ ہوسکتی ہے کہ انسان بغیر پانی کے مر سکتا ہے۔ لیکن روایات میں جھوٹ کا زہر ملانا تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور اس کے غضب کا حق دار بننا ہے۔ اور پھر آخرت میں ایسے انسان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہی ہوگا۔

روایات میں ملاوٹ کا سلسلہ امام باقر تک ختم نہیں ہو جاتا؛ بلکہ اس نے آگے بڑھ کر امام جعفر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ خطاب نامی یہ ایک دوسرا شخص ہے۔ اس نے بھی امام حسن الرضاء کے دور تک بالکل وہی مغیرہ والا طور طریقہ اور چال چلن اپنائے رکھا۔ چنانچہ امام الرضا خود اس کی گواہی دیتے ہیں۔ لیکن ان جھوٹی روایات کا کوئی تعین نہیں کیا گیا۔ نہ ہی آپ نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی آپ کے بعد آنے والے کسی امام نے۔ حالانکہ یہ لوگ جھوٹی روایات کے پائے جانے کی گواہی دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ تمام روایات جو حضرت صادق؛ ان کے بیٹے موسیٰ الکاظم؛ اور ان کے بیٹے علی بن موسیٰ الرضا سے منقول ہیں؛ وہ تہمت کے دائرہ میں آگئیں۔ کیونکہ انہوں نے جھوٹی اور سچی روایات میں کچھ فرق کر کے نہیں بتایا۔

امام صادق نے ایک میزان وضع کیا ہے؛ جو کہ درحقیقت بہترین میزان ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''ہم سے کوئی ایسی روایت قبول نہ کرو جو ہمارے رب کے کلام اور سنت نبی کے خلاف ہو''۔

آپ نے یہ نہیں کہا: ائمہ میں سے کسی ایک کی سنت۔ بلکہ آپ نے قرآن اور صحیح سنت نبوی کا کہا ہے۔

پھر حضرت علی بن موسیٰ الرضا نے بھی یہی میزان بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''ہم سے کوئی ایسی روایت قبول نہ کرو جو ہمارے رب کے کلام کے خلاف ہو''۔

ہاں! بلا شک وشبہ قرآن ہی وہ حقیقی پیمانہ ہے جس پر روایات کو پرکھا جاسکتا ہے روایات پر قرآن کو نہیں پرکھا جاسکتا۔ لیکن شیعہ کی چکی الٹی چلتی ہے۔ انہوں نے روایات کو قرآن پر حاکم بنایا ہے۔ قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے لیے انہوں نے روایات نہ گھڑ لی ہوں؛ جو کہ ان کی منشاء کے مطابق قرآن کی تفسیر و توجیہ کرتی ہیں۔ پس قرآن پر روایات کو حکم/ فیصلہ ساز بنا کر انہوں نے ائمہ کی تعلیمات کو بدل ڈالا جس کی وجہ سے ان کے عقائد میں غلو اور گمراہی پیدا ہو گئے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر روایات ان کے ائمہ کی گواہی کی روشنی میں دسیسہ کاری کا نتیجہ ہیں۔

دوم: علمائے طائفہ کا اقرار: علمائے طائفہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ دروغ گوؤں نے جو روایات گھڑ کر ائمہ کی روایات میں داخل کر دی تھیں؛ وہ متأخرین شیعہ علماء کے ان روایات کو قبول کرنے کے سبب سے ان کے ہاں دین شمار ہونے لگی ہیں۔ جیسا کہ خود علمائے شیعہ اس بات کی تائید کرتے ہیں۔

* یہ اپنے زمانہ کا ایک بڑا شیعہ عالم ابن بابویہ قمی ہے؛ جو کہ صدوق کے لقب سے مشہور ہے۔ جو کہ شیعہ مصادر اربعہ میں سے ایک کا مصنف ہے۔ وہ تائید کرتا ہے کہ اذان جو کہ دینی شعائر میں سے ایک ہے؛ مفوضہ نے اس میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے۔ اور ان علماء کے آگاہ کرنے کے باوجود شیعہ آج تک اسی طرح ہی عبادت کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''لیکن مفوضہ [شیعہ فرقہ] پر اللہ کی لعنت ہو؛ انہوں نے اذان میں: (محمد وآل محمد خیر البریہ) کے الفاظ زیادہ کر دیے۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ (أشھد ان محمد رسول اللہ) کے بعد (أشھد أن علیاً ولی اللہ) دوبار؛ کے کلمات اضافہ کئے گئے ہیں۔ اور کچھ نے اس کے بدلے (أشھد أن علیاً أمیر المؤمنین حقاً) دوبار؛ کے کلمات اضافہ کئے ہیں''۔

ہاں یہ شیعہ کے محراب ہیں؛ جہاں سے آج تک وہی اذان بلند ہو رہی ہے جس میں ملاوٹ ہونے کی گواہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صدوق نے دی ہے۔ جس کے بارے میں کسی ایک شیعہ امام سے ایک روایت بھی نہیں ملتی۔ نہ ہی صحیح روایت اور نہ ہی ضعیف۔ تو شیعہ یہ اذان کہاں سے لیکر آ گئے۔

* مفوضہ: جیسا کہ شیعہ کتب نے بھی واضح کر دیا ہے کہ: یہ غالی شیعہ کا ایک گروہ تھا۔ جن کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ پھر کائنات کی تخلیق و تدبیر کی ذمہ داری محمد ﷺ کو سونپ دی۔ اور پھر محمد ﷺ نے یہ ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔ جو آپ کے بعد اس کائنات کے دوسرے مدبر ہیں'' [1]۔

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اذان میں اس شہادت کا اضافہ کیا۔ اور عام شیعہ نے اسے قبول کر لیا؛ اور آج تک اس پر عمل پیرا چلے آرہے ہیں۔ اور اس پر کسی ایک امام سے بھی کوئی ایک دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ پھر ابن بابویہ کا مذہبی روایات میں ملاوٹ اور دسیسہ کاری کے وجود کا اعتراف کرنا اصل میں ائمہ کے اعتراف کا تسلسل ہے۔ اور پھر یہ کوئی آخری انسان نہیں ہے جس نے اس بات کا اعتراف کیا ہو۔ بلکہ اس کے بعد کئی متاخر محققین نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے۔

یہ سید محمد الصدر ہے؛ اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ ائمہ کی روایات میں تناقض کا سبب ائمہ کے نام پر گھڑی گئی روایات کا وجود [اور دسیسہ کاری] ہے۔ اور یہ سارا کچھ ائمہ کے دور میں ہی پیش آیا؛ مگر ائمہ اس ملاوٹ کو اس طرح سے بیان نہ کر سکے جس کی وجہ سے تمام روایات کو ہی ترک کرنا واجب ٹھہرتا ہے۔

شیخ الصدر کے اس مذکورہ بالا قول سے واضح ہوتا ہے کہ: ''احادیث میں تعارض اور اختلاف پیدا ہونے کے جملہ اسباب میں سے ایک سبب دسیسہ کاری تھی۔ جو کہ اصل میں مطلب پرستوں اور اعدائے اہل بیت کی کارروائیوں کا شاخسانہ تھی۔ جیسا کہ تاریخ؛ سوانح حیات اور سیرت کی کتابوں سے ہم پر یہ صاف واضح ہوتا ہے۔

اور ان کا اکثر حصہ خود ائمہ کے دور میں ہی گھڑا گیا؛ یہ بات من جملہ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے جس میں ائمہ نے اپنے اصحاب کو اس دسیسہ کاری اور ملاوٹ کی تحریک کے موجود ہونے سے خبردار کیا تھا۔ ائمہ کی طرف سے بہت سخت تاکید کے ساتھ خبردار کیا گیا تھا کہ احادیث میں ملاوٹ کی ایک منظم تحریک موجود ہے۔

ائمہ کا دور گزر چکا؛ اس ملاوٹ کو دوسری احادیث سے علیحدہ بیان نہ کر سکے؛ تو اب ان کے اتباع کاروں کو کیسے پتہ چلے گا کہ کون سی حدیث ملاوٹ کی گئی ہے اور کون سی حدیث صحیح ہے۔

ایک معاصر شیعہ اثنی عشری عالم ''ہاشم معروف'' اس حقیقت کی تائید کرتا ہے۔ اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ:

''اس دور میں ایک پوری جماعت ایسی موجود تھی جو اہل بیت کی ولایت کا اظہار کرتے تھے؛ انہوں نے ائمہ کی کتب احادیث میں اپنی طرف سے روایات کے بہت بڑے مجموعہ کی ملاوٹ کر دی تھی۔ اور انہیں ائمہ کی احادیث کے ساتھ ملا دیا تھا۔ اور اصول کتب حدیث میں داخل کر دیا تھا۔ جیسا کہ بعض روایات میں اس

[1] ۔[مفوضہ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے دیکھو: مقالات الاسلامیین ۱/ ۸۸. الفرق بین الفرق از بغدادی ص ۲۵۱. شیعہ کتابوں میں سے: تصحیح الاعتقاد از مفید ص ۶۴، ۶۵۔ بحار الانوار از مجلسی ۲۵/ ۳۴۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف اشارہ پایا جاتا ہے''۔

اور پھر اس نے اس ملاوٹ اور دسیسہ کاری کی مثال ذکر کی ہے؛ چنانچہ وہ جابر الجعفی کے شاگرد عمر بن شمر کے بارے میں کہتا ہے: ''یہ احادیث گھڑ کر جابر جعفی کی تحریروں میں شامل کرتا؛ اور انہیں جابر کی طرف منسوب کرتا''۔

یہ بیان بھی ابن ابی الحدید کے کلام کے مصداق ہے۔ وہ کہتا ہے:

''جان لیجیے کہ: فضائل کی احادیث میں جھوٹ کی اصل بنیاد شیعہ کی طرف سے رکھی گئی''۔ جیسا کہ گزر چکا۔

یہ شیعہ علماء؛ محققین اور ائمہ کی گواہیاں ہیں جو اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ ان کی کتابوں اور روایات میں دسیسہ کاری ہوئی ہے؛ [اور بہت بڑے پیمانے پر ہوئی ہے]۔ پس شیعہ روایات اور کتب میں اس دسیسہ کاری کی اصل کیا ہے؟

اس دسیسہ کاری کے وجود کا اعتراف تمام شیعہ روایات کو تہمت کے دائرہ میں لے آتا ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں معصوم نے اعتراف کرلیا ہے؛ اور اپنے ماننے والوں کو بتادیا ہے کہ روایات میں ملاوٹ ہوئی ہے۔ مگر اصل روایات کو اس دسیسہ کاری سے نکالنے کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔

[عربی زبان میں]لفظ ''دَسّ'' [یا اردو میں]دسیسہ کاری؛ اس کا مطلب ہے کہ انتہائی خفیہ طریقہ سے ایک چیز کو دوسری میں ملا دینا۔ اور اس طرح کی مخفی چیز کی پہچان اسی وقت ممکن ہے جب عام عادت کے مطابق کی بحث وتلاش سے آگے بڑھ کر محنت کی جائے۔

آخر کار ہم اپنی بحث کو شیعہ عالم موسیٰ الموسوی کی بات پر ختم کرتے ہیں۔ وہ شیعہ مصادر میں موجود دسیسہ کاری کی گئی روایات؛ اور ان کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

> ''چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے دوران لکھی جانے والی شیعہ کتب کے راویوں کی روایات پر بحث وتحقیق کرنے والا ایک انتہائی افسوسناک نتیجہ پر پہنچتا ہے؛ اور وہ نتیجہ ہے؛ بعض شیعہ راویوں نے اسلام کو بدنام کرنے کی جتنی کوششیں کی ہیں؛ یہ کوششیں زمین وآسمان کے بوجھ کے برابر ہیں۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں کا مقصد لوگوں کے دل میں شیعہ عقائد کو راسخ کرنا نہیں تھا۔ بلکہ ان کا مقصد اسلام کو اور اسلام سے متعلق ہر ایک چیز کو بدنام کرنا تھا۔'' [الشیعة و التصحیح ص ۱۲]

تو کیا اس تمام بحث کے بعد بھی یہ ممکن رہتا ہے کہ شیعہ کتابوں کی روایات قبول کرلی جائیں جن میں ائمہ نے یہ کچھ بتایا ہی نہیں کہ ان میں صحیح روایت کونسی ہے اور کونسی روایت ملاوٹ اور دسیسہ کاری کا نتیجہ ہے۔؟

اس طائفہ کے عقل مند علماء سے اس کا جواب مطلوب ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پانچواں مسلک:

بنو بویہ کے عہد حکومت میں جھوٹی روایات کے دواوین کی ترتیب

(۳۲۲ ہجری تا ۴۶۷ ہجری)

اَ۔ جو کچھ اس سلسلہ میں وارد ہوا ہے:

بو یہ کے بیٹوں نے جس حکومت کی بنیاد رکھی تھی؛ اس کے نتیجہ میں ایک شیعہ مملکت معرض وجود میں آئی جو کہ ایک سو تیس سال کا عرصہ چلتی رہی۔

اس دور میں شیعہ مذہب کی چار بنیادی کتابوں کا ظہور ہوا جنہیں آگے چل کر مذہب کے بنیادی مرجعہ ہونے کا اعزاز حاصل ہو۔ ان کتابوں کے نام اور ترتیب یہ ہے:

۱۔ الکافی: از ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی (۳۲۹ ہجری)

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ از محمد بن بابویہ قمی (۳۸۱ ہجری)

۳۔ تہذیب الاحکام لابی جعفر محمد بن حسین الطوسی (۳۸۵-۴۶۰ ہجری)

۴۔ الاستبصار؛ از طوسی۔

یہ کتابیں ہزاروں روایات پر مشتمل ہیں۔ اور ہمیں یہ علم نہیں کہ یہ روایات کہاں سے ظاہر ہوئیں۔ کیونکہ اس پورے سابقہ دور میں شیعہ کے ہاں نہ ہی کوئی مسجد پائی جاتی تھی اور نہ ہی مدرسہ۔ اور نہ ہی کوئی ایسی مجلس تھی جہاں پر ان کے ائمہ ان سے ملتے ہوں۔ اس لیے کہ ان کا خیال تھا کہ وہ تقیہ کے زمانہ میں جی رہے ہیں۔ یعنی وقت کے حکمران ان کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔ پس وہ اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کے سامنے کوئی حدیث اس لیے نہ بیان کرسکے تاکہ اپنی جانوں کی حفاظت کرسکیں۔

اور پھر ان کے علماء کے ہاں کوئی ایسی مساجد نہیں تھیں جہاں پر وہ لوگوں کو اپنے ائمہ کی روایات کا درس دیتے ہوں۔

-اگر ان کی کوئی روایت موجود ہوتی تو۔؛ تو پھر یہ ہزاروں روایات کہاں سے آئیں؟

پھر اگر فرض کر لیجیے کہ ان مصنفین سے پہلے یہ روایات موجود تھیں؛ اور مکتوب اور مدون تھیں؛ تو اس بات کی ضمانت کون دے سکتا ہے کہ یہ روایات دست وبرد سے محفوظ رہی ہوں گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ روایات تو خفیہ طور پر نقل کی جارہی تھیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ اپنے تئیں تقیہ کے دور سے گزر رہے تھے۔

پھر اگر فرض کرلیں کہ یہ روایت اپنے ائمہ کی طرف منسوب ہونے میں درست اور صحیح ہیں۔ جن سے یہ روایات نقل کی جارہی ہیں۔ تو پھر بھی اس میں ثقاہت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ یہ حضرات بھی تقیہ کے زمانہ سے گزر رہے تھے۔ پھر ان پر ان کے ائمہ کی طرف سے بھی تہمت ہے؛ کیونکہ وہ ان پر شاکی رہتے تھے؛ اور بتاتے تھے کہ: یہ لوگ ان [ائمہ] پر جھوٹ بولتے ہیں؛ اور ان پر ان کی کتابوں میں اپنی طرف سے روایات کی ملاوٹ کرتے ہیں۔ جیسا کہ خود شیعہ کی کتابوں میں یہ پورا بیان موجود ہے۔ جبکہ ان موسوعات کے مصنفین کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ روایات کیسے اور کہاں سے لائے ہیں اور کیسے روایت کرلیا ہے؟۔ کیونکہ ان کے ہاں کوئی علمی مجالس نہیں پائی جاتی تھیں جہاں پر وہ ان روایات کا علم حاصل کرتے ہوں؛ تو پھر یہ روایات کہاں سے آگئیں؟۔

کلینی: ایک کریانہ سٹور پر کام کرتا تھا۔ اور وہ دکان پر آنے والے ہر انسان سے روایات جمع کیا کرتا تھا۔ اس طرح اس نے بیس سال کا عرصہ لگایا۔ اور پھر یہ مجموعہ بنو بویہ کے دور حکومت میں منظر عام پر آیا۔ ایک معاصر شیعہ اثنا عشری عالم آیت اللہ العظمی ابوالفضل البرقعی؛ جس نے مذہب میں بہت زیادہ اصلاح و تصحیح کا کام کیا ہے؛ وہ کہتا ہے:

''محمد بن یعقوب کلینی: بغداد میں ایک کریانہ سٹور پر کام کرتا تھا۔ اور وہ بیس سال تک کا عرصہ دکان پر آنے والے ہر انسان سے ہر وہ روایت سن کر جمع کرلیتا تھا جسے وہ اپنے مذہب کے مطابق سمجھتا تھا۔ اور اسی پر اس کا سارا اعتماد تھا۔ کیونکہ اس دور میں معروف معانی میں دین دار لوگ نہیں پائے جاتے تھے......''۔ [کسر الصنم ۳۰]

خود کتاب ''الکافی'' اس پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں ایسی روایات بھی ہیں جو شیعہ اثنا عشریہ کے عقائد کو متضمن ہیں؛ اور پھر ان کے متناقض دوسری روایات بھی پائی جاتی ہیں۔ اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ انسان اپنی دکان پر ہر اس انسان سے ملتا تھا جو شیعہ عقیدہ رکھتا ہو؛ اسے اس کے کسی فرقہ سے ہونے سے کوئی واسطہ یا سروکار نہیں تھا۔

پس زیدیہ کے پاس ایسی روایات ہیں جو ان کی معاون و مددگار ہیں۔ یہی حال فطحیہ کا بھی ہے۔ اور سبائیہ کی روایات ان کی معاون ہیں۔ اور یہ تمام روایات آپس میں متناقض ہیں۔

* جہاں تک ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کے مؤلف صدوق کا تعلق ہے؛ تو برقعی نے اس کے بارے میں کہا ہے:

''صدوق ایک چالاک اور ہوشیار انسان تھا جو کہ قم میں چاول کا کاروبار کرتا تھا اس نے ایک رجسٹر میں وہ اپنے ملنے والوں سے وہ تمام روایات جمع کرلیں جنہیں وہ سنا کرتا؛ اور اسے وہ اچھی لگتیں؛ پھر وہ انہیں آگے نقل کردیتا''۔ [کسر الصنم ۳۰]

یہ ایک مجہول انسان تھا۔ اس کے بارے میں کوئی زیادہ معلوم نہیں تھا کہ حقیقت میں یہ کون تھا؟ کیونکہ قدیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور کے علماء میں سے کسی ایک نے بھی اس کی تصدیق نہیں کی۔

ایک اور شیعہ اثنا عشری عالم شیخ سلیمان الماحوزی نے کہا ہے:

''ہمارے بعض علمائے ہمارے شیخ صدوق کے ثقہ ہونے کے بارے میں توقف کرتے تھے''❶۔

بحرانی نے کہا ہے: ''علماء رجال میں سے کسی ایک نے بھی اس کی توثیق نہیں کی''❷۔

* جبکہ طوسی کی کتاب پر کثرت کے ساتھ تحریف کا الزام ہے۔

یوسف البحرانی نے اپنی کتاب ''الحدائق'' میں کہا ہے: ''تہذیب کا مراجعہ و مطالعہ اور اس میں تدبر کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں رہتی کہ شیخ سے سند و متن میں تحریف اور تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اور اس کی احادیث میں سے کوئی حدیث ہی ایسی باقی ہوگی جس کی سند یا متن میں کوئی علت نہ ہو''۔ [الحدائق الناضرة ۱۵۶/۳]

شیخ نورالدین الموسوی العاملی نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں امین استر آبادی پر رد کرتے ہوئے کہا ہے:

''احادیث میں واقع یہ اختلاف؛ ان میں سے اکثر عامہ- یعنی اہل سنت- کے موافق ہے۔ اور ان روایات کے مابین جمع و تطبیق کی بھی کوئی صورت ممکن نہیں''❸۔

❀ آخری بات! ان تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ان دونوں مصنفین کی روایات میں تناقض اور تضاد پایا جاتا ہے۔ اور روایات آپس میں ایک دوسری کو جھٹلاتی ہیں۔ خود اس طائفہ کے علماء کی گواہی کی روشنی میں یہ روایات دینی مصدر ہونے کا استحقاق نہیں رکھتی''۔

❀ شیعہ عالم جعفر النجفی (۱۲۲۷ھ) جو کہ اپنے زمانہ میں شیعہ کا شیخ اور امام و رئیس سمجھا جاتا تھا؛ اس نے اپنی کتاب ''کشف الغطاء'' میں ان چاروں [شیعہ کی کتب اربعہ کے] مؤلفین جن کے نام محمد سے شروع ہوتے ہیں؛ کہا ہے:

''ان میں سے تین محمد ایسے ہیں کہ علم کے حصول کے لیے ان کی طرف کیسے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کی روایات کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور روایات بھی آپس میں متضاد ہیں۔ اور پھر ان کی کتابوں میں ایسی روایات کی بھر مار ہے جن کا جھوٹ ہونا یقینی امر ہے۔ جیسے تشبیہ، تجسیم اور قدم العالم اور ثبوت زمان و مکان کی روایات''۔ [کشف الغطاء ص ۴۰]

یہ ان بڑے بڑے موسوعات لکھنے والوں کا حال ہے جو چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں سامنے آئے۔ ان کے مؤلفین کو نہ ہی مسجد کا پتہ ہوتا تھا اور نہ ہی انہوں نے کہیں پر باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ یا کسی سے ان روایات کا علم حاصل کیا۔ جس کی وجہ سے یہ تمام کتابیں اور ان کی روایات ناقابل اعتماد ٹھہرتی ہیں۔

---

❶ [حاشیہ: سماء المقال ۲/ ۲۱۰۔ نیز دیکھیں: مقدمہ تحقیق معانی الاخبار؛ از صدوق ص ۱۴۔]

❷ [حاشیہ: سماء المقال ۲/ ۲۱۰۔ نیز دیکھیں: مقدمہ تحقیق معانی الاخبار؛ از صدوق ص ۱۳۔]

❸ [حاشیہ کتاب: الفوائد المدنیہ والشواهد المکیة ص ۳۰۹۔]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھا زمانہ

ارتقاء کا دور

[۳۲۸ ہجری تا ۷۲۸ ہجری]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہید:

شیعیت ایک ایسا من گھڑت دین ہے جس کا اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین سے کوئی تعلق نہیں؛ لیکن پھر بھی اس کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ شیعیت ہی وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور یہ معصومین کا عقیدہ ہے۔ اور اس دین کے ماننے والوں کو کسی دوسرے کی ضرورت نہیں۔ نہ ہی قیاس کی ضرورت ہے نہ ہی اجتہاد۔ بلکہ یہ نصوص اور روایات پر مشتمل دین ہے۔

لیکن یہ روایات اور نصوص محصور ہیں۔ جبکہ زندگی میں پیش آمدہ واقعات کا ایک لا متناہی سلسلہ ہے۔ تو کیا اس میں اس گروہ کے علماء اجتہاد کریں گے؛ جیسا کا اہل سنت والجماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ وہ ان امور میں اجتہاد کیا کرتے تھے جن میں کوئی نص نہ پائی جاتی تھی۔ یا پھر ایسا کرنا حرام ہے؟ بس صرف مروی اخبار پر ہی وقوف کیا جائے گا؟۔ جب تک روایت موجود نہ ہو؛ اسے بارے میں فتوی نہ دیا جائے گا؟۔

اس بارے میں یہ لوگ اضطراب کا شکار ہیں۔

ان میں سے کوئی کہتا ہے: توقف کریں گے۔ اور کوئی کہتا ہے: ہم اجتہاد کریں گے۔

اب یہ دو مختلف راستے ہیں؛ جن کی بنیاد اختلاف کی وجہ سے پڑی ہے۔ حالانکہ پہلے سب کا ایک ہی مؤقف تھا کہ: اس میں توقف کیا جائے گا۔ پس پہلے مؤقف والے اخباری کہلاتے ہیں؛ جبکہ دوسرے مؤقف والے اصولی کہلاتے ہیں۔

پھر ان میں سے ہر ایک گروہ میں ایسے لوگ سامنے آئے جو دوسرے پر اپنی رائے کو ترجیح دینے کی سر توڑ کوششیں کرتے؛ انہی کوششوں میں وہ اتنے آگے بڑھ گئے کہ ایک دوسرے کو نہ صرف گمراہ کہا بلکہ کافر کہہ کر مباح الدم بھی قرار دیا۔

یہ دوسرے نظریہ / یا نکتہ نظر والے؛ جو کہ اصولی کہلاتے تھے؛ اصل میں انہوں نے اہل سنت والجماعت کے ڈھنگ کو اپنایا تھا جو کہ کتاب وسنت میں وارد نصوص کی روشنی میں اجتہاد کرتے تھے۔ اور اہل سنت مذہب کی بنیادیں تیسری صدی ہجری کے آخر تک پختہ ہوگئی تھیں۔ اس سے قبل فنون میں سے کسی ایک فن میں بھی شیعہ کے ہاں کوئی کتاب نہیں تھی۔ پس اب ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ اہل سنت والجماعت کے علمی ورثہ پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے مذہب کی بنیادیں کھڑی کرسکیں۔

ان ائمہ کا وجود جن کی طرف بوقت ضرورت رجوع کیا جاتا ہے؛ ان کے اتباع کاروں اور تالیف کے درمیان مانع تھا۔ کیونکہ کوئی غیر معصوم کسی معصوم کے زمانہ میں کوئی کتاب کیسے لکھ سکتا تھا۔ ورنہ معصوم کا کیا فائدہ ہوتا؟۔

یہ سب کچھ شیعہ عقیدہ کی منطق کے مطابق ہے۔ ورنہ اہل بیت اطہار اللہ تعالیٰ کے وہ نیک اور بزرگ بندے تھے؛ جو کوئی ایسا فتوی نہیں دیتے تھے جو امت کے خلاف ہو۔ اور نہ ہی امت کے دین سے علیحدہ کوئی جداگانہ دین رکھتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ ان کے ساتھ نمازیں پڑھتے؛ زکواۃ دیتے؛ اور روزے رکھتے؛ اور حج کرتے تھے۔ ان کا کوئی قول اہل سنت والجماعت کے قول کے خلاف نہیں تھا۔ لیکن چلو ہم مان لیتے ہیں کہ وہ ائمہ ہی تھے۔

تو پھر بھی ان ائمہ کرام نے فنون میں سے کسی ایک فن میں بھی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ یہ بات آپ کے علم میں رہنی چاہیے کہ ائمہ کے دور میں ہی اہل سنت والجماعت کے ہاں ہر فن میں کثرت کے ساتھ کتابیں پائی جاتی تھیں۔ اگر ان کا امت کے اس ظاہری دین کے علاوہ کوئی دین ہوتا جس میں ہر فن میں دسویں کتب لکھی گئی تھیں؛ تو پھر ان کے لیے کتابوں کے اس سیل رواں کے سامنے خاموش رہنا ان کے لیے زیبا نہیں تھا۔ وہ کوئی نہ کوئی کتاب ضرور تحریر کرتے اور اسے اپنے اصحاب کے ہاں بطور امانت رکھتے۔ جیسا وہ روایات امانت رکھی گئی تھیں جو شیعہ کے اعتقاد اور سوچ و فکر کے مطابق ائمہ سے خفیہ طریقہ پر روایت کی گئی ہیں۔ کتاب لکھنے کا معاملہ روایات کی نسبت زیادہ آسان ہوتا ہے۔

پھر ان ائمہ نے علوم میں ان کے لیے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا جس کی طرف رجوع کیا جاتا۔ اور نہ ہی روایات کو سمجھنے اور ان کے ساتھ تعامل کا کوئی قاعدہ مقرر کیا۔ اس فن کو اہل سنت والجماعت کے ہاں مصطلح الحدیث کہا جاتا ہے۔ اور ان ائمہ کے دور میں اہل سنت والجماعت کے ہاں روایت کرنے کے قواعد کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو چکا تھا۔

اور نہ ہی انہوں نے استنباط اور اجتہاد کے کوئی قواعد بنائے۔ اس فن کو اہل سنت والجماعت کے ہاں اصول فقہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور ان ائمہ کے عہد میں اصول فقہ کے قواعد کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔

اور ایسے ہی انہوں نے علم تفسیر میں بھی کوئی قاعدہ یا قانون نہیں دیا۔ بلکہ کتاب اللہ میں سے کسی بھی حصے کی کوئی تفسیر نہیں کی۔ حالانکہ جس امامت کا ان کے لیے دعوی کیا جاتا ہے؛ اس کے اعتبار سے انہیں تفسیر ضرور کرنا چاہیے تھی۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کے ہاں اس فن کا علم ان ائمہ کے دور میں اپنی کمال پختگی کو پہنچ چکا تھا۔

ان ائمہ نے نہ ہی عربی لغت اور اس کے قواعد میں کوئی تحریر چھوڑی۔ جبکہ اہل سنت والجماعت نے عربی زبان کے مفردات جمع کیے اور اس کے قواعد وضع کیے۔

بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ان ائمہ میں سے کسی ایک نے بھی قرآن تک روایت نہیں کیا۔ یہ قرآن کی روایت و نقل اہل سنت والجماعت کی سعادت ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر شیعہ ہمیشہ سے اہل سنت والجماعت کے علوم کے محتاج رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ائمہ کے دور اور موجودگی میں اہل سنت والجماعت کی تالیفات

تاریخ	شیعہ امام	تالیف	اہل سنت عالم	تاریخ	تالیف
۵۷-۱۱۴ھ	ابوجعفر محمد بن علی الباقر	..	مالک بن انس	۹۳-۱۷۹ھ	الموطأ
۸۳-۱۴۸ھ	ابوعبداللہ جعفر الصادق	..	الخلیل بن احمد	۱۰۰-۱۷۰ھ	کتاب العین
۱۲۸-۱۸۳ھ	موسیٰ بن جعفر	..	عبداللہ بن مبارک	۱۱۸-۱۸۱	الزہد
			عمرو بن عثمان بن شیبہ	--۱۸۰	الکتاب
			عبداللہ بن زبیر الحمیدی	-۱۸۹	المسند
			محمد بن ادریس الشافعی	۱۲۶-۲۱۱	الرسالہ
۱۴۸-۲۰۲	علی بن موسیٰ	..	عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	۱۵۹-۲۳۵	المصنف
			أحمد بن حنبل	۱۶۴-۲۴۱	المسند
			محمد بن سعد	۱۶۸-۲۳۰	الطبقات
۱۹۵-۲۲۰	محمد بن علی	..	عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	۱۸۱-۲۵۵	السنن
			عبد بن حمید	۱۷۰-۲۴۹	المسند
			عمر بن شبہ	۱۷۳-۲۶۲	تاریخ المدینہ
			محمد بن اسماعیل البخاری	۱۹۴-۲۵۶	الصحیح
۲۱۴-۲۵۰	علی بن محمد	..	مسلم بن الحجاج	۲۰۴-۲۶۱	الصحیح
			محمد بن نصر المروزی	۲۱۱-۲۹۳	تعظیم قدر الصلاۃ
			محمد بن مسلم بن قتیبہ	۲۱۳-۲۷۶	مشکل القرآن
۲۳۲-۲۶۰	الحسن العسکری	..	محمد ابن اسحٰق ابن خزیمہ	۲۲۳-۳۱۱	التوحید
			عبدالرحمٰن بن ابی حاتم	۲۴۰-۳۲۷	التفسیر
			محمد بن جریر الطبری	۲۴۴-۳۱۰	التفسیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اہل سنت والجماعت کے چند ایک مصنفین کے نام اور کام تھے جو ائمہ شیعہ کے دور میں ہو گزرے؛ اور جنہوں نے ہر ایک فن میں اپنی یادگار تصنیفات چھوڑیں۔ مگر ان ائمہ نے ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی نہیں لکھی۔

جب ائمہ کی نسل منقطع ہوگئی تو شیعہ تمام علوم میں ان کتابوں کے محتاج بن کر رہ گئے۔ ان کے ائمہ نے تو اس میدان میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا۔ پس اب اہل سنت والجماعت کے علوم اور ان کی کتابوں سے استفادہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو شیعہ مذہب دھیرے دھیرے ختم ہوکر رہ جائے گا۔ پس انہوں نے بھی اہل سنت والجماعت والی کشتی میں قدم رکھا؛ اور ان کے علوم اور ان مرویات سے استفادہ کرنے لگے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی تھیں؛ مگر اپنے مذہب اور سوچ وفکر کی تائید کے لیے ان کے الفاظ وتراکیب اور اسناد میں تبدیلی کرکے انہیں ائمہ کی طرف منسوب کرنے لگے۔ یوں اس مذہب کی زندگی میں روانی آئی۔ پس یہ فروعات میں اہل سنت والجماعت کے مذہب کے قریب ترین ایک اور نسخہ تیار ہوگیا۔ لیکن انہوں نے ان روایات کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے کاٹ کر ائمہ کے ساتھ جوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ امامیہ کے باقی مذاہب تو ختم ہوگئے مگر یہ مذہب ابھی تک باقی اور جاری و ساری ہے۔

اس مذہب کے باقی رہنے میں دو چیزوں کو بنیادی کردار حاصل رہا ہے:

۱۔ روایات کا ایجاد کرنا جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

۲۔ اہل سنت والجماعت کے منہج سے تعلق۔

یہ مرحلہ کلینی (متوفی ۳۲۸ھ) سے شروع ہوتا ہے۔ اور حلی (متوفی ۷۲۸ھ) پر ختم ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے جن علوم سے استفادہ کیا وہ بذیل ہیں:

اول: فقہی روایات

دوم: مصطلح الحدیث (جس سے روایات کی حفاظت ہوتی ہے)

سوم: فقہ: (احکام کی تفصیل)

چہارم: اصول فقہ (فقہ کے قواعد)

پنجم: تفسیر

ششم: قرآن کریم۔

کتاب اللہ کی تفسیر:

www.kitabosunnat.com

شیعہ اثنا عشریہ نے اس سلسلہ علم میں صرف ائمہ سے وارد روایات پر اکتفا نہیں کیا۔ کیونکہ یہ علم ائمہ کے متعین کردہ لوگوں سے روایت نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی انہیں اس چیز کا علم تھا۔ ان کے وجود کا پورا عرصہ ان کے پاس ایسی روایات موجود تھیں جو دوسروں کے علم سے انہیں بے نیاز کرتی تھیں۔ اس حقیقت کی گواہی خود ان کے علماء دیتے چلے آئے ہیں۔ اور آگے ان کے ان کرتوتوں کی تفصیل آئے گی؛ جو اس پر سب سے بڑی شاہد ہے۔

ذیل میں ان کے علماء کی گواہیاں نقل کی جارہی ہیں؛ جو ہر علم میں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اول: فقہی روایات:

شیعہ کی کتب میں فقہی احکام سے متعلق روایات کی چھان بین کرنے والا دیکھے گا کہ ان کی ایک بڑی تعداد جو کہ مجموعی روایات کا اسی فیصد حصہ بنتی ہیں؛ ان میں سے اکثر اہل سنت والجماعت کی فقہ سے یا تو ہو بہو نقل کی گئی ہیں؛ یا پھر ان میں کچھ تحریف اور کمی بیشی کی گئی ہے۔ اور پھر انہیں ائمہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

ان کا ایک بڑا چوٹی کا عالم اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اکثر روایات اہل سنت والجماعت کی احادیث کے موافق ہیں؛ جیسا کہ اس سے پہلے بھی گزر چکا۔ چنانچہ امین استر آبادی؛ کہتا ہے:

''احادیث میں یہ اختلاف موجود ہے؛ اور ان میں سے اکثر اہل سنت کے مذہب کے موافق ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کے مابین جمع و تطبیق کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے''۔ [حاشیہ کتاب/الفوائد المدنیہ ص ۳۰۹]

اس کی صرف ایک ہی تفسیر اور وضاحت ہو سکتی ہے کہ؛ انہوں نے اہل سنت والجماعت کی کتابوں پر دست درازی کی۔ وہاں سے احادیث احکام لے لیں؛ اور پھر ان کے ساتھ کچھ ملاوٹ کر کے اپنی جھوٹی اور من گھڑت روایات میں ٹھونس دیا؛ جس کی وجہ سے اختلاف اور تناقض ظہور پذیر ہوا۔

اس لیے کہ شیعہ تصنیفات کا ظہور چوتھی صدی ہجری میں ہوا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اہل سنت والجماعت کی تمام تر روایات کی تدوین کی جا چکی تھی؛ جو کہ بڑے بڑے موسوعات کی شکل میں سامنے آ چکے تھیں۔ اور اگر کسی کا خیال ہو کہ اس سے پہلے کی بھی کوئی شیعہ کتاب ہے؛ جسے اس کے مؤلف کی طرف منسوب کرنا درست ہے؛ تو براہ کرام وہ اس طرف ہماری بھی رہنمائی کر دے۔ اس لیے کہ اگر ایسی کوئی کتاب ہوتی تو اسے سامنے لایا جاتا۔

صرف دعوے کر لینا؛ جن سے شیعہ اثنا عشریہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں؛ کہ شیعہ راویوں کی کتب کی بہت بڑی تعداد موجود تھی؛ مگر ان کا کوئی نسخہ بھی موجود نہ ہو؛ تو ایسے دعووں سے حقائق ثابت نہیں ہوتے۔

اور اس سے بھی بڑی عجیب بات یہ ہے کہ کہتے ہیں: ائمہ کے بعض اصحاب نے خود ائمہ کے دور میں ہی کتابیں تالیف کی تھیں۔ یہ دراصل امام کے ساتھ اختلاف اور جھگڑے والی بات ہے؛ کہ کوئی غیر معصوم کتاب لکھے اور لوگ اس سے اپنا دین لیں۔ جب کہ امام ان کے درمیان میں موجود ہو۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ ائمہ کے دور میں ان کے ماننے والوں کی تصنیفات موجود تھیں؛ تو یہ ایک اور دلیل ہے جو ان لوگوں کے ائمہ کی امامت پر اعتقاد نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھ لیجیے: جیسے صحابہ کرام میں سے کوئی ایک رسول اللہ ﷺ کے دور میں باقی صحابہ کے لیے کوئی کتاب لکھے؛ تاکہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اس کتاب کی طرف رجوع کریں۔ تو کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ جیسا امام اعظم ان کے درمیان میں موجود ہو''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ائمہ نے خود کوئی کتاب تحریر نہیں کی۔ پھر آنے والی نسلیں کسی ایسی کتاب کو کیسے قبول کر سکتی ہیں جسے امام معصوم کی موجودگی میں کسی غیر معصوم نے لکھا ہو؟۔ اور کیا آنے والی نسلوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ زندہ امام کے موجود ہوتے ہوئے ؛ایک معصوم کی موجودگی میں کسی غیر معصوم سے دین لیں ؟۔

پھر سابقہ روایات کی توثیق کیسے کی جا سکتی ہے؟ جن کی گواہی نہ ہی کسی زندہ امام نے دی ہو اور نہ ہی کسی مردہ امام نے؟[اور نہ ہی کسی مفرور امام نے]

[شیعہ محدث] حیدر محبّ اللہ شیعہ فقہ کی اہل سنت کی طرف نسب کے کلام کے شروع میں کہتا ہے:- جیسا کہ آگے بھی آئے گا؛ ان شاء اللہ تعالیٰ-:

''یہ اس مقولہ کی نظیر [مثال] ہے جو سید محمد حسین البروجردی (ت ۱۳۸۰ھ) کی طرف منسوب ہے۔ جس میں ہے: اہل بیت کی روایات کو سنی فقہ پر حاشیہ سمجھا جاتا ہے''۔ [علم الکلام: از حیدر حب اللہ؛ ص ۲۹]

یعنی یہ کتابیں اہل سنت والجماعت کی کتابوں کے طرز پر لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس پہلے سے کوئی کتاب نہیں ہے جس کے طرز پر یہ لوگ اپنی کتاب لکھتے۔ گویا کہ ان کی کتابیں اہل سنت کی کتابوں کی شروحات ہیں۔ ہر دو صورتوں میں اس کا معنی یہ ہے کہ جو روایات اہل بیت کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ ان کا دائرہ اہل سنت کی روایات کے گرد اگرد ہی محدود ہے۔ کیونکہ یہ مختلف روایات ہیں ؛ جن کا اہل بیت کو علم بھی نہیں تھا۔ انہیں اہل سنت کی کتابوں سے نکال کر اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا گیا تا کہ اہل بیت کے نام پر شیعہ کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے کاٹ کر اس طرف جوڑ دیا جائے۔ پھر یہ روایات جو کہ اچانک ظہور پذیر ہوئی ہیں؛ جو کہ ائمہ کی طرف منسوب ہیں؛ ائمہ نے یہ کہاں پر بیان کی ہیں؟۔ کس مسجد میں یا درس گاہ میں یہ علمی مقام پر [حوزہ علمیہ] میں ان کا بیان ہوا؟

اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین امت اسلامیہ کے وسط میں رہتے تھے۔ نہ ہی ان کا کوئی ایسا درس و تدریس کا سلسلہ چلتا تھا؛ اور نہ ہی اس حجم میں ان سے روایات منقول تھیں۔ ہاں حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کا درس ایک محدود مدت تک چلتا رہا۔ جو کہ آپ کی طرف منسوب روایات کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

جب اہل بیت کی روایات تأسیس دین کے لیے کافی نہیں تھیں تو ان کذاب لوگوں نے جرأت کر کے اہل سنت و الجماعت کی کتابوں پر شب خون مارا۔ اور وہاں سے روایات لیکر ان کی اسناد بدل ڈالیں؛ اور ان ایسے وہمی اور مجہول راویوں کے ناموں کے اضافے کر دیے جن کا کوئی وجود تک ہی نہیں تھا۔ اور پھر انہیں اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔

نشوان الحمیری نے سید ابو طالب یحیی بن الحسین (ت ۴۲۴ھ) سے روایت کیا ہے؛ اس نے کہا ہے:

''اثنا عشریہ کی اسناد بہت سارے ایسے ناموں پر مبنی ہیں جن حقیقت میں انسانوں کی دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے''۔ اور پھر آگے چل کر کہتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میں نے کثرت سے روایت کرنے والے ان راویوں کو پہچانا ہے۔ جن تک اگر کوئی منقطع خبر پہنچتی تو ان کے لیے اس کی سند گھڑنا محال ہو جاتا''۔ [الدعامہ/ انظر معجم المؤلفین ۱۳/۱۹۲]

اگر کتاب ''الکافی'' اور اہل سنت والجماعت کی کتابوں کا معمولی سا تقابلی جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اس کتاب کی بہت ساری روایات اہل سنت والجماعت کی کتابوں کی روایات سے مشابہت رکھتی ہیں۔

اور بیشتر اوقات ان میں کچھ روایات اہل سنت کی فقہی کتابوں کی روایات کی شرح ہوتی ہیں۔ لیکن دروغ گو لوگوں نے ان کے ساتھ اپنی طرف سے جھوٹی اسناد ملا کر ان میں تحریف کی؛ اور پھر انہیں ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔

ہم اس لیے بھی اس کی تائید وتاکید کرتے ہیں کہ ایسی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی جس کی بنا پر ان روایات کی اہل بیت کی جانب نسبت درست ثابت ہو سکتی ہو۔ نہ ہی ان کے ہاں کوئی علمی حلقے تھے نہ ہی مساجد میں دروس کا اہتمام تھا؛ اور نہ ہی درس وتدریس کا کوئی اور ایسا ذریعہ اور وسیلہ تھا۔

دوم: مصطلح الحدیث:

یہ فن چوتھی صدی ہجری سے پہلے اہل سنت والجماعت کے ہاں بام عروج پر تھا۔ اس بات کا خود شیعہ علماء کو اعتراف ہے۔ جب کہ شیعہ کے ہاں ساتویں صدی ہجری تک اس فن سے کوئی آشنائی نہیں تھی۔ پھر انہوں نے یہ سب کچھ اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے نقل کیا۔

شیعی اثنا عشری الحر العاملی نے بیان کیا ہے:

''بیشک یہ ایک نئی اصطلاح ہے؛ یعنی حدیث کو صحیح اور غیر صحیح میں تقسیم کرنا۔ اور اس کا ایجاد کنندہ ابن مطہر ہے۔ بیشک یہ اہل سنت والجماعت کی تقلید کی ایک کوشش ہے......''۔ پھر آگے چل کر کہا ہے:

''بیشک یہ نئی اصطلاح عامہ [یعنی اہل سنت] کے اعتقاد کے موافق ہے۔ بلکہ یہ انہی کی کتابوں سے ماخوذ ہے؛ جیسا کہ تحقیق و بحث کرنے سے ظاہر ہوتا ہے''۔ [وسائل الشيعة ٣٠/ ١٥٩.]

ایک اور شیعہ اخباری عالم/ کتاب ''هدایة الابرار'' کا مصنف کرکی کہتا ہے:

''درایت [چھان بین] کے اعتبار سے حدیث کو اس کی مذکورہ چار اقسام میں تقسیم کرنا؛ یہ عامہ- یعنی اہل سنت والجماعت- کی ایجاد ہے۔ اور ہمارے متاخرین اصحاب کا اس پر عمل غفلت کی وجہ سے تھا۔ اور اس سے بڑی غفلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی کہ اس کی وجہ سے کیا کیا مفاسد اور مذہب کی بنیادوں پر طعن لازم آتے ہیں؛ اہل بیت کی تو بات ہی چھوڑیں''۔

[هداية الابرار إلى طريق الأئمة الأطهار ص ١٣٦.]

حتی کہ وہ آگے چل کر کہتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یہاں تک کہ اصولیین کا طریقہ عام ہوگیا۔ اور خواص -یعنی شیعہ- کے اصول عامہ -یعنی اہل سنت- کے اصولوں سے گھل مل گئے۔ پس بہت سارے متاخرین نے اکثر احادیث پر عمل کرنے سے منہ موڑ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مابین اختلاف بڑھ گیا؛ اور حیرانگی و درماندگی زیادہ ہوگئی" ❶۔

ہاں حیرت ہی کی بات ہے۔ ہم اس سے سلامتی پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ روایات کسی معصوم سے تو صادر نہیں ہوئیں۔ اور نہ ہی اس گروہ کے لوگوں نے ان روایات کی حفاظت کے لیے کوئی اصطلاحات یا قوانین اپنائے۔ جس کی وجہ سے یہ روایات ناکارہ ہوگئیں۔

سوم: فقہ:

فقہ دین کا تشریعی پہلو ہوتا ہے جس کا تعلق بندوں کے اعمال سے ہوتا ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ کے ہاں سنی فقہ -جو کہ اپنے کمال کے بام عروج پر پہنچ گیا تھا- کے ردعمل کے طور پر پہلی کتاب جو ظہور پذیر ہوئی ہوئی؛ اس میں مکمل طور پر اہل سنت کی فقہ پر اعتماد کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے شیعہ کے ہاں فقہ کی کوئی کتاب نہیں پائی جاتی تھی۔

ایک معاصر شیعہ محقق اور تنقید نگار جعفر شاخوری البحرانی کہتا ہے:

"عصر اول کے فقہاء نے امام حسن عسکری کی وفات کے بعد تیسری صدی ہجری کے نصف میں دیکھا کہ اہل سنت کے پاس فقہ موجود ہے؛ اور وہ ایک منظم دینی جماعت کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اور اس ڈھنگ پر کام کرتے ہوئے انہیں ایک بڑا زمانہ گزر گیا ہے۔ جس دوران ان کی تعمیر و ترقی کے کئی مراحل طے ہوگئے ہیں۔ جبکہ فقہ امامیہ کی تشکیل حدیث ابھی اپنے انتہائی ابتدائی مرحلہ میں تھی۔ اس لیے کہ سنی فقہ کے اعتبار سے تشریع کا دور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔ اور اسی وقت یہ مکتبہ فکر ظہور پذیر ہوا۔ جب کہ حقیقت میں تشریع کا دور ختم نہیں ہوا؛ اور امامیہ مکتبہ فکر میں ابھی فقہ کا دور شروع ہی نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کام چوتھی صدی ہجری کی ابتداء میں اس وقت شروع ہوا ہے جب امام مہدی کی غیبت صغری کا زمانہ ختم ہوگیا تھا۔ تو امامی مکتبہ فکر کا قیام محض علمی اصولوں پر عمل میں لایا گیا۔ ان کا کام ائمہ کی علمی تراث کی حفاظت اور اسے فقہی بحث کے منہج کے مطابق ترتیب دینا تھا۔ اس کے پیچھے وہ مضبوط شعور کارفرما تھا جو انہیں اس قافلہ کے سواروں کے سبقت لے جانے پر مجبور کر رہا تھا کہ سنی مکتبہ فکر اس میدان میں بہت آگے نکل چکا تھا" ❷۔

ائمہ کرام خود اس کشتی پر کیوں سوار نہ ہوئے جہاں تک اہل سنت والجماعت کی رسائی ہوگئی تھی۔ اور وہ دیکھ رہے تھے کہ اہل سنت کہاں تک پہنچ گئے ہیں؛ اور وہ خود اس زمانہ میں زندہ موجود تھے۔؟

---

❶ -[هداية الابرار إلى طريق الأئمة الأطهار ص ١٣٦.]
❷ -[مرجعية المرحلة و غبار التغيير ص ٣٤٠.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک معاصر شیعہ محدث حیدر حب اللہ: شیعہ اثنا عشری فقہ کے متعلق کہتا ہے:

''شیخ ابو جعفر الطوسی (المتوفی ۴۶۰ھ) کی دونوں کتابوں ''المبسوط اور الخلاف'' کے ظہور کے ساتھ ہی حالات بدل گئے۔ پہلی کتاب میں طوسی نے یہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ شیعہ کے پاس خاص موروثی علم ہے؛ جو کہ تمام فقہ اسلامی؛ اور اس کی مختلف صورتوں: فرضیات اور نوازل کو شامل ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ شیعہ سے اس تہمت کا خاتمہ کیا جائے کہ ان کے پاس کوئی فقہ نہیں ہے؛ پس اس بنیاد پر اس نے کتاب ''المبسوط'' تحریر کی۔ لیکن طوسی کے سامنے کوئی شیعہ کتاب بطور نمونہ ایسی نہیں تھی جس کو سامنے رکھ کر المبسوط کی تحریر میں اس کے نقش قدم پر چلا جاتا۔ یہاں سے اس نے فروعات میں وہ مسائل لینے شروع کئے جو اہل سنت والجماعت نے اپنی فقہ میں پیش کئے تھے۔ اور یہ کوشش کی کہ ان کو شیعہ مؤقف کے رنگ میں پیش کیا جائے۔ اس طریقہ کے پیش نظر وہ افکار و خیالات اور اقوال اور سنی اختلافات شیعہ فقہ میں داخل ہو گئے۔

پس جب طوسی نے فقہ مقارن کی اساس پر ''کتاب الخلاف'' تحریر کی؛ تو اس کے بعد شیعہ کے ہاں سنی آراء و افکار اور مناقشات کی بھرمار ہوگئی۔ جو کہ فقہ کے شروع سے لیکر آخر تک کو شامل تھی۔ اس کی ایک وجہ اس سے پہلے المبسوط کی تحریر کا ایک مضبوط تجربہ بھی شامل تھا۔ اب شیعہ افکار و آراء رکھنے والوں کو محسوس ہوا کہ اس کتاب ''المبسوط'' کے بعد سنی سوچ و فکر اور منہج کے ساتھ کلیات اور جزئیات میں بڑے پیمانے پر اختلافات کی متابعت کرنی چاہیے۔ یہاں سے ان لوگوں کے ہاں ایک نئے مرحلہ کے دروازے کھلے۔ یہ ان کا سارا محفوظ علمی ورثہ ہے؛ جیسا کہ خود ان کے علماء جیسے ابن ادریس حلی اور دیگر نے اعتراف کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر بھی چکا ہے۔

ہاں اتنا ضرور ہوا کہ جب علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ) آیا تو اس نے یہ تمام فاصلے طے کرتے ہوئے شیخ طوسی کے تجربہ پر تنقید کرنے والوں کے سامنے حالات ہی بدل دیے۔ حالانکہ اس نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ان اصولوں اور ضوابط کی حفاظت کر رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ علامہ بڑے پیمانے پر اہل سنت والجماعت کی فقہ سے مستفید ہوا۔ اس نے ایک جداگانہ انداز میں اہل سنت والجماعت کے ہاں دینی علوم حاصل کئے۔ بلکہ بعض مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ خم کئے رہا[1]۔

حیدر حب اللہ شیعہ کے ہاں فقہی نتائج پر کلام کرنے کے بعد کہتا ہے:

''ایسے ہی یہ مقولہ بھی ہے آپ دیکھتے ہیں کہ سید مرتضی (ت ۴۳۶ھ) اور شیخ طوسی اپنی کتابوں میں بہت

---

[1] حیدر حب اللہ نے اپنی کتاب: (نظریة السنة فی افکر الامامی) کے حاشیہ میں بیان کیا ہے کہ حلی نے علمائے اہل سنت کے ہاں تعلیم حاصل کی تھی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: ''علامہ حلی نے اہل سنت علماء سے تعلیم حاصل کی جیسے شیخ نجم الدین علی بن عمرو الکاتب القزوینی الشافعی؛ الشیخ برہان الدین النسفی الحنفی؛ الشیخ تقی الدین عبداللہ بن جعفر بن علی ابن صباغ الکوفی الحنفی۔ [مزید حالات زندگی جاننے کے لیے دیکھیں: أعیان الشیعه ۵/ ۴۰۱۔ أمل الأمل ۲/ ۸۱۔ ریحانة الأدب ۴/ ۱۷۸۔ مجالس المؤمنين ۱/ ۵۷۱۔ لؤلؤة البحرين ۲۲۳]۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

زیادہ اجماع کا اطلاق کرتے ہیں۔ یہ ایک متعین تاریخی دور کے پیش نظر تھا جس کا نتیجہ ان کتابوں کی شکل میں سامنے آیا۔ درحقیقت یہ اہل سنت والجماعت کے ان طعنہ کا سامنا کرنا تھا جس میں وہ شیعہ کو ان کے پاس فقہی نتائج اور علم الرجال نہ ہونے پر عار دلایا کرتے تھے۔ پس اس امر کے پیش نظر ایک حد تک فرض ہوگیا تھا کہ اپنی بقاء کے لیے ان کے ساتھ تمسک کیا جائے۔

چنانچہ وہ آگے چل کر کہتا ہے:

''یہ اس مقولہ کی نظیر [مثال] ہے جو سید محمد حسین البروجردی (ت ۱۳۸۰ھ) کی طرف منسوب ہے۔ جس میں ہے: اہل بیت کی روایات کو سنی فقہ پر حاشیہ سمجھا جاتا ہے''۔ [علم الکلام؛ از حیدر حب اللہ؛ ص ۲۹]

اور پھر کہتا ہے: ''بالکل ایسے ہی سید بروجردی کے افکار کا اظہار سید حسین مدرسی طباطبائی نے علم فقہ میں شیخ طوسی کی کتاب ''المبسوط'' پر کیا ہے۔ اس کا خیال کہ یہ اس سنی فقہ کے مطالعہ کے نتائج ہیں جو شیخ طوسی کے دور میں پائی جاتی تھی۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ: شیخ اس سنی فکر پر ایک حاشیہ لگانا چاہتے تھے جس میں ان پیش کردہ مسائل کے بارے میں شیعہ موقف کو سامنے لایا جائے۔ جو کہ اس وقت میں موجود تھے۔

چہارم: قرآن کریم:

قرآن کریم دین کا ایک اساسی مصدر ہے۔ اسے جمع کس نے کیا ہے؟

اور آج تک اس کی حفاظت کون کرتا چلا آیا ہے؟

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کسی شیعہ امام نے قرآن روایت کیا ہے؟

اور کیا شیعہ اور ان کے ائمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد قرآن کی تعلیم اہل سنت کے علاوہ کسی اور سے حاصل کی ہے؟

کیا وہ شیعہ روایات جن کا وزن کئی ٹن ہے؛ ان میں شیعہ کے قرآن روایت کرنے کی کوئی سند بھی ملتی ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیعہ نے قرآن اہل سنت والجماعت سے حاصل کیا؛ جنہوں نے اس کی کتابت کی؛ جمع کیا؛ اور اس کے نسخے بنائے اور پھر تمام اسلامی عہد میں اسے روایت کرتے چلے آئے۔

تو شیعہ کتابوں میں ائمہ شیعہ سے کتاب اللہ کو روایت کرنے کا تذکرہ تک کہاں ملتا ہے؟۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ائمہ شیعہ کی شان میں کوئی کوتاہی اور تنقیص نہیں۔ اس لیے کہ وہ حضرات جن کی طرف شیعہ امامیہ اپنی امامت کو منصوب کرتے ہیں؛ وہ تو اہل سنت والجماعت کا ہی ایک حصہ تھے۔ وہ بھی دوسرے اہل سنت کی طرح ان علماء سے علم حاصل کرتے۔ اہل سنت کے مصادر علمیہ سے ہٹ کر علیحدہ سے ان کا کوئی علمی مصدر نہیں تھا۔

لیکن یہاں پر مقصود ان دعووں کو باطل ثابت کرنا ہے؛ جو شیعہ ان حضرات کے متعلق کرتے چلے آئے ہیں۔ جن میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ گمان کرتے ہیں کہ ائمہ شیعہ اپنے عقائد اور شریعت میں اہل سنت والجماعت سے بالکل علیحدہ کوئی مخلوق ہیں۔
بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کا یہ دعویٰ ہے کہ دین کی تبلیغ کرنے والے شیعہ ائمہ ہیں۔
یہ دعویٰ درحقیقت بحث اور تحقیق چاہتا ہے۔ تاکہ اس مذہب کے پیروکاروں کے سامنے حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔
اور ان پر حقائق واضح ہو جائیں۔ تاکہ وہ اپنے اس شیعہ عقیدہ پر نظر ثانی کر سکیں جن کی وجہ سے وہ باقی امت اسلامیہ سے جدا ہو گئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچواں زمانہ

صفوی دورِ حکومت میں تاسیس دوم کا دور [۹۰۶ ہجری تا ۱۱۳۴ ہجری]

اہم واقعات

پہلا واقعہ: شیعہ دین میں نئے عقائد کا اضافہ

دوسرا واقعہ: پرانے اصولِ مصادر کا اخفاء

اول: کتاب ''الکافی'' کا نسخ

دوم: کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' کی تحریر [وکاپی]

سوم: کتاب ''تہذیب الاحکام'' کی تالیف

چہارم: کتاب ''الاستبصار'' کی تحریر

وقفات: قدیم شیعہ مصادر کا چھپایا جانا۔

تیسرا واقعہ: نئے مصادر کی ایجاد

ان نئے مصادر کے ساتھ کچھ دیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشیع اور اس کا مرحلہ وار وجود

دولتِ صفویہ ایران میں ظاہر ہونے والی ایک شیعہ حکومت تھی۔ جس کا بانی مبانی اسماعیل بن صفی الدین (۹۰۶ھ) تھا۔ اس نے تبریز کو اپنا پایہ تخت ٹھہرایا۔ اسماعیل کی حکومت خلیج عربی سے بحر قزوین تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ حکومت ۱۱۳۵ھ میں اپنے منطقی انجام کو جا پہنچی۔

صفوی دورِ حکومت کے اہم واقعات:

اس دور میں حکومتِ صفویہ کے زیر سایہ تین اہم واقعات نے جنم لیا، جو یہ ہیں:

پہلا واقعہ: شیعہ مذہب میں نئے عقائد اور رسوم کا اضافہ۔

دوسرا واقعہ: شیعہ مذہب کے قدیم مآخذ و مصادر کا اخفاء اور ان کی جگہ نئے مآخذ و مصادر کی کتاب وتالیف۔

تیسرا واقعہ: شیعہ مذہب کے نئے اور جدید افسانوی مآخذ کی تالیف وتصنیف۔

اس کا بیان مندرجہ ذیل ہے:

پہلا واقعہ: شیعہ مذہب میں نئے عقائد اور رسوم کا اضافہ:

یہ وہ حقیقت ہے جس کی تائید وتاکید مشہور شیعہ فاضل ڈاکٹر علی شریعتی بھی کرتا ہے۔ چنانچہ وہ دورِ صفوی کے تشیع پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:

"دورِ صفوی کا تشیع شرک، جہالت اور خرافات سے لتھڑا تشیع ہے۔ جسے ایک دینی منہج یا دینی ماحول اعتبار کرنا ممکن ہی نہیں۔ بلکہ یہ شیعہ مذہب میں ایک ایسی تحریف ہے جس کا مقصود صفوی سلاطین کی حکومت کو مضبوط کرنا تھا۔" جیسے وہ رسومات اور اعتقادا جو شرک کی حد تک پہنچے ہوئے تھے"۔

فاضل شریعتی اس کی مثالیں دیتا ہوئے کہتا ہے: "جیسے شفاعت کا نظریہ اور اسے ایسے طور پر پیش کرنا جو امتحانات میں جعل سازی کے مشابہ معلوم ہوتا ہے، اور وہ نظریہ دینی مناسب پر تعینات بعض ذمہ داروں کے لیے اس بات کو سہل بنا دیتا ہے کہ وہ بعض لوگوں کو جنت تک جا پہنچائیں۔ حالانکہ وہ جنت کے مطلق مستحق نہ تھے۔"

ان لوگوں نے عوام میں ایسے ایسے نظریات پھیلا دیے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ چاہے جتنے بھی گناہ اور سیاہ کاریاں کر لیں پھر بھی بخشش اور جنت میں داخلے کی امید کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ کیونکہ زمین میں موجود آئمہ ان کے سفارشی ہیں، اور یہ رجال دین ہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ نظریہ بعض رقوم اور نذروں کے دیے جانے کو مقتضی ہے...... اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاضل مؤلف کہتا ہے: ان نظریات کے ایجاد کرنے سے مقصود ان رجال دین اور ان اداروں کے ذمہ داران کی بابت لوگوں کے دلوں میں ایک انجانا خوف، دہشت اور بے پناہ ہیبت پیدا کرنا ہوتا ہے۔

یوں آئمہ کی یہ میراث اوران کی قبریں قوتِ دینیہ کے واسطے سے جمہور عوام پر ایک غالب، قوی اور طاقتور گروہ کے پیدا کرنے کا وسیلہ بنتی ہیں، اور یہ گروہ اس ساری دینی قوت و ہیبت کو اس غرض کے لیے استعمال کرتا ہے کہ وہ اپنے تئیں جس چیز کو بھی حلال یا حرام سمجھے اسے لوگوں پر ٹھونس سکے اور ہر سوجھ بوجھ والے کو شدید طور پر ڈرا دھمکا اور خوف زدہ کر سکے۔ بلکہ سرے سے ان میں سوچنے سمجھنے کا مادہ ہی سلب کر دیا جائے۔

فاضل شریعتی کے نزدیک ان مذہبی ذمہ داروں کا جو صفوی دین کے رجال کو اللہ کی ذات کے ساتھ تشبیہ دینے کے مدعی ہیں، دینِ علوی کے ساتھ کوئی مطلق واسطہ نہیں۔ چنانچہ موصوف مستقبل کی طرف امید کی نگاہ اٹھاتے ہوئے کہتا ہے:

"مجھے اس بات کا یقین ہے کہ کل کا اسلام ان رجال دین کا اسلام ہرگز بھی نہ ہوگا، ہمارا اسلام ان رجال دین کے بغیر ہوگا اور وہ اپنی اصل کی طرف سلامت با کرامت لوٹے گا۔"

فاضل شریعتی نذروں، شفاعت اور آئمہ کی قبور کی زیارت کے حوالے سے بعض مذہبی رہنماؤں سے ہونے والے اپنی بعض مباحث کو بھی ذکر کرتا ہے، ایسی طرح بعض ان مظاہر پر بھی اپنی گفتگوؤں کا حوالہ دیتا ہے جو شرک میں داخل ہیں، اور اسلام کا ایک تخیلاتی اور خرافاتی نقشہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ فاضل شریعتی کہتا ہے:

"یہ لوگ مانتے ہیں کہ یہ سب ڈھونگ ہے اور یہ لوگ آپ کی ہر بات کی موافقت اور تائید بھی کرتے ہیں لیکن آخر میں یہ کہہ کر سب کہے سنے پر پانی پھیر دیتے ہیں: "لیکن!!!......"

فاضل شریعتی مزید یہ کہتا ہے کہ: "لیکن" سے ان لوگوں کی مراد اپنی بے بسی اور لاچاری کا اعتراف اور تعبیر نہیں ہوتی بلکہ یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ ہمیں سرے سے ان پراگندہ خرافاتی اور شرکیہ رسوم و رواج کو ختم کرنے میں سرے سے کوئی دلچسپی ہی نہیں جن پر خود ان کا بھی ایمان نہیں۔ وہ کیوں؟ وہ اس لیے کہ یہ لوگ مصلحت کیش ہیں۔ ان کی مصلحت بطور ایک گروہ کے اسی بات میں ہے کہ ان رسوم کو باقی رکھا جائے تاکہ اپنے معاشرے پر ان رسوم کے واسطے سے ان لوگوں کا غلبہ اور تسلط باقی رہے"۔

پھر یہ مذہبی رہنما جب ایک ایسا مخصوص گروہ بن جاتے ہیں جو منظّم مسلح اور معاشرے پر ایک قوی اثر ونفوذ رکھتا ہے تو وہ ایک قدامت پسندانہ اور مستبدانہ ادارہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کا آسمانی رسالت کے مبادیات اور اس کے اہداف سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ان کے پیش نظر اپنے گروہ کے مصالح اور اس کے غلبہ وتسلط کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

بے شک متعدد شیعہ علماء نے ان خرافاتی نظریات کی اشد اور ازحد مخالفت کی ہے اور ان کا بظاہر معارضہ اور انکار بھی کیا ہے۔ لیکن یہ سب بطور تقیہ کے تھا۔ دوسرے ان کے اکثر علماء میں ان افکار ونظریات کی برملا مخالفت اور کھلم کھلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقابلے اور رد کی جرأت نہیں ہے"۔ [1]

یہ شیعہ مذہب کے عصر حاضر کے ایک سربر آوردہ عالم کی شہادت ہے جو حق کی ہر آواز کو دبانے اور اسے فنا کے گھاٹ اتارنے کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتے ہیں۔ جس نے انہی شیعوں کے دستِ ستم کیش کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا اور شہید کہلایا۔

دوسرا واقعہ: شیعہ مذہب کے قدیم مآخذ ومصادر کا اخفاء:

ا: اس بارے وارد امور:

شیعہ مذہب نے ایک طویل زمانہ تک تقیہ اور اخفاء کا لبادہ اوڑھ کر اپنی کتابوں اور عقیدوں کو عامۃ الناس کی نگاہوں سے چھپائے رکھا۔ یہ کتابیں تقریباً دس صدیوں کے بعد عالم آشکارا ہوئیں جو صفوی عہد حکومت تھا۔ یہ اختلافی کتابیں سرے سے اس بات کے لائق ہی نہ تھیں کہ ان کی اتباع کی جاتی، ضروری تھا کہ انہیں ایک نئی تشکیل دی جائے۔ سو یہی سبب بنا کر شیعہ مذہب کے لیے نئی کتابیں لکھی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج شیعوں کے بڑے کتب خانوں میں وہ قدیم نسخے ملتے ہی نہیں بلکہ وہ وقت کی دست برد کی نذر ہو کر اپنا وجود گم کر چکی ہیں۔ آج ان کتابوں کے مخطوطے کہیں نہیں ملتے۔

شیعہ مذہب کا نیا لٹریچر سب سے پہلے گیارہویں صدی میں ظاہر ہوا۔ اس بات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خود ان شیعہ محققین کو یہ قدیم مآخذ ومصادر دستیاب نہیں ہو سکے۔ جنہوں نے موجودہ لٹریچر کی تحقیق وتخریج کا بیڑہ اٹھایا اور اس کی طباعت کا اہتمام اور انتظام وانصرام کیا۔ ان محققین کو گیارہویں صدی سے قبل کا شیعہ لٹریچر دستیاب نہیں ہو سکا۔ اسی لیے ان محققین کو گیارہویں صدی میں لکھے گئے اور تیار کیے گئے انہی نسخوں پر اعتماد کرنا پڑا۔ اگر اس سے بھی قدیم کوئی نسخہ ہوتا تو یہ محققین اس کا ذکر ضرور کرتے۔ پس ان محققین کا گیارہویں صدی سے پہلے کے کسی نسخہ کا اپنی تحقیقات میں ذکر نہ کرنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ انہیں ان دستیاب نسخوں کے سوا اور کوئی نسخہ ملا ہی نہیں۔

یہ امر بدیہی ہے کہ ہر محقق اپنی کتاب کو ثقاہت کو ثابت کرنے کے لیے کتاب کے آغاز سے قبل ہی ان نسخوں کی بابت اپنی بحث وتحقیق کو مفصل ذکر کرتا ہے جو اس سے قبل دستیاب ہوتے ہیں، اور اگر وہ اس باب میں کوئی کوتاہی کرتا ہے تو دوسرے علماء اسے متنبہ کرتے ہیں۔ یہیں سے اس بات کا شک پڑتا ہے کہ شیعہ مذہب کے قدیم نسخے تلف کئے جا چکے ہیں تاکہ نئے جعل ساز ان نسخوں میں من چاہی تبدیلیاں کر سکیں۔

ذیل میں ان کتابوں کے محققین کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔ جنہوں نے ان مصادر کی ان کے مؤلفین تک کی صحت وثقاہت ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ جن کے قدیم مآخذ انہیں دستیاب نہیں ہو سکے اور چار و ناچار انہیں ان متاخر نسخوں پر ہی اعتبار کرنا پڑا ہے۔

---

[1] فاضل رسول: هكذا تكلم شريعتي، ص: ٦٣ ـ ٦٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) "الکافی" کے نسخے:

"الکافی" کا گیارہویں صدی سے قبل کا کوئی محفوظ نسخہ نہیں ملتا۔ بلاشبہ یہ نہایت اہم اور سنگین ترین معاملہ ہے کہ شیعہ مذہب کی سب سے اہم اور عظیم ترین کتاب کا بھی کوئی قدیم نسخہ دستیاب نہیں۔ یہ کتاب تقریباً ایک ہزار برس قبل لکھی گئی ہے۔ بشرطیکہ اس کتاب کی اس کے مؤلف کی طرف نسبت صحیح اور درست ہو۔ اس کا بھی کوئی قدیم اور محفوظ نسخہ نہیں ملتا۔ صرف گیارہویں صدی میں اس کے نسخوں کی کوئی خبر ملتی ہے۔ یعنی اس کتاب کی تالیف کے تقریباً سات سو برس بعد کے اس کے نسخے ملتے ہیں جو اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ زمانے نے اس کتاب کو ضائع کر دیا ہوا تھا۔

الکافی کا وہ نسخہ جس کی تحقیق وتصحیح علی اکبر غفاری نے کی ہے اور الشیخ محمد الآخوندی کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔ اس کی تیسری طبع کے مقدمہ میں فاضل محقق لکھتا ہے: "میں نے اس کتاب کی تحقیق میں سات نسخوں پر اعتماد کیا ہے جس میں سے چار تو مخطوطے ہیں جبکہ تین مطبوعہ ہیں۔" یہیں سے یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ اگر ان کے علاوہ کوئی اور نسخہ دستیاب ہوتا تو فاضل محقق اس کا ذکر ضرور کرتا۔

ذیل میں ان سات نسخوں کی بابت فاضل محقق کی بیان کردہ تواریخ وغیرہ کو ذکر کیا ہے:

مخطوطے:

۱۔ نسخہ مصححہ ۱۰۷۶ھ۔

۲۔ نسخہ مصححہ۔ اس کی کوئی تاریخ درج نہیں۔

۳۔ نسخہ مصححہ۔ گیارہویں صدی ہجری۔

۴۔ نسخہ مصححہ: ۱۰۵۷ھ۔

مطبوعے نسخے:

۱۔ مطبوعہ ۱۲۸۲ھ

۲۔ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ

۳۔ مطبوعہ ۱۳۳۱ھ

فاضل محقق نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلا مطبوعہ نسخہ درجِ ذیل اِن تین نسخوں کی مراجعت کی مدد سے طبع کیا گیا ہے:

۱۔ وہ محفوظ نسخہ جس کی ۱۰۷۱ھ میں علامہ مجلسی پر قراءت کی گئی۔

۲۔ وہ محفوظ نسخہ جسے علامہ عاملی نے ۱۰۹۲ھ میں اپنے ہاتھ سے لکھا۔

۳۔ اور وہ نسخہ جس کی کتابت کی تاریخ دستیاب نہیں ہوسکی۔

غرض یہ ہیں وہ تمام نسخے جن کی مدد سے فاضل مؤلف نے "الکافی" کی تحقیق کی تکمیل کی ہے۔ اگر فاضل مؤلف کو ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ کوئی ایک نسخہ بھی ملا ہوتا تو وہ ان کو ضرور ذکر کرتا جس سے اس بات کی تائید اور تاکید مزید ہوتی ہے کہ ''الکافی'' کے دیگر نسخے اپنا وجود کھو چکے ہیں۔ کیونکہ فاضل محقق اس بات کا بے حد حریص نظر آتا ہے کہ وہ ''الکافی'' کا قدیم سے قدیم نسخہ بھی ڈھونڈ لائے اور اس کا ذکر کرے، پھر اس کے بعد اس نسخہ کی تحدید کرے جس پر بعد میں اعتماد کیا جا سکے۔

(۲) "من لا یحضره الفقيه" کے نسخے:

اس کتاب کا محقق بھی فاضل علی اکبر الغفاری ہے۔ فاضل محقق نے اس کتاب کے گیارہ نسخوں کا ذکر کیا ہے جو سب کے سب گیارہویں صدی ہجری کے لکھے ہیں اور ۱۰۵۷ھ سے ۱۱۰۱ھ کے درمیان لکھے گئے ہیں۔

(۳) "تهذيب الاحكام" کے نسخے:

اس کا بھی گیارہویں صدی ہجری سے قبل کا کوئی نسخہ ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مذکورہ کتاب کے فاضل محقق الحجت سیّد حسن الموسوی الخراسانی نے اس کے صرف چار نسخوں کا ذکر کیا ہے جو سب کے سب گیارہویں صدی ہجری کے ہیں، اور وہ نسخے یہ ہیں:

۱۔ دو نسخے جو ۱۰۷۸ھ کے لکھے ہیں۔

۲۔ ایک نسخہ جو ۱۰۷۷ھ کا لکھا ہے۔

۳۔ اور ایک نسخہ جو ۱۰۷۴ھ کا لکھا ہے (اور یہ ان چاروں میں سب سے زیادہ قدیم ہے) ان کتابوں کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ چاروں نسخے چار متواتر سالوں میں لکھی گئی ہیں۔

(٤) "الاستبصار" کے نسخے:

ہمارے سابق فاضل محقق سیّد حسن الموسوی الخراسانی نے اس کتاب کے بھی صرف تین ہی نسخوں کا ذکر کیا ہے جو گیارہویں صدی میں لکھے گئے، اور اس کتاب کا کوئی چوتھا نسخہ بھی دستیاب ہوتو فاضل محقق اس کا ذکر کیے بغیر نہ رہتے، وہ تین نسخے یہ ہیں:

۱۔ ایک نسخہ جو ۱۰۹۰ھ میں لکھا گیا۔

۲۔ دوسرا نسخہ جو ۱۰۷۸ھ میں لکھا گیا۔

۳۔ تیسرا نسخہ جو ۱۰۷۲ھ میں لکھا گیا۔

بلاشبہ یہ شیعہ مذہب کے بنیادی مآخذ ہیں۔ لیکن ان مصادر میں سے بھی کسی ایک مصدر کا گیارہویں صدی ہجری سے قبل کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ملتا۔ بلاشبہ یہ حقیقت معاملہ ان میں ایک زبردست شک پیدا کرتا ہے۔

اس بحث وتمحیص اور نقد وتبصرہ کے بعد یہ امر بعید از گمان نہیں رہتا کہ ایسے نسخوں کو بلا تاخیر تیار کیا گیا ہو جن پر گیارہویں صدی ہجری سے قبل کی تاریخ لکھی گئی ہو۔ چنانچہ جب علمائے اہل سنت نے حضرات اہلِ تشیع پر یہ نقد کیا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں روایات میں اسانید کی مطلق پرواہ نہیں تو علامہ ''حلی'' نے بلا تاخیر علمائے سنت کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور اہلِ سنت کے ''علم اصطلاح'' کو ان کی کتابوں سے اخذ کر کے شیعہ کے لیے علم اسانید اور علم اصطلاحِ حدیث کو وضع کر لیا!!!

ب: کچھ دیر شیعہ مذہب کے قدیم مذہبی مآخذ کے اخفاء اور روپوشی کے ساتھ:

شیعہ حضرات کے روایتی مآخذ اور ان کے مؤلفین کی بابت اس مختصر سی گفتگو کے بعد اب ہم کچھ دیر ان مآخذ کے ساتھ بھی گزارتے ہیں:

ا۔ اثناعشری شیعہ اپنے جن چار مآخذ کو مذہب شیعہ کی بنیاد اور اساس قرار دیتے ہیں اور ان پر ہی اصل اعتماد اور اعتبار کرتے ہیں، بقول انہی حضرات کے یہ چاروں کتابیں پانچویں صدی ہجری میں لکھی گئی تھیں جو شیعہ حکومت ''دولتِ بویہیہ'' کا دور تھا، اور یہ بات لازم تھی کہ شیعہ حضرات ان نسخوں کی تالیف کے زمانہ اور گیارہویں صدی تک پڑھاتے رہے ہوں گے۔ تب پھر لامحالہ اس تمام عرصہ میں ان کتابوں کے نسخوں کی بہتات بھی رہی ہو گی، علماء میں یہ نسخے متداول رہے ہوں گے۔ ان کی درس وتدریس اور مراجعت بھی رہی ہوگی۔ ان کے عنون کی اسانید اور ان کی شروحات بھی زیر موضوع رہی ہوں گی۔ غرض ان کتابوں سے بھی اور کئی قسم کے علمی معاملات وابستہ رہے ہوں گے، لیکن افسوس ایسا کچھ بھی نہ ہوا، کیونکہ اگر ایسا کچھ بھی ہوا ہوتا تو تاریخ میں اس کا کوئی نہ کوئی اتا پتا ضرور ملتا۔

سو لامحالہ ان کتابوں کے محققین خود اس بات کا اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ان کتابوں کی تحقیق میں انہوں نے جن نسخوں پر اعتماد کیا ہے وہ سب کے سب گیارہویں صدی ہجری میں لکھے گئے ہیں، اور انہیں اس سے قبل کا کوئی نسخہ نہیں مل سکا کیونکہ اگر انہیں کوئی نسخہ ملا ہوتا تو وہ اس کا ذکر ضرور کرتے۔

محققین کے نزدیک تحقیق کے قواعد مقرر اور طے شدہ ہیں۔ تمام محققین اس بات کے بے حد حریص رہتے ہیں کہ انہیں کتاب کا قدیم سے قدیم نسخہ مل جائے۔ چاہے اس کا خط کتنا ہی خستہ کیوں نہ ہو، چاہے اس نسخہ کا تحقیق کے لیے اصل پر اعتماد ہو، اور چاہے اس کا صحتِ کتاب کے لیے مشاہدہ پر اعتماد ہو۔ ہر محقق اپنی تحقیق کے دوران ان کتب خانوں کو کھنگال ڈالتا ہے۔ جن میں قدیم نسخے اور مخطوطے دستیاب ہوتے ہیں تاکہ وہ ان نسخوں کی روشنی میں ایک تو قدیم ترین نسخہ تک جا پہنچے، دوسرے تصحیح کے عمل کو صحت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچا دے، تاکہ وہ اپنی کتاب کو صحت وتحقیق کے ساتھ عوام الناس کے سامنے پیش کر سکے۔ اگر ایک محقق کو کسی کتاب کا ایک قدیم ترین نسخہ ملتا ہو تو وہ اسے کبھی بھی نظر انداز نہ کرے۔

تب پھر دل اس بات سے کیونکر مطمئن ہو سکتا ہے کہ یہ نسخے اس طویل ترین مدت میں، جس میں وہ پردۂ اخفا میں چلے گئے تھے اور منصۂ شہود سے ان کا وجود اوجھل ہو گیا تھا۔ زمانہ کی دست برد اور تباہی وضیاع کی نذر نہ ہوئے ہوں؟

کیونکہ ہر فرقہ اور گروہ اپنے اساسی مآخذ ومصادر کی طرف بھرپور توجہ دیتا ہے، اور ان کی تدریس، تشریح اور تعلیم کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی توجہات کا مرکز بناتا ہے۔ ان مآخذ کو لکھ کر نسل در نسل منتقل کرتا ہے، انہیں اپنے وقت کے علماء پر پڑھ کر سناتا ہے اور ان مآخذ کو کمی بیشی اور تحریف وتزویر سے بچانے کے لیے ان کے نسخے مدون کرتا ہے۔ بلاشبہ اہل سنت نے اپنے دینی مآخذ ومصادر کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے۔

رہے اہلِ تشیع، تو انہوں نے صدیوں بعد لکھے جانے والے ان مآخذ اور کتابوں کو قبول کر لیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ حضرات اہل تشیع کو اس بات کا اقرار بھی ہے اور وہ اس کی تاکید وتائید بھی کرتے ہیں کہ ان کے مآخذ خود آئمہ کے عہد تک جھوٹ اور تحریف سے اور تدلیس وتلبیس سے محفوظ نہ تھے۔ تب پھر بعد کی صدیوں کا عالم کیا ہوگا؟؟

پھر اس کے ساتھ ساتھ بھلا ہمارے لیے ایک ایسی کتاب پر اعتماد کرنے کی کیا سبیل باقی رہ جاتی ہے جو چھ سو برس سے زیادہ عرصہ تک پردہ خفاء میں رہی، اور ہم یہ نہیں جانتے کہ اس تمام عرصہ میں اس کتاب کی حفاظت کا کیا سامان رہا؟ اور اسے کس نے محفوظ رکھا اور یاد رکھا؟ اور اس کے مخطوطے دستیاب ہوئے بھی تو گیارہویں صدی ہجری میں جا کر ہوئے؟

ان قدیم نسخوں کے غیر موجود ہونے کی دو میں ایک دلیل ضرور ہے:

پہلی دلیل: یہ قدیم کتابیں غائب ہوگئیں اور ان کی جگہ نئے نسخے رکھ دیے گئے جو نئی روایات کے ساتھ تھے۔ یہ نسخے نام میں تو قدیم نسخوں کے موافق تھے لیکن مضامین میں ان قدیم نسخوں کے موافق نہ تھے۔

دوسری دلیل: ان قدیم کتابوں میں حذف وزیادتی ہوئی بلکہ کی گئی۔ تب پھر اس کی بیشی کو چھپانے کے لیے ان قدیم نسخوں کا نام ونشان تک مٹا دیا گیا۔

تیسرا واقعہ: نئے مآخذ ومصادر کی ایجاد:

ا: اس بارے حقائق کا بیان:

گزشتہ صفحات میں ان کتابوں کو ذکر کیا جا چکا ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کتابیں چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہیں، وہ کتابیں یہ ہیں:

١۔ الکافی

٢۔ من لا یحضرہ الفقیہ

٣۔ تہذیب الاحکام اور

٤۔ الاستبصار

ان کتابوں کے مؤلفین نے خود یہ بیان کیا ہے کہ سوائے چند ایک کے ان سے کوئی روایت ذکر کرنے سے رہ نہیں گئی۔ جیسا کہ اگلی بحث میں اس کی تفصیل آجائے گی ان شاء اللہ۔

پھر اس کے آٹھ صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد یعنی گیارہویں صدی ہجری میں شیعہ مذہب کے دو عظیم ترین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسائیکلو پیڈیاز ظاہر ہوتے ہیں، اور یہی دولتِ صفوی کا دور بھی ہے، وہ دو انسائیکلو پیڈیاز یہ ہیں:

پہلا انسائیکلو پیڈیا: یہ علامہ مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ) کی "بحار الانوار" ہے جو پچیس جلدوں پر مشتمل ہے، اور عصر حاضر میں یہ تقریباً سو جلدوں میں طبع ہوئی ہے، کیونکہ شیعہ حضرات نے خود "بحار الانوار" میں دیگر متعدد کتب کا اضافہ کر دیا ہے۔

دوسرا انسائیکلو پیڈیا: یہ علامہ "الحر العاملی" (متوفی ۱۱۰۴ھ) کی "وسائل الشیعہ" ہے۔ یہ تیس جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

پھر دو صدیوں کے بعد دو اور کتابیں منصۂ شہود پر ظہور پذیر ہوتی ہیں جن میں ان دونوں عظیم کتابوں کا استدراک ہے، وہ یہ ہیں:

پہلی کتاب: "المستدرك علی بحار الانوار" یہ علامہ علی المنازی الشاہرودی (متوفی ۱۴۰۵ھ) مؤلف موصوف "علی نمازی" اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

"تلاش و جستجو کے دوران ہمیں ایسی بے شمار روایات اور علامہ مجلسی کے ہی طرز پر لکھے بے شمار ایسے قیمتی فوائد و مطالب دستیاب ہوئے جو علامہ موصوف کی نگاہ سے چوک گئے تھے۔ مناسب معلوم ہوا کہ ان سب کا بھی استقصاء کر لیا جائے۔ سو ہم نے ان تمام روایات و مطالب کو جمع کر کے متعدد اجزاء میں قلم بند کر دیا۔" ❶

لیکن ہم یہ بات سمجھنے اور جاننے سے از حد قاصر ہیں کہ آخری امام کی وفات کی گیارہ صدیوں کے بعد فاضل مستدرک کو یہ روایات و مطالب کہاں سے اور کن ذرائع سے دستیاب ہوئے، جو اب تک گوشۂ خمول میں پڑے کسی محقق کی راہ تک رہے تھے؟؟؟

دوسری کتاب: المستدرك علی الوسائل: یہ علامہ نوری طبرسی (متوفی ۱۳۲۰ھ) ❷ کی تالیف ہے۔ فاضل مؤلف نے اس کتاب میں تئیس ہزار ایسی روایت جمع کی ہیں جن کو وہ ان شیعہ آئمہ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ تیسری صدی ہجری کے نصف تک یعنی تقریباً گیارہ صدی قبل تک وفات پا چکے تھے۔ جیسا کہ گزشتہ میں ذکر ہوا۔

مشہور شیعہ عالم آغاز بزرگ طہرانی لکھتا ہے کہ: "اس مستدرک کے لکھے جانے کا سبب یہ ہوا کہ مولفِ کتاب علامہ نوری طبرسی کو چند ایسی قیمتی کتابوں کا علم ہو گیا تھا جو ابھی تک شیعہ ذخیرہ ہائے کتب اور ان کی جوامع میں جگہ نہ پا سکی تھیں لیکن ان سے صرفِ نظر کی سرے سے کوئی گنجائش نہ تھی۔" ❸

شیعہ حضرات کا اس کتاب پر اعتماد ہے۔ حتیٰ کہ شیعہ عالم آیت اللہ خراسانی کہتا ہے کہ: "ہمارا اس دور میں کسی بھی

---

❶ مستدرك سفينة البحار: ۱/ ۲۸.

❷ یہ وہی شیعہ فاضل عالم ہے۔ جس نے خاص اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے تاکید کے ساتھ قرآن میں تحریف کو ثابت کیا ہے، اور اس کتاب کا نام "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" رکھا ہے۔ ❸ الذريعة: ۲۱/ ۷۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجتہد کے لیے اس وقت تک حجت تمام نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وہ اس ''مستدرک'' کی طرف رجوع نہ کرے اور اس میں درج جملہ احادیث وروایات پر کماحقہ مطلع نہ ہو جائے۔ ❶

خود مستدرک کا فاضل مؤلف ''کتاب الوسائل'' کی، جس پر اس نے اپنی کتاب میں استدراک کیا ہے، بے پناہ تعریف کرنے کے بعد اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے: ''ہم نے اپنے نیکوکار اصحاب کی جتنی کتب کی بھی ورق گردانی کی ہے تو ہمیں ان میں اخبار وروایات کا ایک ایسا وافر ذخیرہ ملا ہے جو ''کتاب الوسائل'' میں شامل نہیں، اور نہ وہ متقدمین ومتاخرین کی تالیفات میں ہی ملتا ہے۔ روایات کا یہ ذخیرہ کئی انواع پر مشتمل ہے، جیسے:

- بعض روایات وہ ہیں جو قدیم کتب میں ہیں جن تک کتاب الوسائل کا مصنف پہنچ بھی نہ سکا اور ان پر مطلع بھی نہ ہو سکا۔
- بعض روایات ایسی کتابوں میں مذکور تھیں جن کے مؤلفین کو کتاب الوسائل کا مصنف جانتا نہ تھا۔ اس لیے انہوں نے ان روایات سے اعراض کیا۔

رب تعالیٰ کی مدد سے ہم ''الخاتمہ'' کے بعض فوائد میں ان کتابوں کے اور ان کے مؤلفین کے ناموں کی طرف اشارہ کریں گے۔ جس سے ان کتابوں پر اعتماد کا ایک سبب اور ذریعہ اور ان کی طرف رجوع اور ان کے ساتھ تمسک کا ایک وسیلہ پیدا ہوگا۔

آگے چل کر فاضل مؤلف لکھتا ہے:

- اور بعض روایات وہ ہیں جو کتاب الوسائل کے مؤلف کے ذخیرۂ کتب میں تھیں۔ لیکن غفلت یا ان سے بے خبری کے نتیجہ میں موصوف نے ان روایات کو ترک کر دیا۔

لیکن جب رب تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی اور مجھے ان روایات کی بابت علم ہوا تو میں نے مناسب جانا کہ ان روایات کو جمع کرنے اور مرتب کرنے کے بعد نیکی کی نیت سے ان کو کتاب الوسائل میں شامل کر دیا جائے۔ ❷

مستدرک کا فاضل مؤلف آگے چل کر لکھتا ہے: ''اب یہ مستدرک اس حد تک جا پہنچی ہے کہ اگر تم چاہو تو اسے ایک بنیادی ''الجامع'' قرار دے سکتے ہو۔ وگرنہ اسے ایک مستدرک اور تذییل تو قرار دے ہی سکتے ہو، متعدد ایسی روایات ہیں کہ جو متن میں تو ضعیف ہوتی ہیں لیکن حاشیہ میں ان کی صحت پائی جاتی ہے، اور متعدد ایسی واحد اور غریب اخبار ہوتی ہیں جن کی تذییل میں کثرت ہوتی ہے۔ یا کوئی روایت اصل میں تو مرسل ہوتی ہے لیکن تذییل میں اس کی سند اور طریق پایا جاتا ہے، یا اصل میں وہ موقوف ہوتی ہے لیکن تذییل میں اس کی استناد ظاہر ہو جاتی ہے۔ یا مطلوب میں تو وہ غیر ظاہر ہوتی ہے لیکن تذییل میں وہ واضح اور ظاہر ہو جاتی ہے، اور بہت سارے آداب شرعیہ کا متن اور اصل میں ذکر نہیں ہوتا لیکن

❶ الذریعة: ۲/ ۱۱۱.
❷ الذریعة: ۱/ ۶۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ میں مذکور ہوتے ہیں اور ان کی طرف رہنمائی بھی ہوتی ہے، اور متعدد ایسی فروعات ہوتی ہیں جن کی اصل میں کوئی نص مذکور نہیں ہوتی لیکن حاشیہ میں جا کر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرع تو منصوص ہے۔'' ❶

مطلب یہ ہوا کہ بسا اوقات ایسی روایات ظاہر ہو جاتی ہیں جن کی وجہ حضرات شیعہ کی کتبِ اوائل میں مذکور کثیر روایات کا حکم بدل جاتا ہے جن کو ان سے پہلے مؤلفین کامل طور پر جان نہ پائے تھے۔ تا کہ یہ بعد میں ظاہر ہونے والی روایات چودھویں صدی ہجری کے لوگوں کے نزدیک صحیح قرار دی جاسکیں، اور دوسرے ان بعد میں ظاہر ہونے والی روایات سے ان مسائل دینیہ کا حکم بھی بدل جائے جن پر وہ روایات دلالت کر رہی ہوتی ہیں اس کے بعد ان پر صحت کا حکم لگا دیا جائے۔ تا کہ ان متاخرین کا دین اپنے متقدمین کے دین سے زیادہ صحیح ثابت ہو سکے۔

پھر مستدرک کا فاضل مؤلف کتاب کے خاتمہ کے آغاز میں لکھتا ہے: ''الحمد للہ، رب تعالیٰ کی توفیق سے کتاب: ''مستدرك الوسائل الحاوی لما خفی عن الانام عن ادلة الاحكام والمسائل'' اپنی تکمیل کو پہنچی، اور معلوم ہو گیا کہ کہنے والے نے سچ کہا کہ: ''بہت سارے پہلے لوگ اپنے بعد والوں کے لیے بہت سارے کام چھوڑ جاتے ہیں، اور اب یہ کتاب ایک ایسا چراغ بن چکی ہے کہ جس کی اخبار روایات کے نور سے اوہام کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی، اور ایک دستور طے ہو چکا ہے کہ حلال وحرام میں اس کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور اب یہ کتاب کاروانِ فکر ونظر کی اس وقت رہنما ہے جب وہ شہادت کی جہالتوں میں بھٹک رہا ہو۔ جبکہ دوسری طرف اب یہ کتاب مستور اور مخفی اخبار وروایات کے لیے راہِ مقصود ہے، اور علم کے ان خزانوں کی طرف راہ دکھانے والی ہے جو اب تک نگاہوں سے پوشیدہ اور اوجھل تھے، اور ہدایت کی ان نشانیوں کو پھیلانے والی ہے جو اب تک غفلت کی دبیز تہوں تلے دبی تھیں۔ یہ کتاب فخر ومباہات کے افق پر اندھیروں کی راتوں کے بعد چودھویں کا چاند بن کر طلوع ہوئی ہے، جس کا نور چہار دانگِ عالم کے بلاد وامصار میں پھیل گیا ہے، اور اگر یہ زمانہ اپنے گزشتہ زمانوں پر اس کتاب کی بدولت فخر کرے تو بے جا نہ ہوگا۔

اس کتاب نے اہلِ علم وفضل کی نگاہوں کو ٹھنڈا اور افہام وعقول کے رستوں کو تابندہ کر دیا ہے۔ سو علماء نے اس کتاب میں ان چیزوں کو عیاناً دیکھ لیا جن کی بابت پیش ازیں ان کا گمان یہ تھا کہ یہ باتیں حدِ امکان سے خارج ہیں (لیکن اب وہ باتیں ممکن ہو گئیں)۔ چنانچہ انہوں نے اُن سلیقہ سے پروئے ہوئے موتیوں کو دیکھا جن کے دیکھنے کے وہ کب سے مشتاق تھے۔ چاہے وہ موتی انہیں بکھرے ہوئے ہی مل جاتے (جبکہ یہاں انہیں وہی موتی اب مرتب اور سلیقہ سے پروئے ہوئے مل رہے ہیں)۔

سو جب اس کتاب کی خوشبو پھیل کر فضا میں بکھری اور یہ کتاب اپنی کامل رات میں بدرِ منیر بن کر چمکی تو قلم کا میدان فوائد کے استدراک تک اور ان قیمتی فوائد تک جا کر ختم ہو گیا جو شیخ کی نگاہ سے پوشیدہ رہ گئے تھے۔

پس الحمد للہ اب یہ کتاب گزشتہ کی طرح ایسے بے پناہ فوائد اور اہم نفیس باتوں پر مشتمل ہے کہ جن کے موتیوں تک

❶ الذریعة: ۱/ ٦ـ ٦٢.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب سے قبل کسی غوطہ زن کے ہاتھ نہ پہنچے تھے اور نہ آج تک کسی شکاری کا جال ان فوائد کی کھچار تک پہنچا تھا۔ سو میں نے اس کتاب میں کتنے ہی مجہول راویوں کا حال بیان کیا ہے، اور جن راویوں کو لوگوں نے ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ میں نے ان کی جلالتِ قدر کو آشکار کیا ہے، اور کتنے ہی مشتبہ الحال راویوں پر سے شکوک وشبہات کی گرد کو ہٹایا ہے، اور جن راویوں میں ان کے دین بابت طعن تھا، میں نے ان کے دامن کو اس عیب سے دھوکر پاک صاف کر دیا ہے۔

کتنے ہی علماء تھے کہ جن کے نام زمانہ نے مٹا دیے اور وہ گوشہ خمول میں جا پڑے، زمانہ کی دست برد نے ان کے فضائل ومناقب کو سطر وصدر سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا، صدیوں کی ایک طویل رات نے ان کی یادوں کے چراغ گل کر دیے، اور ان کی خوبیوں کی داستانیں خزاؤں کی نذر ہو گئیں۔ میں نے ان کے چھپے علوم طشت از بام کیے، ان کی مٹی یادوں کو از سر نو زندہ کیا۔ یہاں تک وہ ہدایت کا مینار اور اقتداء کا نشان بن کر ابھرے۔ ❶

اثناعشری شیعہ حضرات کے یہ وہ چار علمی موسوعات ہیں جن کی ایک ہزار سال بعد عالم شہود میں نمود ہوئی؛ جن کو متقدمین اولین جاننے تک نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت ورضا سے ہم ان چاروں موسوعات کا ایک قرار واقعی جائزہ لیں گے۔

ب: شیعہ حضرات کے ان جدید موسوعات کا ایک جائزہ:

شیعہ روایت کی اس تاریخ تحریک میں ادنیٰ تامل کرنے سے درجِ ذیل امور سامنے آتے ہیں:

۱۔ چوتھی اور پانچویں صدی کے شیعہ مصنّفین نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ان سے کوئی بھی روایت ذکر کرنے سے نہیں رہی۔ یا تو انہوں نے اس کی نص ہی ذکر کر دی ہے یا پھر اس کی طرف اشارہ ضرور کیا ہے، اور اگر ان سے کوئی روایات چھوٹی بھی ہیں تو بہت کم۔

علامہ طوسی جو شیعہ حضرات کے نزدیک نہایت معتبر ومعتمد عالم ہے اور ان چار کتابوں میں سے ایک کا مصنف بھی ہے۔ وہ اپنی کتاب "التہذیب" کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

"میں امید کرتا ہوں کہ جب رب تعالیٰ اس بات کو مجھ پر آسان کر دے گا کہ میں اس کتاب کو مذکورہ طریق پر پایۂ تکمیل تک پہنچا دوں اور مجھے اس بات کے پورا کرنے کی توفیق دے گا جس کا میں نے ذمہ لیا ہے کہ میں اس کتاب کے ہر باب میں مکمل کر دوں گا جو احکامِ شرعیہ سے متعلق اکثر احادیث پر مشتمل ہوگا، اور اس میں ان مذکورہ احادیث کے علاوہ دوسری ان احادیث پر تنبیہ ہوگی جو اس کتاب میں شامل نہیں۔" ❷

علامہ طوسی ان اصولِ اربعہ میں سے دوسری کتاب کے مقدمہ میں اسی بات کی تاکید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"میں نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو دیکھا ہے کہ جب انہوں نے ہماری اس عظیم کتاب "تہذیب الاحکام" کو دیکھا اور اس میں حلال وحرام سے متعلقہ جن اخبار و روایات کو ہم نے جمع کیا ہے، ان کو دیکھا

❶ مقدمه المصنف فی خاتمة المستدرك: ۱/ ۳ ـ ۵.

❷ تهذیب الاحکام: ۱/ ٦.

www.KitaboSunnat.com

اورانہوں نے پایا کہ یہ کتاب زیادہ تر فقہی احکام کے ابواب پر مشتمل ہے، اوراس کتاب کی تما کتب و ابواب میں ہمارے اصحاب کی احادیث اوران کی کتب، اصول اور تصنیفات میں سے کچھ بھی تو ذکر ہونے نہیں رہ گیا سوائے چند معمولی باتوں کے۔'' ❶

مذکورہ کتاب کے محقق حسن موسوی خراسانی کے بقول اس کتاب میں مذکور احادیث کی تعداد ''تیرہ ہزار پانچ سونوے'' ہے۔ ❷

بلاشبہ یہ پانچویں صدی ہجری کے علمائے طائفہ کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ پہلی کتاب میں نص یا اشارہ میں سے کوئی بات ذکر ہونے سے نہیں رہ گئی۔ جبکہ دوسری کتاب میں اس بات کی تاکید مزید ہے کہ: ''اگر کچھ رہ بھی گیا ہے تو شاذ و نادر اور بہت قلیل۔'' تب پھر یہ احادیث کہاں سے آ گئیں جن کو قرونِ متاخرہ کے ان مؤلفین نے ظاہر کیا ہے؟!

۲۔ دوم: یہ ان موسوعاتِ متاخرہ کے مؤلفین نے یہ نہیں بتلایا کہ جن کتابوں سے انہوں نے ان اخبار و روایات کو نقل کیا ہے انہیں وہ کتابیں کہاں سے ملی ہیں؟ کیا وہ کسی عام کتب خانہ میں تھیں یا کسی خاص کتب خانہ میں تھیں؟ اور وہ کتب خانہ کسی کی ملکیت تھا؟ کیونکہ جسے تحقیق کے دوران کوئی نئی کتاب ملتی ہے اس پر یہ بات لازم ہوتی ہے کہ وہ بتلائے کہ اسے وہ کتاب کہاں سے دستیاب ہوئی ہے؟

۳۔ سوم ''مستدرك البحار'' کا مؤلف لکھتا ہے: اس ورق گردانی اور تلاش وجستجو کے دوران ہمیں ان روایات کا بے شمار حصہ ملا ہے۔'' لیکن اس بھلے بندے نے یہ نہیں بتلایا کہ اس نے کن کن کتابوں کی ورق گردانی کے دوران روایات کا یہ حصہ پایا ہے؟!!

۴۔ چہارم: یہ ''المستدرك على الوسائل'' کا مؤلف یہ سمجھتا ہے کہ یہ روایات اب تک پردہ خفا میں تھیں۔ جیسا کہ ابھی موصوف کا اس بارے میں مفصل قول گزر گیا ہے۔

اللہ کے بندے! اگر یہ روایات اب تک سب کے سب انسانوں سے پوشیدہ تھیں اور ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک پوشیدہ رہیں، تو کہاں تھیں؟؟؟!!!

بھلا یہ دعویٰ کون سی عقل ماننے کو تیار ہوگی اور اس کی تصدیق کرے گی کہ ایک ہزار برس کے طویل ترین عرصہ تک یہ روایات سب لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہیں؟

جی ہاں! یہ بات بالکل درست ہے، واقعی یہ روایات پوشیدہ رہی تھیں، ان پر کوئی بھی مطلع نہ ہو سکا تھا، کیونکہ انہیں تو اب اس دور میں ہی تراشا گیا ہے!!!

۵۔ پنجم: یہ کہ چلو مان لیا کہ اب تک یہ روایات مخفی رہی تھیں، اور یہ موضوع، جھوٹی اور خود تراشیدہ بھی نہیں۔ تب بھی

❶ تهذيب الاحكام: ١/ ٢.
❷ محقق موصوف نے یہ بات كتاب الاستبصار: ١/ ١٠۔ کی تحقیق میں لکھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمی ودینی امانت ودیانت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کتابوں کو قبول کرنے سے گریز کیا جائے جو علماء کی توجہات اور درس وتدریس کا مرکز نہیں رہیں۔ بھلا ہمارے پاس اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ کتابیں موضوع اور جھوٹی نہیں، یا ان میں کمی بیشی نہیں؟؟!!!!

کیونکہ اس بات کا اقرار تو اہلِ سنت اور اہلِ تشیع دونوں فرقوں کے علماء کو ہے کہ کتابیں تحریف وتدسیس کا شکار رہتی ہیں، وضعِ روایات کا دستور بھی رہا ہے، بلکہ اثنا عشری علماء تو اس بات کا شدومد کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔ تب پھر ایسی کتب کیونکر قبول کی جائیں، اور انہیں کس بناء پر عام کیا جائے اور کس بھروسہ سے ان پر اعتماد کیا جائے جو پہلوں کے ہاں غیر معروف رہی ہیں، وہ ان کے وجود تک سے ناواقف تھے۔ جبکہ یہ بات بھی پایہ صحت کو پہنچتی ہو کہ انہیں یہ روایات ملیں پر انہوں نے ان کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ نا یہ بات تھی کہ وہ روایات انہوں نے خود ایجاد کی تھیں؟

۶۔ ششم: ان روایات کے قبول کر لینے کے ساتھ ایک جدید مگر نہایت عجیب وغریب دعویٰ بھی منسلک ہے جو "جامع الرواۃ" کے مؤلف محمد بن علی اور بیلی الغروی الحائری متوفی ۱۱۰۱ھ نے کیا ہے۔ وہ اس مذکورہ کتاب کی تالیف کے بعد پہلی صدیوں کے آئمہ کی ذکر کردہ بارہ ہزار احادیث کے احکام بدل جائیں گے اور ضعیف، مرسل اور مجہول روایات ایک نئی کروٹ لے کر صحیح قرار پائیں گی۔

چنانچہ فاضل اردبیلی اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے: "میری اس کتاب کی بدولت یہ ممکن ہو جائے گا کہ حضرات علماء کے مشہور تقریباً بارہ ہزار مجہول یا ضعیف یا مرسل یا معلول احادیث صحیح اور معلوم قرار پائیں گی، اور یہ سب رب تعالیٰ کی عنایت اور ہمارے آقا وسردار حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اطہار کی توجہ کے فیض سے ہوا۔" ❶

گویا کہ فاضل مؤلف یہ دعویٰ کر کے ایک ایسا نیا دین ایجاد کر رہا ہے جو اولین متقدمین کے ہاں معروف نہ تھا۔ کیونکہ مسائل فقہیہ ودینیہ سے متعلق بارہ ہزار احادیث کو بدل دینے کے بعد دین میں کس قدر تغیر آئے گا، وہ حد شمار باہر ہے۔

پھر "فصل الخطاب" کے مؤلف نے بھی اسی راہ کو اختیار کیا اور اس بات کی صراحت کے ساتھ اور برملا کہا کہ:

"اس بات سے کوئی مانع نہیں کہ جو احادیث صحتِ طرق سے لاعلمی کی بنا پر قدماء کے نزدیک ضعیف رہی ہوں، وہ میرے نزدیک صحیح ٹھہریں۔" ❷

تب پھر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جب تک یہ زمانہ جاری وساری ہے، اس بات سے کوئی مانع نہیں کہ گاہے بگاہے وجود میں آنے والی روایاتِ جدیدہ دینِ تشیع کو آئے روز بدلتی رہیں گی!!! تب پھر یہ شیعہ علماء دینِ الٰہی کی بجائے خود اپنی دین میں نگاہ غور وفکر ڈالنے کے زیادہ محتاج ہیں!!!

❶ مقدمة جامع الرواة: ١/ ٦.
❷ فصل الخطاب، ص: ٣٥٤.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔ ہفتم: بھلا ایک مسلمان اس بات کو کیونکر جائز قرار دے سکتا ہے کہ وہ رب تعالیٰ کی ایسی روایت کی روشنی میں عبادت کرے جن سے متقدمین سرے سے واقف ہی نہ تھے، اور نہ انہوں نے ان روایات کی روشنی میں رب تعالیٰ کی عبادت کی تھی، اور نہ وہ روایات ان کے نزدیک چار بنیادی کتابوں میں ہی مذکور ہیں، جیسا کہ گزرا۔

بلاشبہ ان روایات کا ان کے آخری امام کی موت کے؛ یا بقول ان کے اس کی روپوشی کے آٹھ صدیوں بعد وجود میں آنا ہی ان روایات پر سوالیہ نشان کھڑا کر دیتا ہے؟؟؟

کیونکہ اس بات کی تصدیق نہیں کی جاسکتی کہ بعض روایات ایسی بھی ہیں جو ایک ہزار برس تک لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہیں۔ حتیٰ کہ گیارہویں صدی کے بعض رجال کار نے انہیں پردۂ خفا سے باہر نکال کر عالم آشکار کیا۔ لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ روایات بعد میں گھڑی گئی اور ایجاد کی گئی ہیں، اور اس شخص کا حساب لینے والا اللہ ہی ہے جو اس کے دین پر جرأت کرے اور اس میں نئی نئی روایات گھڑ کے شامل کرنے کی کوشش کرے۔

ہم اہلِ سنت ان شیعہ علماء سے اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ جس طرح حضرات شیعہ کے ہاں آئے روز روایاتِ جدیدہ جنم لیتی رہتی ہیں، ایسا کوئی سلسلہ اہلِ سنت کے ہاں کیوں نہیں؟!

اس سوال کا جواب بھی ہم خود ہی دیتے ہیں، وہ یہ کہ اہلِ سنت کی روایاتِ احادیث کی کڑی نگہبانی اور حفاظت و حراست اس امر کے آڑے آجاتی ہے۔

آج اگر ایک سنی بھری محفل میں اٹھ کر اس بات کا دعویٰ کر دے کہ اسے چند ایسی روایات ملی ہیں جو ہیں تو قرونِ ثلاثہ کے بعد کی، لیکن ان کی سند ان قرون سے متصل نہیں۔ تو ہر ایک سنی اس شخص کے اس دعویٰ کو پائے حقارت سے ٹھکرا دے گا، اور بلا تامل وتاخیر اسے ''کذاب'' کے جلی عنوان اور لقب سے پکارا جائے گا، اور بھلا اس شخص کے دعویٰ کا کیا حشر ہوگا جو یہ کہے کہ مجھے یہ روایات گیارہویں صدی میں جا کر ملی ہیں؟!

لیکن افسوس کہ شیعہ حضرات نے ایسی روایات قبول کر کے سر آنکھوں پر جا رکھیں!!! اور ان پر بھرپور اعتماد بھی کیا۔ کیا دونوں طبقوں کے موقف میں زمین آسمان اور مشرق و مغرب کا فرق نہیں؟!!!

سب سے آخری بات یہ ہے کہ بھلا ایسے مآخذ و مصادر لائق وثوق اور اعتماد ٹھہرائے جا سکتے ہیں جن کا حال یہ ہو؟!!

ایک معاصر شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ الموسوی ان کتابوں پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:

''جب ہم نے شیعہ حضرات کو ان معتبر کتب کے چند نام ذکر کیے جو شیعہ فقہاء کے ہاں قابلِ اعتماد ہیں اور جو شیعہ اور تشیع کے درمیان پہلی کش مکش کے دور میں تالیف ہوئیں تو ضروری تھا کہ ہم ان کتابوں کو بھی ذکر کریں جو اس کشمکش کے دوسرے دور میں تالیف ہوئی ہیں اور یہ دولتِ صفویہ کا دورِ حکومت ہے۔ بلاشبہ یہ کتبِ شیعہ کی تالیف کے پہلے دور سے زیادہ آفت والا دور ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے بعض کتابوں میں ایسے عجیب وغریب اقوال اور امور مندرج ہیں جو کسی بھی عقل والے اور کسی بھی محبِ اہلِ بیتِ رسالت کے نزدیک قابلِ قبول نہیں۔ مناسب ہے کہ ہم یہاں مولیٰ محمد باقر مجلسی کی بیس جلدوں سے زیادہ پر مبنی عربی زبان کی مشہور کتاب "بحار الانوار" کی وجہ تحدید کو ذکر کریں۔ بلاشبہ یہ شیعہ مذہب کا ایک موسوعہ ہے۔

یہ موسوعہ بجا طور پر بے حد مفید بھی ہے اور بے حد ضرر رساں بھی۔ اس میں بیک وقت جہاں ایک طرف ایک زبردست علمی مواد ہے جو علماء اور محققین کو اپنی طرف کھینچتا ہے، وہیں دوسری طرف اس میں ایسے مضر اقوال اور گھٹیا اور رکیک مباحث و مقامات بھی ہیں جو شیعہ مذہب اور وحدتِ اسلامیہ کے حق میں بے پناہ خطرناک اور ضرر رساں بھی ہیں۔

لیکن اس سب کے باوجود اس کتاب کو ''بحار'' کا نام دینے والا مؤلف کتاب کے مقدمہ میں لکھتا اور اقرار کرتا ہے کہ:

''میں نے اس کتاب کا نام ''بحار'' اس لیے رکھا ہے کہ کیونکہ یہ اس سمندر کی طرح ہے جس میں سیپی بھی ملتی ہے اور ٹھیکری بھی۔''

بلاشبہ اس کتاب کی شان ایسی ہی ہے کہ یہ سمندر کی طرح مفید و مضر ہر طرح کی باتوں پر مشتمل ہے۔ لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس کتاب کے مضر پہلوؤں نے جتنا نقصان مذہبِ شیعہ وحدتِ اسلامیہ کو پہنچا دیا ہے وہ شیعہ کی تاریخ میں اب تک لکھی جانے والی کسی بھی کتاب سے بے پناہ اور از حد زیادہ ہے۔

ڈاکٹر موسوی آگے کہتا ہے:

''کتاب کے مؤلف نے اپنے موسوعہ کا ایک خاطر خواہ حصہ صرف اور صرف آئمہ شیعہ کے از حد غالبانہ اور محیر العقول معجزات کے ذکر سے بھر دیا ہے۔ یہ غالبانہ افکار ہمارے آئمہ کی طرف منسوب معجزات و کرامات پر مشتمل قصوں سے لبریز ہے۔ اگر ان واقعات کو بچوں کی کہانیاں اور ان کا بہلاوا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔''

پھر اس موسوعہ کا دوسرا مخربانہ پہلو یہ ہے کہ اس موسوعہ کا مرکزی نکتہ اور تخیل حضرات خلفائے راشدین پر طعن اور ان کی کردار کشی ہے۔ جو بسا اوقات بدترین یاوہ گوئی، زبان درازی اور دشنام طرازی تک کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس بات نے بعض بغض پیشہ اور شر پسند لوگوں کو شیعہ اور اہلِ سنت کے درمیان بغض و عداوت کی آگ بھڑکانے کا موقع فراہم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملا باقر مجلسی کی کتابوں کے رد میں کتابیں لکھنے کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

علامہ مجلسی نے فارسی زبان میں بھی کتابیں لکھی ہیں جو ان کے عربی موسوعہ سے فخامت میں کسی بھی طرح کم نہیں ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں علامہ مجلسی کی "بحار الانوار" کے وجود میں آنے کے اسباب و محرکات میں شیعہ مذہب کی غالب و مقتدر حکومت اور معاصر علماء کا نمایاں اور ممتاز کردار اور عمل دخل ہے، اور بلاشبہ "بحار الانوار" ایک ایسی کتاب ہے جو ایرانی شیعوں کے درمیان اور پڑوسی ملک کی بھاری سنی مسلمان اکثریت کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے اختلاف کی مرکزی اور بنیادی وجہ ہے۔ کہ جن کے حاکم کو امیر المؤمنین کے لقب سے نوازا گیا تھا اور یہ ایران کی پڑوسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافت اسلامیہ اور اسلامی مملکت تھی۔

ملا باقر مجلسی جس کا سنِ پیدائش ۱۰۷۳ھ اور سنِ وفات ۱۱۱۱ھ ہے، یہ شاہ سلیمان اور سلطان حسین کا معاصر تھا جو دونوں کے درمیان صفوی حکمران تھے۔ جن کے دورِ حکومت میں علامہ مجلسی کو ''شیخ الاسلام'' کے رتبہ پر فائز کیا گیا، اور یہی وہ دونوں ایرانی فرمانروا ہیں جن کے حکم سے ایران میں دینی امور کو علامہ مجلسی کے اشارۂ ابرو اور ایماء کا مرہونِ منت قرار دے دیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ دولتِ صفویہ کا سب سے زیادہ سنہرا، زرخیز اور عروج کا دور انہی دو حکمرانوں کا دور تھا۔ ❶

❀❀❀❀

❶ الشیعة والتصحیح ، ص: ۹۹۔ متاخرین علمائے طائفہ کی طرف سے ان جدید موسوعات پر شدید تنقید کی گئی ہے، بلکہ موسوعاتِ قدیمہ پر بھی نقد کیا گیا ہے۔ اس کے لیے دیکھیں: مولف کی کتاب۔ "حوارات عقلية مع الطائفة الاثنى عشرية في المصادر".

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھٹا دور:

تشیع کا دورِ انقلاب

(۱۳۹۹ھ تا ۱۶۰۹ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہید:

حکومت وقیادت کی بابت اثنا عشری شیعہ کا عقیدہ

شیعہ مصادر ایسی ایسی مخصوص حکایات ونصوص پر مشتمل ہیں جنہوں نے ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک طائفہ اثنا عشری کی تحریک کی باگ ڈور سنبھالے رکھی ہے۔ یہ نصوص بتلاتی ہیں کہ حکومت قیادت اور سیادت ورہنمائی کے منصب کا اہل صرف وہی شخص ہے جس میں درجِ ذیل چار صفات پائی جاتی ہوں۔

۱۔ وہ شخص اہلِ بیت میں سے ہو۔ اور اہلِ بیت کی تشریح وتحدید بھی وہی معتبر ہوگی جو شیعہ حضرات کریں گے۔

۲۔ وہ شخص خود رب تعالیٰ کی طرف سے متعین ہو۔

۳۔ وہ نسیان، گناہ اور خطا وغیرہ سے معصوم ہو۔

۴۔ اس کے پاس وہبی اور عطائی علم ہو نہ کہ کسبی اور طلب وتعلم والا۔

سو جس شخص میں یہ مذکورہ بالا چار صفات نہ ہوں وہ امت پر حکومت وسیادت کرنے کا سرے سے اہل نہیں لہٰذا نہ تو اس کی بیعت کرنا جائز ہوگی اور نہ اس کی نصرت وحمایت کرنا ہی جائز ہوگا۔

شیعوں کا یہ عقیدہ گزشتہ ایک ہزار سے زیادہ برس سے متواتر چلا آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی حکومتوں سے پہلے کی جملہ اسلامی حکومتوں کے بارے میں یہ دوٹوک فیصلہ ہے کہ وہ باطل حکومتیں تھیں، کیونکہ ان حکومتوں کے والیوں میں مذکورہ بالا چاروں شرائط معدوم تھیں۔

پھر ان کے نزدیک امام غائب کا انتظار ان پر لازم ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ان کا مزعومہ امامِ غائب اب بھی موجود ہے، البتہ غائب ہے۔ یہ تو اسے نہیں دیکھ سکتے، البتہ وہ انہیں دیکھ سکتا ہے۔ شیعہ حضرات مہدی کے خروج سے قبل مخالفین حکام کے خلاف خروج کو بھی جائز قرار نہیں دیتے۔

پھر ان لوگوں نے اپنے آئمہ کی طرف کچھ ایسی احادیث بھی منسوب کی ہیں جو ہر اس علم سے بچنے کی تاکید کرتی ہیں جو امام قائم کے خروج سے قبل شیعہ حضرات میں ظاہر ہو؛ ان کے نزدیک طاغوت ہے۔ جیسا کہ یہ روایات امام قائم کے خروج سے قبل حکام کے خلاف خروج کرنے سے روکتی ہیں۔ ذیل میں اس بارے چند ایک روایات کو قارئین کی نذر کیا جاتا ہے۔

۱۔ شیعہ حضرات ابوبصیر کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ کہتے ہیں:

''امام قائم کے قیام سے قبل جو بھی پرچم بلند کیا جائے گا، تو اس پرچم والا وہ طاغوت ہوگا جس کی رب کو چھوڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر عبادت کی جاتی ہے۔" ❶

الکافی کا شارح اثنا عشری شیعہ مازندارانی اس حدیث کی شرح میں کہتا ہے۔ القائم کے قیام سے قبل بلند کیا جانے والا ہر علم چاہے اس کا بلند کرنے والا حق کی دعوت ہی دے رہا ہو کہ اس علم والا ہو، طاغوت ہے جس کی رب کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے۔ ❷

۲۔ شیعہ حضرات ابوعبداللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ وہ کہتے ہیں: "اپنے اپنے گھروں میں دبک کر رہو کہ فتنہ اسی پر آئے گا جو اسے بھڑکائے گا۔" ❸

۳۔ شیعہ حضرات سدیر کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے۔ ابوعبداللہ نے فرمایا: "اے سدیرؔ! اپنے گھر کو لازم پکڑو، اور اسکے کھونٹے بن جاؤ، اور اس وقت تک ٹھہرے رہو جب تک دن رات ٹھہرے رہتے ہیں، اور جب تمہیں یہ بات پہنچے کہ سفیانی نے خروج کر لیا ہے تو ہماری طرف کوچ کر آنا چاہے قدموں پر چل کر ہی آنا۔ ❹

۴۔ شیعہ حضرات ابوعبداللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: "اے اہل بیت! ہمارے قائم کے قیام تک ہم پر سے ظلم کو دور کرنے یا حق کو بلند کرنے نہ کوئی نکلا اور نہ نکلے گا اور جو نکلے گا، آزمائش اسے جلا دے گی اور ایسے شخص کا (قیام قائم سے قبل) ہمارے لئے اور ہمارے شیعوں کیلئے اور زیادہ ناگواری کا سبب بنے گا۔ ❺

۵۔ شیعہ حضرات ابوجعفر کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: "اے اہلِ بیت! ہم میں سے جس نے قیام قائم سے قبل خروج کیا، اس کی مثال اس نوزائدہ پرندے کی سی ہے؛ جو ابھی اڑنا نہیں جانتا اور اس نے اپنے گھونسلے سے اڑنے کی کوشش سو وہ زمین پر آگرا اور بچے اسے پکڑ کر کھیلنے لگے"۔ ❻

۶۔ شیعہ حضرات حسن بن شاذان واسطی کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں۔ میں نے امام حسن الرضا کی طرف اہلِ واسط کی بے وفائی اور کچھ پران کے حملہ کا شکوہ لکھ بھیجا کہ یہ ایک عثمانی کا ٹولہ ہے جو مجھے ستائے جا رہا ہے۔ تو انہوں نے اپنا یہ جواب لکھ بھیجا۔ بے شک رب تعالیٰ نے ہمارے اولیاء سے اس بات کا پختہ عہد لیا ہے کہ وہ باطل حکومت میں صبر سے رہیں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ (القلم: ٤٨)

"پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر"۔

❶ الکافی ٨/ ٢٩٥۔ الغیبة، للنعمانی: ١١٥۔ بخار والانوار: ٢٥/ ١١٤۔ وسائل الشیعة: ١١/ ٣٧.
❷ شرح الما زندرانی: ١٢/ ٤١٢.
❸ الغیبة للنعمانی، ص: ١٣١.
❹ الکافی: ٨/ ٢٥٦، وسائل الشیعة: ١١/ ٣٦.
❺ الصحیفة السجادیة الکاملة، ص: ١٦، طبع دارلحوراء بیروت.
❻ مستدرك الوسائل: ٢/ ٢٤٨، ط: دارالکتب الاسلامیة، طهران.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر ساری مخلوق کے سردار بھی اٹھ کھڑے ہوں تو یہ لوگ کہیں گے:

﴿يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ (یس : ٥٢)

''ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔'' ❶

۷۔ شیعہ حضرات جعفر کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایک شاگرد سے یہ کہا: ''میں تمہیں اللہ کے تقوی اور اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ کو لازم پکڑو، اور ہمارے خوارج سے بچو، کہ وہ لوگ نہ کیسی حق بات پر قائم ہیں اور نہ کسی حق بات کی طرف ہی ہیں''۔علامہ مجلسی اس کی شرح میں لکھتا ہے: ہمارے خوارج سے مراد زید اور بنی حسن ہیں۔ ❷

امام غائب کے انتظار کا عقیدہ شیعہ کے ان اصولوں میں سے ہے جو آئمہ معصومین کی طرف منسوب ہیں۔ شیخ نعمانی نے اپنی کتاب، الـغيبة ص:۱۲۹، پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے، اس باب میں شیعہ روایات کی کثرت شمارے سے باہر ہے۔

شیعہ حضرات نے خروج کرنے سے منع کیا ہے چاہے؛ یہ خروج کرنے والے اہلِ بیت ہی کیوں نہ ہوں جیسے زید بن حسین اور حضرت حسن کی اولاد تب پھر دوسروں کے خروج کا حکم کیا ہوگا؟

محمد الحسینی البغداری نجفی جو آیت اللہ العظمی اور المرجع الدینی الاعلیٰ کے لقب کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور عصرِ حاضر میں طبقہ شیعہ میں مرجع کی حیثیت رکھتا ہے؛ موصوف کہتا ہے: ''حضرات آئمہ معصومین سے دشمنوں اور حکامِ وقت کے خلاف خروج کی حرمت تواتر کے ساتھ مروی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ: امامت کا منصب اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصوص ہوتا ہے؛ ان آئمہ کا حکومتوں پر راضی ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا''۔ ❸

یہ ان شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے جسے ایک ہزار برس سے زیادہ زمانے سے سینے سے لگائے ہوئے جی رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ ایسی کوئی حکومت قائم کرنا حرام ہے جس کا سربراہ امام معصوم نہ ہو۔

۲۔ جب تک امام معصوم مہدی کا خروج نہیں ہوجاتا اُس وقت تک کسی بھی ظالم اور باطل حکومت کے خلاف خروج حرام ہے۔ غرض جب امام غائب کا انتظار بے حد طویل ہوگیا اور انتظار کی اس طوالت سے بعض شیعہ حضرات کبیدہ خاطر ہوگئے، اور اس موضوع پر گفتگوئیں ہونے لگیں کہ جانے امام صاحب کب نکلیں؛ تو کیوں نہ ان کا نائب بنا دیا جائے

❶ الكافي: ٨/ ٢٤٨ .
❷ بحار الانوار: ٥٢/ ١٣٦ .
❸ وجوب النهضة لحفظ البيضة، ص: ٩٣ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بعض شیعہ نے اس ہزار برس سے بھی زیادہ پرانے عقیدے سے باہر نکلنے کا؛ یا سرے سے دست بردار ہونے کا ارادہ کیا تو بعض علماء ان کے درپے ہوگئے اور ان عقائد سے نکلنے پر شدید انکار کیا اور ان برس ہا برس پرانی روایات کی مخالفت سے بے حد ڈرایا"۔

انہی میں سے ایک مرزا محمد تقی اصفہانی (متوفی ۱۳۴۸ھ) بھی ہے، جو گزشتہ صدی میں شیعہ کا فقیہ شمار کیا جاتا تھا اور امام خمینی کے آخری دورِ حیات میں ان کا معاصر بھی رہا ہے، موصوف کی اس موضوع پر متعدد گفتگوئیں ہیں، اور موصوف نے امت کی قیادت کیلئے امامِ معصوم کی طرف سے کسی کی قیادت کے ناجائز ہونے پر ایک زبردست فقہی تحقیق بھی پیش کی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ امام قائم کی نیابت میں کسی کی بیعت کرنا ناجائز ہے۔ موصوف کے نزدیک ایسا کرنا خود رب تعالیٰ سے جھگڑنا ہے۔ بلکہ موصوف نے تو ایسی روایات تک بیان کر ڈالی ہیں جن میں اس امر کے مرتکب پر لعنت آئی ہے۔

ذیل میں فاضل محقق مرزا محمد تقی اصفہانی کے بعض اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

موصوف اصفہانی کہتا ہے: "نبی اور امام کے علاوہ کسی غیر کی بیعت ناجائز ہے۔ کیونکہ اگر کسی نے ان کے علاوہ کی بیعت کر لی تو گویا کہ اس نے اس شخص کو نبی اور امام کے اس منصب میں شریک کر لیا جس کیلئے رب تعالیٰ نے اسے خاص کیا تھا اور چنا تھا، اور اس نے رب تعالیٰ کے چناؤ اور اختیار کے ساتھ جھگڑا کر ڈالا، اور جو ہم نے ذکر کیا ہے اس سے بات واضح ہوگئی کہ علماء یا غیر علماء میں سے کسی کی بھی بیعت کرنا ناجائز نہیں چاہے وہ بیعت بالا استقلال ہو یا زمانہ غیبت میں امامِ قائم کی نیابت کے عنوان سے ہو، کیونکہ ہم نے ابھی ابھی یہ بات ذکر کی ہے کہ بیعت یہ امام کے خصائص اور اس کی ریاستِ عامہ، ولایتِ مطلقہ اور سلطنتِ کلیہ کے لوازم میں سے ہے۔ کیونکہ امام کی بیعت اللہ کی بیعت ہے"۔ ❶

موصوف اصفہانی مزید کہتا ہے: "اس کے عدم جواز کی دلیل: یہ تو میں جانتا ہوں کہ بیعت یہ امام کے خصائص میں سے ہے؛ اور شریعت کے امور توقیفیہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بحار الانوار اور مراۃ الأنوار میں مفضل بن عمر کے واسطے سے امام صادق سے مروی ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

"اے مفضل! (یاد رکھو!) امام قائم کے ظہور سے قبل کی جانے والی ہر بیعت کفر و نفاق اور دغا و فریب کی بیعت ہے۔ جس نے یہ بیعت کی، اور جس کی بیعت کی؛ ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہ روایت جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو غیر امام کی بیعت کے عدمِ جواز کی بابت صریح ہے۔ اس میں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جس کی بیعت کی ہے وہ فقیہ ہے یا غیر فقیہ، اور چاہے اس نے یہ بیعت اپنے لئے کی ہو یا امامِ معصوم کی نیابت کے عنوان سے کی ہو"۔ ❷

موصوف اصفہانی آگے لکھتا ہے:

❶ مكيال المكارم في فوائد الدعاء للقائم: ۲/ ۲۳۸ .
❷ مكيال المكارم: ۲/ ۲۳۹ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ معنی میں بیعت یہ امام کے خصائص اور اس کی ریاستِ عامہ اور ولایتِ مطلقہ کے لوازم میں سے ہے، اور یہ کسی بھی دوسرے کیلئے مذکورہ معنی میں بیعت ناجائز ہے، اس کی تائید وتاکید متعدد امور سے ہوتی ہے۔ ❶ آگے موصوف نے ایک طویل کلام میں ان امور کو ذکر کیا ہے۔

اور آگے چل کر یہ کہتا ہے: میں کہتا ہوں: یہ جو بھی میں نے ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر دلائل کہ ان سب سے اس بات کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ بیعت صرف نبی اور امام کے لوازم وخصائص میں سے ہے، لہٰذا کسی کیلئے بھی اس منصب کے درپے ہونا جائز نہ ہوگا۔ سوائے اس کے جسے خود نبی نے یا امام نے اس بارے اپنا نائب نامزد کیا ہو۔

پھر اگر تو یہ اعتراض کرے کہ: فقیہ کیلئے ولایت عامہ ثابت ہے اس قول کی بنا پر یہ کہنا ممکن ہے کہ فقہاء یہ امام کے خلفاء اور اس کے سائبین ہیں لہٰذا انہیں امام کی نیابت میں لوگوں سے بیعت لینا اور لوگوں کا ان کی بیعت کرنا جائز ٹھہرا۔"

تو میں اس کے جواب میں چند باتیں کہوں گا:

۱۔ پہلی بات یہ کہ فقیہ کے لئے ولایتِ عامہ غیر ثابت ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ یہ ولایتِ عامہ ان امور میں ہے جو نبی اور امام کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ جبکہ روایات میں اس بات کی دلیل اور تائید ظاہر ہو چکی ہے بیعت یہ نبی اور امام کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اس جگہ نائب عام کی نیابت کا کوئی تصور نہیں، اور جہاد کی نظیر ہے کہ جہاد بھی صرف امام کے ظہور وحضور کے زمانہ میں اور اس کی اجازت سے ہی ہوگا۔ وہی ہمارے زمانہ میں رائج دست بدست بیعت تو اس کی کوئی نہیں اور یہ ان بدعات محرمہ میں سے ہے جو لعنت اور ندامت کی موجب ہیں۔ ❷

یہ وہ عقیدہ ہے جس کی یہ شیعہ عالم زبردست تائید وتاکید کر رہا ہے اور شیعہ لوگ مدتِ مدید اسی عقیدے پر جیتے اور مرتے چلے آ رہے ہیں۔

لیکن خمینی آج کے ان زعماء اور شیعہ رہنماؤں میں سے ہے جس نے اس عقیدے سے خروج کیا ہے اور وہ یقین رکھتا ہے کہ موجودہ شیعہ کے لئے یہ بات ممکن ہے کہ وہ کسی کو ولایتِ فقیہ کے نام پر امامِ غائب کا نائب مقرر کر لیں، اور وہ اس بات کا بھی یقین رکھتا ہے کہ شیعہ فقہاء میں اب امت کی اس قیادت کے خصائص پیدا ہو چکے ہیں جن کی بابت اب تک ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ امامِ معصوم کے خصائص میں سے ہے۔

چنانچہ خمینی نے دعوی کو ثابت کرنے کے لئے متعدد قواعد وضع کئے اور انہیں جائز قرار دیا تاکہ اپنے متبعین اور پیروکاروں کو اس بات پر مطمئن کر سکے کہ اس باب میں درست اور صائب رائے اور فہم خود آں جناب کا ہے جبکہ سلف صالحین اس میدان میں ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ پھر متعدد کتابیں اور مقالات لکھ اس دعوی کو قطعیت کی حد تک پہنچانے کی سرتوڑ

---

❶ مکیال المکارم: ۲/ ۲٤٠ .

❷ مکیال المکارم: ۲/ ۲٤٠ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوشش کی۔ اس باب میں آنجناب کی سب سے مشہور کتاب الحکومۃ الاسلامیۃ سے جو خاص اس موضوع پر مبنی ہے۔

ذیل میں ہم موصوف خمینی کی چند تحریریں قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں جن میں موصوف ''ولایتِ فقیہ'' کے زیر عنوان امام غائب کی طرف سے کسی شیعہ فقیہ کی نیابت کا نظریہ اور اس کے قواعد بیان کرتا ہے۔ یعنی ''اقامتِ حکومت اور قیادتِ امت'' کے باب میں امامِ غائب مہدی کی طرف سے شیعہ فقیہ کی نیابت کا نظریہ۔

یہ قضیہ دو مباحث پر مشتمل ہے:

مبحث اول: موصوف خمینی کی کتاب ''الحکومۃ الاسلامیۃ'' کے تناظر میں ولایتِ فقیہ کا نظریہ۔

مبحث دوم: ولایتِ فقیہ کا تطبیقی پہلو۔

مبحث اول: کتاب ''الحکومۃ الاسلامیۃ'' میں نظریہ ولایتِ فقیہ

گزشتہ میں ہم یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ شیعہ عقیدہ اقامتِ حکومت، یا بیعتِ حاکم یا مہدی کے خروج سے قبل حاکم کے خلاف خروج کو حرام قرار دیتا ہے۔

اب پہلا مسئلہ ایسی حکومت کی اقامت کے حرام ہونے کا ہے جس کا سربراہ امام معصوم نہ ہو، تو ان لوگوں نے صاف صاف اس عقیدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور حاکمِ وقت کے خلاف خروج کر کے اپنے لئے ایک حکومت قائم کی ہے اور ایک ایسے حاکم کی بھی بیعت کر لی ہے جو نہ تو معصوم ہے اور نہ من جانب اللہ نامزد اور تعینات ہے۔

تب پھر اس مشکل سے جان چھڑانے کیلئے انہوں نے ''ولایتِ فقیہ'' کے عنوان سے (نظریہ ضرورت کے تحت) ایک نظریہ تراش لیا، اور اسی نظریہ پر عصرِ حاضر میں اپنی نئی حکومت کی بنیاد قائم کی، اور ایک نیا کام یہ کیا کہ قیادتِ سیاسیہ اور قیادتِ دینیہ کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا، اور ایک ایسے آدمی کو سربراہ مملکت قرار دیا جس کی لوگ بیعت کریں گے جبکہ فقہائے طائفہ میں سے ایک کو مملکت کے امورِ دینیہ کا مسئول اور سربراہ مقرر کر دیا، اور اس کا انتخاب بھی چند افراد پر مشتمل ایک کمیشن کرے گا جس کا نام مجلس ماہرین قیادت رکھا گیا۔

یہ کارروائی مذہب سے میل نہ کھاتی تھی لیکن اس کے باوجود ایک اٹل اور ناقابلِ انکار حقیقت بنا دی گئی، اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ درحقیقت یہ مذہب کے نام پر خود مذہب کے خلاف ایک انقلاب تھا۔

اِن کے اور اُن اہلِ سنت کے عمل کے درمیان اب کوئی فرق نہ رہ گیا تھا جن پر تہمتیں لگاتے اور کافر تک قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اہل سنت تو ایسوں کی بیعت کرتے چلے آئے ہیں جو نہ تو معصوم ہوتے اور نہ من جانب اللہ نامزد ہوتے۔ اور اہل سنت اس کی ایک ایسے وقت میں بیعت کر رہے ہوتے جبکہ بقول ان اثنا عشری شیعہ حضرات کے ایک ظاہر امام معصوم بھی صفحہ ہستی اور روئے زمین پر موجود اور زندہ و جاوید ہوتا ہے، اور بقول انہی اثنا عشریوں کے بالیقین اس بیعت کو ہونا آنکھوں سے دیکھ بھی رہا ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس سب کے باوجود ان لوگوں نے اس انقلاب کے جواز کے جہاں متعدد قواعد وضع کیے وہیں کئی وجوہات جواز بھی تراشیں تاکہ طائفہ اثنا عشریہ کو اس انقلاب کی بابت مطمئن کیا جا سکے۔ تاکہ مذہب کے نام پر خود مذہب کے خلاف برپا کیے جانے والے اس انقلاب کو جائز قرار دیا جا سکے۔ باوجودیکہ یہ ان کے آئمہ کی طرف منسوب نصوص کی صریح مخالفت تھی جن سے خروج اس طائفہ کے لیے کسی بھی حال میں جائز نہ تھا۔ اگر ان کا اپنے آئمہ پر ایمان ہے''۔ [61]

اس انقلاب کی قیادت معاصر شیعہ رہنما خمینی کے ہاتھ میں تھی، لازم تھا کہ وہ اس انقلاب کو جواز کا لبادہ پہنانے کے لیے کچھ قواعد اور کچھ وجوہات جواز تراشتا؛ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ ذیل میں اس کی قدرے تفصیلی بیان کی جاتی ہے اور ان دونوں مسائل میں خمینی صاحب کے ساتھ کچھ گفتگو بھی کی جاتی ہے۔

پہلا مسئلہ: خمینی کے نزدیک انقلاب کا عذر اور وجہِ جواز

الف: اعذار اور وجوہِ جواز:

خمینی اس بات کو شد و مد کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ ایک شیعہ حکومت کا قیام ازحد ناگزیر تھا حالانکہ یہ ان کے ایک ہزار برس سے زیادہ پرانے عقیدہ و ایمان کے صریح مناقض تھا۔

ذیل میں اس بارے جناب خمینی کے چند اقوار ملاحظہ ہوں۔

۱۔ آج جبکہ یہ دورِ غیبت ہے۔ کسی ایسے معین شخص کے بارے میں کوئی نص نہیں ملتی جو امور دینیہ کو سنبھالے۔ تو پھر آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟

۲۔ کیا ہم احکامِ اسلامیہ کو ترک کر دیں اور انہیں معطل پڑا رہنے دیں؟

۳۔ یا ہم اسلام سے برگشتہ اور روگرداں ہو جائیں؟

۴۔ یا ہم یہ کہہ لیں کہ اسلام تو صرف دس صدیوں تک کی رہنمائی کیلئے آیا تھا جو گزر گئیں اور بس! اور بعد کے زمانے اسلام کی قیادت سے محروم مہمل اور بیکار پڑے رہیں گے؟

۵۔ یا پھر یوں کہیں کہ اسلام نے تنظیم دولت کے امور کو بے آسرا رکھ چھوڑا ہے؟

۶۔ حالانکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ حکومت کا نہ ہونا دراصل یہ اسلامی سرحدوں کا ضیاع اور ان کو توڑنا ہے۔ یعنی ہم اسلام کو خود اپنی سرزمین پر بے یار و مددگار چھوڑ دیں۔ کیا ہمارا دین ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے؟

[61] اور رہے ہم اہلِ سنت والجماعت تو ہم سرے سے ان جملہ روایات کو ہی درست نہیں مانتے۔ ہمارا مقصود یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ یہ لوگ مذہب قائم رہنے کے دعویٰ کے باوجود کس طرح خود اپنے مذہب کے خلاف حیلے اور عیاریاں و مکاریاں کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔ کیا حکومت انسانی حیات کی ضروریات میں سے نہیں؟ ❶

۸۔ ایک جگہ جناب خمینی لکھتے ہیں: ہمارے امام مہدی کی غیبت کبری پر ہزار برس سے زیادہ بیت گئے؛ اور یہ طویل زمانہ اور مدتِ دراز امام منتظر کے مقدوم، ظہور اور خروج کی مصلحت پوری ہونے سے قبل گزریں گے۔ تو کیا:

۹۔ تو کیا پھر احکامِ اسلامیہ [معطل] بیکار پڑے رہیں؟

۱۰۔ اور اس تمام عرصہ کے دوران ان لوگ شتر بے مہار کی طرح جو چاہے کرتے پھریں؛ کیا یہ انارکی، شرانگیزی، قتل وغارت اور بدترین ہنگامہ آرائی کو دعوت نہیں؟

اس مقام پر ہمارا یہ سوال بالکل برمحل اور بدیہی ہے کہ پیغمبرِ اسلام جن قوانین کی پکار سنائی اور تئیس برس تک ان کی نشر واشاعت میں کوشاں رہے، کیا وہ سب کچھ بس اتنی مختصر سی مدت کے لئے تھا؟ اور کیا رب تعالیٰ نے شریعت کو فقط صرف دوصدیوں کی حیات سے نوازا تھا؟

میری نگاہ میں یہ عقیدہ اس عقیدہ سے بھی زیادہ بدتر ہے کہ اسلام منسوخ ہو چکا ہے۔ ❷

۱۱۔ پھر خمینی کہتا ہے: تب پھر جو شخص کہتا ہے کہ ہمیں کسی حکومتِ اسلامیہ کی تشکیل کی ضرورت نہیں، تو دراصل وہ احکام اسلام کے تنفیذ کی ضرورت کا انکار کرتا ہے، اور احکام اسلام کو معطل اور جامد کرنے کا داعی ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہ دین اسلام کی جامعیت وابدیت کا بھی انکاری ہے۔ ❸

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ باتیں ایک ایسے شخص کے منہ کے بے حد عجیب اور باعثِ حیرت ہیں جو مدعی ہو کہ میں اثنا عشری شیعہ عقیدہ رکھتا ہوں۔ کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک تو منصبِ امامت منصب الٰہی ہے۔ یہ اللہ ہی ہے جو اس منصب کے لئے اس بندے کو چنتا ہے جو اس کا اہل ہو؛ انتخاب کا یہ اختیار بندوں کے پاس نہیں۔

تب پھر اس زمانہ میں ان لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ خود اس کا انتخاب کرتے ہیں؟۔

امام کا انتخاب لوگ کریں گے، یہ تو اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے نا کہ اثنا عشری شیعہ کا۔ ایک طویل زمانہ سے یہی شیعہ اہلِ سنت پر اس بابت طعن کرتے چلے آرہے تھے اور ان کی یکے بعد دیگر حکومتوں کو تکفیر وتحریم کی نگاہ سے دیکھتے آرہے تھے۔ تب پھر خود ان کا حکم کیا ہوگا جنہوں نے ایک غیر معصوم اور غیر پیغمبر وامام کو منصبِ امامت پر بٹھا دیا ہے؟

کیا ان کا یہ عمل تو شریعت ٹھہرے، اور اہلِ سنّت کا یہی عمل جرم ٹھہرے؟

یہ کیسا انصاف ہے؟؟

ب: خمینی اعذار ووجوہات پر ایک نظر:

❶ الحكومة الاسلامية، ص: ٤٨ .

❷ الحكومة الاسلامية، ص: ٢٦ .

❸ الحكومة الاسلامية، ص: ٢٦-٢٧ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا۔ خمینی صاحب کا یہ کہنا کہ: آج جبکہ یہ دورِ غیبت ہے۔ کسی ایسے معین شخص کے بارے میں یہ نص نہیں ملتی جو امور دینیہ کو سنبھالے۔ تو پھر آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟

ہم پوچھتے ہیں کہ: تمہارے آئمہ سے کسی معین شخص کی بابت کوئی نص کیوں نہیں ملتی حالانکہ تمہیں لوگوں نے تو رب تعالیٰ پر اس بات کو واجب ٹھہرایا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں کو بدون کسی امام کے نہ چھوڑے گا؟

تب پھر حسن عسکری کی وفات اور ان کے فرزند کی روپوشی کے بعد رب تعالیٰ نے کسی دوسرے آدمی کو منصبِ امامت پر متعین کیوں نہ کیا؟

اور تقریباً بارہ سو برس تک لوگوں کو نگرانی ونگہبانی کے بغیر کیونکر چھوڑ دیا حالانکہ تم خود اس بات کا انکار کرتے ہو کہ ایک پیغمبر اپنے بعد کسی خلیفہ کو تعینات کے بغیر نہیں مر سکتا کہ مبادا امت ضائع نہ ہو جائے؟

اور تم کیونکر نبی کریم ﷺ پر اس بات کو لازم کرتے ہو کہ وہ ایک وصی کو متعین کرے جو اس کا قائم مقام ہوتا کہ وہ دین وامت دونوں کی حفاظت ونگرانی کرے۔ پھر تم خود جناب مہدی پر اس بات کو لازم نہیں کرتے کہ وہ کسی دوسرے امام کی وصیت کرے جو اس کی جگہ فائز ہو اور امت و دین دونوں کی اس وقت تک حفاظت و رعایت کرے؛ حتی کہ وہ اس قدر طویل غیبوبت و فرار سے لوٹ آئے؟

خود خمینی یہ کہتا آیا ہے کہ: ہم ولایت کے عقیدے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی پر خلیفہ کی تعین لازم ہے، اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا بھی ہے۔ ❶

سو خمینی صاحب نبی کے ذمہ تو خلیفہ کی تعین لازم قرار دیتے ہیں جبکہ ان کے مزعومہ موصوف مہدی کو اس ذمہ داری سے بری بھی قرار دیتے ہیں؟

ایک معاصر شیعہ عالم آیت اللہ حسین منتظری جس کی بابت یہ بات طے کر دی گئی تھی کہ خمینی کی وفات کے بعد وہ اس کا قائم مقام ہوگا۔ لیکن افسوس ولایت الفقیہ کے نظریہ سے معارضہ کرنے کی بنا پر اسے اس منصب پر فائز نہ کیا گیا، غرض موصوف یہ شیعہ عالم کہتا ہے کہ:

کیا عقل اس بات کو ماننے پر تیار ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی عقل، اور فراست پھر نبوت و رسالت سے متصف ہونے کے باوجود؛ پھر اسلام کی نشر واشاعت کا زبردست اہتمام کرنے کے باوجود، دین وامت کو رائیگاں چھوڑ دیا ہو، اور اپنے بعد کی قیادت کو بیکار ٹھہرایا ہو، اور اس بارے مسلمانوں کو کسی بھی حکم کا مکلّف نہ بنایا ہو؟۔

اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ ایک چھوٹے سے گاؤں کا چوہدری بھی کسی دور نزدیک کے سفر وقتی پر جاتے وقت اپنے پیچھے کسی نہ کسی کو اپنا نائب ضرور مقرر کر جاتا ہے تاکہ اسکے سفر اور عدم موجودگی کے عرصہ میں گاؤں والے پیش آمدہ امور میں اس کی طرف رجوع کریں، اور وہ خود بھی اس بات کی تاکید کر کے جاتا ہے کہ میری پیچھے اس کی طرف رجوع کرنا۔ ❷

❶ الحكومة الاسلامية، ص: ۹ . ❷ دراسات في ولاية الفقية وفقه الدولة الاسلامية: ۱/ ۴۸ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی اثنا عشری شیعوں کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر پر واجب تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو امت پر خلیفہ بنا جائے، اور ان کے نزدیک جناب رسول اللہ ﷺ نے اور بعد کے سب آئمہ نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ مہدی کا زمانہ آیا پھر وہ کسی کو اپنا نائب اور خلیفہ کئے بنا ہی ایسا فرار اور غائب ہوا کہ بارہ سو برس سے زیادہ گزر گئے !!!!!

اور باوجود یکہ گاؤں کا ایک چودھری وقتی غیوبت اور سفر وغیرہ کے مواقع پر کسی نہ کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے جاتا ہو جیسا کہ شیخ منظری نے کہا ہے، اور شاید اس موقع پر خود موصوف منتظری کو بھی یہ یاد نہ رہا ہوگا کہ ہمارا مزعوم مہدی کسی کو اپنا نائب مقرر کئے بغیر بارہ سو برس سے زیادہ سے فرار اور لاپتہ ہیں۔ تب پھر ہم یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ امام منتظر پر اور موصوف منتظری پر یہ حقیقت الم نشرح ہونے سے کیونکر رہ گئی ؟!!

ہم اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں: یہ تراشا ہوا باطل عقیدہ ہے جس کے بقول رب تعالیٰ کے حکم سے امامت اہلِ بیت نبوت میں ہی رہے گی۔ کیونکہ اگر رب تعالیٰ نے اس بات کا ارادہ کیا ہوتا تو امام کی نسل منقطع نہ ہوتی اور رب تعالیٰ اس امامت کو قائم رکھتا اور اس کی نصرت و حفاظت کرتا۔ حتی کہ یہ امامت اس دور تک بھی باقی رہتی۔ ❶

---

❶ شیخ منتظری کے وجوبِ وصیت کے دعوی پر ایک نظر یہ۔

یہ تھا شیخ منتظری کا کلام اور اس کے دلائل عقلیہ۔ اب ذیل میں اس بابت اہلِ سنت کا عقیدہ ملاحظہ ہو جو اس مزعوم دعوی کے رد پر مشتمل ہے:

۱۔ اہلِ سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ چونکہ نبی کریم ﷺ طبیعت بشریہ کو جانتے تھے اور آپ ﷺ کے قلب مبارک میں انسانیت کا بے حد احترام تھا، اسی لئے آپ ﷺ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہ کیا تھا، کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ خلیفہ نامزد کرنا لوگوں کو اس طرز اور منہج کی طرف لے جائے جس کی انتہا باہمی قتال اور فتنہ پر جا کر ہوگی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی بیس سے زیادہ برس تک روحانی اور اخلاقی تربیت کرنے کے بعد یہ امر ان کے حوالہ فرما دیا کہ وہ جسے امارت و خلافت کا اہل دیکھیں اسے اپنا امیر اور خلیفہ چن لیں، اور منصبِ امامت کی ذمہ داری آپ ﷺ نے خود اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کندھوں پر ڈالی۔ زمانہ گواہ ہے کہ یہ اسلوب امت کی امامت وحکومت کے لئے زیادہ موزوں اور مناسب رہا ہے اور رہے۔ انسانیت اپنی طویل ترین بشری تاریخ گزارنے کے بعد آج اسی دروازے پر آ کر کھڑی ہوگئی ہے۔ مغربی معاشرے اپنی ان گنت اور لامتناہی جنگوں کے بعد جو قتل و غارت کی لرزہ خیز داستانوں سے لبریز ہے؛ اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ خود لوگوں کا اپنے حاکم چننا یہ حکومت کے لئے سب سے عمدہ طرز ہے۔

اگرچہ آج اس نظریہ کی تطبیق کے دلائل اور ماخذ بھی موجود ہیں لیکن خود بشری تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ انسانی تاریخ کا سب سے عمدہ طرز اور اسلوب یہی ہے۔ اس لئے تو عصر حاضر میں خود شیعہ فقہاء نے ولایت فقیہ کی حکومت کے قیام میں اسی اسلوب کو اختیار کیا ہے جیسا کہ مبحثِ دوم میں اس کی تفصیل آرہی ہے گو کہ یہ لوگ خود اپنے انتخاب سے مطمئن نہیں ہیں۔

۲۔ نبی کریم ﷺ نے وصیت کو مطلق ترک نہیں فرمایا، بلکہ آپ ﷺ نے افراد و اشخاص کی تربیت فرمائی، انہیں اپنے قریب کیا ان کے مرتبہ کو بلند کیا، اور ان میں سے ایک شخص کو مقدم کیا، اپنے قریب کیا، حتیٰ کہ وہ سفر و حضر، لیل ونہار، خوشی و غمی، غرض ہر حال میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہا۔ یہاں تک آپ ﷺ کے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر بھی لازم ہوگیا، اور لوگ اس شخص کے مقام و مرتبہ اور رتبہ و فضیلت سے خوب واقف ہوگئے۔ بلاشبہ یہ عظیم شخص جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے جملہ رفقاء میں سے ان کا انتخاب فرمایا تاکہ وہ بعثتِ نبوی کے بعد سب سے بڑے واقعہ میں آپ ﷺ کے رفیق بنیں، اور یہ وہ عظیم واقعہ تھا جو اسلام کے تاریخ میں ایک نیا موڑ ثابت ہوا، اور یہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا واقعہ ہے جو اس امت کی تاریخ کا دیباچہ اور آغاز بنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى [حاشیہ جاری ہے]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[..... بقیہ حاشیہ]:

وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبة: ٤٠)

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

آپ ﷺ کا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رفاقت کے لئے چننا ایک اتفاقی امر اور بے وجہ بات نہ تھی بلکہ یہ ایک قصدی اور مرتب امر تھا، اور یقیناً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ وحی کی روشنی میں ہوا ہو۔

محلِ استدلال: اس واقعہ نے اس منتخب شخص کا رتبہ ایسا بلند کیا کہ پھر اس رتبہ و مرتبہ نے پھر تنزلی نہ دیکھی۔ پھر آپ ﷺ نے اس شخصیت کی دختر نیک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے عقدِ نکاح میں لے کر دوسری مرتبہ عزت و فضیلت سے نوازا اور بلندی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز کیا۔ تاکہ ان کی بیٹی ام المومنین کے عظیم ترین مقام سے سرفراز ہو۔ پھر اس بلندی درجات کے سلسلہ کا خاتمہ اس امر پر کیا کہ اپنے مرض وفات میں نماز کی نیابت و امامت اسی شخصیت کے سپرد فرمائی کہ وہ لوگوں کو آپ ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کی نیابت میں نماز پڑھائیں۔ حمزہ بن عبداللہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: جب نبی کریم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ سے نماز پڑھانے کی بابت درخواست کی گئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کی نماز پڑھائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''ابوبکر نرم دل ہیں، قرأت کرتے ہیں تو گریہ غالب آ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں ہی کہو کہ نماز پڑھائیں، جب سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات پھر دہرائی تو فرمایا: انہیں ہی کہو کہ نماز پڑھائیں بے شک تم عورتیں (حضرت) یوسف علیہ السلام کی ساتھی عورتوں جیسی ہو۔'' صحيح البخاري: ٦٥٠- وفي صحيح مسلم عن ابي موسى رضی اللہ عنہ۔

حضرات شیخین نے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کی ہے۔ اور بخاری و مسلم کے علاوہ علمائے سنت نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے یہ رویے اس بات کی واضح دلیل تھے کہ آپ ﷺ اپنے بعد جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ اس بارے میں ایک پروانہ بھی لکھ دینا چاہتے تھے، لیکن پھر آپ ﷺ نے یہ ارادہ محض اس وجہ سے ترک فرما دیا کہ امت جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو اپنا خلیفہ بنانے پر راضی ہی نہ ہو گی۔ پھر وہی ہوا جو آپ ﷺ نے چاہا تھا۔

صحیح بخاری میں ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی کریم ﷺ نے اپنے مرضِ وفات میں ارشاد فرمایا: ''میں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ میں ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلواؤں اور ان کے لئے ایک عہد لکھ دوں کہ مبادا کہنے والے کہنے لگیں اور امنگوں والے امنگیں کرنے لگیں ، لیکن پھر میں نے جی میں کہا کہ: ''نہ تو اللہ یہ بات مانے گا (کہ ابوبکر کے علاوہ کوئی اور خلیفہ بنے) اور نہ مومن مانیں گے، یا (اس کے برعکس فرمایا کہ: نہ مومن مانیں گے اور نہ اللہ مانے گا)''۔ [صحيح البخاري: ٥٣٤٢ .]

چنانچہ نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد امت نے جناب ابوبکر کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ نہ بنایا۔ نبی کریم ﷺ نے اس امر کی طرف دسیوں بار پہلے سے اشارہ فرما دیا تھا۔ حتی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ بات آفتابِ نیم روز کی طرح روشن اور عیاں تھی اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کسی دو افراد کا بھی اختلاف نہ تھا۔ اگر اس بارے کسی قسم کا غموض رہ جاتا، یا کوئی اور جناب ابوبکر ﷺ سے زیادہ افضل ہوتا، تو یہ امر کبھی بھی بلا اختلاف و نزاع طے نہ ہو پاتا۔ کیونکہ مختلف قبائل و طبائع کے بارہ ہزار سے زیادہ لوگوں کا، جن کے متعدد میلانات اور رجحانات تھے؛ نبی کریم ﷺ کے وفات پا جانے کے بعد بلا تردد کسی ایک شخص کی خلافت پر اتفاق و اطمینان کرنا اس بات کی واضح ترین دلیل ہے کہ خود دربار نبوت سے ان کی خلافت کے قرائن کا اجراء ہوا ہے۔ کیونکہ اس قدر لوگوں کا ایمانی اطمینان و قناعت یا جبری اکراہ، یا مالی منفعت کی لالچ کے بغیر کسی امر پر متفق ہونا عموماً محال عادات میں سے ہے۔ اور رہی دوسری دو باتیں یعنی جبری اکراہ یا مالی منفعت کا لالچ تو وہ بھی محال اور ناممکن ہیں۔ کیونکہ تاریخ ان میں سے کسی ایک بات کا بھی خبر نہیں دیتی، اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ متعدد روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ یہ بیعت بڑے حسنِ اسلوب اور سہل طریق سے پایہ تکمیل کو پہنچی تھی۔ جس سے یقینی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[بقیہ حاشیہ]

طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ اس میں ایمانی عنصر کا سو فی صد دخل تھا۔ اور یہ بیعت ان نبوی ارشادات میں ہوئی تھی جو قریب تھا کہ صریح نص کی حیثیت اختیار کرجاتے۔ پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رحلت فرماتے ہیں تو لوگوں نے ان کے لئے جوارِ رسالت کو چنا اور انہیں نبی کریم ﷺ کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔ یاد رہے کہ رب تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ وہ اپنے نبی کے جوار کے لئے ایک ایسے شخص کو چنتا کہ جو خود اسے تو ناپسند ہوتا جبکہ اہلِ اسلام آکر جب بھی نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجتے تو اس پر بھی سلام بھیجتے، اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا!!!

ابو حازم کہتے ہیں کہ: جناب علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ سے جنابِ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم اور ان دونوں بزرگوں کے حضرت رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں مقام و مرتبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ان دونوں بزرگوں کا نبی کریم ﷺ کے ہاں ویسا ہی مرتبہ تھا، جیسا کہ آج ان دونوں کا مرتبہ ہے کہ دونوں جنابِ رسالت مآب ﷺ کے پہلو میں دفن ہیں''۔ تاریخ دمشق: ۴۴/ ۳۸۲.

۳۔ نبی کریم ﷺ اپنے پیچھے سب سے بڑا خلیفہ اور بڑا حاکم چھوڑ گئے ہیں، خبردار! غور سے سن لو کہ یہ اللہ کی وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے تاکہ یہ کتاب قیامت تک اس امت کی ہادی و رہنما رہے۔ سو جب بھی یہ امت ذرا بھی کج رو ہو، یہ اسے سیدھی راہ پر لے آئے۔ بیشک یہ کتاب ہمیشہ سرسبز و شاداب، تروتازہ و زندہ اور رب تعالیٰ کی حکم سے محفوظ اور سلامت ہے اور رہے گی اور اہلِ ایمان ہمیشہ اس کی طرف رجوع کرتے رہیں گے۔ طلحہ بن مصرف فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے کوئی وصیت فرمائی تھی؟۔ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا کہ: تو پھر نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو کیونکر وصیت نہ فرمائی؟ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی کتاب کی وصیت فرمائی ہے۔ [البخاری: ۲۵۸۹، صحیح مسلم: ۱۶۳۴.]

اس روایت میں سائل شخص معین کی بابت وصیت کا سوال کرتا ہے جس کا جواب اسے نفی میں ملتا ہے پھر سائل بوقت وفات وصیت کی بابت پوچھتا ہے کہ بھلا اس وقت میں آپ ﷺ نے کیونکر وصیت نہ فرمائی؟ تو اس کا جواب اسے یہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے کتاب اللہ کی وصیت فرمائی تھی۔ جو سب سے بڑی وصیت ہے۔

۴۔ اگر اپنے بعد کسی کی خلافت کی وصیت کر جانا ارکانِ دین میں سے ہوتا تو آپ ﷺ کبھی بھی اسے ترک نہ فرماتے، اور آپ ﷺ اس کو از حد واضح کر کے بیان فرماتے، اور کسی انسان کے لئے اس کا اخفاء ممکن نہ ہوتا، کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع، نبی کریم ﷺ کی کسی دوسرے کے لئے وصیت معدوم ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔

اور آپ ﷺ نے کوئی وصیت ذکر فرمائی ہوتی تو اسے بھی دیگر احادیث کی طرح روایت کیا جاتا۔ کیونکہ لاکھوں لاکھ لوگوں کا وصیت کے جواز پر یکجا ہونا، جس کی ابتداء خیار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہو اور انتہا ان عربوں پر ہو جن کے دلوں میں ابھی تک اسلام جیسا کہ چاہیے تھا، پوری طرح اترا نہ ہو، کہ یہ باطل ترین قول ہوگا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر سقیفہ بنی ساعدہ میں جملہ انصار کے روبرو بیعت کی گئی، اور سوائے حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی اس بیعت سے پیچھے نہ رہا کیونکہ وہ خود اس منصب کی طمع رکھتے تھے، تب پھر وصیت کے عقیدے کے قائل ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ جملہ انصار اس منصب سے محروم رہے۔ اگر انہیں ایسی کسی وصیت کا علم ہوتا تو وہ کبھی بھی جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر راضی نہ ہوتے کہ ان کے کسی انصاری کے لئے بیعت کر لینے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے یہ امر چھین لیتے۔ اضافی طبائع ایسی کیسی بات پر کبھی تیار نہیں ہوتیں اگر ان حضرات کو اس بات پر یقین واطمینان نہ ہوتا کہ جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رتبہ و مرتبہ خود حضرت رسالت مآب ﷺ نے بلند فرمایا تھا۔

۵۔ نبی کریم ﷺ کے انتقال اور جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے استخلاف کے بعد جزیرہ عرب کی سب بستیوں اور شہروں میں بدترین ارتداد پھیلا، اور سوائے تین شہروں، مکہ، مدینہ اور طائف کے کہیں اسلام باقی نہ رہا تو جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کرنے اور انہیں اسلام کی طرف پھیر لانے کے لئے کمر کس لی اور فوجوں کو تیار اور ہتھیار بند کر لیا۔ تب پھر اگر یہی ارتداد معاذ اللہ خود جناب صدیق اکبر سے سرزد ہوا ہوتا تو یہ لشکر کبھی بھی آپ کی اطاعت نہ کرتے اور برملا یہ کہتے ہیں: بھلا آپ مرتدین سے کیونکر لڑنے چلے ہیں جبکہ آپ تو خود مرتد ہو چکے ہیں، اور تو اور خود مرتدین یہ کہتے ہیں کہ: آپ ہم سے کس منہ سے لڑتے ہیں آپ بھی تو مرتدین میں سے ہیں؟ اگر ایسا کوئی واقعہ ہوا ہوتا تو تاریخ کے اوراق اسے ضرور محفوظ کر لیتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے استخلاف کی برکات کا مشاہدہ زمین وآسمان دونوں نے کیا۔ چنانچہ آپ نے امت کی قیادت سنبھالی۔ اپنے رفقاء صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ زمین کو فتح کیا حتیٰ کہ معمورہ عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا، اور یہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم تربیت کا منہ بولتا ثبوت اس کی حقیقی کامیابی اور رب تعالیٰ کے اس وعدہ کا پورا ہونا تھا۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَ هُمْ رٰکِعُوْنَ ○ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○﴾ (المائدہ: ۵۴ ـ ۵۶)

''اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت؛ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست بنائے؛ تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی غالب ہونے والا ہے۔''

بلاشبہ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب امت میں ارتداد سر اٹھائے گا۔ تو رب تعالیٰ ان مرتدوں کی جگہ اوروں کو لے آئے گا۔ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی کبھی بھی نہ ہوگی۔

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرلے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ارتداد کا وقوع ہوا تھا؟

تو ہم یہ جواب دیں گے کہ اگر معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ارتداد کا ارتکاب ہوا ہوتا تو رب تعالیٰ ان کی جگہ اوروں کو لے آتا جو ان سے پرچم اسلام کو لے لیتے۔ کیونکہ ایسی بات کا وعدہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

سو جب رب تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی ایک کو بھی لے کر نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ ان پاکیزہ نفوس میں سے کوئی بھی اس گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ پھر جب ہم دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں ان مرتدین سے لڑتے صرف صحابہ رضی اللہ عنہم ہی نظر آتے ہیں۔

سو جب یہ الٰہی وعدے دورِ خلفائے راشدین میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے وقوع پذیر نہیں ہوئے تو پھر اس وعدۂ الٰہی سے کون مراد ہیں؟ اور یہ وعدہ کہاں پورا ہوا ہے؟ اور جو بھی ان حضرات سے لڑا ہے رب تعالیٰ نے انہیں ان پر غلبہ ونصرت عطا فرمائی ہے، تو ہم نے جان لیا کہ یہی رب تعالیٰ کی وہ جماعت ہیں جن سے اس نے غلبہ ونصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ رب تعالیٰ سے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ○﴾ (الصف: ۸ ـ ۹)

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر ناپسند ہی کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے، اگرچہ مشرک ناپسند ہی کریں۔''

تو ہمیں اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کافر دین اسلام کو غالب آنے سے روکنے کی چاہے جتنی کوششیں کرلیں، یہ اسلام غالب آکر رہے گا کیونکہ وعدہ الٰہی کی کبھی خلاف ورزی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس میں تاخیر ہوتی ہے، اور اگر اس وقت رب تعالیٰ اپنے دین کی نصرت نہ فرمائی تو کفار ومشرکین کا ارادہ پورا ہوتا تاکہ ہم رب تعالیٰ کا ایسا کوئی اعتقاد رکھیں۔

پھر جب ہم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان واقعات کو دیکھتے ہیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ یہ حضرات رب تعالیٰ کا وہ وسیلہ تھے جن کے ذریعے اس دین کو غالب فرمایا۔ انہی حضرات کے ہاتھوں ان کے دور میں اکثر قوموں اور امتوں پر اسلام غالب ہوا۔

تب پھر ان پاکیزہ ہستیوں کے ہاتھوں وہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی ہے جو بتلاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی کیسی عمدہ تربیت فرمائی تھی۔ پھر ان حضرات کا ایک شخص معین کا احترام نہ کرنا بلکہ مختلف مواقع میں ان حضرات کا جناب [...... حاشیہ جاری ہے]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن آج یہ شیعہ حضرات یہ چاہتے ہیں کہ وہ روپوش مہدی کی خطا کو درست کرتے ہوئے ایک نئے امام کو قائم کریں جو اس کا نائب ہو۔ حتی کہ وہ طویل ترین ہو جانے والی سیاحت سے لوٹ آئے جس کی وجہ سے شیعہ لوگ شدید مایوسی کا شکار ہوئے جاتے ہیں، اور یہ انتظار نا امیدی اور گرانی کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

خود دیکھ لیجئے کہ آج یہ شیعہ حضرات اسی انتخاب کی بنیاد پر ایک حکومت بنائے بیٹھے ہیں جس پر یہ اہلِ سنت پر انکار کیا کرتے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ یہ حکومت اس امامت الٰہیہ کے دعویٰ کے متناقض جس کے لیے انہوں نے خود قواعد تراشے ہیں۔ اس کی قدرے تفصیل گزر چکی ہے۔

اب ہم دوبارہ اپنی پہلی بات کی طرف لوٹتے ہیں: اب ہمارا سوال امت سے روپوش ہو جانے والے اس مہدی کے بارے میں ہے؛ جس کا کوئی حقیقی وجود نہیں۔ لیکن پھر بھی ہم طائفہ اثنا عشری کے مذہب کے تناظر میں یہ کہتے ہیں کہ:

''جب موصوف مہدی روپوشی پر راضی ہو گئے باوجودیکہ رب تعالیٰ نے انہیں اس طائفہ کے اعتقاد کی روشنی میں امت کی قیادت کے منصب پر فائز کیا تھا، تو خود رب تعالیٰ ایسے بندے کی بھاگ جانے پر کیونکر راضی ہو گیا؟۔ جسے اس نے بندوں کی رعایت و نگہبانی پر متعین کیا تھا، اور وہ ان میں اس کے پیغمبر کا خلیفہ تھا، اور اب وہ تقریباً ایک ہزار سے زیادہ برس سے امت کو بے یار و مددگار اور بدون امام کے چھوڑ کر کہیں انجان جگہ پر چھپا بیٹھا ہے؟''

اگر تم یہ کہتے ہو کہ اسے قتل ہو جانے کا ڈر ہے!

تو ہم کہیں گے کہ اسے امامت کا مکلف اس اللہ نے بنایا ہے جو اس کی حفاظت پر قادر ہے۔ یہاں تک کہ وہ امام دین کو قائم کر دے۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ ایک بندے کو مکلف بنائے اس کی نہ تو حفاظت کرے اور نہ مدد؟؟؟ رب تعالیٰ نے یہ ذمہ لیا ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں کی مدد کرے گا۔ حتی کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کر دیں جس کے وہ مکلف بنائے گئے ہیں۔ اب تمہارے بقول امام رسول کا قائم مقام ہے۔ تو کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی حفاظت تو کرے پر ان کے نائبین کی حفاظت نہ کرے؟۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ (غافر: ۵۱)

''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی

[بقیہ حاشیہ......]: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی اختیار کرنا تو یہ امت کی توفیق کی ابتداء تھی جس نے ان فتوحات کے ذریعے اس کا پھل کاٹا جس نے اس امت کی بابت لب کشائی کرنے والے ہر ایک کی نگاہ خیرہ اور زبان گنگ کر کے رکھ دی، اور ان فتوحات کے نتیجہ میں روئے زمین کا ایک عظیم حصہ ان کے قدموں کی گرد راہ بنا۔ رہی وہ کوتاہیاں جو اہلِ ایمان میں بعد کے ادوار میں ظاہر ہوئیں تو ان کے ذمہ دار وہ خود ہیں، البتہ اللہ کا دین رب تعالیٰ کی حفاظت سے آج بھی محفوظ ہے۔ اہل ایمان جب بھی اس کا ارادہ کریں گے۔ وہ دین اور دین کا غلبہ ضرور پائیں گے۔ رب تعالیٰ اس کے ذریعے ان پر حجت قائم کر چکا ہے۔ رہا منصب امام کا یہ دعوی کہ رب تعالیٰ اس کی کوئی مدد و نصرت نہ کرے گا۔ اور پھر آخر میں اس امت کو چھوڑ کر بھاگ جائے گا؛ تو عقل سلیم اس قول کا انکار کرتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جب گواہ کھڑے ہوں گے۔''

معاصر شیعہ عالم محمد رضا المظفر کہتا ہے: امامت نبوت کی طرح رب تعالیٰ کا لطف و کرم ہے، لہٰذا ہر زمانہ میں ایک امام ہادی کا ہونا لازم ہے جو بشریت کی ہدایت کے باب میں وظائف نبویہ میں نبی کا خلیفہ ہو، اور وہ انسانیت کو دنیا و آخرت کی سعادت وفلاح کی طرف لے جائے...... پس امامت نبوت کا ہی استمرار ہے۔'' [عقائد الامامیه، ص: ٦٥]

لیکن بھلا امامت نبوت کا استمرار کیونکر ہوسکتی ہے کہ رب تعالیٰ آئمہ کی اس طرح مدد نہیں فرماتا جس طرح انبیاء علیہم السلام کی مدد فرماتا ہے، تاکہ یہ آئمہ وظیفہ انبیاء سرانجام دے سکیں؟

پھر رب تعالیٰ بندوں کو ایک ایسے امام پر ایمان لانا کیونکر لازم کرسکتا ہے جو اس امر کے سرانجام دینے سے عاجز اور قاصر ہو اور اپنے آپ کو بچانے کے لیے بھاگ کھڑا ہو چاہے دین ضائع ہوتا رہے؟

پھر کیا رب تعالیٰ کے نزدیک اس امام کی زندگی دین کے ضیاع اور بارہ سو سال سے ان گنت امت کی ضلالت و گمراہی سے بھی زیادہ اہم ہے؟

پھر رب تعالیٰ بھلا ایک ایسے امام کو کیونکر مخفی کرے گا جو بقول طائفہ شیعہ کے اس امت کی ہدایت کا مدار اور کسوٹی ہے؟ پھر رب تعالیٰ ایک ایسے امام کی حفاظت کرے گا بھی کیوں جو برس ہا برس سے خیر کا کوئی کام بھی تو نہیں کر رہا؟ تو کیا اس کے اور رب تعالیٰ کے درمیان عبودیت اور عبدیت کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے؟

پھر اس بندۂ خدا نے راہِ خدا میں ایسا کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے جو رب تعالیٰ ساری انسانیت کو چھوڑ کر ایک اسی کی حفاظت کرے؟

پھر کیا یہ دنیا دار الابتلاء اور دار الامتحان نہیں کہ جس میں رب تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تاکہ آخرت میں ان کے درجات بلند کرے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝﴾ (الملك: ١ ـ ٢)

''بہت بابرکت ہے وہ کہ تمام بادشاہی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہ غالب، بخشنے والا ہے۔''

پھر کیا حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تاریخ اقامتِ دین کی خاطر قربانیوں سے معمور نہیں رہی؟

تب پھر یہ امام اپنے خالق و مالک کی رضا اور خوشنودی کی خاطر قربانی دینے سے بچنے کے لیے اپنی جان بچا کر کیوں بھاگا، تاکہ اس کے فضل و کرم کا سزاوار بنتا؟ جیسا کہ انبیاء و مرسلین اور مجاہدین فی سبیل اللہ نے کیا؟!!!

رب تعالیٰ اپنے سب سے زیادہ محترم و مکرم پیغمبر سے، جو اپنی قوم سے دعوت کے آغاز میں ہی شدید تکلیفیں اٹھا رہا ہے، یہ ارشاد فرما رہے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (الاحقاف : ۳۵)

''پس صبر کر جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کر، جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا نہیں رہے۔ یہ پہنچا دینا ہے، پھر کیا نافرمان لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک کیا جائے گا؟''

رب تعالیٰ تو یہ فرما رہے ہیں کہ:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ (الاحقاف : ۳۵)

''پس صبر کر جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔''

یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ مشقت و ابتلاء سے واسطہ پڑے تو بھاگ کر چھپ جانا۔

پھر رب تعالیٰ نے ان کے مزعومہ مہدی کو ہزار برس سے زیادہ کی عمر دے کر خرق عادت کیوں بنایا؟ حالانکہ ان لوگوں کے ساتھ یہ خرقِ عادت نہ کیا جن سے امت نے بے پناہ فائدہ حاصل کیا اور یہی اس امام کی امامت سے مقصود تھا!!! یعنی افادۂ امت۔

یہ جملہ سوالات اس نو ایجاد کردہ شیعہ مذہب پر وارد ہوتے ہیں جس نے اس طویل ترین مدت تک شیعوں پر اس بات کو منع اور حرام قرار دیے رکھا کہ وہ امتِ اسلامیہ کے ہم نوا بنیں اور دلیل اس کی یہ ٹھہری کہ غیر معصوم کی امامت جائز نہیں۔

اب شیعہ قوم بیدار ہو چکی ہے، وہ اپنے آئمہ اور خود اپنی تاریخ کے محاسبہ کے لیے کمر بستہ ہو چکی ہے اور ان سب عقائد کے خلاف ان نظریات کے زیر سایہ انقلاب برپا کر رہی۔ جن کو شیعہ اثنا عشری عقیدہ کسی طور پر بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔

پھر لطف کی بات یہ بھی ہے کہ اس سب کے باوجود شیعہ کا گمان ہے کہ وہ اپنے عقیدہ پر اب بھی قائم ہے۔ حالانکہ اس کا موجودہ رویہ اور طرزِ عمل اس سابقہ شیعہ عقیدہ کے صریح خلاف ہے؛ چاہے یہ خروج خود سارے عقیدہ سے ہو یا تصحیح کے نام پر عقیدہ کے بعض پہلوؤں سے ہو۔

پھر اگر کسی فرد بشر کو اتنی طویل عمر دینا سنتِ الٰہیہ ہوتا تو اس سنت کے سب سے زیادہ مستحق جناب رسول اللہ ﷺ تھے۔ چنانچہ امام علی الرضا رحمہ اللہ، جو آئمہ اہلِ بیت میں سے ہیں، کے سامنے جب لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے والد فوت نہیں ہوئے تو انہوں نے صراحۃً ان سب کو جھٹلایا اور اس دعویٰ کی تردید کی۔

مشہور شیعہ عالم الکشی نے یہ روایت نقل کی ہے، وہ کہتا ہے: ''امام علی الرضا سے پوچھا گیا: لوگ آپ کے والد کے بارے میں توقف کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ فوت نہیں ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا: ''وہ جھوٹ بولتے ہیں، یہ لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنابِ محمد ﷺ پر اترنے والے کلام کے منکر ہیں، اگر اللہ کسی کی عمر زیادہ کرتے تو جنابِ محمد ﷺ کی کرتے۔'' ❶

۲۔ کیا احکام اسلام کو معطل چھوڑ دیا جائے؟:

(یہ خمینی کا دوسرا قول ہے): کیا تم لوگوں کا یہ مذہب نہیں کہ جب تک مہدی کا خروج نہیں ہو جاتا اسلام کو معطل کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد آج تک تمہارے اسلاف میں سے کسی نے بھی اسلام کی نصرت کے لیے ایک تنکا بھی توڑ کے نہیں دیا، بلکہ تمہاری روایات تو اہلِ بیت تک میں سے بھی کسی خروج کرنے والے پر یہ حکم لگاتی ہیں کہ وہ گمراہ اور لعنتی ہے۔ اب اس گمراہی کو کیا ہوا کہ جو تمہارے اسلاف کے نزدیک تو گمراہی تھی لیکن تم لوگوں کے نزدیک حق و صواب بن چکی ہے؟

تمہارے طائفہ کے علاوہ حضرات اہلِ بیت نے ہمیشہ ظلم و جور کے خلاف علم جہاد بلند رکھا ہے، سو تم لوگوں نے (نظریہ ضرورت کے تحت) ایسی ایسی روایات تراشیں جو خود ان آئمہ پر گمراہی کا حکم لگاتی ہیں تا کہ تم ان آئمہ کے عدم خروج کی وجہ جواز پیش کر سکو۔

یہ بات غیر معقول ہے کہ ایک غیر امام تو جہاد کی آواز بلند کرے۔ جبکہ انہی لوگوں میں کا امام ظلم کے آگے گھٹنے ٹیک دے اور اسے برضا و رغبت جھیلنے کو تیار بھی ہو جائے۔ بلکہ ظلم کے آگے جھک جانے کو شریعت اور رب تعالیٰ کے حق واجب میں کوتاہی کو عین اسلام قرار دے۔

لیکن جن لوگوں نے اب آ کر حکومت کے حصول کے لیے جنگ و جدال کو مشروع قرار دینے کے لیے نئے نئے عقائد تراشے ہیں وہ ان نام نہاد آئمہ کے دین کی نصرت نہ کرنے کا یہ جواز تراشتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ سے کام لیا تھا۔ چاہے دین ضائع بھی ہو گیا......!

رہے ہم اہلِ سنت تو ہم ان آئمہ اہلِ بیت کو اس جرم سے بری قرار دیتے ہیں اور تاکید سے کہتے ہیں کہ نہ تو وہ عقیدۂ امامت کے قائل تھے اور نہ انہوں نے اس کے لیے کوشش کی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ امت کے لیے زیادہ مناسب فتنوں کو ہوا نہ دینا ہے، اور یہ کہ حکام کا معاصی کا مرتکب ہونا یہ خون بہانے کے جواز کا سبب نہیں۔ اگر ان کا یہ اعتقاد ہوتا کہ رب تعالیٰ نے انہیں بالذات امت کی امامت کے منصب پر تعینات کیا ہے تو وہ اس کا اعلان ضرور کرتے اور علم جہاد بلند کر دیتے کہ ان کے لائق یہی تھا۔

۳۔ ''یا ہم اسلام سے برگشتہ ہو جائیں؟'':

یہ خمینی کا تیسرا قول ہے: ارے! تم کس اسلام سے برگشتہ ہونے کی بات کرتے ہو؟ تمہارا اسلام میں تو حاکم صرف اہلِ بیت میں سے ہوگا اور اسلام صرف امام کے ساتھ اور اس کے ذریعہ ہی ہوگا، اور امام کا تعین صرف اللہ ہی کرے گا۔

یہ ہے تمہارا اسلام جیسا کہ تمہاری کتابیں بتلاتی ہیں اور تم صدیوں سے اسی اسلام پر جیتے اور مرتے چلے آئے ہو۔

❶ رجال الکشی، ص: ٤٥٨.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تمہارا گمان ہے۔ پس سوال خود تم لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ البتہ یہ سوال تمہارے علماء کی طرف بنتا ہے نہ کہ عوام کی طرف۔

اب اللہ نے مہدی کی غیوبت میں کسی کو امام مقرر نہیں کیا اور نہ اس راہ فرار اختیار کرنے والے مہدی نے ہی کسی کو اپنے بعد اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اور تمہارا دین امام معصوم کی غیوبت میں اقامتِ حکومت کو تم لوگوں پر حرام قرار دیتا ہے اب یا تو تم اپنے دین کو لازم پکڑو، یا پھر اس بات کا اعلان کردو کہ تم اپنے اس عقیدے میں خطا پر تھے جس نے ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک تم لوگوں کو باقی کی امت سے جدا رکھا، پھر تم اس امت کے ساتھ یہ جھگڑا ختم کرو جو برسوں سے اس غلط عقیدے پر قائم چلی آرہی ہے۔

بے شک ایک عقیدے پر قائم رہتے ہوئے اسے عقیدے کے خلاف حیلہ اور مکاری کرنے کا روزِ قیامت رب کے حضور سخت جواب دینا ہوگا۔ کیونکہ معاملہ دین کا ہے نہ کہ مخالفین پر غالب آنے کا۔

۴۔ کیا اسلام صرف دو صدیوں تک تھا؟:

رہا خمینی کا یہ قول کہ: ''یا ہم اس بات کے قائل ہو جائیں کہ یہ اسلام صرف دو صدیوں تک کے لوگوں کے لئے حاکم بن کر آیا تھا اور بعد کی صدیوں کے لوگوں نے اس اسلام نے چھوڑ دیا ہوا ہے۔''

تو خمینی کا یہ قول بے حد عجیب ہے کہ: ''اسلام صرف دو صدیوں کے لئے حاکم بن کر آیا تھا۔'' تب پھر دو صدیوں تک کس نے اسلام کے ذریعے حکومت کی؟۔

تو سن لیجئے کہ حضراتِ اہلِ بیت میں سے جو امامت سے موصوف ہیں؛ جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی بھی حاکم نہیں بنا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تقریباً پہلی صدی ہجری کے نصف میں وفات پا گئے تھے۔ اس کے بعد اب تک اس طویل ترین عرصہ میں اہلِ سنت ہی حاکم رہے ہیں۔

تب پھر جن دو صدیوں کو تم لوگوں نے اسلام کی صدیاں قرار دیا ہے اور ان میں اہلِ سنت ہی حاکم رہے تھے کیا تم ان صدیوں کو واقعی اسلام کی صدیاں مانتے ہو؟۔ جبکہ تم لوگ تو جملہ بلاد اسلامیہ کی قدیم و جدید سب حکومتوں پر یہ دعویٰ کرکے کفر کا حکم لگاتے ہو کہ ان لوگوں نے اہلِ بیت کے حق کو غصب کرلیا ہوا تھا۔ یا یہ کہ صرف اہلِ بیت کا ان ادوار میں معاشروں میں موجود رہنا ہی ان حکومتوں کے اسلام اور جواز کی کافی اور قرار واقعی دلیل ہے۔

پھر کیا تمہارے ہی مذہب کے مطابق مہدی آج بھی زندہ موجود ہے کہ نہیں؟ اگرچہ تم لوگ اسے دیکھ نہیں پاتے، تب پھر اسی دلیل کی بنا پر تم لوگ اب تک کی جملہ اسلامی حکومتوں کو جائز اور صحیح قرار کیوں نہیں دیتے۔ جیسا کہ یہی حکومتیں مہدی کے آباء کے زمانوں میں صحیح ہوا کرتی تھیں؟

پس تمہارے مذہب کے مطابق اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً پانچ برس تک حاکم رہا ہے اور یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے لختِ جگر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی حکومت کی مدت ہے۔ جبکہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ سے پہلے کی اور بعد کی حکومتیں اسلامی حکومتوں کے حکم میں نہیں۔ تب پھر یہ دوسو برس کدھر ہیں جن میں اسلامی حکومت رہی ہے؟!!!

محمد جواد مغنیہ کہتا ہے: سوائے علی اور ان کے فرزند حسن کے خلافت پر متمکن ہونے والے کسی بھی شخص میں امامت کی شروط نہیں پائی گئیں۔ ❶

تب جیسا کہ مغنیہ کا عقیدہ ہے یہ طبعی بات ہے کہ شیعہ حضرات جنابِ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کی بھی حکومت کے قائل نہ ہوں۔

معاصر شیعہ محقق محمد علی الحسنی کہتا ہے: ''ان حکام کے گناہ گار ہاتھ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کھلواڑ کرتے رہے۔ ❷

تب پھر تمہارے مذہب کے مطابق دوسو برس تک حکمران رہنے والا یہ اسلام کدھر ہے؟ جبکہ علمائے طائفہ تو اس کا انکار کرتے ہیں، یا تم لوگوں میں ان کی طرح صاف گوئی کی جرأت نہیں کیونکہ یہ زمانہ انقلاب کا زمانہ ہے؟

۵۔ اسلام اور نظامِ مملکت:

خمینی کا قول: یا ہم یہ کہیں کہ: اسلام نے تنظیمِ دولت کو بیکار چھوڑ دیا ہے؟

تمہارے مذہب کے مطابق اسلام نے تنظیم دولت کے امور کو بیکار چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے امور دولت کو سرانجام دینے کے لئے متعین مہدی تو بھاگا ہوا ہے اور دولت وحکومت کو بے یارو مددگار چھوڑ کر کہیں چھپا بیٹھا ہے۔ اور تمہارے مذہب کے مطابق یہ ذمہ داری اٹھانا کسی اور کے لئے جائز نہیں۔ صدیوں سے تمہارے اسلاف کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے۔

تب پھر جس عقیدہ پر شیعیت نے صدیاں گزار دیں تم لوگوں نے کس بنا پر اس عقیدے سے خروج کیا۔ پھر اس قدر الٹا قدم اٹھانے کے باوجود ابھی تک یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ تم لوگ صحیح عقیدہ پر قائم ہو؟۔

۶۔ اسلامی حکومت کا عدمِ وجود:

خمینی کا قول: ''ہم جانتے ہیں کہ اسلامی حکومت کا عدمِ وجود یہ اسلامی سرحدوں کو ضائع کرنا اور ان کو توڑنا ہے اور یہ اپنی سرزمین کو اغیار کے رحم وکرم پر چھوڑنا ہے، کیا ہمارا دین اس بات کی اجازت دیتا ہے؟

تو جناب یہ آپ ہی کا تو عقیدہ ہے کہ اقامتِ حکومت یہ صرف خالق کا حق ہے۔ سو رب تعالیٰ نے ایک حکومت قائم کی پھر خود ہی اسے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر کے اسلامی حکومت کی سرحدوں کو بقول تمہارے ضائع کر دیا۔

پھر تم کن حدود کی بات کر رہے ہو؟! یہ ہنستے بستے آباد اسلامی ممالک جن میں کروڑھا مسلمان لوگ آباد ہیں، جن کے اردگرد متعدد غیر اسلامی ممالک ہیں کہ جن کو اہلِ سنت نے فتح کیا تھا۔ یہ اہلِ سنت کی سرحد میں ہیں نا کہ حضرات شیعہ کی۔

❶ الشیعة والحاکمون، ص: ۲٤
❷ فی ظلال التشیع، ص: ۵۵۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارے یہ تو سنی مجاھدین فی سبیل اللہ کی اصطلاح ہے جنہوں نے متعدد ممالک کو فتح کیا اور دوسرے ممالک کو رنبئہ دیا جواب بھی ان کے قرب وجوار میں آباد ہیں اور ابھی تک فتح نہیں ہوئے، کہ ان ممالک کی سرحدیں جن غیر اسلامی ممالک میں ان کے سرحدی خطوط کو ''ثغور'' کہتے ہیں۔ جناب یہ اہلِ سنت کی اصطلاح ہے۔آج یہ شیعوں کی اصطلاح کیسے بن گئی؟۔ اگرچہ ہمیں روزنِ تاریخ سے متعدد شیعہ حکومتیں نظر آتی ہیں لیکن انہوں نے عروج تو دیکھا، پر اس کے باوجود کوئی ملک فتح نہ کیا اور سقوط وزوال کے پردے پیچھے گم ہوکر قصہء پارینہ بن گئیں۔تب پھران کی ''ثغور'' اور سرحدیں کہاں سے آگئیں؟! تم لوگ تو امت کے اسلام کو صحیح قرار نہیں دیتے کیونکہ تم ان پر کفر کا حکم لگاتے ہو، کیا تمہاری مراد وہ سرحدیں ہیں تمہارے اور امت کے درمیان ہیں؟ تو بظاہر یہی مراد ہے۔

عصر حاضر کا سب سے بڑا شیعہ عالم اور مرجع طائفہ ابوالقاسم الخوئی کہتا ہے:

''شیعہ اثنا عشری کے جمیع مخالفین کا صحیح حکم ان کے ظاہری اسلام اور طہارت کا ہے، اس میں ان کے مخالفین اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اگرچہ حقیقت میں سب کے سب کافر ہی ہیں اور ہم انہیں مسلمِ دنیا اور کافرِ آخرت کا نام دیتے ہیں۔'' ❶

اب شیعہ کے مخالف تو ساری کی ساری امت ہے۔تو ان کے نزدیک باقی کی ساری اس امت کا حکم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے؛ یعنی ان کے نزدیک ان (شیعہ) کے سوا سب کے سب کافر ہیں۔

بلکہ یہ بات موصوف خوئی سے بہت پہلے پانچوں صدی ھجری میں شیخ ''المفید'' کہہ چکا ہے کہ اس بات پر امامیہ کا اتفاق ہے کہ جو بھی آئمہ میں سے کسی ایک کی امامت کا انکار کرتا ہے اور رب تعالیٰ کی طرف سے مفروض طاعت کا انکار کرتا ہے، وہ کافر، گمراہ اور ہمیشہ کی جہنم کا مستحق ہے۔'' ❷

اہلِ سنت کا اس مزعوم امامت پر ایمان نہیں؛ اب شیخ مفید نے برملا اہل سنت کے کفر کا اعلان کردیا ہے؛ دغا سے کام نہیں لیا۔ جیسا کہ معاصر شیعیت دغا سے کام لیتی ہے۔

تب پھر یہ بات واضح ہوگئی کہ خمینی کی سرحدوں (ثغور) سے مراد ایران کے اطراف وجوانب میں واقع بلاد اسلامیہ ہیں کیونکہ ایران کے اردگرد آباد ممالک درحقیقت ان کے نزدیک کافر ہیں۔ واللہ اعلم۔

شیعوں کا ثغور کی حفاظت کرنا، خمینی نے اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ وہ مذہب کے خلاف برپا کئے جانے والے انقلاب کو اسلام کا لبادہ اوڑھا سکے جبکہ خود شیعہ کی لغت میں یہ لفظ سرے سے پایا ہی نہیں جاتا۔

خمینی نے شیعہ حکومت کے جواز کے لئے جتنے بھی قواعد تراشے ہیں ان کا ایک ایک جملہ مذہب کے خلاف بغاوت کی تعبیر ہے اور یہ اس امامت کے خلاف بھی بغاوت کا اعلان ہے جس نے مدتِ مدید سے شیعیت کی زندگی کو ایک طرف

❶ كتاب الطهارة: ٢/ ٨٧

❷ المسائل ، علامه مجلس نے بحار الانوار: ٨/ ٣٦٦ میں یه قول نقل کیا هے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپاہج بنا رکھا تھا تو دوسری طرف انہیں ایک معصوم حاکم کی خودساختہ جلاوطنی سے رہائی کا انتظار میں جدا کر رکھا تھا۔اب وہی آ کر شیعیت کو حکومت واقتدار کی مسند پر براجمان کرے گا۔لیکن یہ انتظار بہت لمبا ہوگیا اور صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور اب خود مذہب کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ رہی تھی!!!!رہا شیعہ فقہ میں ثغور کا تذکرہ تو وہ اہلِ سنت کی فقہ سے ماخوذ ہے جو وہ امکانی زندگی پر گفتگو کرتا ہے۔یہ اہلِ سنت اللہ کے حکم سے اس فقہ پر جی رہے ہیں اور جیتے رہیں گے۔شیعہ فقہ و مذہب ثغور کی اس تعبیر پر ہرگز بھی منطبق نہیں ہوتا۔

شیعہ فقہ کا مطالعہ کرنے والا ان باتوں کو پڑھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ یہ فقہاء کیونکر ایسے احکام پر گفتگو کرتے ہیں جو ان کے گمان میں ایک ایسے امام معصوم کے ساتھ خاص ہیں جو غائب ہے اور یہ اسے بتلاتے ہیں کہ پیش آمدہ واقعات میں وہ کیا کرے، یہ وہ خود آئمہ معصومین بن کر بیٹھ گئے جبکہ امام ایک غیر معصوم مأموم قرار پایا ہے۔

ذیل میں شیعہ فقہ کے چند نمونے نذرِ قارئین کئے جاتے جن کو سوچے سمجھے بغیر سنی فقہ سے اخذ کیا گیا ہے جو جہاد اور حدود کے بارے میں ہیں:

جہاد کے بارے میں چند شیعہ فقہیات:

علامہ طوسی جہاد کا باب باندھتے ہوئے یوں کہتا ہے:''كتاب الجهاد و سيرة الامام، باب: فرض الجهاد، ومن يجب عليه و شرائط وجوبه'' (کتاب الجہاد وسیرۃ الامام، باب: جہاد کے فرض ہونے کا اور اس شخص کا بیان جس پر جہاد واجب ہے، اور وجوبِ جہاد کی شرائط کا بیان)

میں کہتا ہوں: موصوف یہاں ایک کتاب لکھتا ہے جس میں وہ امام معصوم کے لئے تشریح کرتا ہے کہ جب وہ نکلے گا تو مسائلِ اجتہادیہ میں فرق کیا کرے گا کیونکہ وہ ''کتاب الجہاد'' کے لفظ کے بعد ''سیرۃ الامام'' کا لفظ لکھتا ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ امامِ معصوم جب نکلتا تو وہ لوگوں کو بتلاتا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔لیکن یہ شیعہ فقہاء بے چارے فقہی بصیرت و بصارت سے یکسر محروم ہیں۔انہوں نے اہلِ سنت کی طرح فقہی کتاب لکھنے کا ارادہ تو کیا پر سنی فقہ پر زیادتی کر بیٹھے اور اسے اپنی کتابوں میں جگہ دے دی تا کہ یہ ظاہر کرسکیں کہ ان میں بھی فقہی سوجھ بوجھ ہے۔(پر وہ کہاں!!!)

سنی علماء ان حکام اور محکومین کے لئے شرح کرتے ہیں جو غیر معصوم اور علماء کے علوم کے محتاج ہوتے ہیں اور ان کے لئے شرعی تفصیلات بیان کرتے ہیں کہ وہ ان مسائل میں کیا کریں۔

لیکن شیعہ کے معصوم آئمہ۔خود شیعہ کے دعویٰ کے مطابق۔سرے سے علماء کے محتاج ہی نہیں بلکہ علماء ان کے محتاج ہیں تب پھر یہ شیعہ فقہاء اپنے آئمہ معصومین کی تعلیم کے لیے فقہ کیونکر تالیف کرسکتے ہیں؟!!!

پھر آگے چل کر علامہ طوسی کہتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جس پر جہاد واجب ہے تو وہ شروط کے پائے جانے پر واجب ہے اور وہ کہ ان کا ایک ایسا امامِ عادل ❶ ہو کہ جس کے امر کے بغیر ان کے لئے جہاد جائز ہی نہ ہو اور اسکے بغیر بظاہر جہاد جائز نہیں۔ یا پھر اس شخص کا ہونا شرط ہے جسے امام معصوم نے امر مسلمین کے قیام کے لئے خود نصب کیا ہو، پھر وہ انہیں جہاد کی دعوت دے، تب ان پر جہاد کرنا واجب ہوگا۔ سو جب ظاہر میں امام بھی نہ ہو اور نہ وہ ہو جسے امام حاضر نے مقرر کیا ہو تو دشمن سے جہاد واجب نہ ہوگا''۔ ❷

تب پھر ان شیعوں کے نزدیک جہاد اس وقت واجب و مشروع ہوگا جب امام ظاہر ہوگا اور یا تو بذات خود میدانِ جہاد میں اترے گا یا پھر لشکروں کی قیادت پر خود کسی کو متعین کرے گا۔

اس کے بعد علامہ طوسی کہتا ہے:

''قتال کے وقت صفوں کے درمیان نکل کر مبارزت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ یہ مبارزت امام کی اجازت سے ہی جائز ہوگی۔'' ❸

آگے کہتا ہے:

''مسلمانوں کو مشرکوں کا جو مال بھی غنیمت میں ملے، امام کو اس میں سے خمس لینا جائز ہے جو وہ اپنے اہل و عیال اور اپنے مستحقین میں اس تفصیل کے مطابق صرف کرے گا جو ہم نے کتاب زکوٰۃ میں ذکر کی ہے''۔ ❹

طوسی یہ بھی کہتا ہے:

''امام کے لئے جائز ہے کہ سب مسلمانوں کو برابر حصہ دے اور کسی کو اسکے علم وشرف یا زھد وعبادت کی بنا پر دوسروں پر فضیلت نہ دے اور گھڑ سوار کو دو اور پیادے کو ایک حصہ دے اور اگر کسی کے پاس متعدد گھوڑے ہوں تو ان میں سے صرف دو گھوڑوں کا حصہ نکالے''۔ ❺

میں کہتا ہوں: طوسی نے یہ وہ تشریعات بیان کی ہیں جن کا اطلاق امام کے ظہور اور خروج کے بعد ہوگا۔ سو طوسی امام شیعیت مقاتلین کو یہ کہہ رہا ہے کہ: خبردار! تم امام کی اجازت کے بغیر مبارزت نہیں کر سکتے۔ جب امام کے ہوتے ہوئے بھی مسئلہ علماءِ طائفہ سے ہی پوچھا جائے گا تو پھر اللہ ہی جانے کہ امامِ معصوم کا کردار کیا ہوگا؟!!

---

❶۔ متقدمین شیعہ علماء کے نزدیک امام یا امام عادل کی اصطلاح سے صرف امام معصوم ہی مراد ہے۔ ساتویں صدی ہجری کا مشہور شیعہ عالم علی بن محمد القمی کہتا ہے: ہمارے نزدیک امامِ عادل کا حضور شرط ہے جبکہ احناف کے نزدیک سلطانِ عادل کی موجودگی شرط ہے، سو ہمارے اور ان کے درمیان اس لفظِ امام اور سلطان کا ہی تو اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک امام عادل وہ ہے جو ظاہر اور باطن دونوں میں عادل ہو اور ایسا صرف امام معصوم ہی ہوسکتا ہے جس کی معرفت سوائے اللہ پاک کے کسی اور کو نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جیوں کے بھید اور دلوں کے راز وہی تو جانتا ہے'' دیکھیں: (جامع الخلاف والوفاق، ص: ۸۹) مشہور شیعہ علامہ حسن بن یوسف الحلی (متوفی ۷۶۲) کہتا ہے: ''مسئلہ: ہمارے نزدیک جمعہ کے انعقاد کے لئے امام عادل یعنی معصوم یا اسکی اجازت شرط ہے'' منتھی الطلب: ۱/ ۳۱۷۔

❷ النھایة: ۱/ ۲۹۰ ❸ النھایة: ۱/ ۲۹۳

❹ النھایة: ۱/ ۲۹٤ ❺ النھایة: ۱/ ۲۹۵

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بلکہ طوسی چند قدم آگے بڑھتے ہوئے خود امام کو حکمِ شرع کی تعلیم دیتے ہوئے اسے بتلاتا ہے کہ خود اس پر شریعت کون کون سے احکام واجب ہیں۔ چنانچہ طوسی کہتا ہے: ''امام غنیمت میں سے خمس نکال سکتا ہے۔''

تب پھر امام پر لازم ہے کہ وہ نکل کر پہلے ان احکام کی تعلیم حاصول کرے جن کے واضعین خود اس کے پیروکار اور متبعین ہیں تا کہ اس سے کسی خطا کا ارتکاب نہ ہو۔

کیا یہ اس بات کی واضح دلیل نہیں کہ یہ شیعہ فقہا ان مسائل کو اخذ تو سنی فقہا کی کتابوں سے کرتے ہیں لیکن پھر ان کو کمی وزیادتی کر کے اپنی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ سنی فقہاء کی کتابوں میں مذکور احکام ہیں ہم ذیل میں فقہائے سنت چند کی عبارات بطور نمونہ کے پیش کرتے ہیں تا کہ ایک منصف قاری کو سنی فقہاء اور شیعہ فقہاء کی عبارات میں مقارنہ وموازنہ سہل ہو سکے:

علامہ ابنِ عابدین شامی فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ردالمختار'' میں جہاد کا باب ان الفاظ کے ساتھ قائم کرتے ہیں:

''کتاب الجهاد، هذاالکتاب یعبرعنه بالسیر والجهاد والمغازی'' ❶

یعنی: ''کتاب الجہاد اور اس سے مراد سیرت جہاد اور مغازی کا بیان ہے''

بقیہ یہی الفاظ طوسی نے بھی ذکر کئے ہیں۔

علامہ ابن عابدین آگے لکھتے ہیں: ''امام کے لئے مناسب نہیں کہ وہ بلادِ اسلامیہ کی کسی سرحد کو اس طور پر چھوڑ دے کہ وہاں دشمنوں سے قتال کے لئے مجاہدین اور سامانِ جنگ کی بقدر کفایت تعداد و مقدار موجود نہ ہو، چنانچہ اگر مسلمانوں کی ایسی ایک جماعت وہاں ہے تو یہ فریضہ باقی امت پر سے ساقط ہو گیا۔'' ❷

آگے لکھتے ہیں: امام کو چاہیے کہ وہ انہیں جزیہ کی مقدار اور اسکے وجوب کے اوقات کی بابت باخبر کر دے اور یہ بھی بتلا دے کہ جزیہ کی مقدار میں مالدار اور فقیر کے درمیان کس قدر فرق ہوگا۔ ❸

دیکھ لیجئے! یہ سنی فقیہ اور عالم ایک ایسے امام کے لئے حکم شرع بیان کر رہا ہے جو غیر معصوم ہے کیونکہ یہ علمائے سنت ہی ہیں جو امام اور ماموم دونوں کے لئے احکاماتِ شرعیہ کو بیان کرتے ہیں۔

رہا شیعہ کا امام تو وہ معصوم ہوتا ہے، بھلا ایک غیر معصوم اس کے لئے احکامِ شرعیہ کیونکر بیان کر سکتا ہے اور احکام بھی اس دین کے جو اسکے غائب ہو جانے کے وقت سے معطل پڑا ہے اور جانے وہ امام کب آئے گا؟ جیسا کہ یہ شیعہ حضرات امامِ معصوم کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں۔

اب حدود کے بارے میں شیعہ نصوص ملاحظہ ہوں جو بلا شبہ سنی فقہ میں نقب زنی ہے لیکن بے سوچے سمجھے!!!

موصوف طوسی لکھتا ہے: ''حدود کو صرف وہی نافذ کر سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے نامزد سلطانِ وقت ہو یا جسے امام

❶ ردالمختارہ بن عابدین: ۱۵/ ۴۰۲۔
❷ ردالمحتار: ۱۵/ ۴۱۴۔
❸ ردالمحتار: ۱۵/ ۴۳۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے حدود قائم کرنے کے لئے مقرر کیا ہو، ان کے سوا کسی تیسرے کے لئے کسی حال میں بھی حدود قائم کرنا جائز نہیں۔'' ❶

اور جس انسان پر بینہ قائم ہو جائے اس پر حد رجم جاری کرنے کی بابت طوسی لکھتا ہے:

''سب سے پہلے زانی پر گواہ سنگ باری کریں گے، پھر امام اور پھر لوگ، اور اگر وہ زنا دونوں کے اقرار سے ثابت ہوا تو انہیں پہلے امام پتھر مارے گا پھر لوگ۔'' ❷

بلاشبہ یہ وہ احکام جو علمائے اہل سنت اپنے غیر معصوم حکام کے لئے بیان کرتے ہیں، ذیل میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اگر تو زانیوں کے اقرار کی بنا پر رجم کیا جا رہا ہو تو پہلے امام پھر گواہ اور پھر لوگ سنگ باری کریں گے اور اگر گواہوں کی گواہی کی بنا پر رجم ہو رہا ہو تو پہلے گواہ، پھر امام اور پھر لوگ پتھر ماریں گے۔'' ❸

اس عبارت میں زانی کے رجم کی کیفیتِ ترتیب کو اور امام کو جو کرنا چاہیے، اس کو بیان کیا جا رہا ہے۔ کہ اگر تو زنا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہے تو رجم کی ابتداء گواہ کریں گے۔ کیونکہ ابتداء انہیں گواہی کی وجہ سے قائم ہونے رجم کی ذمہ داری پر ابھارے گا اور اس کے قبول کرنے کا حوصلہ پیدا کرے گا۔ چنانچہ اگر تو انہوں نے رجم کیا تو امام بھی رجم کرے گا اور اگر انہوں نے تردد کیا یا شہادت سے پھر گئے تو امام بھی رجم نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ شبہ ہے جو حدود کو دور کر دیتا ہے کیونکہ حدود کو شبہات کی وجہ سے دور کر دیا جاتا ہے۔

یہ شرح ایک سنی عالم کی طرف سے ان آئمہ کے لئے ہے جو غیر معصوم ہیں۔ لیکن شیعہ عقیدہ کے مطابق ایسی کوئی بات کسی امام معصوم کو کیونکر کہی جا سکتی ہے؟

تب پھر ان دونوں موازنوں میں کیا فرق ثابت ہوا؟ یہ شیعہ اب ان دو امروں کے بیچ ہیں:

یا تو یہ لوگ اس بات کا اقرار کر لیں کہ ان کے آئمہ غیر معصوم ہیں کہ یہ جن کو احکامِ اسلام کی تعلیم دیتے ہیں جیسا کہ اہلِ سنت اپنے غیر معصوم آئمہ کے ساتھ کرتے ہیں۔

یا پھر یہ لوگ اس بات کا اعتراف کر لیں کہ انہوں نے اپنی فقہ کو اہلِ سنت کی فقہ سے چوری کیا ہے۔ لیکن وہ اس سرقہ پر مرتب ہونے والے آثار وعواقب پر نظر نہ کر سکے اور اس سرقہ سے ان کی غرض اپنے پیروکاروں کو یہ دھوکا دینا تھا کہ ان کی بھی ایک مرتب اور مفصل فقہ ہے، حالانکہ یہ فقہ فقاہت سے خالی دامن اور تہی دست ہیں۔ یہ اہلِ سنت کی فقہ ہے جسے چرا کر یہ اپنے نام کئے پھرتے ہیں۔

پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ آج شیعہ حضرات کے ہاں فقہ کے عنوان پر لکھی گئی کتابوں کا حجم اور وزن ٹنوں برابر ہے حالانکہ یہ نہ تو خود ان کے علوم ہیں اور نہ ان کے مزعوم آئمہ کے علوم ہیں۔

❶ النهاية: ١/ ٣٠١۔ ❷ النهاية: ١/ ٧٠١۔
❸ الحاوي: ١٣/ ٤٣٩

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔حکومت اور ضروریات حیات:

خمینی کا قول ہے: ''کیا حکومت ضروریاتِ حیات میں سے نہیں؟''

ارے بھائیو! تم لوگوں کا تو یہ گمان ہے کہ حکومت منصبِ الٰہی ہے۔یعنی یہ ضرورتِ دینی ہے نہ کہ ضرورتِ حیات۔ لہٰذا یہ کوئی منصبِ حیات نہیں جو حیاتِ انسانی کے ساتھ خاص ہو اور لوگ اس کے لئے جسے چاہے چن لیں۔تو جو کل تک منصبِ الٰہی تھا آج ضرورتِ حیات کیونکر بن گیا اور اب یہ ضرورتِ دینی بھی نہ رہی؟!

پھر اگر حکومت ضرورت ہے تو اسے قائم کون کرے گا؟ اللہ یا کوئی بندہ بشر؟!!!!

اگر تم کہو گے کہ: اللہ! تو پھر اللہ نے اسے قائم کیوں نہ کیا؟

اور اگر تم کہو گے کہ: اللہ نے قائم کی تھی لیکن لوگ اس سے بے رغبتی کر کے بھاگ گئے۔

تو ہم کہیں گے کہ: فرض کرو کہ یہ حکومت جس دور اور نسل کے لئے نصب اور قائم ہوئی تھی، انہوں نے اس سے بے رغبتی کی تھی تب تو وہ مستحقِ عقاب ٹھہرے۔پھر بعد کی نسلوں کا کیا گناہ اور قصور؟!!!!!

پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اللہ بندوں کی ضرورت و حاجت کے پیش نظر حکومت قائم کرتا ہے لیکن اسے تمکین نہیں دیتا اور نہ اسکی مدد ہی کرتا ہے جیسا کہ اس نے رسولوں کی مدد کی تھی تا کہ ان کا مقصدِ وجود پایہ تکمیل کو پہنچے۔

کیا تم لوگوں نے کسی حاکم و والی کے بارے میں یہ سنا ہے کہ وہ کسی کو اپنی مملکت کے ایک حصہ کی ذمہ داری سونپے پھر اسے اپنے فرائض کی ادائیگی پر متمکن ہونے کے لئے اسکی قوت تمکین کے ساتھ مدد نہ کرے؟ پھر اللہ کے لئے سب سے اونچی مثال ہے!!!!!

کیا تم نے کبھی یہ بھی سنا ہے کہ اللہ نے ایک رسول کو مبعوث فرمایا اور وہ اپنے فرائض منصبی سے بھاگ گیا اور اپنا وظیفہ نبوت ترک کر دیا؟۔

کیا تم لوگوں نے کبھی سنا کہ اللہ رسول تو بھیجے پر قوم کے خلاف ان کی مدد نہ کی؟ جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝﴾ (غافر : ۵۱)

''بیشک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔''

کیا رب تعالیٰ نے حضرت رسالت مآب ﷺ کی مدد نہ فرمائی تھی اور آپ ﷺ کو لوگوں سے بچایا نہیں؟!!

اور کیا بقول تمہارے امام رسول کا نائب نہیں؟!!!

اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی نصرت و حفاظت فرمائی ہے۔تو پھر رسول کے نائب کی مدد و نصرت اور حفاظت کیوں نہ فرمائی تا کہ اس کے ذریعے حجت قائم ہوتی جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے ذریعے حجت قائم ہوئی۔پھر تم یہ اعتقاد بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہو کہ امت کو جیسے ایک نبی کی حاجت ہوتی ہے ویسے ہی ایک امام کی حاجت ہوتی ہے بلکہ امام کی حاجت پیغمبر سے بھی زیادہ ہوتی ہے؟!!!

شیعہ حضرات ابوعبداللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ وہ کہتے ہیں کہ:

"آئمہ رسول اللہ ﷺ کی منزلت پر ہیں البتہ وہ نبی نہیں ہیں اور نہ انہیں اس قدر بیویاں حلال ہیں جس قدر نبی کریم ﷺ کے لئے حلال تھیں۔ البتہ اس کے سوا وہ (باقی کے امور میں) رسول اللہ ﷺ کی منزلت پر ہیں۔" ❶

علامہ سید حسین جن کا لقب بحر العلوم ہے، وہ امامت ونبوت کو یکساں بتاتے ہوئے لکھتا ہے:

"امامت کی بنیاد اور اس کا دائرہ کار وہی ہے جو بالذات نبوت کا ہے اور وہ ہدف جس کی وجہ سے نبوت واجب ہوتی یہ بعینہ وہی ہدف ہے جس کی بنا پر امامت واجب ہوتی ہے؛ اور جیسے نبوت لطف الٰہی ہے ویسے امامت بھی لطف الٰہی ہے اور وہ فیصلہ کن لمحہ جس میں نبوت پھوٹی اور وہ یوم دار ہے۔ یہ بعینہ وہی لمحہ ہے جس میں امامت پھوٹی۔" ❷

ہاشم بحرانی بھی ایسی ہی بات لکھتے ہوئے کہتا ہے:

"نبیوں کی نبوت اور اماموں کی امامت کا اقرار ان کی محبت اور طاعت کا التزام اور ان کے دشمن اور مخالفین سے بغض کا اہتمام اللہ کی توحید کے اقرار کے ساتھ ایمان کی اصل ہے، کہ دین اس سب کے بغیر صحیح نہیں۔ بلکہ آفرینش کائنات کا سبب یہی امامت ہی تو ہے۔ یہی تکلیف کا مدار؛ قبول اعمال کی شرط اور شرک وکفر کی حد سے نکلنے کی شرط ہے۔ توحید کی طرح اس امامت کو بھی جمیع خلائق پر پیش کیا گیا تھا اور ان سے توحید کی طرح اس کا بھی عہد و میثاق لیا گیا تھا۔ نبیوں کو اسی کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔ یہ امامت کتابوں میں نازل ہوئی اور تمام امتیں اس کی مکلف بنائی گئیں گویہ تکلیف ان کو شامل تھی۔

نبوت کی امامت کی طرف نسبت ایسی ہے جیسی اس کی توحید کی طرف نسبت ہے کہ توحید کی طرح اس کا اقرار بھی لازم ہے اور توحید وامامت ایک دوسرے کے ایسے قرین ہیں کہ ایک سے کفر دوسرے سے کفر کو لازم ہے اور ایک کو چھوڑ کر دوسرے پر ایمان غیر مفید ہے۔ فرضیت طاعت اور افضلیت میں آئمہ نبی کے مثل ہیں۔ ان مذکورہ امور پر دلالت کرنے والی احادیث حد شمارے سے باہر ہیں۔ بلکہ ہمارے امامی علماء کے نزدیک ان میں سے اکثر احادیث مجمع [متفق] علیہ ہیں"۔

❶ الکلینی فی الکافی فی الاصول، کتاب الحجة، باب:۱/ ۲۷۰، فی "ان الآئمة بمن یشیهون ممن مضی"۔

❷ تلخیص الشافی للطوسی: ٤/ ۱۳۱ ـ ۱۳۲ ـ حاشیه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حقیقت پر نص وارد ہے جس کا اکثر حصہ ضروریات دین میں سے ہے اور یہ ہمارا مذہب ہے بلکہ ہمارے اکثر محدثین کا مذہب ہے۔'' ❶

اور دوسری طرف علامہ حِلی [حلی] تو امامت کے درجے کو بڑھاتے بڑھاتے اسے نبوت سے بھی اوپر لے گیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: ''امامت لطفِ عام جبکہ نبوت لطفِ خاص ہے کیونکہ کسی زمانہ کا زندہ نبی سے خالی ہونا تو ممکن ہے لیکن زندہ امام سے خالی ہونا ممکن نہیں، اور طلفِ عام کا انکار یہ لطفِ خاص کا انکار سے بھی بدتر ہے۔'' ❷

کیا عجب نہیں کہ امامت کا جو عجیب و غریب اور محیر العقول رتبہ اور مقام و مرتبہ تم اثنا عشری شیعہ حضرات بیان کررہے ہو، اللہ نے ان میں سے ایک بات بھی اور ایک بار بھی اپنی کتاب میں ذکر نہیں کی۔ پھر نہ ہی اس امامت کو ثابت قدمی دی؛ بلکہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے حتیٰ کہ آخری کو بھاگ جانا پڑا۔ بلکہ اس کا یہ بدلہ دیا کہ اسے بے شمار نسلوں کے گمراہی پر مرجانے کے بعد آخرالزمان کے منصب پر لا بٹھائے گا۔ کہ جنہیں نہ تو اپنے دین کی خبر ہوگی اور نہ تمہارے اعتقاد کے مطابق اپنے امام کی معرفت ہی ہوگی؟۔

اور اگر تم یہ کہو کہ اس منصب کو کوئی بندہ بشر قائم کرے گا۔ تو ہم کہیں گے: کون سا بشر۔ مہدی یا اسکے متبعین؟

اگر تم مہدی کا نام لوگے؛ تو ہم کہیں گے کہ: ''وہ مہدی تو بقول تمہارے کسی کو اپنا قائم مقام بنائے بغیر خود بھاگا ہوا ہے اور اگر تم مہدی متبعین کا نام لوگے؛ تو ہم یہ کہیں گے: ''تمہارا اب تک کا دینی و تاریخی ورثہ و سرمایہ اس امکان اور دعوی کو رد اور بعید از امکان ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ خود تمہاری روایات میں مذکور ہے کہ امام حکومت کا انتخاب یا تو اللہ کرے گا یا اس کا رسول ﷺ! نہ کہ متبعین۔

یہ شیعہ حضرات ہزار سے زیادہ برس تک اس عقیدے پر جیتے مرتے آئے ہیں۔ آج کیا ہوا کہ یہ اپنے اس عقیدے سے دست بردار ہوئے جاتے ہیں؟ کیا تمہارے پاس کوئی نیا دین آ گیا ہے جو تمہارے اسلاف کے پاس نہیں تھا یا یہ تم اپنی تاریخ و روایات سے دست بردار ہوئے جاتے ہو؟۔

اے اثنا عشری شیعو! اب تمہارے پاس تیسری کوئی صورت نہیں، یا تو تم اس حکومتِ الٰہیہ سے ایک طرف ہو جاؤ جس کے تم ہزار سے زیادہ برسوں سے قائل چلے آتے ہو اور دن رات تم اسکے خروج کے انتظار میں چشم براہ ہو۔ یا پھر حکومتِ بشریہ کی اقامت سے ہاتھ کھینچ کر حکومتِ الٰہیہ کے انتظار میں بیٹھ جاؤ۔

۸۔ غیبت کبری کی طوالت:

خمینی کہتا ہے: ''ہمارے امام مہدی کی غیبت کبری کو ہزار برس سے زیادہ ہو گئے اور اس پہلے کہ مصلحت پوری ہو؛ اس طویل

❶ دیکھیں: مقدمة تفسير البرهان: المقالة الثانية، لهاشم البحراني، ص: ١٩
❷ الالفين فى امامة المؤمنين: ١/ ٣

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترین مدت میں امام منتظر کے قدوم میں نہ جانے کتنے ہزار برس اور بیت جائیں گے۔"

ہم کہتے ہیں: جب ایک امام کی ضرورت ہے تو یہ ہزاروں برس کیوں بیتیں گے، اور کتنے ہزار برس اور بیتیں گے پر امام غائب آنے کا نہیں؛ جبکہ لوگوں کو اس کی شدید احتیاج بھی ہے اور تمہارے ہی بقول امامِ غائب کا لوٹنا اور اس کا حکومت قائم کرنا ضروریاتِ حیات میں سے ہے؟۔ کیا خود موصوف امام غائب کو اس بات کا علم وادراک نہیں کہ اب اس کا لوٹ جانا وقت کا تقاضا اور ضرورت ہے اور یہ کہ اس کے نام لیوا امام کے بغیر حیراں سرگرداں بھٹکتے پھر رہے ہیں؟ سبحان اللہ!!!

کیا یہ ممکن ہے کہ لوگوں کو امام کی احتیاج ہو اور وہ بھاگ جائے؟

کیا یہ ممکن ہے کہ رب تعالیٰ امت کے معاملات کا دارومدار ایک آدمی پر چھوڑ دے پھر خود ہی اسے بھگا بھی دے؟

اور کیا کبھی تم نے ایسا بھی دیکھا ہے کہ ایک بادشاہ کسی کو اپنی مملکت کے ایک حصہ کا والی بنائے اور وہ والی اپنی ذمہ داریوں سے بھاگ جائے تو کیا وہ بادشاہ اس ولایت کو یوں بے کار و بے سہارا چھوڑ دے گا؟ اور کیا اس فرار ہوجانے والے والی کی کوئی سزا نہ دے گا؟۔

کیا رب تعالیٰ ایک ایسے بندے کی وجہ سے اپنے دین اور اپنی مخلوق کے برباد ہونے پر راضی ہوجائے گا جو امامت جیسی ذمہ داری کی ادائیگی سے قاصر و عاجز رہ جائے اور بقول تمہارے وہ کروڑوں بندگانِ خدا کو بے آسرا چھوڑ کر [صرف اپنی جان بچانے کے لیے] خود روپوش ہو جائے جو انہیں دین کی تعلیم دے سکے؟۔

پھر تم آج اس بے منزل انتظار سے خود اکتا چکے ہو، اور تمہیں یقین ہوگیا ہے کہ یہ طائفہ اب بغیر حکومت کے جی نہیں سکتا۔ سو تم نے یہ طے کرلیا کہ اب حکومت کے لئے کوشش کی جائے اور اب بھاگے مہدی کا مزید انتظار عبث اور بیکار ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمہاری یہ روایت آج ناقابلِ عمل ہیں۔ لہٰذا اب ناگزیر ہے کہ یا تو ان روایات کو منسوخ ٹھہرایا جائے یا پھر خود اس مذہب کے خلاف ایک انقلاب برپا کردیا جائے۔

کیا مناسب نہ ہوگا کہ یہاں ہم ذرا دیر کو ٹھہر کر اس عقیدہ پر غور وفکر کی ایک گہری نگاہ ڈال لیں جسے تم لوگوں نے ہزار برس سے زیادہ مدت سے سینے سے لگایا ہوا ہے جس عقیدے نے تم لوگوں کو ایک وہمی لاپتہ کے ایسے انتظار میں باقی امت سے کاٹ کے رکھ دیا ہے کہ جس کے انتظار کا اس طائفہ کو آج تک کوئی فائدہ نہیں ہوسکا بلکہ ضرر ہی ہوا ہے!!!

پھر خمینی کی عجیب منطق یہ ہے کہ اس مہدی کی غیبوبت میں مصلحت ہے اور اس کا لوٹنا بھی مرہونِ مصلحت ہی ہے۔

ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ امت کو ایک ہزار سے زیادہ برس تک بغیر قیادت کے رکھنے میں وہ کون سی مصلحت ہے؟۔

دوستو! ہمیں بھی تو بتلاؤ کہ وہ مزعوم مصلحت آخر ہے کیا؟!!!

آج تک کوئی عقل مند سمجھ نہیں سکا کہ امت کو ایک امامِ معصوم کی قیادت سے محروم میں مصلحت کیا ہے؟ جبکہ تمہارے بقول معصوم کی اقامت خود اللہ پر واجب ہے، پھر کیا یہ طرفہ تماشا نہیں کہ امامِ معصوم کی اقامت تو اللہ پر واجب ہو جبکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصلحت اس کے غائب ہونے میں ہو۔ چہ عجب است!!!

میں کہتا ہوں کہ یہ صدائے عام ہے چاہیں تو جس سے مرضی پوچھ لیں کہ:

۱۔ کیا کسی انسانی معاشرے کی مصلحت اس میں ہے کہ ان میں ایک حاکم موجود ہو، جو ان پر حکومت کرے ان میں عدل قائم کرے اور ان کے مصالح ومنافع کی رعایت ونگہبانی کرے؟

۲۔ یا اس میں مصلحت ہے کہ امام اور حاکم معاشرے سے بھاگ جائے اور لوگوں کو اپنا ایسا کوئی نائب مقرر کئے بغیر چھوڑ جائے جو اسکے جانے یا بھاگ جانے کے بعد ان میں اسکی ذمہ داریوں اور وظائف کو قائم کئے اور نبھائے رکھے، اور وہ امام لوگوں کو نارکی اور باہمی کشت وخون، لوٹ مار ہنگامہ وفساد کی نذر کر جائے؟ بتائیے اس کا کیا جواب ہے؟

کیا کوئی ایسا سمجھ دار روئے زمین پر مل سکتا ہے جو اس بات کا قائل ہو کہ مصلحت امام کے غائب ہونے میں ہے؟

میں کہتا ہوں کہ یہ سوال ہر کسی و ناکس سے کر کے دیکھ لیں، اور دیکھ لیں کہ کیا جواب ملتا ہے؟

بلکہ زیادہ دور نہ جائیں، یہ سوال خود اپنے طائفہ کے لوگوں سے کر دیکھ لیں اور پھر اس کے جواب کا انتظار کریں!!!

اس گم شدہ اور بلکہ معدوم امام کی بابت شیعہ عقیدہ کبھی باقی نہ رہتا اگر اس طائفہ علماء یہ عجیب وغریب اقوال جن کو کوئی بھی آزاد عقل ماننے کو تیار نہیں؛ گھڑ گھڑ کے اسے غذاء نہ دیتے رہتے؛ وگرنہ اس عقیدہ کی کوئی اصل نہ تھی۔

گزشتہ مذکورہ بھاگے ہوئے امام مہدی کا عقیدہ مذہب میں فکری دراندازی ہے؛ جس نے سابقہ امام کی بے اولادی کے شگاف کو بھرنے کے لئے جنم لیا تھا؛ جس نے ایک شدید بھونچال کو برپا کر دیا تھا۔لیکن اگر اس بھونچال کا سامنا دین سے مخلص لوگوں کے ساتھ ہو جاتا نہ کہ دین کے تاجروں کے ساتھ؛ تو یہ بھونچال اس طائفہ کو بیدار کرنے اور امت کے بگڑتے عقیدہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی تھا۔

جناب حضرت حسن عسکری نے لمبی زندگی پائی تھی؛ مگر بے اولاد رہے ان کی کسی اولاد کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔لیکن پھر ان ہاں چالیس دن کے اندر اندر ایک بچہ جنم لیتا ہے جس کے جنم لیتے ہی وہ غائب ہو جاتے ہیں۔

بلاشبہ یہ بے حد عجیب وغریب دعوی ہے؛ اس کے پس پشت یہ مصلحت اندیش اور نفع کیش مذہبی تاجر نہ بیٹھے ہوئے ہیں۔اور اس طویل ترین مدت تک امت کو گمراہ کرنے کا اور دھوکا دینے کا حساب اس طائفہ سے اللہ ہی لے گا۔

اور ہم نے گزشتہ صفحات میں معاصر محققین علمائے طائفہ کی زبانی اس بات کی شہادت پیش کر دی ہے کہ آج یہ فریب دہی کا عمل کر کون رہا ہے۔

۹۔ کیا احکام اسلام معطل رہیں گے؟

خمینی کہتا ہے: کیا احکام اسلام معطل رہیں گے؟

ارے یہ سوال تو خود شیعہ عقیدہ اور مہدی کی طرف متوجہ ہے جو لوگوں کو چھوڑ کر بھاگا اور جانے کہاں جا چھپا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود تمہارے نزدیک، اس کے بھاگ جانے سے ایک ہزار سے زیادہ برس بیت گئے کہ احکام اسلام بے کار پڑے ہیں۔ حالانکہ بقول تمہارے وہ امت کی قیادت کا مکلف بھی تھا؟!

تب پھر اگر تو جو کچھ مہدی کر گیا، وہ سب حق ہے تو تم جلدی کرنے کے مجاز نہیں!

اور اگر اس کا کیا دھرا سب باطل ہے تو تمہیں اسکے انتظار کی حاجت نہیں!

لگتا ہے کہ تم لوگوں نے دوسرا حل زیادہ بہتر سمجھا ہے؟۔

پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ: ''اس دلدل میں ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ سے شیعہ نے اپنے آپ کو خود اتارا ہے۔ کیونکہ یہ ان کا عقیدہ ہے کہ لوگوں پر حاکم صرف اہلِ بیت میں سے ہی ہوگا۔ پھر اہلِ بیت میں سے بھی کون ہوگا؟ اسکی تحدید بھی ان لوگوں نے خود کی۔ پھر انہیں اچانک معلوم ہوا کہ جسے ہم نے اس منصب پر فائز سمجھا ہے وہ تو بے اولاد ہے۔ سو اسی لئے یہ لوگ اس بھاگے مہدی کے لئے انتظار کا حیلہ گھڑنے پر مجبور ہو گئے تاکہ اس شگاف کے بھرنے کی کوئی تدبیر بن پائے۔ چنانچہ انہوں نے اس طویل مدت تک اپنے مزعوم مہدی کو زندہ رکھنے کا حیلہ تراشا کہ پہلے اسے بھگایا؛ پھر غائب کروایا، پھر اس خود اس کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ پر اس مہدی نے نہ آنا تھا، سو وہ نہ آیا ہے اور نہ کبھی آئے گا؛ چاہے یہ انتظار کرتے رہیں۔ کیونکہ انتظار کا حیلہ کبھی عدم کو وجود نہیں بخش دیتا۔

اس کا کافی وشافی بیان، دوسرے دور ''دورِ حیرت'' میں گزر چکا ہے۔

۱۰۔ امام کی عدم موجودگی اور دنگا وفساد:

خمینی کا قول: ''لوگ اس دوران جو چاہے کرتے رہیں کیا اس سے انارکی، دنگا، فساد اور قتل وغارت نہ پھیلے گی؟''

ہم کہتے ہیں: یہ امت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بغیر امام کے رہی ہی نہیں۔ چنانچہ جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سب سے پہلے یہی قضیہ ہی تو حل کیا تھا اور بلا تاخیر مسلم سوسائٹی کے لئے ایک حاکم کا انتخاب کیا، ان کا یہ اعتقاد ہرگز نہ تھا کہ یہ منصب تو خالق باری تعالیٰ کی طرف سے ہے، وگرنہ انتظار کرتے!!!

رہا دنگا فساد، انارکی، انتشار اور قتل وغارت، تو یہ اسی کے نزدیک ہوگی جس کا یہ اعتقاد ہے کہ امام کو رب تعالیٰ ہی متعین کرتا ہے۔ چنانچہ یہی شیعوں کا دعوی بھی ہے کہ امام کو رب تعالیٰ نے متعین کیا تھا، لیکن وہ خدائی تعیناتی سے روگرداں ہو کر امت کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ نکلا اور چھپ گیا۔ اور بقول اس شیعہ طائفہ کے اب امت پر اسکے آنے کا انتظار واجب ہے۔ مگر یہ ایک ایسا عقیدہ جسے عقولِ سلیمہ قبول نہیں کرتیں لیکن تمہارے طائفہ نے یہ عقیدہ اپنایا اور ایک ہزار برس سے اس پر جی رہا ہے۔

رہا یہ دعوی کہ امام کی تعین اللہ کے ذمہ ہے اور یہ کہ اللہ نے تو اسے متعین کیا پر امت نے اسے ٹھکرا دیا اور بالآخر وہ امت کو اور امرِ الٰہی کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ تو یہ بھی ایک ایسا عقیدہ ہے جسے عقل کبھی بھی نہیں مان سکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ ایک شخص کو خود نصب کرے پھر اسکی مدد بھی نہ کرے؟

اور بھلا یہ کیسے ہوسکتا کہ اللہ تو ایک شخص کو متعین کرے مگر وہ اس منصب کو چھوڑ کرامت سے بھاگ نکلے؟

۱۱۔اسلامی حکومت کی تشکیل:

خمینی کہتا ہے: ''پھر یہ رائے ظاہر کرے کہ حکومتِ اسلامیہ کی تشکیل کی ضرورت ہی نہیں تو دراصل وہ احکامِ اسلام کی تنفیذ کی ضرورت کا منکر ہے اور وہ ان کے تعطل و جمود کا داعی ہے، دوسرے وہ دینِ حنیفِ اسلام کی جامعیت و ابدیت کا بھی منکر ہے۔''

خمینی کے قول میں لوگوں پر یہ بہتان ہے کہ جو حکومتِ اسلامیہ کی تشکیل کی ضرورت کا قائل نہ ہو وہ اسلام کی جامعیت وابدیت کا منکر ہے۔

جبکہ خود ہزار سے زیادہ برس تک خود یہ طائفہ شیعہ اس عقیدہ پر جیتا آیا ہے، تب پھر اس بات کے اصل منکر یہ خود ہیں کہ یہ دین اسلامی نہ جامع ہے اور نہ ابدی۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ اگر یہ تمہارے اسلاف کا عقیدہ ہے تو یہ عقیدہ نہیں بلکہ ایک تہمت ہے؟۔تو کیا اب تمہارے اسلاف کا عقیدہ ایک تہمت بن گیا ہے؟

پھر اس تعطیل کا سبب کون ہے؟ کیا تمہاری روایات؟ اور پھر راہِ فرار اختیار کر جانے والا تمہارا مزعوم مہدی؟

۱۲۔آخری بات:

اور آخر میں ہم صرف یہ کہتے ہیں: یہ وہ سوالات ہیں جو خمینی نے اس طائفہ کے سامنے رکھے ہیں؛ تاکہ وہ ان روایات اور شیعہ تاریخ کا محاکمہ کریں؛ تاکہ اسے انقلاب کا جواز سمجھ میں آجائے۔مناسب ہے کہ یہ سوالات اس شیعہ اثنا عشری عقیدہ کی طرف متوجہ ہوں جس میں امامت کا اہل صرف وہی قرار پاتا ہے جس میں گزشتہ مذکورہ صفات پائی جائیں۔پھر اس عقیدہ میں یہ بات بھی طے ہے کہ جس میں امامت کی یہ صفات پائی جاتی تھیں وہ موجود تو ہے مگر غائب ہوچکا ہے۔یہ شیعہ طائفہ ہر گھڑی اسکے خروج کے منتظر ہیں لیکن وہ نہیں نکلا۔اس طویل انتظار نے بالآخر امتِ شیعہ کو اس پر آمادہ کرلیا کہ اب انہیں لاپتہ امام کے انتظار سے دست بردار ہوجانا چاہیے۔

اب خمینی صاحب نے یہ سوالات ان متبعین سے کیے ہیں جو ان اسباب کو صرف اپنے علماء کے واسطے سے ہی جانتے ہیں اور انہیں یہ روایات بیان کی ہیں اور انہیں مطمئن کر رکھا ہے کہ ان روایات کی ان کے آئمہ کی طرف نسبت صحیح ہے۔چنانچہ انہوں نے ان روایات کی تصدیق کردی۔اور وہ ایسی نئی نئی باتیں سن رہے ہیں کہ ان جیسی باتوں سے خمینی سے پہلے شیعہ کا واسطہ نہیں پڑا۔اس کا حل تو یہ تھا کہ ان روایات اور تاریخ کے ساتھ اسلاف کا بھی محاکمہ ہو جنہوں نے ان کی تصدیق کی؛ اور اپنے ماننے والوں کو اس پر راضی کیا۔اور وہ اس طویل ترین مدت تک اس عقیدہ پر قائم رہے کہ جانے کب یہ مخفی حقیقت طشت ازبام ہوتی ہے اور روپوش امام برسرِ عام آتا ہے!!!!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مسئلہ

امام غائب کے نائب کی تعیناتی اور خمینی کا دعویٰ

جب خمینی نے خود اپنے مذہب کے خلاف قائم کی جانے والی اس حکومت کے وجوب کے اسباب بیان کردیئے تو اس نے چند ایسے قواعد بھی گھڑے جن کے واسطے سے اس نے اس امامِ الٰہی کا نائب کو مقرر کرنے کا ارادہ کیا جسے شیعہ عقیدہ کے مطابق اللہ نے چنا تھا۔ پھر اسے چھپا بھی دیا اور خود شیعہ اپنے اس امام سے اس قدر طویل مدت تک اس سے مستفید نہیں ہوسکے۔ پس اسی لیے خمینی نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اصل امام کی جگہ ایک بدل لایا جائے؛ مگر مرحلہ وار طریقہ سے۔ لگتا ہے کہ اصلی کی جگہ متبادل لانے کی روش طائفہ شیعہ کی رگ و پے میں پیوست ہوچکی ہے اس لئے اصل امام کی جگہ ایک متبادل امام لے آنا ان کے ہاں کوئی مشکل کام نہیں۔

لیکن طائفہ شیعہ کے متقدمین علماء و محدثین اصل امام کا بدل لانے کے نظریے کے سراسر خلاف ہیں، وہ نماز کی جماعت اور جہاد کسی میں بھی اس نظریے کو جائز قرار نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک اصل امام یا اس کا اجازت یافتہ نائب شرط ہے۔ اب اصل امام غیر موجود ہے تو اجازت بھی غیر موجود ٹھہری۔ تو پھر سرے سے نیابت ہی صحیح نہ ٹھہری۔

شیخ عبدالعزیز بن براج طرابلسی شیعہ (۴۰۰ھ۔۴۸۱ھ) اپنی کتاب ''المہذب'' میں جہاد پر گفتگو میں لکھتا ہے:

''آئمہ کفر کے ساتھ یا غیر اصلی امام؛ یا اس کے غیر متعین کردہ نائب کے ساتھ جہاد قبیح ہے؛ ہوا اور ایسا کرنے والا مستحق عذاب وعقاب ہے۔ فتح پائے تو بھی گنہگار، شہید ہوجائے تو بھی اجر سے محروم رہے گا۔'' ❶

شیعی شیخ بہاء الدین محمد بن حسن الاصفہانی المعروف بہ ''فاضلِ ھندی'' (۱۰۶۲ھ۔۱۱۳۷ھ) نمازِ جمعہ پر کلام کرتے ہوئے کہتا ہے:

''نماز میں امامت مناصبِ امام میں سے ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی متصرف نہیں کرسکتا اور نہ ہی اسکی اجازت کے بغیر کوئی اس کا قائم مقام ہوسکتا ہے۔ یہ دین وعقل کی ضروریات میں سے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر قولی وفعلی اجماع بھی ہوچکا ہے؛ جب تک امام غائب ظاہر نہیں ہوجاتا اس وقت تک امامت کی بابت بالخصوص توقف اختیار کیا جائے گا۔ اور یہ امامت خصوصی ہو یا عمومی اسکی اجازت پر موقوف ہوگی۔ پھر جیسا کہ تم جانتے ہو اب کوئی اجازت نہ ہوگی۔ تب پھر ظہور اور غیبت کے درمیان فرق کی کوئی دلیل نہ ہوگی یہاں تک کہ ظہور کے وقت تو اجازت شرط ہو اور غیبت میں نہ ہو۔'' ❷

فاضل ھندی آگے چل کر کہتا ہے: ''پھر ضروری ہے کہ ہر زمانے میں اذن کا صدور اس زمانے کے امام سے ہو، تب

❶ المہذب للطرابلسی: ۱/ ۲۹۷
❷ الفاضل الھندی: ۴/ ۲۲۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر زمانہ غیبت میں غائب کا اذن ہی مفید ہوگا اور یہ اجازت قطعاً نہیں پائی جاتی اور نہ کسی امام سے اس بارے کوئی نص وارد ہے کہ ہر زمانہ میں اس کا عمومی اذن ہے؛ یہ بھی مفقود ہے۔ اس بارے میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں کہ جب امام اصلی حاضر ہوگا تو غیر کو نماز وغیرہ کی اقامت اسکی اجازت سے ہی جائز ہوگی۔ ❶

یہ دونوں حوالہ جات بتلاتے ہیں کہ متقدمین شیعہ علمائے طائفہ اصل امام کے علاوہ ہر غیر اصل امام کا انکار کرتے ہیں اور واس قائم مقام کو بھی نہیں مانتے جسے امام اصلی نے قائم نہ کیا ہو اور جیسا کہ مقدمہ کتاب میں ذکر ہوا کہ متاخرین علماء کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن ہمارے معاصر علمائے شیعہ نے امام اصلی کی جگہ وقتی طور پر امامِ تقلید کو جائز قرار دے دیا ہے۔

امام غائب کا نائب نصب کرنے خمینی کا دعوی۔

اول: فقہائے شیعہ اور صفات نیابت:

پہلا دعوی: ''فقہائے شیعہ میں نائبِ امام کی صفات پائی جاتی ہیں''۔ اس دعوی کی دلیل میں خمینی کہتا ہے:

۱۔ باوجودیکہ ایسے کسی شخص کے بارے میں کوئی نص نہیں پائی جاتی جو بتلائے کہ وہ شخص غیبوبت کے زمانہ میں امام کا نائب ہوگا۔

۲۔ ہمارے اکثر معاصر فقہاء میں حاکمِ شرعی کے خصائص پائے جاتے ہیں۔

۳۔ اگر وہ سب مل کر پختہ ارادہ کرلیں تو ایک عدیم النظیر حکومتِ عادلہ قائم اور ایجاد کر سکتے ہیں۔ ❷

۴۔ ہمارے معاصر اکثر فقہاء میں وہ خصائص پائے جاتے ہیں جو انہیں امامِ معصوم کی نیابت کا اہل بناتے ہیں۔ ❸

۵۔ خمینی نائب کی صفات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

حاکم کی شروط: حاکم کی شروط لازمہ خود حکومتِ اسلامیہ کی طرز کی طبیعت اور ساخت سے (حاکم میں) براہِ راست پیدا ہوتی ہیں۔ سو شروطِ عامہ جیسے عقل اور تدبیر وغیرہ کے پائے جانے کے بعد دو اور اساسی شرطیں ہیں:

اول: قانون کا علم **دوم:** عدالت

آگے چل کر خمینی لکھتا ہے: ''قانون کا علم اور مسلمانوں کے اعتبار سے عدالت یہ امامت کی دو اساسی شرطیں اور دو اساسی رکن ہیں۔ مزید کسی شی کا دخل نہیں اور نہ ہی ضرورت ہے۔'' ❹

---

❶ كشف اللثام عن قواعد الاحكام: ٤/ ٢٢٥۔
❷ الحكومة الاسلامية، ص: ٤٨ ـ ٤٩
❸ الحكومة الاسلامية، ص: ١١٣
❹ الحكومة الاسلامية، ص: ٧٥ ـ ٧٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس دعوے کا ایک سرسری جائزہ

۱۔ خمینی کا قول: ''باوجود یکہ ایسے کسی شخص کے بارے میں کوئی نص نہیں ملتی جو بتلائے کہ وہ شخص غیبت کے زمانہ میں امام کا نائب ہوگا۔''

جب امت ایسے امام کی محتاج تھی جو نبی کریم ﷺ کا نائب ہو تو مہدی نے فرار ہونے سے قبل اپنا کوئی نائب کیوں نہ متعین کیا۔ حالانکہ یہ اسکی بنیادی ذمہ داری بھی تھی۔ جبکہ دوسری طرف تم خود نبی کے ذمہ واجب کرتے ہو کہ وہ اپنی نیابت میں کسی کو امت کا خلیفہ بنا جائے؟ جیسا کہ اسکی تفصیل گزر گئی ہے۔

۲۔ خمینی کا قول: ''البتہ ہمارے اکثر معاصر فقہاء میں حاکمِ شرعی کے خصائص پائے جاتے ہیں۔''

تب تو ماشاء اللہ! مہدی کی کیا ضرورت باقی رہی!!

اب ان کے فقہاء میں مہدی کی خصوصیات بھی پیدا ہونے لگی ہی اور وہ ایک حکومتِ عادلہ ہی نہیں بلکہ بے نظیر حکومت بھی قائم کر سکتے ہیں! اور بے نظیر سے مراد یہ ہے کہ ایسی حکومت خود مہدی بھی قائم نہ کر سکا تھا۔

تب پھر مہدی کے انتظار کا کیا فائدہ رہا؟ مہدی تو اس لئے چھپا تھا تاکہ دوبارہ نکل کر دنیا میں ظلم کے غلبہ کے بعد اسے دوبارہ عدل وانصاف سے بھر دے۔ لیکن اب تو یہ کام فقہائے شیعہ بھی کر سکتے ہیں!!!

دوم: جب اہلِ بیت میں سے کسی معصوم کے علاوہ کے لئے بھی یہ بات ممکن ٹھہری ہے کہ وہ حکومتِ عادلہ قائم کر لے تو پھر رب تعالیٰ غیر اہلِ بیت میں سے کسی کو امام بننے سے کیوں روکتا ہے؟

کیا یہ بات رب تعالیٰ کے علم میں نہیں کہ فقہائے شیعہ حکومتِ عادلہ قائم کرنے پر قدرت رکھتے ہیں؟

پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کیا ہوا کہ متقدمین سابقین شیعہ فقہاء تو اس بات پر قادر نہ ہو سکے، لیکن متاخرین شیعہ فقہاء اس بات پر قادر ہو گئے؟۔

انہیں کون سا نیا دین مل گیا ہے؟!!

خمینی کا پیش کردہ یہ موازنہ امامت، عقیدہ اور ان گزشتہ شیعہ اسلاف کے خلاف کھلی بغاوت ہے جو اس جدید عقیدے سے واقف نہ تھے۔ بلکہ خمینی کے کئے گئے اشارہ کے مطابق وہ اسلاف سرے سے ان کے اہل ہی نہ تھے۔

پھر ایسے لوگوں میں امامت کی صفات وخصائص کیسے پیدا ہو گئے جن میں امامِ معصوم کی تربیت سے حصہ نصیب نہیں ہوا۔ جبکہ ان لوگوں کے نزدیک خود نبی کریم ﷺ کی صحبت سے فیض پانے والوں میں یہ اہلیت اور صلاحیت پیدا نہ ہو سکی تھی؟

پھر خمینی شرعی حاکم کی صرف دو ہی اساس اور اہم شرطیں بیان کرتا ہے ا۔ علم ۲۔ عدالت۔

ارے وہ عصمت کدھر رہ گئی؟ اور تمہارے ہی عقیدہ کے مطابق وہ اللہ کی طرف سے امام کی تعیناتی کہاں گاؤ خورد ہو گئی؟!! اور اس کا اہلِ بیت میں سے ہونا کدھر گم ہو گیا؟۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارے یہ دو شرطیں تو اس شرعی حاکم کے لئے ہیں جو لوگوں کی طرف سے تعینات کیا جاتا ہے۔ جبکہ تمہارا عقیدہ تو سرے سے اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ حکومت و امارت پر تنصیب کا حق بندوں کو ہے۔ تو پھر آج یہ تنصیب اور شرطوں کی تراش خراش کہاں سے جائز ہوگئی۔ جبکہ تمہارے شیعہ عقیدہ کے مطابق بندے تو اس کے اہل ہی نہیں ہیں؟۔

۳۔ خمینی کا قول: ''اگر وہ سب مل کر پختہ ارادہ کرلیں تو ایک عدیم النظیر حکومتِ عادلہ قائم اور ایجاد کرسکتے ہیں۔''

یہ قول از حد باعثِ حیرت ہے کہ ان کے فقہاء مل کر زور لگا کر ایک بے نظیر حکومتِ عادلہ قائم کرسکتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ صلاحیت صرف معاصر فقہاء میں ہی ہے یا پھر متقدین سابقین شیعہ فقہاء میں بھی تھی؟

اگر جواب یہ ہے کہ یہ صلاحیت صرف معاصر شیعہ فقہاء میں وی ہے، تو ان کی وجہ تخصیص کیا ہے؟ کیا یہ متقدمین و متاخرین سب کے سب شیعہ نہیں؟ کیا سب کے دینی مآخذ و مصادر ایک نہیں؟

یا یہ بات ہے کہ ان معاصرین کے پاس کچھ ایسے نئے مآخذ آگئے ہیں جو سابقین متقدمین کے پاس نہیں تھے؟!

پھر جب یہ ممکن ہے کہ غیر معصوم فقہاء کی حکومت ''عادلہ'' ہوسکتی ہے تو پھر اللہ نے لوگوں کو اس بات سے اب تک کیوں روکے رکھا؟۔ حالانکہ وہ اس بات پر قادر تھے؟

پھر اگر لوگ حکومتِ عادلہ قائم کرنے پر قادر ہیں تو اثنا عشری امامِ غائب کی اب کیا ضرورت باقی رہ گئی؟!

دوم: معاصر فقہاء اور خصائص امامت:

۴۔ خمینی کا قول: ''ہمارے معاصر اکثر فقہاء میں وہ خصائص پائے جاتے ہیں جو انہیں امامِ معصوم کی نیابت کا اہل بناتے ہیں۔'' عجیب!!!!

ان کے اکثر فقہاء اس اہلیت سے آراستہ ہیں کہ وہ امامِ معصوم کے نائب بن سکتے ہیں!!! اور وہ بھی اکثر نہ کہ محدود سے چند۔ مناسب ہے کہ ذیل میں ان خصوصیات کا بھی تذکرہ کردیا جائے جن کی بنا پر طائفہ شیعہ کے نزدیک ایک آدمی امامت کے درجہ پر فائز ہونے کا اہل بنتا ہے۔ وہ خصائص یہ ہیں:

پہلی خصوصیت: اہلِ بیت کے مخصوص افراد ہوں گے جو اب پورے ہوچکے ہیں، ان میں سے اب صرف وہ وہی لاپتہ امامِ غائب ہی باقی ہے۔

دوسری خصوصیت: وہ سب سے افضل ہوں گے۔

تیسری خصوصیت: وہ اللہ کی طرف سے نامزد اور تعینات ہوں گے۔

چوتھی خصوصیت: وہ معصوم ہوں گے، ان سے عمدہ یا سہوا کوئی خطا سرزد نہ ہوگی اور نہ وہ کسی معصیت کے مرتکب ہی ہوں گے۔

پانچویں خصوصیت: ان کو اللہ سے براہِ راست اور بلا واسطہ علوم ملیں گے جن میں کسی کی تعلیم کا دخل نہ ہوگا۔ ہم اہلِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنت کے نزدیک ایسے علم کو ''وحی'' کہا جاتا ہے۔

چھٹی خصوصیت: ان سے کوئی چیز مخفی نہ ہوگی۔

ساتویں خصوصیت: وہ واجب الاطاعت ہوں گے۔

طائفہ شیعہ کے نزدیک آئمہ کی یہ خصوصیات ہیں۔ کیا یہ لوگ بتلا سکتے ہیں کہ ان مذکورہ فقہاء میں؛ ان میں سے کون کون سی خصوصیت جمع ہوگئی ہے؟!!

ذیل میں ان بیان کردہ خصوصیات پر ترتیب وار تبصرہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ پہلی خصوصیت اپنی طبعی عمر پوری کر کے ختم ہو چکی ہے۔ اسکی طمع اب کوئی نہیں کر سکتا۔

۲۔ طائفہ شیعہ ہی کا اس بات پر اجماع ہے کہ آئمہ کی فضیلت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

۳۔ طائفہ شیعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ آئمہ کی نامزدگی، تنصیب اور تعین من جانب اللہ ہوتی ہے۔

۴۔ ان فقہاء میں سے کوئی بھی عصمت کا مدعی نہیں۔

۵۔ طائفہ شیعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ آئمہ کا علم کسبی اور تحصیلی نہیں بلکہ وہبی اور عطائی ہے۔

۶۔ علمِ غیب بھی آئمہ کے ساتھ ہی خاص ہے۔

۷۔ طاعت تو صرف آئمہ کی ہی واجب ہے۔ کیونکہ امام من جانب اللہ معین اور نامزد ہوتا ہے۔ اور یہ کہ وہ معصوم ہوتا ہے جو سوائے حق کے کوئی حکم نہیں دیتا جیسا کہ طائفہ شیعہ کا عقیدہ ہے۔

علامہ مجلسی نے ابوعبداللہ جعفر بن محمد کی طرف منسوب روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے اس بات کی زبردست تاکید کی ہے جس میں یہ آتا ہے کہ:

''لوگوں پر حیرت ہے کہ وہ ہمارے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں، غیب تو صرف اللہ جانتا ہے۔ ارے میں نے اپنی فلانی باندی کو سزا دینے کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بھاگ گئی اور مجھے یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کس کمرے میں چھپی ہوئی ہے۔'' [1]

''الکافی'' کا شارح علامہ مازندرانی لکھتا ہے:

''اس تعجب سے غرض دراصل اس بات کا اظہار کرنا تھا کہ مبادا جاہل لوگ انہیں معبود بنا لیں یا موصوف کی فضیلت کے منکر بعض حاضرین کے وہم کو دور کرنا مقصود تھا جو ان کی طرف علم غیب کو منسوب کرتے تھے اور اس سے غرض اپنی جان کی حفاظت تھی۔ وگرنہ موصوف تو ما کان اور ما یکون سب کو جانتے تھے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں اپنی باندی کی چھپنے کی جگہ معلوم نہ ہو؟۔'' [2]

---

[1] اصول الکافی: ۱/ ۲۵۲۔

[2] شرح المازندرانی: ۶/ ۳۰۔ ۳۱

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آپ خود ہی دیکھ لیجئے کہ مازندرانی یہ تاویل کر کے کیونکر اس امام پر تہمت لگا رہا ہے جس سے مبتدی [چھوٹے درجہ کے] طلبہ بھی بلند ہوتے ہیں۔

اب طائفہ شیعہ نزدیک آئمہ کے یہ خصائص کسی کو بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔تب پھر خمینی کا یہ دعوی کہاں گیا کہ ''اس دور میں ان کے اکثر فقہاء میں وہ خصائص موجود ہیں جو انہیں امامِ معصوم کی نیابت کا اہل بناتے ہیں۔''

ایک شخص کو عہدے کا اہل بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جملہ صفات میں یا اہم ترین صفات میں اسکی شبیہ ہو۔ یہ بات بعض شیعہ علماء کے ہاں طے شدہ ہے۔

معاصر شیعہ عبدالحسین دستِ غیب کہتا ہے:

''امام کا ہر اعتبار سے پورے کا پورا نبی کریم ﷺ کے مشابہ ہونا واجب ہے''۔ آگے لکھتا ہے: ''کسی شخص کے نائب کا اسکے مماثل ہونا واجب ہے۔ پس نبی کے خلیفہ کا علم وعمل نبی کے مشابہ ہونا لازم ہے۔ بایں طور کہ اسے جس نے بھی دیکھا تو گویا اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔'' (1)

تو کیا تمہارے فقہاء کی صفات تمہارے آئمہ کی صفات پر منطبق ہوتی ہیں؟

اور جب ان کے زعم میں انہوں نے ان صفات کو حاصل کر لیا ہے جو انہیں امت کی قیادت کا اہل بناتی ہیں، تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ: معاصر علمائے طائفہ نے اپنے علماء کے علوم کو دیکھ کر اس بارے میں یہ شہادت دی ہے:

جملہ متقدمین علمائے طائفہ ان معاصر علماء کے متناقض اور ان سے علوم میں مختلف ہیں۔ ان کا کسی ایک فتوی میں بھی اتفاق نہیں۔ پھر قدماء ہوں یا معاصر سب باہم ایک دوسرے کے متناقض ہیں۔ پھر خود معاصرین علماء اور متقدمین علماء میں بھی باہم متناقض ہے۔''

بھلا ان میں کون سے خصائص آ گئے جبکہ خود انہوں نے اپنے فتاوی میں اپنے متبعین کو راہِ حق نہیں دکھلایا؟!

اس بات کی ان کے کبار علماء نے شہادت دی ہے کہ ان کے فتاوی میں تناقض ہے۔

انھی کی ایک جماعت نے قدماء کے تناقض کی بھی شہادت دی ہے جن میں سے ایک ''الفیض الکافی'' بھی ہے جو ''الوافی'' جیسی اس کتاب کا مؤلف ہے جسکو طائفہ شیعہ کی آٹھ معتبروں کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اور ''تفسیر الصافی'' کا مؤلف کہتا ہے:

''ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی مسئلہ میں ان علماء کا اختلاف بیس یا تیس یا اس سے بھی زیادہ اقوال تک جا پہنچتا ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایسا کوئی فرعی مسئلہ ہے ہی نہیں کہ جس میں یا اسکے متعلقات میں ان کے ہاں اختلاف نہ ہو۔'' (2)

(1) وستغیب الامامة لعبد الحسین: ٢/ ٦
(2) مقدمة الوافی، ص: ٩

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہا معاصر شیعہ علماء میں تناقض؛ تو اس کی بھی ایک جماعت نے شہادت دی ہے، ان میں سے ایک معاصر شیعہ اثنا عشری عالم شیخ جعفر شاخوری بھی ہے، وہ کہتا ہے:

''جب ہم اپنے معاصر علماء کے فتاوی پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ سب کے سب شیعہ مذہب کے دائرہ سے باہر ہیں۔ مثلاً جب ہم شیخ صدوق کا ''الھدایۃ'' یا شیخ مفید کی ''المفید'' اور سید خوئی کی ''منہاج الصادقین'' کا باہم موازنہ و مقارنہ کرتے ہیں تو ہمیں بیسیوں ایسے مسائل ملیں گے جن میں سید خوئی نے اختلاف کیا ہے۔ اگر شیخ صدوق سید خوئی کی کتاب ''المسائل المنتخبہ'' کا مطالعہ کر پاتے تو دہشت زدہ رہ جاتے۔'' اس کے بعد شیخ شاخوری ان مسائل کو گنواتے چلے جاتے ہیں جن میں شیخ خوئی نے اختلاف کیا ہے۔

آگے چل کر شیخ شاخوری لکھتا ہے: ''اگر ہم ان مسائل کو شمار کرنا چاہیں جن میں شیخ خوئی نے مشہور یا اجماعی مسائل میں اختلاف کیا ہے تو ان کی تعداد دو یا تین سو فتاوی تک جا پہنچے۔ خمینی اور حکیم اور دیگر مراجع کا بھی یہی حال ہے۔''

آگے لکھتا ہے: ''ہم نے شیخ صدوق، شیخ مفید، پھر علامہ حلی اور آخر میں سید خوئی اور سید سیتانی وغیرہ کے مراجع کو شمار کیا تو ان میں سے ہر ایک کے دسیوں شاذ مسائل سامنے آئے۔''

شیخ شاخوری آگے لکھتا ہے: ''مشہور مسائل کی مخالفت بہت زیادہ ہے بالخصوص فتاوی کو وجوبی احتیاطوں کا غلاف چڑھانے کی عادت کے عام ہو جانے کے بعد ایسی بکثرت ایسا ہوا ہے۔'' ❶

اس کے بعد شیخ شاخوری نے متاخرین کے جملہ اختلاف کو ذکر کیا ہے اور حاشیہ میں لکھتا ہے: ''یہ تو میں نے چند علماء کے برائے نام فتاوی شمار کئے ہیں کیونکہ اس موضوع کا استقصاء کئی جلدوں کا متقاضی ہے۔'' ❷

تب پھر کہاں ہیں وہ خصائص جو ان معاصر شیعہ علماء میں پائے جاتے ہیں جن کی بنا پر یہ امامت کی نیابت کے اہل بنے چلے ہیں؟!

دوسرے اس شدید اختلاف کے ہوتے ہوئے ان معاصر فقہاء میں سے نیابت امامت کی بابت کس کا قول قابلِ تسلیم ہوگا؟۔

کیا اس تفصیل کے بعد بھی یہ کہنا ممکن رہ گیا ہے کہ عصرِ حاضر کے اکثر شیعہ فقہاء ان خصائص امامت سے متصف ہیں جو انہیں امامِ معصوم کی نیابت کا اہل بناتے ہیں''۔ خمینی کے اس دعوی کا عجیب تر پہلو یہ ہے کہ جو اعتراض اس شدید ترین اختلاف کے ہوتے ہوئے معاصرِ شیعہ فقیہ پر ہوتا ہے بعینہ وہی اعتراض خود رب تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔ اب حسبِ زعم خمینی ہم نہیں جانتے کہ ان فقہاء میں سے کون رب تعالیٰ پر اعتراض بن کر وارد ہو رہا ہے؟۔

خمینی کہتا ہے: ''فقیہ حاکم پر رد کرنے والا امام پر رد کرنے والا شمار ہوگا اور امام پر رد کرنے والا اللہ پر رد کرنے والا

❶ مرجعية المرحلة و غبار التعبير، ص: ١٣٥ ـ ١٣٨

❷ مرجعية المرحلة، ص: ٢٦٨

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سمجھا جائے گا اور جو اللہ پر رد کرے گا وہ شرک باللہ کی حد میں جا پڑے گا۔''❶

یہیں سے واضح ہو گیا کہ یہ دعوی غیر محقق ہے ''کہ معاصر اکثر فقہاء میں حاکمِ شرعی کے وہ خصائص پائے جاتے ہیں جو امام معصوم کے نائب میں ہونے چاہییں۔''

اس نہایت سنگین دعوے نے اکثر تبعین طائفہ میں زلزلہ برپا کر دیا ہے اور وہ کتبِ طائفہ کی مراجعت پر مجبور ہو گئے ہیں جس کی انتہا تصحیح کامل پر ہوئی ہے۔ ان پر یہ بات واضح ہو گئی جن بنیادوں پر طائفہ اثنا عشریہ کی عقائد کی عمارت کھڑی ہے، وہ بالکل غیر صحیح ہیں۔ ان میں ایک معاصر شیعہ مؤلف قلم کار احمد الکاتب ہے۔

وہ کہتا ہے: ''شیعی نظریے کے باوجود فقیہ کو معصوم نہ تسلیم کیا جائے گا۔ البتہ خمینی نے فقیہ حاکم کو معصوم کا نائب ہونے کے اعتبار سے ولایتِ مطلقہ دی ہے۔''

آگے لکھتا ہے: اس بات نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں اس ولایتِ فقیہ کے نظریے کا استدلالی اور فقہی جائزہ لوں جس پر پہلے میرا اندھا ایمان تھا۔ تب اچانک میرے سامنے یہ حقیقت الم نشرح ہوئی کہ متقدمین علماء ولایتِ فقیہ کے نظریے کو نہیں مانتے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ وہ اس نظریے سے سرے سے واقف ہی نہ تھے۔ بلکہ جب زیدی شیعہ نے غیبوبتِ امام کے بحران سے نکلنے کا نظریہ پیش کیا تو انہیں متقدمین علماء نے ان کا شدت کے ساتھ رد کیا۔ جن میں شیخ عبدالرحمن بن قبہ، شیخ صدوق اور علامہ حلی کے نام سرفہرست ہیں۔

اور اس بارے میں سب سے پہلے جس نے لکھا وہ شیخ نراقی ہیں جنہوں نے تقریباً ڈیڑھ سو برس قبل ''عوائد الامام'' میں یہ لکھا کہ متقدمین علماء امام مہدی غائب کے نظریے پر ایمان رکھتے تھے اور وہ کسی سیاسی عمل کو یا بغاوت کو یا اقامتِ حکومت کو یا امام کی غیبوبت کے زمانہ میں اقتدار سنبھالنے کی کوشش کو صراحۃ حرام کہتے تھے اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ بعد کے ہر امام میں عصمت اور نص کی دو شرطیں مفقود ہوتی ہیں۔'' غرض احمد الکاتب آگے ولایتِ فقیہ کے نظریہ اور طائفہ کے عقائد پر بھرپور اور آخر کتاب تک نقد کرتا ہے۔❷

۵۔ <u>خمینی امام کی شروط کی مفصل ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:</u>

حاکم کی شروط: حاکم کی شروط لازمہ خود حکومتِ اسلامیہ کی طرز کی طبیعت اور ساخت سے حاکم میں براہِ راست پیدا ہوتی ہیں سو شروط عامہ جیسے عقل اور تدبیر وغیرہ کے پائے جانے کے بعد دو اور اساسی شرطیں ہیں:

۱۔ قانون کا علم

۲۔ عدالت

قانون کا علم اور مسلمانوں کے اعتبار سے عدالت یہ امامت کی دو اساسی شرطیں اور رکن ہیں۔ مزید کسی چیز کا دخل ہے

---

❶ کشف الاسراء للخمینی، ص: ۲۰۷

❷ قطوف الفکر السیاسی الشیعی، ص: ۵ ـ ۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی ضرورت ہے۔ ❶

خمینی کے دعوی کا ایک جائزہ

جب خمینی یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ شیعہ آئمہ متقدمین نے امام کے جو خصائص بیان کیے ہیں ان کا مدعی بن بیٹھنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ جبکہ دوسری طرف وہ خود اس بات کی طمع لگائے بیٹھا تھا کہ وہ امام کا بدل بنے۔ تو ان مذکورہ صفات سابقہ کے خلاف کوئی نہ کوئی حیلہ کرنا ناگزیر ٹھہرا۔ پھر خمینی نے دعوی کر دیا کہ امامت کی صرف دو شرطیں ہی مطلوب ومقصود ہیں۔ لہٰذا جب کسی شخص میں یہ دو شرطیں عدالت اور علم پائی جائیں گی وہ حاکم شرعی بن سکے گا۔

علم اور عدالت کو ہر انسان اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے یہ کوئی ناممکن الحصول صفات نہیں ہیں۔ تو جب عصمت کی شرط شرط ہی نہ رہی تو طائفہ شیعہ کسی غیر معصوم کو حاکم شرعی بننے سے کیوں روکتا ہے؟

خمینی نے صراحتاً یہ کہا ہے کہ جس میں یہ دو شرطیں پائی جائیں گی وہ حاکم شرعی اور امام وقت بن سکتا ہے۔ پھر جب امام کی صفات ممکن الحصول تھیں تو طائفہ شیعہ باقی امت سے کٹ کر کیوں جیتا رہا؟ اور یہ گمان اور دعوی کرتا رہا کہ امامت ایسا درجہ ہے جسے غیر معصوم قائم نہیں کر سکتا۔

خمینی کے پیش کردہ اس عقیدہ کی متقدمین، متاخرین اور معاصرین جملہ شیعہ علماء مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔

متقدمین علماء کی رائے: سید مرتضی جن کا طائفہ شیعہ کے ہاں ''امام الھدی'' لقب ہے، اس بات کو شدومد کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ امام میں جن صفات کا پایا جانا ضروری اور ناگزیر ہے، وہ یہ ہیں:

''افضلیت، عصمت اور علم۔ تب پھر خمینی کس بنا پر اس بات کا مدعی ہے کہ افضلیت اور عصمت جیسی صفات کا امامت کے حصول میں کوئی عمل دخل نہیں؟''

سید مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ) لکھتا ہے:

> ''جان لیجیے کہ امام اختیار کرنے کے فساد میں ہمارا اعتبار ان صفات پر ہے جن کی ان امام چننے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں اور نہ یہ صفات فکر ونظر اور اجتہاد سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ان کا علم صرف رب تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔ جیسے معصوم ہونا، ثواب میں افضلیت اور ساری امت کے احوال کا علم ہونا وغیرہ۔ کیونکہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ صفات اختیار سے حاصل نہیں ہو سکتیں اور ان کا علم بھی نص ہی سے ہو سکتا ہے۔'' ❷

متاخرین علماء کی رائے: ان میں مشہور اثنا عشری عالم محمد بن الحسن الھندی (متوفی ۱۰۶۲ھ) بھی شامل ہے اس کا کچھ کلام گزشتہ صفحات میں مذکور ہو چکا ہے وہ نماز کی امامت کا قاعدہ بیان کرتے کہتا ہے کہ یہ امامت امام معصوم ہی کر سکتا

---

❶ الحکومۃ الاسلامیۃ، ص: ۷۵ - ۷۶۔

❷ الشافی: ۴/ ۵۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے اور وہ امامت میں اس کی دلیل عصمت کو بیان کرتا ہے۔

چنانچہ علامہ ھندی "باب صلواۃ الجمعة" میں لکھتا ہے: "نماز جمعہ کی شروط": دوسری شرط: سلطان عادل ہو یا اس کا قائم کردہ کوئی شخص ہو یا جسے سلطانِ عادل نے حکم کیا ہو اور سلطانِ عادل سے مراد امام معصوم ہے۔ عقل و شرع دونوں کی روشنی میں یہ بات ضروریات میں سے ہے کہ اس کی اقتداء درست نہیں جس کے پاس اپنی امامت کی دلیل نہ ہو اور غیر معصوم کے پاس امامت کی دلیل صرف اس کا اذن ہے۔ بلکہ وہی امام ہے اور امامت اس کا منصب ہے۔ غیر کے لئے کسی بات میں بھی امامت جائز نہیں ہے اور نہ ہمیں غیر کی کسی بات میں بھی اقتداء جائز نہیں مگر اس کی اجازت سے یا اسکے نائب بنانے سے۔" ❶

علامہ حلی نے جعفر صادق سے روایت نقل کی ہے جو بتلاتی ہے کہ غیر امام کے ساتھ ملکر قتال حرام ہے، روایت یہ ہے:

"بشیر سے روایت ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ: "میں نے الصادق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ: میں نے خواب میں آپ سے یہ کہا ہے کہ غیر مفروض الاطاعت امام کے ساتھ ہو کر قتال کرنا ایسا حرام ہے جیسا کہ مردار، بہتا ہوا لہو اور خنزیر کا گوشت حرام ہے۔" تو آپ نے خواب میں یہ جواب دیا کہ: ہاں ایسا ہی ہے۔ تو کیا میرا یہ خواب درست ہے؟ الصادق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: ہاں، بالکل یہی بات ہے۔" ❷

لیکن یہ کیا ہوا کہ آج ان ہی شیعہ نے ایک غیر معصوم کو امام بنا لیا ہے اور اس کے پیچھے نماز اس کی اطاعت اور اس کے ساتھ مل کر جہاد وغیرہ سب کچھ جائز اور شریعت بن گیا۔

پھر یہ ملحوظ رہے کہ امام اور حاکم کی یہ صفات وہ ہیں جنہیں اہلِ سنت نے حاکم اور سلطان میں شرط قرار دیا ہے۔ جو ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک شیعہ کے ہاں غیر مقبول رہیں۔ لیکن یہی شروط ان کے ہاں اب کیونکر مقبول ٹھہر گئیں؟!

مشہور سنی فقیہ و عالم علی بن محمد ابوالحسن الماوردی (متوفی ۴۵۰ھ) کہتے ہیں: "رہے اہلِ امامت تو ان میں سات شروط معتبر ہیں:

۱۔ عدالت، اپنی جملہ و جامع شروط کے ساتھ

۲۔ پیش آمدہ واقعات و حوادث اور احکام میں مرتبہ اجتہاد تک پہنچا ہوا علم۔" ❸

اہلِ سنت کی کتب میں امام کی اہم ترین شروط یہی مذکور ہیں تو کیا اب ہم اس کا مطلب یہ سمجھیں کہ اب طائفہ شیعہ نے ان شروط کی مراجعت اور ان پر گفتگو شروع کر دی ہے جو اس سے قبل امت میں تفریق کا سبب بنی رہی ہیں اور ان شروط پر اعتماد کرنا شروع کر دیا ہے جو اہلِ سنت کے ہاں مقبول و منقول چلی آ رہی ہیں؟

❶ كشف اللثام: ٤/ ٢٤٣۔
❷ تذكرة الفقهاء: ١/ ٤٠٦
❸ الاحكام السلطانية، ص: ٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی: کیا شیعہ کو اپنے ہاں سیاسی خلل کا کچھ اندازہ ہونا شروع ہو گیا ہے کہ جس کی درستی واصلاح کے لئے اب یہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں؟

اور اگر یہ بات یہی ہے تو کیوں نہ ہم عقائد کی تصحیح کے لئے بھی زیادہ وسیع تناظر میں مراجعت [اصلاح اور نظر ثانی] کے سلسلے کا آغاز کریں تاکہ کتاب اللہ وسنت مطہرہ کے سائے تلے پوری امت کی شیرازہ بندی ہو سکے؟

ہمیں پوری امید ہے کہ شیعہ حضرات اس طرف ضرور آئیں گے۔

کیا شیعہ فقیہ امام کا نائب بن سکتا ہے؟۔

خمینی اس پر کلام کرتے ہوئے کہتا ہے:

۱۔ ہمارے پاس دراصل جو چیز مفقود ہے وہ عصائے موسیٰ، سیفِ حیدری اور ان دونوں کی عزیمت جبارہ ہے۔

۲۔ اور جب ہم اسلامی حکومت کے قیام کا ارادہ کرلیں گے تو عنقریب ہمیں عصائے موسیٰ اور سیفِ حیدری دونوں مل جائیں گے۔ [1]

اس دعویٰ کا ایک سرسری جائزہ

۱۔ ''ہمارے پاس دراصل جو چیز مفقود ہے وہ عصائے موسیٰ، سیفِ حیدری اور ان دونوں کی عزیمت جبارہ ہے۔'' ہم نہیں جانتے کہ خمینی اس جگہ عصائے موسیٰ کو کیونکر لے گھسا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے جن کے ماننے والے یہود کہلاتے ہیں۔ جبکہ ہم تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں۔ بھلا بنی اسرائیل کے پیغمبر کے عصا کا اس امت سے کیا تعلق واسطہ؟ ہم اس بات کی تفسیر کرنے سے قاصر ہیں۔

۲۔ خمینی کا دوسرا دعویٰ: ''جب ہم اسلامی حکومت کے قیام کا ارادہ کرلیں گے تو عنقریب ہمیں عصائے موسیٰ اور سیفِ حیدری دونوں مل جائیں گے۔''

یہ قول بھی بے حد عجیب ہے۔ جب معاملہ صرف عزم اور پختہ ارادے کا ہی ہے تو پھر تمہارے پہلے آئمہ معصومین نے اس بات کا ارادہ کیوں نہ کیا؟ اور ایک ہزار برس تک تمہارے شیعہ علماء نے بھی اس بات کا ارادہ کیوں نہ کیا؟ جب تمہارے اعتقاد کے مطابق عزم کرنے والا ہر شخص علی بن ابی طالب بن سکتا ہے اور ان کی تلوار بھی حاصل کرسکتا ہے تو پھر اس کی اجازت کسی ایک شخص کو نہیں ہونی چاہیے، بلکہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے متبعین میں سے جس کے ساتھ بھی ان کی تلوار کی طرح تلوار ہو، بلکہ اس کے پاس عصائے موسیٰ جیسا عصا ہو، جس کو رب تعالیٰ نے نبوت موسیٰ علیہ السلام کی ایک نشانی ٹھہرایا تھا اور انسانوں میں سے سوائے ان کے کسی کو بھی وہ عصا نہ دیا تھا۔ غرض یہ عصا بھی جس کے پاس ہو کہ فی زمانہ خمینی کی برکت سے فقہائے شیعہ میں سے ہر ایک اس منصبِ امامت کو حاصل کرسکتا ہے۔ تب پھر خمینی کے اسلاف یہ بات کیوں نہ سمجھے تھے اور اتنی طویل مدت دستِ نگر اور سرنگوں بن کر کیوں جیتے رہے اور انہوں نے سیفِ حیدری اور

[1] الحکومۃ الاسلامیۃ، ص: ۱۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عصائے موسیٰ کے حصول کی کوشش کیوں نہ کی؟

اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ درج ذیل جملوں میں خمینی ثابت کرتا ہے کہ اسلاف نے یہ بات سمجھ لی تھی لیکن انہوں نے ہمارے سامنے اس بات کو ذکر نہ کیا تھا۔ تب پھر خمینی نے یہ کہاں سے جان لیا کہ وہ یہ بات سمجھ گئے تھے؟ پھر یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کیا تھا۔

سوم: فقیہ اور امام اور رسول کی ولایت؟

[یہ دعویٰ ہے کہ فقیہ کے لئے بعینہ امام اور رسول کی ولایت ثابت ہے] خمینی کہتا ہے:

۱۔ ''اللہ نے رسول کو سب ایمان والوں کا ولی بنایا ہے اور رسول کے بعد امام امت کا ولی ہے اور دونوں کی ولایت کا معنی یہ ہے کہ دونوں کے اوامر شرعیہ سب امور میں نافذ العمل ہیں۔''

۲۔ پھر کہتا ہے: ''بعینہ یہی ولایت و حاکمیت فقیہ میں موجود ہوتی ہے۔ صرف ایک فرق کے ساتھ وہ یہ کہ ایک فقیہ کی ولایت دوسرے فقہاء پر اس طور پر نہیں ہے کہ وہ ان کے عزل ونصب پر مختار ہے، کیونکہ اہلیت کے اعتبار سے سب فقہاء مساوی ہیں۔'' [1]

اس دعویٰ کا ایک سرسری جائزہ

خمینی کا قول: ''اللہ نے رسول کو سب ایمان والوں کا ولی بنایا ہے اور رسول کے بعد امام امت کا ولی ہے اور دونوں کی ولایت کا معنی یہ ہے کہ دونوں کے اوامر شرعیہ سب امور میں نافذ العمل ہیں۔''

ہم نہیں جانتے کہ مومنوں کا ولی ہونا یہ معنی بھی رکھتا ہے کہ اب اس کا امر نافذ ہے؟ لغتِ عربیہ میں یہ لفظ اس معنی میں بالکل نہیں آتا۔

لیکن خمینی یہ وہم ڈالنا چاہتا ہے کہ یہ لفظ اس امامت پر دلالت کرتا ہے جو مومنوں پر ہوتی ہے۔ خمینی نے مومنوں پر والی اور مومنوں کے لئے والی کے درمیان فرق کیا ہے۔ سو نبی ﷺ کی اہلِ ایمان کے لئے ولایت یہ ان کی محبت و نصرت ہے۔ اسی طرح مومنوں کی نبی ﷺ کے ساتھ ولایت بھی نبی سے محبت کرنے اور اسکی نصرت کرنے کے معنی میں ہوتی ہے۔ ولایت کا وہ معنی نہیں جو خمینی نے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح ''علی رضی اللہ عنہ مومنوں کا ولی ہے'' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مومنوں سے محبت اور ان کی نصرت کو حمایت کرنے والا ہے۔ اس طرح اس کے برعکس اہلِ ایمان جنابِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ولی ہیں کہ وہ جنابِ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں اور ان کی نصرت وحمایت کرتے ہیں۔

ولایتِ ایمانیہ کا یہ معنی اس ارشاد باری تعالیٰ میں مذکور ہے:

---

[1] الحكومة الاسلامية، ص: ٥١

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ (التوبه : ۷۱)

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں۔"

یعنی مؤمن مرد اور عورت ایک دوسرے کے محب اور دشمنوں کے خلاف ایک دوسرے کے حامی و ناصر ہوتے ہیں۔ نہ کہ یہ مراد ہے کہ ان میں سے ایک کا حکم دوسرے پر نافذ ہوتا ہے۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾[الانفال ۷۲]

"وہ لوگ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمھارے لیے ان کی دوستی میں سے کچھ بھی نہیں"۔

"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔"

یہ دونوں آیتیں اس معنی کی تائید کرتی ہیں کہ مومن ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں۔ یہ معنی نہیں بتلاتی کہ مؤمن ایک دوسرے کے امام ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ میں مذکور جملہ ولایات کا معنی یہی ہے۔ اگر اللہ کا ارادہ یہ بتلانے کا ہوتا کہ علی مومنوں پر امام ہے تو ضرور اس کی صراحت فرماتا۔ اور کتاب اللہ میں جنابِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لے کر اس بات کی خبر دیتا اور توریہ/تقیہ سے کام نہ لیتا۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اس اعتبار سے نافذ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؛ اس اعتبار سے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ولی ہیں۔

چہارم: فقیہ اور ولایت وحاکمیت:

خمینی کا قول: "بعینہ یہی ولایت وحاکمیت فقیہ میں موجود ہوتی ہے"

یہ تو ایک نئے امام کا تعین ہے جو آیت اللہ خمینی سے صادر ہو رہی ہے جس پر وہ ایک غیر معصوم فقیہ کو تعینات کر رہا ہے۔ جو ان اہلِ بیت میں سے بھی نہیں جو من جانب اللہ امامت کے لئے متعین اور مخصوص ہوتے ہیں۔ (جیسا کہ اثنا عشری شیعہ کا عقیدہ ہے) تاکہ خود یہ خمینی امام کے منصب پر بلا حیل وحجت براجمان ہو سکے۔

سو خمینی کے یہ اقوال آج ایک شیعہ فقیہ کو کیا کیا بنا ڈالتے ہیں اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

"یہ اقوال ایک فقیہ کو ایسا امام بنا رہے ہیں جو منبر پر سیدھا براجمان ہے اور اب اسے امام والے حقوق و مراعات بھی حاصل ہیں۔ اس کا حکم واجب الاطاعت اور نافذ العمل ہے اور جو امام کا کہنا نہ مانے گا وہ عنداللہ جواب دہ اور قابلِ مؤاخذہ ہوگا۔ بلکہ امام کے حکم کو رد کرنا یہ اللہ کے حکم کو رد کرنے کے برابر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ گزرا۔ کیونکہ اب یہ فقیہ امام بن کر لوگوں پر حجت بن چکا ہے اور اب لا پتہ اور گم شدہ امام کی حجیت کا دور ختم ہو گیا۔ جیسا کہ دوسری بحث میں اس کا بیان آ جائے گا، ان شاء اللہ۔

دولتِ ایرانیہ کے دستور میں صراحۃً لکھا ہے:

''جمہوریہ اسلامیہ کے لشکر کے ذمہ صرف سرحدوں کی حفاظت وحراست نہیں بلکہ یہ دعوت عقائد کے بھی مکلف ہیں، یعنی جہاد فی سبیل اللہ اور چہار دانگِ عالم میں قانونِ الٰہی کی حاکمیت کی توسیع کے لئے جدوجہد کرنا۔'' ❶

اور آخری بات یہ ہے کہ اب انبیاء اوصیاء کا حکم اب غیر انبیاء واوصیاء کے ہاتھوں متحقق ہونے چلا ہے اور یہ ایران میں اس خمینی کے ہاتھوں جمہوریہ اسلامیہ کے قیام سے ہی ممکن ہو گیا جس نے یہ ترتیب بنائی تا کہ (امام غائب کے بعد) امام غائب کے منبر پر براجمان ہونے والا پہلا غیر معصوم اور غیر از اہلِ بیت فقیہ وہی ہو۔

آج کا ایک معاصر اثنا عشری شیعہ عالم احمد فہری، جو علامہ کہلاتا ہے، کہتا ہے:

''خمینی نے ایران میں تاریخِ اسلام میں پہلی بار ایک عظیم جمہوریہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی ہے اور اس نے انبیاء اور رسولِ اعظم ﷺ اور آئمہ معصومین کے حکم کو ثابت و متحقق کر دیا ہے۔'' ❷

اور آیت اللہ طالقانی کے نزدیک تو رسول ﷺ اور خلفاء کی حکومتیں بھی دولتِ خمینی کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکیں۔ وہ حکومتیں تو دولتِ خمینی کا دیباچہ اور تمہید تھیں۔ چنانچہ طالقانی کہتا ہے:

''یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس زمانے میں جمہوریہ اسلامیہ (ایرانیہ خمینیہ) ہی حیات کی اہل ہے جبکہ ابتدائے اسلام کی اسلامی حکومتیں حیات بخش نہ تھیں۔ بے شک دورِ نبوی اور دورِ خلفائے راشدین سے لے کر آج تک کے سیاسی و معاشرتی انقلابات اور تبدیلیاں؛ کہ ان سب نے مل کر جمہوریت اسلامیہ (ایرانیہ خمینیہ) کو ایک موضوعی بنیاد اور اساس فراہم کی ہے۔'' ❸

محمد جواد مغنیہ اس قول کو نقل کرنے کے بعد اسے اسلامیہ جمہوریہ کا ایک جدید فہم قرار دیتا ہے جو اسی کے منہ سے صادر ہو سکتا ہے جس کے قلب و ذہن میں اسلام رچ بس گیا ہو اور اس نے اسلام ہی کی فضا میں پرورش پائی ہو۔ ❹

بلکہ بعض معاصر شیعہ علماء نے تو یہاں تک دعویٰ کر ڈالا ہے کہ خمینی کی خوشخبری آئمہ متقدمین نے دی تھی۔ ❺

---

❶ الدستور لجمهورية الاسلامية، ص ١٦، منشورات مؤسسة الشهيد۔ دیکھیں مذکورہ دستور کی وہ اشاعت جسے وزارتِ الارشاد الایرانیۃ نے شائع کیا ہے، ص: ١٠

❷ الخميني في سر الصلوة، مقدمة الكتاب، ص: ١٠۔

❸ جريدة السفير اللبنانية بتاريخ: ٣١/ ٣/ ١٩٧٩

❹ الخميني والدولة الاسلامية لمغنية، ص: ١١٣۔

❺ الخميني والدولة الاسلامية، ص: ٣٨۔ ٣٩

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں علماء طائفہ کے ایک قول پر تعجب ہے کہ وہ دولتِ اسلامیہ جس کا آغاز حضرت رسالت مآب ﷺ کے عہد مبارک سے ہوتا ہے اور وہ عروج کی منزلیں طے کرتی ہوئی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار سے گزر کر خلافتِ عثمانیہ کے دور میں جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ جس نے ایک دنیا کو فتح کیا، جس میں سے خود سابقہ ایران بھی ہے؛ اور جس دولت اسلامیہ نے اسلام کو روئے زمین کے ہر اس خطے تک پہنچایا جو اس سے قبل اسلام سے نا آشنا تھا۔ پر اس سب کے باوجود یہ حکومتیں رسول ﷺ اور آئمہ معصومین کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ کر سکیں۔ پر ایران میں عصرِ حاضر کی حکومتِ ولایتِ فقیہ نے رسول اللہ ﷺ اور آئمہ کے بعد ان کے حلم کو ثابت کر دکھایا۔

جب امامیہ شیعہ کے حسب اعتقاد رسول ﷺ کا خواب کو شرمندۂ تعبیر ہو چکا؛ پھر ان کے مزعوم مہدی منتظر کے انتظار کا کیا فائدہ؟ بلکہ خود ان آئمہ معصومین کا کیا فائدہ ہوا جو رسول کا خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ کر سکے اور نہ اسے سوچ سکے! اور تو اور خود رسالتِ رسول ﷺ بھی بیکار ٹھہرتی ہے (معاذ اللہ) استغفر اللہ جو اپنا حلم بھی ثابت نہ کر سکی؟۔

بلاشبہ یہ ان شیعہ زعماء میں پیدا ہونے والا غرور ہے کہ وہ خود اپنے مذہب کے خلاف ایک حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر اپنے اس نا شائستہ فعل کے اعذار تراشنے لگے جو مذہب طائفہ کے کسی طور پر بھی موافق نہیں ہے تا کہ اپنے پیروکاروں کو مطمئن کر سکیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ کیونکہ جو کوئی نہ کر سکا اس کے کرنے کا موقع قدرت نے انہیں دیا ہے۔

اور یہ کہ یہ غرور امت میں اس سنگین لغزش کی منظر کشی کر رہا ہے جو خمینی کے اس جدید نظریے کے سبب اس امت میں برپا ہونے والی عسکری جنگ کی ابتداء میں ہی اسے دھمکا رہا ہے اور یہ نظریہ عنقریب اس شیعہ حکومت کو اس حد تک لے جائے گا کہ وہ تمام بلادِ اسلامیہ تک اس حکومت کا دائرہ وسیع کرے اور ان میں فقہاء کی اس امامت کو قائم کرے جس کو قائم کرنے سے بقول خمینی خود آئمہ شیعہ بھی عاجز رہ گئے۔ جیسا کہ دوسری بحث میں اس کا بیان آ جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

یہ غیر معصومین اور غیر اہلِ بیت کے ہاتھوں اقامتِ حکومت کی مثال اور موازنہ شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ کو باطل قرار دیتا ہے۔

پس اگر تو اقامتِ دولت اور جہاد کے لئے علم بلند کرنے اور بیعت لینے کی ممانعت کا عقیدہ صحیح ہے تو خمینی حکومت کے یہ سب کے سب اقدامات باطل ٹھہرتے ہیں۔ اور اگر یہ جملہ اقدامات ایک صحیح عمل ہیں تو شیعہ اثنا عشری عقیدہ باطل ٹھہرتا ہے۔ ان دو باتوں کے علاوہ یہاں تیسری کوئی بات ممکن نہیں ہے کہ دونوں میں سے ایک بات صراحۃً باطل ہے۔

شیعہ اربابِ عقل و دانش پر واجب ہے کہ وہ امتِ شیعہ میں چیخ چیخ کر اس بات کا اعلان کر دیں کہ وہ عقیدہ جس نے شیعہ پر ہزار برس سے باقی امت کے ساتھ مشارکت کو حرام قرار دے رکھا تھا اور جن کا یہ عقیدہ تھا کہ اس امت کی قیادت آئمہ معصومین کے سوا کسی کے لئے بھی جائز نہیں۔ لیکن ایک ہزار سال سے بھی زیادہ کی مدت کے بعد اب آ کے پتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چلا ہے کہ یہ عقیدہ تو غلط تھا اور یہ کہ ایسا عقیدہ رکھنے سے تو اسلام ضائع اور برباد ہو جاتا ہے اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ امامت پر ایک غیر معصوم بھی فائز ہوسکتا ہے، کیونکہ امامِ معصوم کا دعوی تو واقعاتی دنیا میں کہیں نظر بھی نہیں آتا۔

پھر اگر بات وہی ہوتی جس کا پہلے شیعہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ہمارا پروردگار اس زمین کو آئمہ کے وجود سے خالی نہیں رکھتا۔ پھر اگر وہ ائمہ ہوتے تو ان کی نصرت و اعانت کرتا تا کہ وہ امت میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے۔ جیسا کہ رب تعالیٰ نے حضرات انبیائے کرام کی اعانت فرمائی حتی کہ انہوں نے رب تعالیٰ کی مرادوں کو امت تک پہنچایا۔

ہم امید کرتے ہیں یہ تشیع کا آخری مرحلہ بلکہ شاید آخری سے ماقبل کا مرحلہ ثابت ہو، کیونکہ ہم اس آخری مرحلے کے انتظار میں ہیں جس میں حقیقت آشکار ہو، اور یہ طائفہ امتِ اسلامیہ کی صف میں لوٹ آنے کا اعلان کردے۔ کہ رب تعالیٰ پر یہ بات ذرا بھی مشکل نہیں۔

اب مرحلہ سابقہ کا شعار یہ تھا کہ: ''ہر وہ پرچم جو شیعہ فقہاء کے ہاتھوں بلند کیا جائے گا وہ عادلانہ پرچم ہے؛ چاہے اسے بلند کرنے والا اہلِ بیت میں نہ بھی ہو۔''

بلاشبہ یہ دو ایسے متضاد نظریے ہیں جو کبھی یکجا نہ ہوسکیں گے۔ یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب فقہاء کو شیعہ شریعت کو منسوخ کردینے کا حق حاصل ہو جائے۔ کیونکہ یہ [ان کے نزدیک] آئمہ کا حق ہے؛ جیسا کہ طائفہ شیعہ کے ایک سربرآوردہ عام کا قول اور نظریہ ہے اور دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ یہ حق اب فقہاء شیعہ کو منتقل ہو چکا ہے۔

خمینی کا شیخ حسین بن عبدالرحمٰن النجفی النائینی (۱۲۷۳۔۱۳۵۵ھ) کہتا ہے:

''یاد رہے کہ وحی کا منقطع ہو جانا نبی کریم ﷺ کے بعد نسخ کے عدمِ تحقق کو لازم نہیں (یعنی نسخ نبی کریم ﷺ کے بھی ہوسکتا ہے) کیونکہ یہ ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ناسخ حکم کسی وصی کے پاس بطور امانت کے رکھ دیا ہو اور اس وصی نے اگلے کے پاس اور ہوتے ہوتے یہ حکمِ ناسخ وصی (یعنی امامِ غائب مہدی) کے زمانِ ظہور و تبلیغ تک جا پہنچے۔ اس بارے میں متعدد روایات وارد ہیں کہ رب تعالیٰ نے یہ دین آئمہ کو تفویض فرمایا ہے۔ صاحبِ الکافی نے اس بارے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ اس کے بعد اس بات کی طرف مطلق کان نہ دھرے جائیں گے کہ نبی کریم ﷺ کے نسخ کی تحقیق ناممکن ہے۔'' [فوائد الاصول: ٤/ ٢٧٤]

شیعہ اور ماضی میں اقامتِ حکومت کا موقعہ؟:

خمینی کہتا ہے:

۱۔ ہمارے آئمہ کو اس بات کا موقعہ ہی نہیں ملا کہ وہ زمامِ اقتدار کو اپنے ہاتھوں میں لیتے۔ وہ اپنی اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک اسکے انتظار ہی میں رہے۔

۲۔ ان عادل فقہاء کے ذمہ واجب ہے کہ وہ خود اس بات کے مواقع کی تاک میں رہیں اور حکومت کی تنظیم و تشکیل کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاطر کسی بھی موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔[الحكومة الاسلامية، ص: ٥٤]

اس دعوی کا ایک جائزہ

ا۔ خمینی کا قول کہ: ''ہمارے آئمہ کو اس بات کا موقع نہیں ملا کہ وہ زمامِ اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لیتے وہ اپنی اپنی زندگیوں کے آخری لحات تک اس کے انتظار میں ہی رہے۔''

اس مقام پر خمینی یہ دعوی کر رہا ہے کہ ان آئمہ کو زمامِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لینے کا موقع نہ ملا البتہ وہ اس کے منتظر رہے لیکن ہم سمجھ نہیں سکے کہ انہیں اس بات کا موقع کیسے نہ ملا؟ تب پھر یہ معاملہ موقع شناسی کا ہے نا کہ کوئی جہادی معاملہ ہے پھر ہم یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ خمینی نے یہ بات کہاں سے سمجھی ہے حالانکہ آئمہ کی طرف منسوب جملہ نصوص تو خروج سے منع کرتی ہیں اور قائم کے آنے تک سب کو اپنے اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہنے کا حکم دیتی ہیں۔

ان آئمہ کا تو یہ قول کہیں بھی نہیں کہ موقع کی تاک اور گھات میں رہو، یا یہ کہ موقع ڈھونڈتے رہو، بلکہ انہوں نے تو یہ بات القائم یعنی مہدی کے قیام پر معلق رکھی تھی؟

بھلا خمینی اٹھ کر ان آئمہ معصومین پر ایک ایسی تہمت کیونکر لگا سکتا ہے جو ان کے مقام ومرتبہ کو گھٹاتی ہو، کیونکہ تب پھر انہوں نے وہ کام تو نہ کیا جو خمینی کر گیا اور جیسے اس نے موقعہ سے فائدہ اٹھایا انہوں نے اٹھایا اور جیسے خمینی نے ظالم حاکم کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا، ان آئمہ نے نہ کیا۔ حالانکہ اسی طائفہ کے عقیدہ ویقین میں وہ آئمہ اہلِ حق تھے۔

یا تو یہ خمینی ان آئمہ سے زیادہ دلیر، بہادر اور شجاع ہے اور دین الٰہی کا ان سے زیادہ حریص ہے؟ یا پھر خمینی ان آئمہ کے منہج سے باہر اور خارج ہے۔

کیونکہ خمینی کو تشکیلِ حکومت کا موقعہ نہ ملا تھا بلکہ اس نے جان ہتھیلی پر رکھ کر سر بکف ہو کر خود کو خطروں اور جوکھوں میں پھینک مارا اور اقتدار تک جا پہنچا تھا۔

خمینی نے ایک ایسی ظالم ومستبد حکومت کے زیرِ سایہ زندگی گزاری تھی کہ اس جیسی یا اس کے قریب قریب ظالم ومستبد حکومت آئمہ کے دور میں بھی نہ تھی۔ تب پھر یہ کیسے ہو گیا کہ ان پُر خطر اور جان لیوا حالات کے سامنے خمینی تو سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو گیا پر وہ آئمہ ایسے حالات میں بجائے خم ٹھونکنے کے گم نام مقامات پر جا چھپے؟

جب وہ آئمہ اللہ کی طرف سے امت کی قیادت کے لئے نامزد تھے تو انہوں نے خمینی جیسا کردار کیوں نہ پیش کیا؟ تو انہوں نے ایک غیر امام کو منصبِ امامت غصب کر لینے کے باوجود کیوں چھوڑے رکھا اور جیسے خمینی نے امامت کے غاصب ایک حاکم سے مقابلہ کیا، انہوں نے کیوں نہ کیا اور تمہارے اعتقاد میں تو صدرِ اول میں ہی غاصب حاکموں نے اقتدار چھین لیا تھا۔ پھر بھی وہ دبکے رہے اور ایک ایسے حاکم کا انتظار کرتے رہے جو انہیں اقتدار پلیٹ میں رکھ کر پیش کرے؟

ایک سادہ لوح شیعہ جب خمینی اور آئمہ معصومین کے کردار وعمل کا موازنہ کرے گا تو اس کے ذہن میں خمینی کا تصور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان آئمہ سے بھی زیادہ شجاع اور عظیم مرد مومن کا بن کر ابھرے گا۔ کیونکہ خمینی نے وہ کر دکھایا جو وہ نہ کر سکے اور اس نے وہ جہاد کیا جو انہوں نے نہ کیا اور اس نے تو ایک حکومت بھی قائم کر دکھا دی جس کا وہ صرف خواب دیکھتے رہ گئے!!

تو پھر امام کے نام کا زیادہ مستحق خمینی ہے، اسی لئے آج شیعہ نے اس پر ''امام'' کے لفظ کا اطلاق کر بھی دیا ہے اور اسکے ساتھ تعظیم و تکریم کے وہ وہ معاملات کیئے ہیں جو انہوں نے اپنے آئمہ کے ساتھ بھی نہیں کیئے اور آج اس کی قبر کی رونق اور مرجعیت ان آئمہ کی قبروں کی مرجعیت سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔

رہے آلِ محمد ﷺ کے وہ اختیار و ابرار تو ہم اہلِ سنت والجماعت ان کے بارے میں اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ان کا یہ اعتقاد ہرگز نہ تھا کہ وہ من جانب اللہ نامزد ہیں اور باوجود اس کے کہ ان کے متاخرین کے دور میں حکام کی طرف سے ظلم و فساد کی کثرت بھی تھی لیکن پھر بھی ان کے دلوں میں امامت کی رغبت نہ تھی۔ البتہ انہیں اس بات کا ادراک تھا کہ خروج امت کے حق میں سخت ضرر رساں ہے جس کے نتیجہ میں بدترین خونریزی، خوف، دہشت کا انتشار، انارکی، پراگندگی اور عدمِ استقرار پیدا ہوتا ہے۔

اور جب اہلِ بیت کا یہ مؤقف اس امامت کے دعوے کو باطل قرار دیتا ہے جس کا یہ اثنا عشری شیعہ آج آکر اپنے حق میں دعوی کرتے ہیں تب پھر جان خلاصی کی کوئی تدبیر گھڑنا لازمی ٹھہرا تا کہ یہ لوگ اپنے طائفہ کو اس بات پر مطمئن کر سکیں کہ بالآخر ان آئمہ نے خروج کیوں نہ کیا تھا۔ سو اس کے لئے انہوں نے ''تقیہ'' کی اصطلاح گھڑ لی۔

سو جب لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ: آخر اللہ کی طرف سے منصوب و تعینات یہ آئمہ قیادتِ امت کے لئے اپنے سوا اوروں پر کیوں راضی ہو گئے؟ حالانکہ ان کی روایات کے مطابق اس منصب و مسئولیت پر تو یہ لوگ تعینات تھے۔

اور یہ کہ: ''ان آئمہ نے آئمہ زیدیہ اور بنی حسن کی طرح جہاد کیوں نہ کیا جو اہلِ بیت میں سے تھے لیکن اس کے باوجود رب تعالیٰ کی طرف نامزد نہ تھے۔ حالانکہ یہ آئمہ آئمہ زیدیہ سے زیادہ اس منصب کے اہل اور لائق تھے؟''

تو لوگوں کو جواب ملتا ہے کہ: انہوں نے تقیہ سے کام لیا تھا۔ یعنی انہوں نے تقیہ اختیار کر کے دین کو ضائع کر دیا تھا۔

لیکن حاشا وکلا وہ حضرات ایسے ہرگز بھی نہ تھے۔ اس لئے کہ اگر تو وہ من جانب اللہ منسوب اور نامزد تھے تو وہ اپنے ذمہ واجب کو اور جہاد فی سبیل اللہ کو قائم کرنے سے ہرگز بھی پیچھے نہ ہٹتے چاہے اس راہ میں جان سے بھی گزر جاتے اور چاہے کتنی ہی تکلیفیں دیئے جاتے۔ کیونکہ ایسا کرنا ان کے ذمہ واجب تھا تا کہ اس امامت کو ثابت کرتے جس کے وہ مکلّف تھے۔

تو پھر خمینی نے ان کے خلاف کیوں کیا؟ اور ان کی طرح تقیہ سے کام کیوں نہ لیا جیسا کہ وہ تقیہ کرتے بھی تھے اور تقیہ کرنے کا حکم بھی دیتے تھے؟ بلکہ جو تقیہ سے خروج کرتا تھا اسے ڈراتے تھے اور اسے گمراہ قرار دیتے تھے۔

شیعہ مآخذ و مصادر میں وارد ہے کہ جعفر الصادق الامام فرماتے ہیں: ''تقیہ کرنا واجب ہے اس کا ترک ناجائز ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ امام غائب نکل آئے۔ سو جس نے تقیہ ترک کیا وہ رب تعالیٰ کی ممانعت میں داخل ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ اور آئمہ صلوات اللہ علیہم کی ممانعت سے تجاوز کیا''۔ ❶

یہ نہیں کہا کہ: یہاں تک کہ موقع ہاتھ لگے'' تو پھر خمینی کے لئے یہ موقعہ کہاں سے آ گیا جبکہ بقول خمینی کے خود ان آئمہ کو اس بات کا موقع نہ ملا تھا۔ اور تو اور خود خمینی نے یہ حکم لگایا ہے کہ تقیہ کرنا واجب اور اس کا تارک داخلِ نار ہے۔ میرا گمان ہے کہ خمینی کا یہ قول منبر امام پر پڑھنے سے پہلے کا ہے۔ بہر حال خمینی کہتا ہے:

''تقیہ کا ترک کرنا ہلاکت خیز گناہوں میں سے ہے جو اس کے مرتکب کو جہنم کے گہرے گڑھے میں پھینک مارتا ہے۔ یہ جرم نبوت کے نکار اور اللہ رب العزت سے کفر کرنے کے مترادف ہے۔'' ❷

پھر خمینی کیونکر تقیہ ترک کر دیتا ہے جس کی حقیقت اخفاء حق ہے پھر اپنے عقیدے کا اعلان کرتا ہے اور اپنے معاصر حاکم کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ امر اسکے عقیدے کے سراسر خلاف بھی ہے؟۔

بلکہ شیعہ روایات تو یہ حکم لگاتی ہیں کہ شیعہ مہدی القائم کے خروج سے قبل جو پرچم بھی شیعہ کو اپنے تلے جمع کرتا ہے وہ طاغوتی پرچم ہے جیسا کہ اس مبحث کے آغاز میں ابو عبداللہ کی طرف منسوب روایت میں گزر چکا ہے کہ:

''قائم کے قیام سے قبل جو پرچم بھی بلند کیا جائے گا اس پرچم والا وہ طاغوت ہے جس کی اللہ کے علاوہ پوجا کی جاتی ہے۔''

تب پھر اسی روایت کے مطابق عصر حاضر میں سرزمینِ ایران پر بلند کئے جانے والے پرچم کا اور اس پرچم کو بلند کرنے والے کا کیا حکم ہوگا؟

آگے خمینی کہتا ہے: ان عادل فقہاء پر واجب ہے کہ وہ خود اس بات کے مواقع کی تاک میں رہیں اور حکومت کی تنظیم وتشکیل کی خاطر کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں۔''

خمینی اس دعوی میں علمائے شیعہ کو اس بات پر ابھار رہا ہے کہ وہ اہل سنت کی تاک میں رہیں تاکہ بجائے ان کے ساتھ مل کر جینے اور باہمی محبت واخوت پیدا کرنے کے موقعہ پاتے ہی حکومتِ اسلامیہ شیعہ قائم کرنے کے لئے ان پر یورش کر ڈال دیں۔ بلکہ اہلِ سنت کا خاتمہ کرنے کے لئے موقعہ کی تاک میں رہیں؛ ایسا کرنا ان پر واجب ہے۔

یہ ہے خمینی کا اس طائفہ کے لئے دعوی، تب پھر اس وصیت کے بعد شیعہ کیسے اور کس طرح زندگی گزاریں گے؟

آخری بات یہ ہے کہ امام کے نائب یہ فقہاء ہوں گے کون؟ متقدمین فقہاء علماء کا اس بارے میں باہم اختلاف ہے۔ جبکہ معاصرین علماء کا بھی اس باب میں باہم اختلاف ہے۔ پھر معاصر علماء کا خود متقدمین علماء سے بھی اختلاف ہے۔ (تو اس تہرے اختلاف کے ہوتے ہوئے یہ تعین کیونکر ممکن ہوگی؟)

---

❶ دیکھیں: بحار الانوار: ۷۲/ ۴۲۱، مستدرك الوسائل: ۱۲/ ۲۵۴، جامع احادیث الشیعة: ۱۴/ ۵۱۴۔
❷ المكاسب المحرمة: ۲/ ۱۶۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب ہر فقہ کی آراء و اجتہادات دوسرے فقیہ کی آراء و اجتہادات سے مختلف ہیں یہاں تک کہ دو باہم متفق فقیہ بھی چراغ لے کر ڈھونڈے سے نہ ملیں۔ تو پھر اس خواب کو حقیقت کا جامہ کون پہنائے گا؟ علماء طائفہ کی اس حقیقت پر شہادت بیان کی جا چکی ہے۔

پس امام نیابت میں فقیہ کی تنصیب کے امکان کا دعوی اس زمینی حقیقت کے تناظر میں خواب اور سراب سے زیادہ کی حقیقت نہیں رکھتا جو اس دعوائے نیابت کے ساتھ کسی بھی مقام پر متفق نظر نہیں آتا۔

خمینی کا یہ دعوی امامت کے مقام پر فائز ہونے کے لئے تھا۔ جس کی بنیاد ان اجتہادات پر تھی جنہوں نے خود شیعہ مذہب کے در و دیوار ہلا کے رکھ دیئے۔ تب پھر:

اگر تو یہ دعوے درست ہیں تو شیعہ مذہب مبنی بر خطا ہے؛ اور اگر یہ دعوے خطا ہیں تو مذہب صحیح ہے اور یہ بھی فقط ان کے گمان میں ہے۔ وگرنہ ہم اہلِ سنت کے نزدیک ان کے دعوے اور مذہب دونوں ہی غیر صحیح ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری بحث

ولایتِ فقیہ کا تطبیقی پہلو

میں نے گزشتہ بحث میں ولایتِ فقیہ کی بابت خمینی کا نظریہ پیش کر دیا ہے۔ اس مبحث میں میں ان تطبیقات اور بنیادوں کو ذکر کروں گا جن پر خمینی نے اس دستور کو بیان کرتے ہوئے ولایتِ فقیہ کی حکومت قائم کی ہے جو اس نے اس غرض کے لئے خود تیار کیا ہے۔

اول: قیام حکومت:

خمینی کی نظریاتی کاوشیں رنگ لائیں اور ان کو حقیقت کا روپ مل گیا اور ایران میں ولایتِ فقیہ کے زیرِ سایہ ایک شیعہ حکومت قائم ہوگئی۔ جس کا پہلا سربراہ خود خمینی تھا۔ پھر اس کی موت کے بعد دوسرا فقیہ اس کا نائب بنا جو علی خامنائی تھا۔

خمینی نے حکومت کے قیام کے لئے ایک الیکشن کمیشن (مجلس انتخاب) بنایا جس کا کام ولی فقیہ کے نائب کا انتخاب کرنا تھا تاکہ ایک طرف امور حکومت میں آسانی ہو تو دوسری طرف براہِ راست فقیہ کی زیرِ نگرانی یہ حکومت کام کرے۔ اور خمینی نے ایک دستور بھی تیار کیا جس کے مطابق حکومتِ ایرانیہ شیعہ کام کرے گی۔

یہ دستور اور اسکی شروحات ان قواعد پر مشتمل ہیں جن کو خمینی نے اپنی کتاب ''الحکومة الاسلامیة'' میں بیان کیا ہے۔ ذیل میں اسی دستور کا ایک جائزہ پیش کریں گے۔ جس کی بنیادوں پر ولایتِ فقیہ کے زیرِ سایہ یہ اثنا عشری حکومت قائم ہے جس کا پہلا سربراہ خود خمینی تھا۔

دوم: ملک کی سربراہی:

یہ ایرانی دستور بتلاتا ہے کہ دولتِ ایرانیہ کے دو سربراہ ہوں گے ایک مخفی اور دوسرا ظاہر۔

مخفی سربراہ [صدر] وہ فقیہ مجتہد ہوگا جبکہ ظاہری رئیس وہ حکومتِ جمہوریہ کا سربراہ ہوگا۔

اب پہلے سربراہ کو مطلق ولی امر اور امامِ امت کا نام دیا گیا؛ اور دوسرے کو صدرِ جمہوریہ کا نام دیا گیا۔

اب دستور کی شق نمبر ستاون صدر اول کا مرتبہ اور شان ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتی ہے:

''جمہوریہ ایرانیہ شیعہ میں اختیاراتِ حاکمیت یوں ہیں: ''تنفیذی اختیارات اور عدالتی اختیارات۔ اور ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختیارات کا دائرہ کار مطلق ولی امر اور امامِ امت کی براہ راست زیر نگرانی رہے گا اور یہ اس دستور کی اگلی شق کے مطابق ہوگا اور ان میں سے ہر ایک اختیار کا دائرہ عمل مستقل اور دوسرے سے جدا ہوگا‘‘۔

اس دستور کے دائرہ عمل کی حد یہ بیان کی گئی ہے کہ خود خمینی حکومت ایران کے سب سے بڑے اور اہم اداروں کا براہِ راست نگران ہوگا جس کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مطلق ولی امر اور امامِ امت ہوگا۔

مطلق ولی امر سے مراد یہ ہے کہ: اس سے اس کے کسی فعل کی بابت پرسش نہ ہو سکے گی کیونکہ اس کا امر رب تعالیٰ کا امر ہوگا جیسا کہ خمینی کا قول گزر چکا ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ:

’’فقیہ حاکم پر اعتراض کرنے والا امام پر رد اور اعتراض کرنے والا شمار ہوگا اور امام پر رد کرنے والا وہ اللہ پر رد کرنے والا شمار ہوگا اور اللہ پر رد کرنے والا شرک باللہ کی حد میں جا پڑے گا۔‘‘

اس سے عجیب دعوی آج تک نہ سنا گیا اور نہ دیکھا گیا ہے!!!

پھر خمینی کو امامِ امت کا لقب دینے میں کیا مہدی منتظر کی امامت کو لغو قرار دینا (بلکہ کالعدم قرار دینا) نہیں؟ کیونکہ ان کے نزدیک مہدی منتظر کا منصب ہے کہ وہ امام امت ہے؟ پھر امامِ امت جب ولی مطلق بھی ہے تو جمہوریہ ایران کے لئے کسی دوسرے رئیس کی حاجت ہی کیا ہے؟ جس کا کوئی دائرہ اختیار ہی نہ ہو، بلکہ وہ مطلق ولی امر اور امامِ امت کے آگے صرف ایک تنفیذی منتظم ہے جس کا کام صرف مطلق ولی امر کے احکامات کو تنفیذ کا جامہ پہنانا ہی ہے؟

دوسرے امام مطلق اور امام امت ادارہ کے دائرہ عمل کی براہِ راست نگرانی خود کیوں نہیں کرتا تاکہ حکومت کے اعلیٰ ادارے اس کی براہِ راست سرپرستی میں کام کریں؟ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں امام مطلق کو حکومت چلانا آتی ہی نہیں یا یہ کہ امت کو اس پر اعتماد نہیں؟۔

اگر یہ اس لئے ہے کہ اس میں حکومت چلانے کی صلاحیت و اہلیت نہیں تو وہ امام غائب کی نیابت کا اہل کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور ایسا آدمی جب امت پر حکومت کرنے کے لئے خوابوں کی جگہ مدبر ہوتا ہے تو امامِ معصوم کا نائب کیونکر ہو سکتا ہے؟

اگر تم اس کا جواب یہ دیتے ہو کہ قوم ایک ایسے منتخب کردہ کار پرداز پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں جو امت پر حکومت کرے تو پھر ایک ایسا شخص امامِ غائب کا نائب کیونکر ہو سکتا ہے جس پر خود امت ہی راضی نہیں؟ کیا یہ اللہ پر رد نہیں ہے جس نے اسے امام نصب کیا ہے اور امام نے اپنا نائب فقیہ کو بنایا ہے اور فقیہ کو رد کرنے والا اللہ کو رد کرنے والا ہے؟

پھر یہ ولی امر امام مہدی کا نائب کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پھر وہ اپنا ایک رئیس تنفیذی کی بھی متعین نہیں کر سکتا جو اس کے اوامر اور ہدایات کو نافذ کرے اور اسے بجائے اس کے لوگ نصب کریں؟

جب لوگ ایک نیک انسان کو متعین اور نامزد کر سکتے ہیں تو پھر خود امت آئمہ کی تنصیب کی مسئول اور جوابدہ کیوں نہیں؟ کیا یہ بعینہ وہی بات نہیں جو اہلِ سنت کہتے ہیں کہ وہ امام کو امت کے انتخاب سے نامزد اور تعینات کرتے ہیں قطع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظر اس سے کہ انتخاب کا طریقہ کیا ہے؟

پھر ولی امر امامِ معصوم کا نائب کیونکر ہو سکتا ہے اور وہ افراد رعیت میں سے ایک کیونکر ہو سکتا ہے جو رئیس جمہوریہ کے انتخاب میں بھی شریک ہو؟

یہ وہ چند سوالات ہیں جو ان اقدامات کی بابت اٹھتے ہیں جن کو ایرانی دستور متضمن و مشتمل ہے اور امامِ معصوم کے اس نائب کی حکومت پر وارد ہوتے ہیں جس میں لوگوں کو امام غائب کے انتظار کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ اب اسکی نیابت میں ولایتِ فقیہ کی حکومت قائم ہو چکی ہے۔ البتہ اس نئی ولایتِ فقیہ کا لبادہ ولایتی ہے۔

سوم: اس ملک کے اہداف

ایرانی دستور چند ایسی دفعات پر مشتمل ہے جو ولایت فقیہ اور اس کی حکومت کے اہداف کے دائرے کو وسیع کرتی ہیں۔ چنانچہ دستورِ ایرانی کے مقدمہ میں لکھا ہے:

''مناسب ہے کہ ان حالات کو بار بار پیدا کیا جائے تاکہ یہ انقلاب بلاد کے داخل و خارج جاری و ساری رہے''۔

اس طرح دستور کی دوسری شق جو حکومت ایران کی بنیادوں کی تحدید کرتی ہے، اس میں لکھا ہے کہ:

''امامت اور قیادتِ مستمرہ پر ایمان لے آنا اور اس انقلاب کے استمرار میں اس امامت و قیادت کے مرکزی کردار پر ایمان لے آنا جس کو اسلام نے پیدا کیا ہے۔''

انقلاب کا استمرار ان کلمات سے مراد ہر غیر شیعہ کے ساتھ قتال کو اس وقت تک جاری رکھنا ہے جب تک کہ وہ شیعہ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ شیعہ اثنا عشری کے نزدیک اسلام وہ امامیہ دین ہے۔

مشہور اثنا عشری شیعہ محمد جواد العاملی کہتا ہے: ''ہمارے نزدیک معتبر ایمان وہ ہے جو بارہ اماموں کی امامت کے اعتراف کے ساتھ ہو، سوائے اس کے جو کسی ایک امام کے زمانے میں وفات پا گیا ہو کہ اس کے ایمان کے اعتبار میں صرف اپنے زمانے کے امام کی معرفت اور ماقبل کے آئمہ کی معرفت ہی شرط ہے۔'' [مفتاح الکرامة: ۲/ ۸۰]

تو مطلب یہ ہوا کہ ایرانی شیعہ حکومت اہتمام کے ساتھ باقی ساری کی ساری امت کے خلاف انقلاب برپا کرنے پر بضد اور کمربستہ ہے۔

اسی طرح دستور کی تیسری شق کا مضمون ہے: ''بلاد و امصار میں مسلح افواج کی تیاری اس بات کے اہتمام پر زور دیتی ہے کہ ایمان اور عقیدہ اس کی اساس اور قاعدہ ہو، اسی طرح اسلامی جمہوریہ کی فوج اور انقلاب کی حفاظتی افواج کو اس مذکور ہدف کی بنیاد پر تیار کیا جائے گا۔ ان مسلح افواج کے ذمہ صرف ایرانی جمہوریہ کی حدود کی حفاظت کی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ وہ ایرانی جمہوریہ کی الٰہی ذمہ داریوں کی حفاظت کی بھی جوابدہ ہے اور یہ جہاد فی سبیل اللہ اور دنیا میں قانونِ الٰہی کی حاکمیت کو پھیلانے کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کرنا ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ....﴾ (الانفال: ٦٠)

''اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے......''

قانونِ الٰہی کی حاکمیت کے پھیلانے کا یہ نظریہ بے حد عجیب ہے، یہ تو نبوتِ جدیدہ معلوم ہوتی ہے نہ کہ امامِ غائب کی نیابت۔ جہاد فی سبیل اللہ اور قانونِ الٰہی کی حاکمیت پھیلانے کے لئے سرفروشانہ جدوجہد اب یہ شیعہ کے امور کی رعایت میں امامِ غائب کے گم شدگی سے لوٹ آنے تک اس کی نیابت کا معاملہ نہیں رہ گیا۔ بلکہ اب یہ ساری امت سے جہاد کرنے کا معاملہ بن گیا ہے تاکہ انہیں شیعہ بننے پر مجبور کیا جائے کیونکہ اثنا عشری شیعہ کے عقیدہ میں قانونِ الٰہی سے مراد شیعیت ہی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک رب تعالیٰ دینِ امامیہ کے سوا کسی دین کو قبول نہ کرے گا؛ جیسا کہ گزر چکا۔

اثنا عشری شیعہ کا عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اقامتِ دین کا مدار آئمہ کو قرار دے دیا ہے اور آئمہ کی طرف منسوب روایات انہیں اس بات کا حکم دیتی ہیں کہ وہ اس امام مہدی کے نکلنے تک انتظار کریں جو دین کی نصرت و اشاعت کا مکلّف ہے۔شیعہ نے اس عقیدہ کے زیرِ سایہ ہزار سے زیادہ برس گزارے ہیں۔

اب انقلاب برپا ہو گیا اور انہوں نے ولایتِ فقیہ کی حکومت قائم کر لی اور اب یہ چاہتے ہیں امام کی جملہ ذمہ داریوں اور اسکے جملہ اختیارات کو خود استعمال کریں۔ جس کا صاف صاف مطلب باقی امت کے ساتھ جنگ کا آغاز ہے۔

جو کام ان کے آئمہ معصومین تک نے نہیں کیا، بلکہ انہوں نے ایسا کرنے سے روکا اور ایسا کرنے والے کو طاغوت تک کہا، تب پھر یہ معاصر شیعہ اس بات کے اہلِ بیت کی طرف منسوب ہونے کا گمان کیونکر کر سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان آئمہ کی ھدایات کو پڑھتے پڑھاتے اور سنتے سناتے رہتے ہیں، اس کے باوجود یہ لوگ اپنی من مانی مذہبی تشریعات کو جو آئمہ سے مروی تشریع کے مخالف ہیں، شریعت باور کرتے ہیں؟

پھر اگر ان پر یہ بات منکشف ہو گئی ہے کہ جن روایات پر ان کا ایک ہزار برس سے ایمان تھا وہ تو جھوٹی ہیں تو چاہیے کہ یہ لوگ اپنی اس تحقیق کو جاری رکھیں اور اس حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کریں جس کو ان روایات نے مسخ کر دیا ہے اور شیعہ اور باقی امتِ اسلامیہ کے درمیان تعلق کو کاٹ کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ روایات تو روایات ہیں اور عقیدہ ان کا ثمرہ ہے۔

چہارم: ولایت فقیہ کی حکومت کے انجام اور شیعہ مجتہد کی تحذیر:

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ طائفہ شیعہ کے پیروکاروں میں سے ہر ایک ولایتِ فقیہ کی حکومت کے اس صورت میں قائم ہونے پر اور اس کے رویے پر راضی نہ تھا۔ بلکہ بے شمار علمائے طائفہ نے اس منہج کا انکار کر دیا جس کے آئندہ چل کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امت کے حق میں بے حد خطرناک نتائج نکلیں گے۔

اس مقام پر ہم علم وثقافت کے اعلیٰ مراتب پانے والے ایک مجتہد عالم کے کلام کو نقل کرنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ یہ مصلح شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ الموسوی ہے۔ موصوف نے اس حکومت کے قائدین کو بہانگ دہل للکارا اور ڈرایا ہے اور صاف صاف کہا ہے کہ ولایتِ فقیہ کا نظریہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بابت عیسائیوں کے عقیدہ کا مشابہ ہے جن کے بارے میں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ جسم بن کر جنابِ مسیح میں اتر آیا ہے اور مسیح حبر اعظم کے جسم میں داخل ہو گیا ہے۔

اور یہ مطلق اختیار الٰہی کے نام سے ''پوپ'' بننے کے مترادف ہے جو جسے چاہے پھانسی دیدے۔ جسے چاہے زندہ جلا دے اور جسے چاہے پابند سلاسل کر کے پس دیوارِ زنداں ڈال دے۔ اس کے بعد موصوف موسوی نے ایک موازنہ ومقارنہ پیش کیا ہے کہ خمینی سے اختلاف کرنے والے بعض شیعہ فقہاء کے ساتھ بعینہ یہی سلوک کیا گیا۔ چنانچہ انہیں قید وبند توہین وتذلیل اور جلاوطنی وغیرہ جیسی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔

اس کے بعد موصوف موسوی اس بات کی طرف شارہ کرتا ہے کہ اس انقلاب کے نتیجہ میں شیعہ کو کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کا نتیجہ شیعہ کے عدمِ استقرار کی صورت میں نکلے گا۔ بلکہ ان دینی قائدین کے تصرفات (الٹی سیدھی حرکتوں) کی وجہ سے بے شمار لوگ فوج درفوج دین سے نکل جائیں گے۔

لیجئے موصوف کی تحریر لفظ بلفظ ملاحظہ ہو، موصوف لکھتا ہے:

''ولایتِ فقیہ ایک گناہ یہ وہ دوسری بدعت ہے جس کی ان لوگوں کے اختیار کی طرف نسبت کی گئی ہے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ امام کی غیبت کبریٰ کے زمانے میں اسکے نائب ہیں۔ ذرا تأمل کیا جائے تو یہ نظریہ حلول کا وہ نظریہ ہے جو مسیحی فکر سے اسلامی فکر میں داخل ہوا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ: اللہ تعالیٰ مسیح کے جسم میں داخل ہو گیا اور مسیح حبرِ اعظم میں متجسد ہو گیا۔''

اسپین، اٹلی اور فرانس کے بعض علاقوں کی تفتیشی عدالتوں کے زمانہ میں پوپ مسیحیوں اور غیر مسیحیوں دونوں پر الٰہی اختیارِ مطلقہ کے نام سے حکومت کرتا تھا۔ وہ یوں کہ وہ موت کی سزا دینے زندہ جلا دینے اور قید میں ڈالنے کے احکامات جاری کرتا تھا۔ پوپ کے سپاہی جس کے گھر میں چاہتے گھس جاتے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔ افسوس کے غیبت کبریٰ کے بعد یہی بدعت اور فکر ونظریہ شیعہ میں در آیا ہے؛ اور یہ بدعت اس وقت عقیدہ کا لیبل بن گئی ہے جب شیعہ علماء امامت کی بے حد حرص کرنے لگے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ امامت منصبِ الٰہی ہے جس کا مدار امام پر ایسے ہی ہے جیسے وہ رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہو۔

اور چونکہ امام ابھی زندہ ہے گو کہ نگاہوں سے اوجھل ہے اور اس کی غیر موجودگی کی وجہ سے اس کی الٰہی سلطنت مفقود نہیں ہو گئی۔ کیونکہ یہ سلطنت واختیار اس سے اس کے نائبین کو منتقل ہوتا ہے، کیونکہ نائب ہر ایک بات میں منوب عنہ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائم مقام ہوتا ہے۔ یوں ولایت فقیہ کے نظریے نے شیعہ فقہاء کے افکار ونظریات میں اچھی خاصی جگہ پا لی ہے۔"

موصوف موسوی آگے کہتا ہے: "ایران جو معاصر تاریخ میں ولایت فقیہ کی پہلی گود ہے۔ جسے ہم شیعہ اور تشیع کے درمیان ہونے والی تیسری جنگ کا زمانہ کہہ سکتے ہیں کہ اسی ایران میں ولایت فقیہ جدید ایرانی دستور میں صدارت کے مقام پر اور اسکے اہم سیاسی مواقع پر اترنے میں کامیاب ہوگئی۔ جیسا کہ یہ ولایت بلاد وامصار میں سلطنتِ مطلقہ پر غلبہ پانے میں بھی کامیاب ہوگئی۔"

لیکن اس سب کے باوجود اس دستور کے حامی، اسکے واضعین اور اسکا دفاع کرنے والے نظریہ فقیہ اور تطبیقاتِ عملیہ کے درمیا برپا ہونے والے گونجتے تناقضات کا حل نکالنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اسی لئے شیعہ کمیونٹی کی نظروں میں یہ نظریہ ایک نہایت مہلک مگر کمزور لاغر، اپاہج اور پھسپھسا نظریہ بن کر رہ گیا جس کے قدم ہولناک اور زبردست خوفناک مادی وسائل کے ذریعے جمے ہوئے ہیں۔

اور شاید سب سے پہلا مفارق اور زبانِ زد خلائق تناقض حکومت ایران کے چپے چپے سے اٹھنے والا یہ سوال ہے کہ کیا ولایت فقیہ ایک دینی منصب ہے یا سیاسی منصب ہے؟"

سو اگر تو یہ ایک ایسا دینی منصب ہے جو انتخاب، معزول کرنا؛ اور منصب دینا اور تفریق میں سے کسی بھی چیز کے ماتحت نہیں تو جو بھی فقاہت کے درجہ تک جا پہنچے گا وہ ولایت فقیہ کی صفت سے آراستہ ہوجائے گا اور حفاظت و حصانت اسے بھی شامل ہوگی اور جملہ مسلمانوں پر اس کے اوامر کی اطاعت اور اس کی ولایت کے آگے سر تسلیم خم کرنا واجب ٹھہرے گا۔ لیکن جو ہوا وہ اس کے برعکس ہوا کہ فقہاء کو سخت ذلیل ورسواء کیا گیا، قید وبند میں ڈالے گئے، جلاوطن کئے گئے اور بعض تو اپنے نظریاتی یا سیاسی موقف کی بنا پر فقیہ حاکم کی سلطانی کے زیرِ عتاب ابھی تک پس و دیوارِ زنداں سسک کر زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔

اور اگر ولایتِ فقیہ ایک سیاسی منصب ہے تو اسے دین و مذہب کے ساتھ کیوں جوڑا جارہا ہے اور اسے ایک عقیدے کا روپ دے کر ولی فقیہ کیوں واجب الاطاعت قرار دیا جارہا ہے؟

پھر اس کے عملی پہلو کو دیکھ کر ایک ایسے آدمی کی بابت ولایتِ فقیہ کا تصور کیونکر کیا جانا ممکن ہوسکتا ہے کہ جب ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے وہاں کے متعدد فقہا کی آراء وافکار میں زبردست تضاد اور باہمی اختلاف وتکرار ومجادلہ ہو؟

اب آپ ہی بتلاؤ کہ ان میں سے کس کی اطاعت کو مسلمانوں پر واجب کریں اور یہ سب فقہاء اپنی رائے ونظریہ میں کیسے ایک ہوسکتے ہیں؟ سچ ہے کہ ایک ایسے قانون کی اسلام کی طرف نسبت کرنا جو کہ ایک دین قیم [مضبوط اور اخلاقیات کا حامل دین] ہے؛ دراصل اسلام کی اہانت ہی تو ہے؛ اسلام کو رب تعالیٰ نے اس لئے دنیا میں اتارا تھا تاکہ وہ انسانی معیارات سے بلند تر ثابت ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب ولایت فقیہ کا نظریہ ایرانی سرحدوں کو عبور کر کے دوسرے شیعہ خطوں تک سرایت کرتا جا رہا ہے اور وہاں کے شیعہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس طرح تباہ و برباد کر رہا ہے جس طرح اس نظریے نے ایرانی شیعہ کو تباہی و بربادی کے گھاٹ اتارا ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ یہ مصیبت شیعہ کو ہر جگہ نہ گھیر لے؛ اور ان میں وہ بھونچال اور زلزلہ آ جائے کہ اس کے بعد ان کے قدم جم نہ سکیں۔ اگر شیعہ کو ان دلدوز اور دردناک مظالم کا علم ہو جائے جن کا ولایتِ فقیہ کے نام سے ارتکاب کیا گیا ہے اور ابھی تک کیا جا رہا ہے تو یہ ہر جگہ سے ان فقہاء کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں اور یہ جہاں بھی جا اتریں وہاں سے ان کا قلع قمع کر دیں۔ اور یہ فقہاء شیعہ سے بدک کر اور خود شیعہ اس بھیانک نظریے سے خوف کھا کر یوں بھاگیں جیسے بکری بھیڑیے کو دیکھ کر جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔

دریں اثناء کہ یہ سطریں لکھی جا رہی تھیں سرزمینِ ایران میں جو کہ ایک شیعہ خطہ ہے، مذہب اور فقہاء کی اجارہ داری اور جبر و استبداد کے خلاف ایک زبردست ردعمل سامنے آیا ہے؛ اور یہ ردعمل ایرانی قوم کے ان مظالم کا سامنا کرنے کے بعد سامنے آیا جو ان پر بلا تامل ڈھائے گئے تھے۔ بے شک یہ ظلم و ستم اور جبر و استبداد ایرانی قوم کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ فوج در فوج اسلام سے نکل جائیں۔

اس بنا پر میں رب کے حضور پورے خلوص کے ساتھ دست بہ دعا ہوں کہ میرا یہ اصلاحی پیغام ایران کے ہر ایک شیعہ کے ہاتھوں جا پہنچے اور اس سے پہلے پہنچ جائے کہ موقع ہاتھ سے نکل جائے اور وہ اچھی طرح جان لیں کہ نجات اور خلاصی کا رستہ صرف انکار اور تباہ کاری ہی نہیں بلکہ تعمیر و اصلاح کے آغاز سے ہے۔'' [الشیعة والتصحیح: ۱/ ۸۱۔ ۸۹]

یہ انتہائی باریک و دقیق عقلی تحلیل و تجزیہ اس ذی شعور اور صاحبِ عقل و فہم عالم کی اس زبردست عقل مندی اور ذھانت کو بتلاتا ہے جو اس لائق ہے کہ فقہائے مذہب اور حکومتِ ایرانیہ کے دستور سازوں کی قیادت کو سنبھالے۔

موصوف ڈاکٹر موسوی کے پیش کردہ قضایا [مسائل] بنیادی طور دو ہی ہیں:

۱۔ ولایتِ فقیہ کے برپا کردہ انقلاب کے شیعہ معاشرہ کے امن پر اثرات

۲۔ ولایتِ فقیہ کے برپا کردہ انقلاب کے شیعہ عقائد پر مرتب اثرات

ذیل میں ان دونوں قضایا کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا قضیہ: ولایتِ فقیہ کے برپا کردہ انقلاب کے شیعہ معاشرے کے امن پر واقع ہونے والے اثرات

ڈاکٹر موسی الموسوی کہتا ہے: '' ولایت فقیہ کا نظریہ ایرانی سرحدوں کو عبور کر کے دوسرے شیعہ خطوں تک سرایت کرتا جا رہا ہے اور وہاں کے شیعہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس طرح تباہ و برباد کر رہا ہے جس طرح اس نظریے نے ایرانی شیعہ کو تباہی و بربادی کے گھاٹ اتارا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ یہ مصیبت شیعہ کو ہر جگہ نہ گھیر لے اور ان میں وہ بھونچال اور زلزلہ آئے کہ اس کے بعد ان کے قدم جم نہ سکیں۔ اگر شیعہ کو ان دلدوز اور دردناک مظالم کا علم ہو جائے جن کا ولایتِ فقیہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام سے ارتکاب کیا گیا اور ابھی تک کیا جا رہا ہے تو یہ ہر جگہ سے ان فقہاء کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں اور یہ جہاں بھی جا اتریں وہاں سے ان کا قلع قمع کر دیں اور یہ فقہاء شیعہ سے بدک کر اور خود شیعہ اس بھیانک نظریے سے خوف کھا کر یوں بھاگیں جیسے بکری بھیڑیے کو دیکھ کر جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔''

ایرانی شیعہ حکومت قائم ہو چکی ہے اور یہ حکومت اپنے قیام کے وقت سے اس کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اب یہ انقلابی نظریہ دوسرے علاقوں تک بھی جا پہنچے۔ بالخصوص کمزور سنی ممالک اور خطوں میں ضرور سرایت کرے اور بلاشبہ یہ ان سنی خطوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی بدترین صورت ہے۔ اس حکومت نے متعدد بلاد و امصار میں اپنے لئے نظریاتی میدان تیار کئے ہیں۔ اس وجہ سے شیعہ اور سنیوں کے درمیان بے شمار فسادات، جھگڑے اور قتل و قتال بھی ہوا ہے کئی بے گناہوں کا خون بہایا گیا لوگوں کی عزت و آبرو اور جان و مال کو لوٹا گیا۔ جیسا کہ عراق میں ہوا اور جیسا یمن میں ہوا، اور جیسا لبنان میں ہوا اور جیسا افغانستان وغیرہ میں ہوا۔ ایرانی حکومت کو چاہیے کہ وہ شیعہ حکومتوں کی تاریخ پر ایک عبرت کی نظر ضرور ڈالے اور ذرا دیکھ لے کہ ان کا انجام کیا ہوا؟!!

یاد رہے کہ ایرانی حکومت روئے زمن پر نمودار ہونے والی کوئی پہلی شیعہ حکومت نہیں ہے۔ اس سے قبل بھی تین شیعہ حکومتیں صفحہ شہود پر ظاہر ہو چکی ہیں ان میں سے دو حکومتیں تو اسی ایران میں ظاہر ہوئیں۔ ا۔ دولت البھویھیة ۲۔ دولتِ صفویہ ۳۔ جبکہ تیسری حکومت دولتِ عبیدیہ ہے جو مصر میں ظاہر ہوئی اور دولتِ فاطمیہ کہلواتی تھی۔ اگرچہ یہ تینوں حکومتیں ولایتِ فقیہ کے نظریہ پر قائم نہ ہوئی تھیں۔ پھر بھی یہ تینوں حکومتیں ختم ہو کر قصہء پارینہ بن گئیں۔

ہمارا یہ یقین ہے کہ موجودہ ایرانی حکومت زیادہ دیر تک ہرگز بھی قائم نہ رہے گی۔ ہمارا نہیں اعتقاد کہ یہ حکومت دو دہائیوں سے بھی زیادہ دیر تک رہے گی گو کہ اسکا غرور آسمان سے باتیں کر رہا ہے اور اپنے تئیں یہ مادی قوت کی اوجِ ثریا کو چھو رہی ہے۔

ایرانی حکومت ایک ایسے دشمنانہ اور معاندانہ نظام کے سر پر قائم ہے جو صرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کا دشمن ہے۔ ابھی اس بات کا امکان ہے کہ یہ حکومت اپنا اندرونی جائزہ لے اپنے داخلی اداروں پر غور کرے اور اس عقیدے سے باز آ جائے جس نے اسے باقی کی امتِ مسلمہ سے کاٹ کر جدا کر دیا ہوا ہے اور باقی امت کے بارے میں اپنے مؤقف پر نظر ثانی کرے۔ نہ کہ اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرے اور طبلِ جنگ بجا دے اور مسلم معاشرے میں باہمی خونریزیوں کو ہوا دے۔

لیکن قوت و غلبہ کے نشہ اور ایک ایسی نئی شیعہ حکومت کے قیام نے جو طاقت اور نام لیواؤں سے مالا مال ہے۔ اسے اللہ کی گزشتہ قوموں کے ساتھ اور خود ان کے اسلاف کے ساتھ سنتوں کو بھلا دیا ہے اور یہ اپنے دائرہ اثر و نفوذ کو اور زیادہ وسیع کرنے کے منصوبے بنانے میں پوری تندی کے ساتھ مصروفِ عمل ہے تاکہ تمام مسلمانوں پر اپنی وصایت نافذ کر سکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ اس نے بلادِ اسلامیہ کے خلاف جنگ کا نقارہ بجا دیا ہوا ہے۔

اگرچہ بظاہر یہ نئی ایرانی حکومت اپنے ان مذموم عزائم میں کامیاب نظر آ رہی ہے لیکن یاد رہے کہ یہ وقتی اور ہنگامی حالات ہیں جیسا کہ اس سے قبل بھی شیعہ حکومتیں سنی مسلمانوں پر وقتی غلبہ اور تسلط حاصل کرتی رہی ہیں۔ لیکن بہر حال اس حکومت کا دوام و استمرار شدید دشوار ہے جس کی وجہ اس کی مادی قوت کی کمزوری نہیں بلکہ عقیدے کی کمزوری ہے اور تاریخ اس حقیقت کی سب سے بڑی گواہ ہے۔

یہ بعینہ وہی بات ہے جو موسیٰ الموسوی کے حوالے سے ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں کہ:

''ایران جو معاصر تاریخ میں ولایتِ فقیہ کی پہلی گود ہے۔ جسے ہم شیعہ اور تشیع میں ہونے والی تیسری جنگ کا زمانہ کہہ سکتے ہیں کہ اسی ایران میں ولایتِ فقیہ جدید ایرانی دستور میں صدارت کے مقام پر اترنے میں اور اسکے اہم سیاسی مواقع پانے میں کامیاب ہوگئی۔ جیسا کہ یہ ولایت بلاد و امصار میں سلطنتِ مطلقہ پر غلبہ پانے میں کامیاب ہوئی۔ لیکن اس سب کے باوجود اس دستور کے حامی اسکے واضعین اور ان کا دفاع کرنے والے، نظریہ فقیہ اور تطبیقاتِ عملیہ کے درمیان برپا ہونے والے زبانِ زد خلائق تناقضات کا حل نکالنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس لئے شیعہ کمیونٹی کی نظروں میں یہ نظریہ ایک نہایت مہلک لیکن کمزور، لاغر، اپاہج اور پھسپھسا نظریہ بن کر رہ گیا ہے جس کے قدم ہولناک اور نہیں خوفناک مادی وسائل پر جمے ہوئے ہیں۔''

دوسرا قضیہ: ولایتِ فقیہ کے برپا کردہ انقلاب کے شیعہ عقائد پر مرتب اثرات

ڈاکٹر موسیٰ الموسوی لکھتا ہے: ''دریں اثنا کہ یہ سطریں لکھی جا رہی تھیں سرزمینِ ایران میں جو کہ ایک شیعہ خطہ ہے؛ مذہب اور فقہاء کی اجارہ داری اور جبر و استبداد کے خلاف ایک زبردست ردِ عمل سامنے آیا ہے؛ اور یہ ردِ عمل ایرانی قوم کے ان مظالم کا سامنا کرنے کے بعد سامنے آیا جو ان پر بلا تامل ڈھائے گئے تھے۔ بے شک یہ ظلم و ستم اور جبر و استبداد ایرانی قوم کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ فوج در فوج اسلام سے نکل جائیں۔ اس بنا پر میں رب کے حضور پورے خلوص کے ساتھ دست بہ دعا ہوں کہ میرا یہ اصلاحی پیغام ایران کے ہر ایک شیعہ کے ہاتھوں جا پہنچے اور اس سے پہلے پہنچ جائے کہ موقع ہاتھ سے نکل جائے اور وہ اچھی طرح جان لیں کہ نجات اور خلاصی کا رستہ صرف انکار اور تباہ کاری ہی نہیں بلکہ تعمیر و اصلاح کے آغاز سے ہے۔''

اس پیرے میں ڈاکٹر موسوی شدت کے ساتھ اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ اس انقلاب نے بے شمار ایرانیوں اور شیعہ کو خود وطن سے نہیں بلکہ اسلام سے ہی باہر نکل جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ جس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ان فقہاء نے ولایتِ فقیہ کے اختیارات کا اندھا اور نہایت بے رحمانہ استعمال کیا ہے۔ یہ بات آئے روز مشاہدے میں آتی رہتی ہے۔ چنانچہ بے شمار ایرانی جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اسلام کو خیر آباد کہہ کر سیکولرازم کو گلے لگا لیا۔ جس کا بنیادی سبب وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خرافات تھیں جو اسلام کے نام پر پیش کی گئیں جن کو کوئی بھی سیدھی اور سادی عقل والا ماننے کو تیار نہ ہوتا تھا اور انہی خرافات کو دیکھ کر وہ آسمانی دین پر اس کے بے حقیقت، بے سروپا، من گھڑت، لغو اور بے ہود ہ ہونے کا الزام لگا دیتا تھا۔ بعینہ ایسا مغرب میں بھی ہوا۔ جہاں کا معاشرہ نام نہاد دینی خرافات کو دیکھ کر مذہب بیزار ہوگیا۔ بلکہ سب کے سب مذاھب کے خلاف لا مذہبیت اور سیکو الرازم کے عقیدہ کو اختیار کرلیا۔

افسوس کہ وسطِ ایوان میں دین سے راہِ فرار اختیار کرنے کا یہ سلسلہ روز افزوں اور افزوں تر ہوتا جا رہا ہے۔

مشہور شیعہ محقق احمد الکاتب نہایت افسوس کے ساتھ لکھتا ہے کہ: تہران کے ایک سرکاری ادارے کی رپورٹ کے مطابق شیعہ قوم میں بے نمازیوں کی تعداد اسی فی صد تک جا پہنچی ہے۔ بلاشبہ اس جدید نظریہ ولایت فقیہ کے باوجود اور شیعہ قوم کی علامتی آزادی کے باوجود مذہب بیزاری کی یہ نسبت نہایت بڑی اور سخت قابلِ تشویش ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ یہ حکومت سیاست میں تو ایک بڑی تبدیلی لے آئی ہے لیکن افسوس کہ مذہب وعقیدہ میں کوئی بڑی تبدیلی نہ لا سکی بلاشبہ عقائد پر غور وفکر اور توجہ یہ سیات پر نظر اور غور وفکر کرنے سے کہیں زیادہ اہم ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یہ ایرانی حکومت اپنی اصلاحات کا دائرہ وسیع کرے گی۔ چنانچہ سب سے پہلے تو اپنے داخلی مذہبی وعقائدی انتشار کو ختم کرے گی، جبکہ دوسرے درجے میں امت مسلمہ میں برپا ہونے والے متوقع فسادات کی سرکوبی کی کوشش کرے گی اور تیسرے درجے میں پوری امت کو کتاب وسنت کے سائے تلے اکٹھا کرے گی۔ بس ہم صرف یہی کہنا چاہتے ہیں!!!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتواں زمانہ

انکشاف اور رجوع کا زمانہ [۱۴۰۹ ہجری تا.....................]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہید

شیعیت کا ماضی تقیہ کے سرداب میں گزرا۔اس طرح کہ شیعہ جس معاشرہ میں رہتے تھے؛ وہاں کھل کر اپنے عقائد کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ ان کی دینی روایات انہیں حکم دیتی تھیں کہ وہ اپنے دین کو چھپائے رکھیں؛ اور اس کا اظہار کرنے سے بہت سختی سے منع کرتی تھیں؛ اور ایسا کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی جاتی تھی۔

پس ان روایات نے تقیہ کو دین کا ایسا حصہ بنا دیا جس پر عمل کر کے شیعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے؛ یہ کوئی ایسی دینی رخصت نہیں رہی تھی جس پر مجبوری یا ضرورت کے وقت پر عمل کیا جاتا۔

شیعہ روایات میں کوئی ایک بھی صحیح یا ضعیف روایت ایسی نہیں جو تقیہ کو ایک رخصت کہے۔اور علماء مذہب میں سے جن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تقیہ ایک رخصت ہے؛ تو یہ ایسی بات ہے جس کی ان کے عقیدہ میں ان روایات میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منسوب کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے:''جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں①۔''

اور امام باقر پر افترا بازی کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:'' تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا اس کا دین نہیں②۔''

شیعہ کے امام خمینی کا کہنا ہے:''اور تقیہ ترک کرنا ان ہلاک کرنے والے گناہوں میں سے ہے جن کے مرتکب کو جہنم کے گڑھوں میں ڈالا جائے گا؛ اور یہ نبوت کے انکار اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کے برابر ہے''③۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ نے تقریباً ایک ہزار سال سردابِ تقیہ میں گزارا۔اور آج اس شیعہ عقیدہ میں انقلاب آ گیا ہے ۔اور انہوں نے اپنے عقائد کا اظہار شروع کر دیا ہے؛ بلکہ ان میں سے بہت سارے لوگوں نے کھل کر اپنے عقیدہ کا اظہار کیا ہے؛ ان کا خیال ہے کہ تقیہ کا زمانہ اب گزر چکا ہے۔پس وہ عقیدہ جو ہزار سال سے اندھیروں میں تھا؛ اب لوگ اس سے آگاہ ہو گئے ہیں بلکہ وہ دوسرے مسلمان جو ان کے عقائد سے آگاہ نہیں تھے وہ بھی ان کی حقیقت سے آشنا ہو گئے۔

بلاشک وشبہ اس کے نتائج کے اثرات ان کے عقیدہ اور اہل عقیدہ پر بھی مرتب ہوں گے۔کیونکہ باقی امت کبھی بھی اس حقیقت پر ہرگز راضی نہیں ہو سکتی؛ جس میں ان کے تمام دین پر طعن اور جرح کی جاتی ہے۔اور پھر اس عقیدہ کے حاملین لوگوں نے اپنے دین کے ایسے عقائد سننا شروع کیے جن کو وہ اس سے پہلے پہچانتے بھی نہیں تھے؛ جن کو ان کے

---

①۔مستدرك الوسائل ١٢/ ٢٥٢ ؛ البحار ٦٣/ ٤٩٥ ؛ جامع أحاديث الشيعة ١٤/ ٥٠٤۔

②۔الكافي ٢/ ٢١٩ ؛ من لا يحضره الفقيه ٢/ ١٢٨ ؛ البحار ١٣/ ١٥٨ ؛ الوسائل ١٦/ ٤٠٤ ؛ المستدرك ١٢/ ٢٥٥ ؛ جامع الأخبار ٩٥۔

③۔ المكاسب المحرمة : ٢/ ١٦٢ ۔نیز خمینی کا یہ بھی کہنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو تمام مخلوق پر فضیلت ان کے دینی دشمنوں کے ساتھ نرم رویہ اور بہترین تقیہ کی وجہ سے دی'' ۔ المكاسب المحرمة : ٢/ ١٦٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علماء نے مخفی رکھا تھا؛ اور وہ ان کی صراحت نہیں کرتے تھے۔ پھر انہوں نے اسلامی عقائد کے متعلق ایسی باتیں بھی سنیں؛ جو اس سے پہلے ان کی سماعت پر نہیں گزری تھیں؛ جن سے ان کا عقیدہ باطل ٹھہرتا ہے۔ ان تمام چیزوں کا نتیجہ اس عقیدہ پر انقلاب؛ اور اسے نجات کی صورت میں رو پذیر ہوگا۔

پھر اس گروہ کی کتابیں پوشیدہ تھیں۔ ان میں ان کو ظاہر کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ کیونکہ ان میں ایسی شناعت اور گند بھری ہوئی ہے۔ حتی کہ ماضی میں ان کی ساری کتابیں جو شیعہ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے لکھی گئیں؛ ان میں وہ شیعہ روایات سے استدلال نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ان روایات کو چھپاتے تھے؛ وہ اس سلسلہ میں اہل سنت والجماعت کی روایات سے استدلال کیا کرتے تھے۔

یہ شیعہ عالم ابن مطہر حلی ہے جو ساتویں صدی کے آخر میں اور آٹھویں صدی ہجری کے شروع میں ہو گزرا ہے۔ اس نے اپنے زمانہ کے بادشاہ خدا بندہ کے لیے ایک کتاب لکھی؛ اور اس کا نام رکھا: ''منہاج الکرامہ''۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بادشاہ کو شیعہ اثنی عشریہ کے مذہب وعقیدہ پر قانع کر سکے۔ اس نے اس کتاب میں ایک بھی شیعہ روایت ذکر نہیں کی؛ کیونکہ اسے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ شیعہ روایات کو ظاہر کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں۔

پس اتنا لمبا عرصہ شیعہ کی کتب سامنے نہیں آئیں۔ ہاں دسویں اور گیارھویں صدی ہجری میں جب صفوی حکومت قائم ہوئی تو ایک محدود پیانے پر یہ کتب سامنے آئیں۔ جب کہ آج کل شیعہ کتب طبع ہو کر سامنے آنے لگی ہیں؛ اور ان میں موجود ان خرافات اور باطل روایات کا انکشاف ہوا ہے جنہیں کوئی بھی عقل مند گروہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں؛ پس اب وہ ان روایات پر تنقید اور ان سے برأت کا اظہار کرنے لگے ہیں؛ جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس گروہ کے ماننے والوں پر اس کی نتائج کا اثر ہوگا؛ اس لیے کہ تمام لوگ تو باطل نہیں چاہتے۔ انہوں نے اس عقیدہ کی پیروی صرف اس لیے کی ہے کہ وہ اسے دین حق سمجھ کر اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جب بھی حقیقت کے خلاف ظاہر ہوگا تو لوگ اس سے برأت کا اظہار کریں گے؛ اس میں کوئی شک نہیں۔

❀ ان روایات میں سے وہ بھی ہیں جن میں قرآن مجید میں تحریف اور نقص کی تہمت ہے؛ جن سے علماء کے ایک غالب گروہ نے دھوکہ میں رکھا ہے۔ جیسا کہ تیرھویں صدی ہجری کے آخر کے ایک عالم نوری طبرسی نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے؛ جس میں اپنے عقائد کے ضمن میں قرآن پاک میں تحریف کا اقرار اور تائید کی ہے۔ اس کتاب کو تیس سے زیادہ علماء کی تائید حاصل ہے؛ تین چار کے علاوہ سبھی قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔ پھر ان چار پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے تقیہ کی بنا پر دوٹوک الفاظ میں تحریف کا اعتراف نہیں کیا۔

طبرسی نے نعمت اللہ الجزائری کے سے حوالے نقل کیا ہے؛ اس نے اپنی کتاب ''الانوار النعمانیہ'' میں تحریف قرآن پر شیعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: ''ہمارے اصحاب نے مشہور بلکہ متواتر اور صریح اخبار پر اتفاق کیا ہے کہ قرآن مجید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تحریف واقع ہوئی ہے''۔
(یہ نص انوار نعمانیۃ میں موجود ھے (۲/ ۳۵۷)۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت کا عہد کیا ہے؛ اور فرمایا ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر : ۹]

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

پس ہر وہ روایت اور قول جو کتاب اللہ کے مخالف ہو؛ وہ بالکل باطل ہے۔

❀ ان روایات میں سے وہ روایات بھی ہیں ؛ جو ائمہ کو اللہ تعالیٰ کے مقام و مرتبہ پر فائز کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بجائے ان ائمہ سے دعاء و پکار اور استغاثہ کو مشروع ٹھہراتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس دین اسلام کے خلاف ہے جو محمد ﷺ لیکر آئے ہیں۔ چنانچہ مجلسی ان کے بارے میں کہتا ہے:

''ان ائمہ پر درود و سلام ہو؛ یہ ان لوگوں کے لیے شفاء اکبر اور دواء اعظم ہیں جو ان سے شفا طلب کریں''۔
بحار الأنوار (۳٤/ ۹۵)۔

اور مجلسی کہتا ہے:

''جب تمہیں اللہ کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہو؛ اور اللہ کی برکت سے اسے ایک کاغذ پر لکھ لو؛ اور اگر چاہو تو وہ ورقہ ائمہ میں سے کسی ایک کی قبر پر پھینک دو۔ یا اسے باندھ کر اس پر مہر لگادو۔ اور پاک صاف آٹا گوندھ کر اس میں ملا دو۔ اور اسے ایک بہتی ہوئی نہر میں ڈال دو۔ یا کسی گہرے کوئیں میں ڈال دو۔ یا کسی تالاب کے پانی میں ڈال دو۔ تو بیشک یہ رقعہ امام علیہ السلام تک پہنچ جائیگا؛ وہ خود تمہاری ضرورت پوری کردیگا''۔ [بحار ۹۱/ ۲۹]

❀ آیت اللہ عظمی وحید خراسانی مسلمانوں اور غیر مسلموں کو مشکل حالات میں امام مہدی سے مدد طلب کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہتا ہے: ''یہ بات مسلمہ ضروریات میں سے ہے کہ ہر وہ انسان جس کے راستے منقطع ہو جائیں ؛ اور وہ صحراؤں میں درماندہ بھٹک رہا ہو؛ اور اسے راہ نہ ملتی ہو؛ خواہ وہ کوئی یہودی ہو یا عیسائی یا مسلمان؛ خوہ شیعہ ہو یا سنی ؛ اس میں بالکل کوئی فرق نہیں ؛ جب بھی وہ ان حالات میں امام کو پکارے گا؛ یا یوں کہے گا: ''اے ابو صالح امام مہدی مجھے بچا لے'' تو اس کا نتیجہ قطعی طور پر حاصل ہو کر رہے گا۔ اس میں راز کی بات یہ ہے کہ اس حالت میں دعا درحقیقت امام سے کی جارہی ہوتی ہے؛ اور یہ ایسی اضطراری حالت میں ہوتی ہے کہ جو تمام پردوں کو پھاڑ دیتی ہے ۔ اور کسی دوسری حالت میں دعا امام کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ اور یہ دونوں امر اللہ کے مابین اور اللہ کی راہوں کے مابین برابر ہیں۔ اس لیے کہ وجود بھی اسی کا ہے ؛ اور وجود والے بھی اسی کی طرف سے ہیں۔ دونوں احوال میں حکم ایک ہی ہے؛ جیسے جس کی طرف سے وجود ہے؛ اس کی طرف دعا میں توجہ کرنا واجب ہوتا ہے حتی کہ دعا قبول ہو جائے؛ ایسے ہی جس کا وجود اس کے ساتھ قائم ہے؛ اس کی طرف توجہ کرنا بھی ہے۔ یہی سبیل اعظم اور صراط مستقیم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے؛ ان کی طرف دعا میں توجہ کرنا بھی واجب التحقیق ہوتا ہے تا کہ ضرورت کے وقت دعا قبول ہو''۔

مقطتفات ولائية ص ٥٠۔

❀ مزید برآں وہ یہ بھی کہتا ہے: ''جب کوئی ایک پریشان حال ہو؛ اور وہ سبیل اعظم کی طرف متوجہ ہو؛ (یعنی اس کی طرف جس کا وجود اس کی طرف سے ہے)؛ تا کہ وہ کسی گم گشتہ صحراء سے نجات پائے؛ اور بستی تک پہنچ جائے؛ تو بیشک امام علیہ السلام اس کی رہنمائی کرے گا؛ اور اسے کرنے کے ضروری کام بتائے گا حتی کہ وہ کامیاب ہو جائے۔ یقیناً اسے اس حال نے پریشان کردیا تھا؛ اور وہ اس (امام) کی طرف ملتجی ہوا؛ اور اس کا وسیلہ پکڑا؛ تو یقیناً امام بھی اس کی طرف ایسی نظر سے دیکھے گا جس اس کی دوا بھی ہے؛ اور شفا بھی''۔ (سابقه مصدر ٥١)

❀ دوسرا شیعہ اثنا عشری عالم شاہرودی کہتا ہے: ''یہ بات ہم پر مخفی نہیں ہے کہ: بیشک امام علیہ السلام اگر لوگوں سے مخفی اور پردہ میں ہیں؛ اور کوئی ایک آپ تک نہیں پہنچ سکتا؛ اور نہ ہی ان کی جگہ کے متعلق جان سکتا ہے؛ لیکن یہ سب کچھ اس کے منافی نہیں ہے کہ آپ کسی پریشان حال اپنے سے مشکل کشائی چاہنے والے اور اپنی بارگاہ میں التجاء کرنے والے کے سامنے ظاہر ہوں؛ جس کے اسباب ختم ہو گئے ہوں؛ اور اس کی تمام راہیں بند ہو چکی ہوں۔ بیشک پریشان حال کی مدد کرنا؛ اور ان حوال میں بے چین و بیقرار کی پکار سننا؛ اور اپنی کرامات باہرہ اور معجزات ظاہر کرنا آپ کے خاص مناصب میں سے ہے۔ پس پریشانی کے وقت جب مخلوق کے اسباب منقطع ہو جائیں؛ اور دنیاوی اور اُخروی آزمائشوں پر صبر کا امکان باقی نہ رہے؛ یا انسانوں یا جنات کے دشمنوں سے نجات مطلوب ہو؛ اور لوگ آپ سے مشکل کشائی چاہتے ہوں؛ اور آپ کی پناہ کے طلبگار ہوں' [تو آپ سے مشکل کشائی چاہی جائے]''۔

كتاب "الإمام المهدي و ظهوره" (ص ٣٢٥)۔

❀ ایسے ہی حاجات پوری کرنے میں شیعہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی ائمہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ کہتے ہیں:

''دو رکعت نماز پڑھ کر سجدہ کرو؛ اور ایک سو بار کہو: یا فاطمہ! پھر اپنا دائیاں گال زمین پر رکھ کر ایسے ہی کہو؛ پھر اپنا بائیاں گال زمین پر رکھ کر ایسے ہی کہو۔ پھر سجدہ کرو اور ایک سو دس بار یونہی کہو''۔

مكارم الأخلاق ص ٣٣٠۔ بحار الأنوار ٨٨/ ٣٥٦۔

اللہ تعالیٰ اس بات کی نفی کی ہے کہ کوئی پریشان حال اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو پکارے؛ ارشاد فرمایا:

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ [النمل ٦٢]

''یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [الجن ١٨]

''اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ ان میں ایسی روایات بھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر طعنہ زنی سے بھرپور ہیں۔ اور آپ کے خانہ اطہر پر تہمت کناں ہیں کہ یہ کفر اور فحاشی کا گھر تھا۔ ایسا کہنے میں رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کی تنقیص اور گستاخی؛ اور آپ ﷺ کی نبوت پر طعنہ زنی ہے؛ کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی رہے کہ آپ ایسی خواتین سے شادی کرلیں جو آپ کی عزت کو داغدار کریں۔

❀ چنانچہ ان لوگوں نے سالم بن مکرم کی طرف روایت منسوب کی ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتا ہے؛ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ کو سنا کہ وہ اس آیت کی تفسیر بیان کر رہے تھے:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾(العنکبوت ۴۱)

''ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، حالانکہ بے شک سب گھروں سے کمزور تو مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے''۔ فرمایا:

''اس سے مراد حمیرا (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) ہیں''۔ اسے شرف الدین حسینی استر آبادی نے روایت کیا ہے''۔

استر آبادی (متوفی ۱۰۳۶ھ) نے اس پر تعلیق لگاتے ہوئے کہا ہے: ''اس تاویل کا معنی یہ ہے کہ: بیشک یہاں پر عنکبوت (مکڑی) کنایہ ہے؛ اس لیے کہ مکڑی ایک کمزور حیوان ہے؛ اور وہ کمزور سا گھر بناتی ہے؛ سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے؛ جو کسی کام کا نہیں ہوتا؛ اور نہ ہی کسی نقصان سے بچا سکتا ہے۔ یہی حال حمیرا کا ہے؛ وہ اپنی قلت عقل؛ کم نصیبی اور کم دین کی وجہ سے ایک کمزور حیوان ہے؛ اس نے اپنی کمزور رائے اور حماقت پر مبنی رائے میں اپنے مالک کی مخالفت اور دشمنی میں ایک گھر بنایا؛ جو کہ کمزوری اور بودے پن میں مکڑی کے گھر کی طرح تھا؛ جو کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا تھا؛ بلکہ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں نقصان دہ ثابت ہوا۔ اس لیے کہ اس نے یہ گھر ایک دھکتے غار کے کنارے پر بنایا تھا؛ جو اسے لیکر جہنم کی کھائیوں میں گر گیا۔ یہ عورت اور جس نے اس کے لیے اس گھر کی بنیادی رکھیں؛ اور اس کے ستون مضبوط کئے؛ انہوں نے اس سارے کام میں اپنے رب کی نافرمانی کی؛ اور اپنے شیطان کی اطاعت کی؛ اور اس کے اعوان و انصار اور لشکریوں کو اغوا کیا؛ پس اس نے انہیں جہنم کے گڑھوں اور آگ میں گرا دیا؛ اور ظالموں کا یہی بدلہ ہے؛ اور تمام تر تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے''۔[تأویل الآیات ۱/ ۴۳۰]

رسول اللہ ﷺ ایسی بیوی پر کیسے راضی ہوئے؟؛ اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شان میں آیات نازل کیں؛ جو استر آبادی کے گمان کے مطابق ایک حیوان ہے؛ کمزور دین والی اور بے عقل ہے۔ اور وہ جہنم کی وادیوں میں ہے...... الخ۔ آخر تک یہ جتنی بھی روایات ہیں جن میں گھرانہ نبوت پر افتراء پردازی کی گئی ہے۔ تو کیا کوئی مسلمان گھرانہ نبوت پر ایسی بہتان تراشی پر راضی رہ سکتا ہے؟۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قمی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے: ''پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق مثال بیان کی ہے؛ اور فرمایا ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ﴾

''اللہ نے ان کے لیے جنھوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی، وہ ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی تو وہ اللہ سے (بچانے میں) ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہہ دیا گیا کہ تم بھی جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ''۔

چنانچہ وہ کہتا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ''پھر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی'' سے مراد فحاشی لی ہے۔ تاکہ اس عورت پر حد جاری کی جائے جس نے راستے میں ایسا ارتکاب کیا۔ فلاں انسان اس سے محبت کرتا تھا ؛ جب اس نے ..... کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا؛ تو اس نے اس عورت سے کہا: ''تمہارے لیے بغیر محرم کے نکلنا جائز نہیں ہے؛ تو اس نے اپنی شادی فلاں انسان سے کر دی''①۔

مجلسی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے:

''کسی بھی ناقد بصیر اور اہل علم ذہین آدمی پر یہ بات مخفی نہیں ہے جو ان آیات میں تعریض سے کام لیا گیا ہے؛ بلکہ ان میں عائشہ اور حفصہ کے نفاق اور کفر کی تصریح ہے''۔ [بحار الأنوار ۲۲/ ۲۳۳]

یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی عزت و آبرو پر طعنہ زنی ہے جس پر کوئی مسلمان راضی نہیں رہ سکتا۔ اور اس طائفہ کے ماننے والوں کے لیے ان امور کا انکشاف درحقیقت ان کے اپنے دین اور کتابوں کے متعلق موقف پر اثر انداز ہوگا۔

❀ ان میں وہ روایات بھی ہیں جو آپ کے ان سسرالی رشتوں پر طعنہ کناں ہیں جن میں سے آپ نے شادیاں کیں؛ یا پھر جن کو اپنی بیٹیاں شادیاں کر کے دیں۔ ان رشتہ داروں کو ان روایات میں کافر زندیق اور گھٹیا تک کہا گیا ہے۔ جو کہ درحقیقت آپ کی نبوت اور شرف پر طعنہ زنی ہے۔

❀ محمد طاہر شیرازی نجفی نے اپنی کتاب ''الأربعین فی إمامة الأئمة الطاهرین'' میں کہا ہے: ''ابو بکر کے نسب؛ گھٹیا پن اور ذلالت کے بیان میں''۔ [الاربعین ۵۳۲]

❀ مجلسی نے اپنی کتاب ''الصراط المستقیم'' میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق خیالات کا اظہار اس عنوان کے تحت کیا ہے: ''کلام فی خساسته وخبث سریرته''۔ [الأربعین ۵۷۵]

❀ یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کے سسر ہیں؛ جن کی بیٹیوں سے آپ ﷺ نے شادیاں کیں؛ آپ لوگوں میں سے ان دو کو اس تعلق کے لیے کیسے منتخب کر سکتے ہیں جبکہ ان دونوں کا یہ حال ہے؟۔ بلا شک وشبہ یہ ان حضرات کی شخصیات پر طعن نہیں؛ بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر طعنہ زنی ہے۔ کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ سے

① ۔ تفسیر القمی ۲/ ۳۷۷؛ بحار الأنوار ۲۲/ ۲۴۰؛ تفسیر نور الثقلین ۵/ ۵۷۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

متعلق ایسی باتوں پر کیسے راضی رہ سکتا ہے؟ اور جب بھی کوئی شیعہ ان باتوں سے آگاہ ہوگا ؛ تو وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے متعلق ایسی باتوں پر راضی نہیں رہ سکتا۔

❀ ان میں وہ روایات بھی ہیں جو آپ کے ان صحابہ پر طعنہ زنی کر رہی ہیں جن کی تربیت آپ ﷺ نے بیس سال سے زیادہ عرصہ تک کی؛ مگر آپ ان کی تربیت میں کامیاب نہ ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی خمینی نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ اس نے وہ کچھ کردیا جو رسول اللہ ﷺ نہیں کر سکے۔ اس کا بیان پچھلی فصل میں گزر چکا ہے۔

❀ ان میں وہ روایات بھی ہیں جو آپ ﷺ کی بیٹیوں کی شان میں طعنہ زنی پر مشتمل ہیں؛ جن میں یا تو ان کا رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں ہونے سے انکار ہے؛ یا پھر ان کی طرف بد اخلاقی منسوب کی گئی ہے۔ ایک معاصر شیعہ عالم جعفر مرتضی عاملی کہتا ہے: ''جہاں تک زینب؛ ام کلثوم اور رقیہ کا تعلق ہے؛ جو کہ بڑی ہوئیں؛ اور ان میں سے ان کی شادی ابا العاص بن ربیع سے کی گئی؛ اور دوسری کی عثمان بن عفان سے؛ تو ہم کہتے ہیں: حقیقت میں یہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں نہیں تھیں''①۔

ایک اور شیعہ عالم حسن الامین کہتا ہے②:

''مورخین نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ لیکن تاریخی نصوص کی تحقیق پر ہمیں زہرا کے علاوہ ان میں سے کسی اور کے آپ کی بیٹی ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دوسری بیٹیاں تھیں؛ جو محمد ﷺ سے پہلے شوہر سے تھیں''③۔

لیکن شیعہ عالم مازندرانی؛ جو کہ کافی کا شارح ہے؛ وہ اپنے اس ہم مسلک کی بات کو جھٹلاتا ہے؛ وہ کہتا ہے:

''اہل نقل کا اس بات پر اجماع ہے کہ بلا شک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں؛ ان تمام نے اسلام کا زمانہ پایا اور ہجرت کی؛ زینب؛ فاطمہ؛ رقیہ اور ام کلثوم''④۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ [الاحزاب ۵۹]

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے آپ پر لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انھیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ ہمیشہ سے بے

① - [کتاب بنات النبی ربائبہ ص ۳۰]

② - حسن بن محسن بن عبدالکریم بن علی الامین الحسینی العاملی؛ ۱۳۲۶ھ میں دمشق میں پیدا ہوا؛ اس کی تالیفات میں سے ''دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعیۃ'' اور ثورات فی الاسلام؛ اور مستدرکات أعیان شیعہ بھی ہیں۔

③ - [دائرۃ المعارف الإسلامیۃ الشیعیۃ ۱/ ۲۷-]

④ - [شرح مازندرانی للکافی ۷/ ۱۳۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''۔

جہاں تک بداخلاقی منسوب کرنے کا تعلق ہے؛ تو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بذیل امور منسوب کئے ہیں:

❀ ابو عبداللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے: '' بیشک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:'' آپ نے مجھے بہت کم مہر پر بیاہ دیا'' تو آپ نے فرمایا:'' میں نے تجھے نہیں بیاہا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے اوپر سے تمہیں بیاہا ہے''[1]۔

❀ یعقوب بن شعیب کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ اس نے کہا ہے:'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فاطمہ کی شادی کردی؛ تو آپ ان کے پاس گئے؛ حضرت فاطمہ رو رہی تھیں؛ آپ نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے رلا دیا؟۔ اللہ کی قسم! اگر میرے اہل خانہ میں اس سے بہتر کوئی دوسرا ہوتا تو میں کبھی تمہاری شادی اس سے نہ کرتا؛ میں نے تمہاری شادی نہیں کی؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شادی کی ہے''[2]۔

ان میں وہ روایات بھی ہیں جو اہل بیت اطہار کو بزدلی؛ اور اپنی زندگیوں کی خاطر دین کی پامالی سے منسوب کرتی ہیں۔ اس سلسلہ کی ابتداء حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے؛ اور آخری امام پر آکر ختم ہوتی ہے۔

❀ ان میں وہ روایات بھی ہیں جن میں خصوصی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں طعنہ زنی وارد ہوئی ہے۔

❀ ان میں وہ روایات بھی ہیں جن میں ملائکہ اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں طعنہ زنی وارد ہوئی ہے[3]۔

❀ یہ تمام روایات آپس میں متناقض ہیں؛ اور ایک دوسرے کو غلط ثابت کرتی ہیں۔ پھر یہ کہ وہ تمام شیعہ راوی جو ان روایات کو نقل کر رہے ہیں؛ وہ سارے کے سارے یا تو جھوٹے ہیں؛ خود ائمہ نے ان کو جھٹلایا ہے؛ یا پھر مجہول ہیں جن کی عدالت کے بارے میں کوئی علم ہی نہیں۔

❀ پھر یہ کہ شیعہ کو وہ علوم کفایت نہیں کرتے تھے جو وہ اپنے ائمہ کی طرف منسوب کرتے تھے؛ نہ ہی تفسیر؛ نہ ہی حدیث اور نہ ہی فقہ اور نہ اصول فقہ؛ نہ علوم حدیث۔ پس وہ علوم اہل سنت کے محتاج ہو کر رہ گئے۔ اگر یہ ائمہ اللہ کی طرف سے ہوتے؛ تو ان کے ماننے والے دوسرے لوگوں کے علوم کے محتاج نہ ہوتے۔ اس سے سفینہ اہل بیت کا دعوی باطل ہونے کا انکشاف ہوتا ہے؛ کہ یہ انہیں ان کے دین میں کفایت نہیں کرسکی۔ اور ایسے ہی...... ایسے ہی......''[4]۔

❀ یہ تمام نواقض اور تضادات اب منکشف ہو چکے ہیں۔ اور خود ان کے ماننے والے اب ان سے آگاہ ہو رہے ہیں؛

---

[1]۔ الکافی ٥/ ٣٧٨؛ بحار الأنوار ٤٣/ ١٤٤ وسائل الشیعة ٢١/ ٢٤١؛ جامع أحادیث الشیعة ٢١/ ١٩٨۔

[2]۔ الکافی ٥/ ٣٧٨؛ بحار الأنوار ٤٣/ ١٤٤؛ جامع أحادیث الشیعة ٢١/ ١٩٨۔

[3]۔ اس کے لیے دیکھی جائے: کتاب ''براۃ آل بیت مما نسبتہ إلیہم الروایات''۔ اس میں مؤلف نے بیسیوں روایات اور علماء کے اقوال جمع کردیے ہیں۔

[4]۔ اس کے لیے دیکھی جائے: کتاب ''حوارات عقلیہ مع الطائفہ اثنی عشریہ فی المصادر: اور دوسری کتاب ''براۃ آل بیت مما نسبتہ إلیہم الروایات''۔ دونوں اسی مؤلف کی تحریریں ہیں۔ ان میں مؤلف نے یہ تمام مسائل خود اس فرقہ کی کتابوں سے جمع کردیے ہیں''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اوراس عقیدہ کے باطل ہونے کا انکشاف کررہے ہیں جس کی وجہ وہ ہزار سال سے دھوکہ دیتے آرہے ہیں۔

❀ یہی وجہ ہے کہ اس فرقہ کے علماء اپنے ماننے والوں کو جھوٹی تاریخ کے قصے سنا سنا کر اصل حقائق سے غافل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ کا ماتم؛ اور امام باڑوں کی تعمیر؛ اور دیگر اس طرح کے امور اس لیے ہیں کہ انہیں اپنے عقیدہ میں سوچنے نہ دیا جائے۔ اور ان لوگوں نے آل بیت کی محبت میں غلو سے کام لیا؛ اور ان من گھڑت اور جھوٹی روایات کے ذریعہ دھوکہ دیا جو اس مذہب کے ماننے والوں کا اجر وثواب بڑھا چڑھا کر بیان کرتی ہیں؛ اور ان کے مخالفین کا گناہ بھی بڑھا چڑھا کر بتاتی ہیں؛ اور دیگر روایات جو کہ خود ان کے ہاں بھی صحیح نہیں ہیں۔ پس اب کسی شیعہ کے پاس تلاش وجستجو اور ان روایات پر نظر ثانی کی فرصت ہی نہیں جن میں دین کی طرف غلط چیزوں کو منسوب کیا گیا ہے۔

❀ لیکن سابقہ امور کے ظاہر ہونے سے اب انداز اور چال بدلے گی۔ اور مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس سے خود اس مذہب کے ماننے والوں کی عقول سرگرداں رہ جائیں گی جب وہ ان روایات کا افسوسناک نتیجہ سنیں گے جن کے ذریعہ ان کے آباء واجداد کو ایک ہزار سال سے دھوکہ میں رکھا گیا ہے؛ اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی اچھا کام کر رہے ہیں۔ پس اس وقت شیعہ کی درماندگی اور حیرانگی کا کیا حال ہوگا جب انہیں پتہ چلے گا کہ ان کا دین خود ساختہ ہے جو کہ اہل بیت کی طرف صرف منسوب کیا گیا ہے۔ ہزار سال گزر گیا؛ اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر اس کی وحی اور اہل بیت کی تعلیمات کے کرتے چلے آرہے ہیں۔

❀ اور یہ نتیجہ اسی وقت صحیح معنوں میں درست اور مبنی بر حقیقت ثابت ہوگا جب ولایت فقیہ کا وہ نظریہ زمین بوس ہو جائے گا جس میں اللہ کے نام پر لوگوں پر حکومت کی جارہی ہے۔ اور فقیہ کو اللہ کے مقام پر فائز کردیا گیا ہے؛ اور فقیہ کی بات رد کرنے والا ایسے ہے جیسے اللہ کی بات رد کرنے والا۔ اس عقیدہ میں صرف مذہب ہی نہیں؛ بلکہ دین سے بھی خروج لازم آتا ہے؛ جس کے نتیجہ میں امت کشمکش کا شکار ہونے والی ہے۔

❀ یہاں بہت ہی اچھا ہوگا کہ ہم ایک شیعہ عالم ڈاکٹر موسی الموسوی کی بات کو دھرائیں جو کہ ''عصر انقلاب'' کی بحث میں نقل کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اب ولایت فقیہ کا نظریہ ایرانی سرحدوں کو عبور کر کے دوسرے شیعہ خطوں تک سرایت کرتا جارہا ہے اور وہاں کے شیعہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس طرح تباہ وبرباد کررہا ہے جس طرح اس نظریے نے ایرانی شیعہ کو تباہی وبربادی کے گھاٹ اتارا ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ یہ مصیبت شیعہ کو ہر جگہ نہ گھیر لے؛ اور ان میں وہ بھونچال اور زلزلہ آجائے کہ اس کے بعد ان کے قدم جم نہ سکیں۔ اگر شیعہ کو ان دلدوز اور دردناک مظالم کا علم ہوجائے جن کا ولایتِ فقیہ کے نام سے ارتکاب کیا گیا ہے اور ابھی تک کیا جارہا ہے تو یہ ہر جگہ سے ان فقہاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں اور یہ جہاں بھی جا اتریں وہاں سے ان کا قلع قمع کر دیں۔ اور یہ فقہاء شیعہ سے بدک کر اور خود شیعہ اس بھیانک نظریے سے خوف کھا کر یوں بھاگیں جیسے بکری بھیڑیے کو دیکھ کر جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔

دریں اثناء کہ یہ سطریں لکھی جارہی تھیں سرزمین ایران میں جو کہ ایک شیعہ خطہ ہے، مذہب اور فقہاء کی اجارہ داری اور جبر واستداد کے خلاف ایک زبردست ردعمل سامنے آیا ہے: اور یہ ردعمل ایرانی قوم کے ان مظالم کا سامنا کرنے کے بعد سامنے آیا جو ان پر بلا تامل ڈھائے گئے تھے۔ بے شک یہ ظلم وستم اور جبر واستبداد ایرانی قوم کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ فوج در فوج اسلام سے نکل جائیں۔ اس بنا پر میں رب کے حضور پورے خلوص کے ساتھ دست بہ دعا ہوں کہ میرا یہ اصلاحی پیغام ایران کے ہر ایک شیعہ کے ہاتھوں جا پہنچے اور اس سے پہلے پہنچ جائے کہ موقع ہاتھ سے نکل جائے اور وہ اچھی طرح جان لیں کہ نجات اور خلاصی کا رستہ صرف انکار اور تباہ کاری ہی نہیں بلکہ تعمیر واصلاح کے آغاز سے ہے۔" [الشیعة والتصحیح: ۱/ ۸۱۔ ۸۹]

میرا خیال نہیں کہ یہ انقلابی حکومت زیادہ دیر چل سکے گی؛ باوجود اس کے انہیں ہر قسم کی سطوت وشوکت اور قوت حاصل ہے۔ ایسے اوقات میں اس گروہ کے ماننے والے تنگی کا سانس لے رہے ہیں۔ اور وہ اس کے بڑوں کی دھمکیوں سے دور کوئی مناسب فیصلہ کرنے کی سوچ رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے کچھ بقایاجات تو رہ جائیں گے مگر ان کا راستہ بھی کوئی دوسرا ہوگا۔

اس وقت امت اپنے رب کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت پر جمع ہو جائے گی۔ اور اجتماع امت کا سال ایک بار پھر لوٹ آئے گا؛ جس کی ابتداء حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے کی تھی۔

﴿ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى أَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (یوسف ۲۱)

"اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ

اس بحث کے آخر میں ہم اہم نتائج بیان کررہے ہیں:

1: اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین ان روایات کا بھر پور رد کرتے رہے ہیں جن میں یہ مشہور کیا جاتا تھا کہ وہ ائمہ ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہیں؛ اور وہ معصوم ہیں؛ اور ان کے علاوہ جتنے بھی عقائد ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔

2: اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین اس بات کا اعتراف واقرار کرتے ہیں؛ اگر یہ من گھڑت خبریں درست ہوتیں؛ تو اس میں بھی اہل بیت پر طعنہ زنی تھی؛ جس کی ابتداء حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے اور خاتمہ آخری امام پر۔ اس لیے کہ انہوں نے اپنی امامت کا حق ادا نہیں کیا؛ اور نہ ہی اس کا اعلان کیا اور نہ ہی اس کی وجہ سے جہاد کیا۔ پس ان کا ان مذکورہ بالا امور کو ترک کرنا؛ اس کے باوجود کہ وہ اللہ کی طرف سے امام منصوب ہیں؛ ان کی شان میں تنقیص ہے۔

3: اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین اس چیز کے ساتھ متفق ہیں جو کتاب اللہ میں وارد ہے؛ اور صحیح سند کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؛ اور جس پر صحابہ کرام اور اہل سنت والجماعت قائم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی ساری زندگی میں اس کے خلاف کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔

4: شیعہ نے ان اشکال کے لیے- جو شیعہ بدگمانی کے مطابق ان ائمہ سے ظاہر کے خلاف ثابت ہیں؛- ایک فرار کی راہ نکالی ہے؛ وہ یہ کہ ان ائمہ کو اپنی جانوں کا خوف تھا؛ پس انہوں نے اپنی جانوں کی حفاظت کے لیے لوگوں کے سامنے خلاف حقیقت کا اظہار کیا؛ اور پھر اس راہ فرار کو تقیہ کا نام دیا۔ اور پھر ایسی روایات گھڑ لیں جن میں تقیہ کو دین بتایا گیا؛ اور تقیہ کے ترک کرنے والے کو دین کا تارک کہا گیا۔

5: ان افواہوں کا کوئی ایک وتیرہ یا اسلوب نہیں تھا؛ حالات کے حساب سے کبھی زور پکڑ لیتی اور کبھی کمزور پڑ جاتیں۔

6: ان افواہوں کے پھیلانے میں بنیادی کردار عبداللہ بن سبأ یہودی کا تھا؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے قتل کرنا چاہتے تھے؛ مگر وہ ایسا نہ کرسکے۔

7: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت اطہار کا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق مؤقف بہترین اور خوبصورت مؤقف تھا۔ اگر انہوں نے حق امامت غصب کیا ہوتا تو یہ حضرات ان سے محبت نہ کرتے؛ اور نہ ہی ان کی تعریف بیان کرتے اور نہ ہی اپنی اولادوں کے نام ان کے ناموں پر رکھتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

8: حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کو اپنے اتباع کاروں سے شکایت رہی ہے؛ اور وہ بتاتے رہے ہیں کہ وہ ان پر جھوٹ بولتے ہیں۔ اوران کے شاگردوں کی کتابوں میں اپنی طرف سے ملاوٹ کرتے رہے ہیں؛ اس سے ان افواہوں کے خفیہ مقاصد کی خبر بھی ملتی ہے۔

9: شیعہ فرقہ میں ہر امام کی موت کے بعد اختلاف واقع ہوتا رہا ہے۔ اور آخری امام کی موت کے بعدان کے ہاں سابقہ کی نسبت بہت زیادہ اختلاف واقع ہوا۔ اس سے دعوی امامت کی گہرائی اورعدم وضاحت کا پتہ چلتا ہے۔ اگر یہ روایات صحیح ہوتیں تو اس حد تک مخفی نہ رہتی۔

10: ان میں سے ایک فرقہ آخری امام ظاہر کی موت کے بعد جلد ہی اپنے شیعہ عقیدہ کی حفاظت کے روایات گھڑنے میں لگ گیا تھا۔ حتی کہ فرقہ کا اثنا عشریہ کے نام سے کاظہور ہوا۔

11: دوسرے فرقے ختم ہو چکے؛ یا نا پیدا ہو چکے ہیں۔ کیونکہ ان میں اپنے گروہ کی حفاظت کے لیے روایات تراشنے کی ایسی جرأت نہیں تھی؛ جیسی جرأت اس گروہ میں پائی جاتی ہے۔

12: شیعہ روایات کاظہور تیرھویں صدی تک ہوتا رہا ہے؛ حتی کہ آخر میں وہ نئی روایات سامنے آئی ہیں جو اس سے پہلے معروف نہیں تھیں۔

13: اتنا پورا عرصہ اس گروہ کی کتابیں پوشیدہ رہی ہیں۔ ان کے نسخ اور کتابت کا پتہ صرف گیارھویں صدی ہجری سے چلتا ہے۔ اس سے ان کتابوں پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

14: وہ مہدی جس کے ذمہ امت کی حفاظت اور حکومت اور دین کی نگہداشت کا کام لگایا گیا ہے؛ اس کی یوں پوشیدگی رب العالمین کے دین پر طعنہ زنی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنا دین بغیر کسی معلم کے یونہی چھوڑ دیا۔

15: یہ کہ وہ ائمہ جن کے لیے امامت کا دعوی کیا گیا ہے؛ وہ اپنی جانوں پر خوف کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دینی حقائق بیان نہیں کر سکے؛ پس ان روایات کی روشنی میں انہوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے دین کو ضائع کر دیا۔

16: شیعہ کے ائمہ اور علماء خود اس بات کا اعتراف کررہے ہیں کہ ان روایات میں ملاوٹ کی گئی ہے؛ اور اب ان کے پاس ملاوٹ کردہ اور اصل روایات میں فرق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

17: شیعہ کا اعتماد اہل سنت کی تصنیفات پر رہا۔ اور اس پر انہوں نے اپنا مذہب قائم کیا۔ جس کا بہت بڑا اثر اس مذہب کے استمرار میں تھا۔ اس لیے کہ انہیں اپنے ائمہ کی کتابوں میں وہ علوم نہیں مل سکے جو انہیں اہل سنت والجماعت کے علوم سے بے نیاز کرسکتے۔

18: علوم اہل سنت کی تدوین خود ان ائمہ کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ جب کہ ان ائمہ اوران کے ماننے والوں نے اس دور میں کسی بھی فن کوئی کتاب نہیں لکھی۔ جس سے ان کی عدم امامت کا پتہ چلتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

19: شیعہ اثنا عشریہ گروہ کے عقائد مختلف مراحل سے گزر کر موجودہ حالات تک پہنچے ہیں؛ اس کی ابتداء بنو بویہ کی حکومت سے ہوکر صفوی عہد حکومت سے ہوتے ہوئے عصر حاضر پر ختم ہوتی ہے۔

20: شیعہ ان مذہبی احکام وتشریعات کو باقاعدہ جاری نہ رکھ سکے جن کی روشنی میں امام مہدی کے خروج سے قبل حکومت قائم کرنا حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ پس انہوں نے خود ہی ان تشریعات خلاف انقلاب برپا کر دیا۔ اور پھر اس کے لیے حیلے بہانے تراشے کہ ایسا کرنا ان کے مذہب کے موافق ہو جائے۔ اس سے ان پر لازم آتا ہے کہ اس مذہب کے ماننے والے پہلے لوگ؛ عہد ائمہ سے لیکر اس انقلاب تک؛ سبھی کے سبھی گمراہ تھے؛ کیونکہ وہ ایسے فہم وسمجھ کا ادراک نہیں کر سکے تھے یا پھر وہ لوگ گمراہ ہیں جنہوں نے انقلاب برپا کیا۔

21: آخر میں ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ حقیقت ضرور آشکار ہوگی؛ اور اس گروہ کے لوگ حیران ہوں گے کہ ان کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ دلیل کے بغیر ہی کسی چیز کو دین سمجھتے رہے ہیں۔ اور یہ گروہ امت سے اس ہزار سال تک جدائی اور انفصال؛ اور وہی عقائد؛ بلکہ باطل عقائد پر رہنے کے بعد واپس پلٹ آئیں گے۔
اللہ تعالیٰ ہی راہ حق کی طرف ہدایت دینے والے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست موضوعات

عرض مترجم 3
مقدمہ 7
تالیفی طریقہ کار: 8
تحریر تحریر سے پہلے 10
شیعہ مصادر کی باعتبار دینی مصدر ہونے کی عدم صلاحیت کے اسباب 14
اول: تقیہ 14
دوم: شدت تقیہ بیان حق میں رکاوٹ 15
سوم: شدت تقیہ روایات میں تناقض اور معرفت حق کی عدم قدرت کا سبب 16
چہارم: فتاویٰ میں تناقض کا سبب روایات میں تناقض 16
پنجم: ائمہ کا اپنے شاگردوں سے ڈرانا 16
ششم: روایات میں ملاوٹ پر ائمہ کی گواہی اور اعتماد کا فقدان 17
ہفتم: معاصر علماء کی اس ملاوٹ کی موجودگی پر گواہی [ثقاہت اور اعتماد کا فقدان] 18
ہشتم: عقائد اور تاریخ کے مجہول شیعہ راوی؛ روایات کیسے قبول کریں؟ 19
نہم: شیعہ علماء کا اعتراف؛...... 19
تمہید: شیعیت کی ابتداء اور ظہور 21
اول: شیعیت کا معنی (لغت میں) 21
دوم: شیعیت کا ظہور: 21
أ۔ شیعیت کا سیاسی ظہور 21
ب: شیعیت کا عقدی ظہور ابن سباء کے ہاتھوں۔ 23
ج: عبداللہ بن سباء کے ایجاد کردہ عقائد 26
☆: اہل سنت کتابوں کی گواہی 26
☆: شیعہ کتابوں کی گواہی 30
عصر اول:
(من گھڑت باتوں کی اشاعت کا دور اور ان کے متعلق اہل بیت کا موقف (۳۵-۲۶۰ ہجری) 34
پہلا مرحلہ: حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت (۳۵-تا-۴۰ ہجری) 36

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی من گھڑت بات کی اشاعت: وصیت؛ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف 37
أ۔ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی ایسی وصیت سے لاعلمی: 37
ب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو خلیفہ نہ بنانا۔ 37
ج: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عقیدہ امامت۔ 44
د: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بیعت اجتناب 46
ھ: اس امتناع پر شیعہ کتب سے روایات کی مثالیں 49
و: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ 50
وقفہ: مسئلہ امامت اور من گھڑت روایات کی اشاعت پر ایک نظر 52
دوسری من گھڑت خبر: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خاص علم 57
وقفہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مخصوص علم کی روایات کی اشاعت 60
تیسری من گھڑت روایت: عصمت کا دعوی۔ 62
وقفہ: روایات عصمت کی نشر واشاعت 65
چوتھی من گھڑت روایت: رجعت 68
وقفہ: رجعت کی روایات کی اشاعت 68
پانچویں من گھڑت روایت: خلفائے راشدین پر طعنہ زنی 72
چھٹی من گھڑت روایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت 76
أ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیخین کے فضائل کا اظہار۔ 76
ب: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا اظہار بطور خاص۔ 80
ج: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا اظہار۔ 82
د: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کا اظہار۔ 87
ھ: آپ سے پہلے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کا اعتراف۔ 88
و: سابقہ پانچویں اور چھٹی من گھڑت روایت کے ساتھ کچھ دیر: 89
ز: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اپنی اولاد کے نام خلفائے ثلاثہ کے ناموں پر 90
ح: سابقہ خلفاء کے احکام سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف 92
کچھ دیر ان روایات کے ساتھ۔ 94
ساتویں من گھڑت روایت: حضرت امیر معاویہ اور ان کے لشکر کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف 95

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ دیر ان روایات کے ساتھ۔	98
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھیوں سے متعلق شکوہ	99
وقفہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کا اپنے ساتھیوں پر شکوہ؟	101
دوسرا مرحلہ: من گھڑت خبروں میں رازداری [۴۰ھ تا ۸۱ھ]۔	104
پہلی شخصیت: حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما	105
اولاً: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر صلح کی نبوی بشارت	105
کچھ دیر اس بشارت کے ساتھ۔	105
ثانیاً: معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا موقف	106
وقفہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری پر ایک نظر	109
ثالثاً: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطیات قبول کرنا	110
وقفہ: جنابِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلق پر ایک نظر:	111
رابعاً: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اپنی اولاد کے نام صحابہ کے ناموں پر رکھنا۔	112
کچھ تبصرے:	112
خامساً: امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا موقف	113
وقفہ	113
سادساً: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھیوں کا تکلیف دینا۔	113
اہل سنت کی کتابوں سے گواہی	114
اصحاب حسن رضی اللہ عنہ کا انہیں ایذاء دینا، ایک نظر میں	117
سابعاً: رجعت	118
دوسری شخصیت: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما [۵۰ھ تا ۶۱ھ]۔	119
اولاً: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا امامت کے بارے میں موقف۔	119
ملاحظات:	121
دوم: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا موقف	122
سوم: اپنے متبعین کے متعلق جناب حسین رضی اللہ عنہ کا موقف:	122
ب: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شکایت کا ایک جائزہ	123
تیسری شخصیت: ابوالقاسم محمد بن علی بن ابی طالب الہاشمی القریشی المعروف ابنِ الحنفیہ رحمہ اللہ	124

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ کا موقف 125
ب: کچھ دیر ابن حنفیہ جناب محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ 125
تیسرا مرحلہ: افواہوں کا دوبارہ سر اٹھانا 126
پہلی شخصیت: جناب علی بن حسین زین العابدین 126
اول: اہلِ سنت اور جنابِ علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا مقام مرتبہ 126
ب: جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور اہلِ سنت کے خراج عقیدت کا ایک جائزہ 128
دوم: شیعہ کی بابت جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا موقف 128
ب: ان روایات کا ایک جائزہ 130
سوم: جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بنی امیہ کے متعلق موقف: 131
مذکورہ بالا روایات کا ایک جائزہ 133
چہارم: جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا علمائے اہلِ سنت کے بارے میں موقف 134
پنجم: رجعت کے بارے میں جنابِ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا موقف 136
دوسری شخصیت: جناب حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۹۹ھ) 137
اول: جناب حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ کا موقف اور دعوی ءامامت: 137
اس گفتگو کا ایک تجزیہ 138
دوم: دعوائے تقیہ اور جناب حسن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کا موقف 140
اس گفتگو کا ایک عادلانہ تجزیہ: 141
سوم: جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق موقف 142
تیسری شخصیت: جنابِ محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ (۵۷۔۹۵۔۱۱۴ھ) 142
ب: دعوائے امامت کے ساتھ 143
دوم: جناب محمد بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور دعوی ءعصمت 144
سوم: دعوائے تقیہ کی بابت جنابِ محمد بن علی بن حسین کا موقف 144
دعوائے تقیہ کا ایک جائزہ 145
چہارم: دعوی رجعت کی بابت آپ کا موقف 146
پنجم: حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم پر طعن کی بابت آپ کا موقف 147
ششم: آپ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کرنا: 149

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هفتم: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا مؤقف:	150
ہشتم: جنابِ ابوجعفر محمد بن علی الباقر کا اپنے اصحاب سے شکوہ	151
ب: جنابِ محمد بن علی رحمہ اللہ کا اپنے اصحاب کے بارے میں مؤقف	154
چوتھی شخصیت: جنابِ زید بن علی بن حسین رحمہ اللہ (۱۲۱ھ)	155
جنابِ زید کا حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے بارے میں مؤقف	155
دوم: فدک کے بارے میں جنابِ زید رحمہ اللہ کا مؤقف	160
فدک کی بابت آپ کے مؤقف کا ایک جائزہ	160
پانچویں شخصیت: جعفر بن محمد [۸۳-۱۱۴ہجری تا ۱۴۸ہجری]۔	162
اول: علم غیب اور تقیہ کے متعلق آپ کا مؤقف	162
وقفہ: کچھ علم غیب کے رد پر جعفر رحمہ اللہ کے مؤقف کے ساتھ	163
دوم: دعویٰ امامت وعصمت اور علم الٰہی کے متعلق آپ کا مؤقف	165
سوم: حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق آپ کا مؤقف	165
کچھ دیر سابقہ روایات کے ساتھ	167
چہارم: حضرت جعفر الصادق رحمہ اللہ کا اپنے گردونواح کے لوگوں سے شکوہ:	167
وقفات: حضرت جعفر رحمہ اللہ کا اپنے ساتھیوں پر شکوہ؟	173
چھٹی شخصیت: عبداللہ بن الحسن [......تا ۱۴۵ہجری]۔	176
اول: خلفاء سے متعلق آپ کا مؤقف	177
دوم: دعویٰ تقیہ سے متعلق آپ کا مؤقف:	177
سوم: ائمہ کے پاس علم لدنی ہونے کے دعوی سے متعلق آپ کا مؤقف	178
چہارم: اپنے وقت کے شیعہ کے متعلق آپ کا مؤقف	179
وقفات:	179
چوتھا مرحلہ: من گھڑت روایات میں کمزوری [۱۴۸ہجری تا ۲۶۰ہجری]	181
پہلی شخصیت: موسیٰ بن جعفر رحمہ اللہ [۱۲۸-۱۴۸ہجری تا ۱۸۳ہجری]	182
اول: امام صاحب کا امامت اور اطاعت خلفاء کے متعلق موقف:	182
ان روایات پر چند ملاحظات:	185
دوسری بات: موسیٰ کا دعوی عصمت کے بارے میں موقف:	187

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کے بارے میں ان کا موقف: 187
تیسری بات: شیعہ کتب کے مطابق موسیٰ بن جعفر کا اپنے پیروکاروں سے شکوہ: 188
ان روایات پر چند ملاحظات: 190
دوسری شخصیت: حضرت علی بن موسیٰ رحمہ اللہ [۱۴۸-۱۸۳ ہجری تا ۲۰۲ ہجری] 192
اول: حضرت ابوبکر اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ کا موقف 192
دوم: علی بن موسیٰ کا اپنے ساتھیوں پر شکوہ۔ 192
تیسری شخصیت: ابوجعفر محمد بن علی رحمہ اللہ [۲۰۳ ہجری تا ۲۲۰ ہجری] 193
چوتھی شخصیت: ابوالحسن علی بن محمد رحمہ اللہ [۲۲۰ ہجری تا ۲۵۴ ہجری] 194
پانچویں شخصیت: الحسن بن علی العسکری رحمہ اللہ [] ۲۵۴ ہجری تا ۲۶۰ ہجری]۔ 194
دوسرا زمانہ 198
[حیرانگی اور تفرقہ بازی کا زمانہ] (۲۶۰ ہجری تا ۳۸۱ ہجری)
اول: شیعہ امامیہ کی حیرانگی 200
دوم: شیعہ امامیہ میں تفرقہ بازی 201
کچھ دیر اس تفرقہ بازی کے ساتھ 205
دوسری حیرانگی: طائفہ اثناعشریہ کی حیرانگی 207
اس حیرت کے بارے میں شیعہ امامیہ کے علماء کا کلام 207
کچھ دیر اس دیدہء حیرت کے ساتھ 208
تیسرا زمانہ
[تاسیس اول کا زمانہ] (۲۶۰ ہجری تا ۳۲۸ ہجری) 210
عقیدہ اثناعشریہ کے تاسیسی مسالک 213
پہلا مسلک: نظریہ امام مہدی کا استعمال 214
اول: مہدی کی ولادت کا دعوی 214
دوم: مہدی کے غائب ہونے اور واپس آنے کی روایات: 215
سوم: امام مہدی کی واپسی کا دعوی 219
وہ روایات جن میں مہدی کی واپسی کے زمانے کا تعین ہے 219
وہ روایات جن میں واپسی کا وقت منسوخ کر دیا گیا ہے 220

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ روایات جو وقت کے تعین کو جھٹلاتی ہیں۔ 220
عہد قریب میں وقت کے تعین کی روایات کے دھوکہ بازی ہونے کا اعتراف 221
وقفہ: کچھ دیر عقیدہ مہدی؛ اس کا غائب ہونا اور واپسی کے عقیدہ کے ساتھ 221
دعوی غیبت مہدی کے باطل ہونے پر عقلی دلائل: 225
چہارم: مہدی کے چھپ جانے کا سبب 227
وقفات 228
دوسرا مسلک: اس گروہ کے نام کی تائید میں روایات وضع کرنا 232
وقفات 234
تیسرا مسلک: من گھڑت خبروں کی عقیدہ میں تبدیلی 238
کچھ دیر ان عقائد کے ساتھ 240
دعوی تقیہ اور شیعہ دین پر اس کے اثرات: 242
دعوی ءتقیہ کے ساتھ کچھ لمحات: 245
چوتھا مسلک: عقائد کی بنیاد کے لیے روایات کی تخلیق 247
ائمہ کا اپنے اوپر جھوٹ گھڑنے والوں سے خبردار کرنا۔ 247
ائمہ سے منسوب روایات کے جھوٹ ہونے پر علمائے مذہب کا اعتراف 248
وقفہ: کچھ دیر ائمہ اور علمائے طائفہ کے ان اقوال پر غور وفکر: 253
پانچواں مسلک: بنو بہویہ کے عہد حکومت میں جھوٹی روایات کے دواوین کی ترتیب 258

چوتھا زمانہ

ترقی کا دور [۳۲۸ ہجری تا ۷۲۸ ہجری] 261
ائمہ کی موجودگی میں اہل سنت والجماعت کی کتابوں کی تالیف 264
اول: فقہی روایات 266
دوم: مصطلح الحدیث 268
سوم: فقہ 269
چہارم: قرآن کریم۔ 271

پانچواں زمانہ

صفوی دور حکومت میں تاسیس دوم کا دور [۹۰۶ ہجری تا ۱۱۳۴ ہجری] 273

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفوی دورِ حکومت کے اہم واقعات 274
پہلا واقعہ: شیعہ دین میں نئے عقائد کا اضافہ 274
دوسرا واقعہ: شیعہ مذہب کے قدیم مآخذ ومصادر کا اخفاء: 276
اول: کتاب ''الکافی'' کے نسخے 277
دوم: کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کے نسخے 278
سوم: کتاب ''تہذیب الاحکام'' کی تالیف 278
چہارم: کتاب ''الاستبصار'' کی تحریر 278
تیسرا واقعہ: نئے مآخذ ومصادر کی ایجاد: 280

چھٹا زمانہ

تشیع کا دورِ انقلاب [۱۳۹۹ ہجری تا ۱۴۰۹ ہجری] 290
تمہید: حکومت اور قیادت کے متعلق شیعہ اثنی عشریہ کا عقیدہ 291
مبحث اول: کتاب "الحکومة الاسلامیة" میں نظریہ ولایتِ فقیہ 296
پہلا مسئلہ: خمینی کے نزدیک انقلاب کا عذر اور وجوہِ جواز 297
الف: اعذار اور وجوہِ جواز: 297
ب: خمینی اعذار و وجوہات پر ایک نظر: 298
۲۔ کیا احکام اسلام کو معطل چھوڑ دیا جائے؟: 307
۳۔ یا ہم اسلام سے برگشتہ ہو جائیں؟ 308
۴۔ کیا اسلام صرف دو صدیوں تک تھا؟ 308
۵۔ اسلام اور نظام مملکت 309
۶۔ اسلامی حکومت کا عدم وجود 310
جہاد کے بارے میں چند شیعہ فقہات: 311
۷۔ حکومت اور ضروریات حیات: 315
۸۔ غیبت کبریٰ کی طوالت: 317
۹۔ کیا احکام اسلام معطل رہیں گے؟ 319
۱۰۔ امام کی عدم موجودگی اور دنگا وفساد: 320
۱۱۔ اسلامی حکومت کی تشکیل: 321

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ آخری بات: 321

دوسرا مسئلہ: امام غائب کے نائب کی تعیناتی کی بابت خمینی کے دعوے 322

اول: فقہائے شیعہ اور صفات نیابت: 323

اس دعوے کا ایک سرسری جائزہ 323

دوم: معاصر فقہاء اور خصائص امامت: 325

خمینی کے دعویٰ کا ایک جائزہ 330

کیا شیعہ فقیہ امام کا نائب بن سکتا ہے؟۔ 332

سوم: فقیہ وامام اور رسول کی ولایت؟ 333

اس دعویٰ کا ایک سرسری جائزہ 333

چہارم: فقیہ اور ولایت وحاکمیت: 334

شیعہ اور ماضی میں اقامتِ حکومت کا موقع؟ 337

اس دعویٰ کا ایک جائزہ 338

دوسری بحث: ولایت فقیہ کا تطبیقی پہلو: 342

اول: حکومت کا قیام 342

دوم: ملک کی سربراہی 342

سوم: اس ملک کے اہداف 344

چہارم: ولایت فقیہ کی حکومت کے انجام اور شیعہ مجتہد کی تحذیر: 345

شیعہ امن پر ولایت فقیہ کے انقلاب کے اثرات 348

ساتواں زمانہ: انکشاف اور رجوع کا زمانہ [۱۴۰۹ ہجری تا.............] 352

خاتمہ 362

فہرست موضوعات 366

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

شیعیت

آغاز، مراحل، ارتقاء